www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب دوم

نماز اور اس کے متعلقات

عبادتِ خدا

(ایشور بھگتی)

امرتسر میں سناتن دھرمی ہندوؤں نے مذہبی کانفرنس کی تھی۔ جس میں ہر مذہب والوں کو دعوت دی تھی کہ عنوان "عبادتِ خدا" پر تقریریں کریں۔ مرحوم کا یہ مقالہ اس کانفرنس میں پڑھا گیا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

مسلم نے حرم میں راگ گایا تیرا — ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے — انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

صاحب صدر جلسہ اور حاضرین! دنیا میں سب چیزوں میں انسان بخل کرتا ہے مگر مذہب میں ایسا سخی ہے کہ اس کی خواہش یہی رہتی ہے کہ ساری دنیا میرے مذہب کو قبول کرے۔ اس لئے کہ مذہب سے مقصود خدا کا وصال ہے اور خدا کی ذات اور فیض میں بخل نہیں، مذہب میں بہت سے احکام ہوتے ہیں۔ اصل مقصود ان سے عبادت ہے۔ عبادت چونکہ اصل مقصود ہے اس لئے اس کے متعلق مذہب کو خاص توجہ ہونی چاہیئے۔

بندے کا اپنے خدا کے سامنے عجز و نیاز کرنا اور اس کے حکموں کی تعمیل کرنا عبادت ہے۔ جس قسم کی عبادت خدا کے لائق ہے وہ کسی دوسرے کے سامنے کرنے کا نام اسلامی محاورے میں شرک ہے اس لئے شرک اسلام میں سب سے بڑا ناقابل معافی جرم ہے۔ اسلام میں عبادت کئی طرح کی ہے۔ بعض افعال بذاتہا عبادتِ خدا ہیں۔ بعض نیت کے لحاظ سے عبادت ہیں۔ جو افعال بذاتہا عبادت ہیں ان میں سے اول نماز ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے نماز کی بابت بڑی سختی سے تاکید کی ہے ... اور اپنے ماننے والوں پر پانچ وقت نماز کا ادا کرنا فرض قرار دیا ہے۔ اس کی سختی کا اندازہ کرنے کے لئے اتنا ہی تصور کرنا کافی ہے کہ آجکل سردیوں میں صبح ۵-۶ بجے کا وقت کیسا آرام اور گرمی حاصل کرنے کا ہوتا ہے۔ بچے، جوان اور بوڑھے سب لحافوں میں سر منہ چھپائے لیٹے ہیں۔ لیکن اس وقت اس راحت کے وقت اسلام کا منادی آواز دیتا ہے "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ (نماز اس وقت کی نیند سے بہتر ہے)۔ خدا کے فرماں بردار بندے یہ آواز سنتے ہی مسجد میں پہنچ کر سربسجود ہوتے ہیں۔ آہ صبح کی نماز باجماعت کیا ہی عجیب نظارہ ہے کہ بندگان خدا اسلام کی تعلیم کے ماتحت اپنے مالک کے سامنے سر نیچے سجدہ کئے ہوئے کہہ رہے ہیں " سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی " میں پستی میں پڑا ہوا خدا کی بلندی اور برتری کا اعتراف کرتا ہوں۔ دُنیا کے لوگ سب سے پہلے اپنے کاروبار کی فکر کرتے ہیں۔ مگر اسلام کے ماننے والے بندگان خدا سب سے پہلے اپنا فریضہ عبادت ادا کرنے کو مسجد میں حاضر ہو کر سر نیاز خم کرتے ہیں۔ کیا ہی سچ ہے ؎

علی الصباح چو مردم بکار و بار روند | بلا کشان محبت بکوئے یار روند

اسلام نے عبادت کا حکم ہر ایک مذہب سے زیادہ دیا ہے۔ اور یہ اس کی سچائی کی دلیل ہے۔ کیونکہ مذہب سے اصل مقصود عبادت (بھگتی) ہے۔ اللہ اللہ! جاڑے کا موسم ہے اور سرد گھنٹوں کے بعد نماز کا وقت آتا ہے۔ اور مؤذن بلند آواز سے پکارتا ہے " حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ " (اے بندگان خدا حاضری کو آؤ) میں سمجھتا ہوں اتنی سخت حاضری فوجی محکمہ میں بھی نہ ہوگی۔ کیوں! اس لئے کہ یہ اصل مقصود ہے۔ اس پر یہ تاکید مزید ہے کہ جو نماز نہ پڑھے وہ بحکم پیغمبر اسلام علیہ السلام ہماری جماعت سے نہیں۔ کسی دردمند مسلمان نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کیا سچ کہا ہے ؎

بے نمازو کیا غضب کرتے ہو تم | حق تعالیٰ سے نہیں ڈرتے ہو تم
کچھ نہ اپنے رب کی تم نے یاد کی | عمر اپنی مفت میں برباد کی
سر جھکا کاہل نہ ہو اٹھ تو سہی | بندہ ہونے کی علامت ہے یہی

دوسری عبادت اسلام میں روزہ ہے۔ روزہ علاوہ جسمانی حالت میں مفید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے کے صبر اور تکلیف کی حالت میں برداشت کی عادت پیدا کرنے والا۔ روحانی طور پر اللہ کی طرف متوجہ کرنے والا ہے۔ اس کا لطف وہی جانتے یا پا سکتے ہیں جو روزہ رکھیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ؎

قدر ایں بادہ نہ دانی بخدا تا نچشی

تیسری قسم عبادت اسلام نے زکوٰۃ مقرر کی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ خدا نے کسی کو دیا ہے اس میں سے غریبوں کے ساتھ سلوک کرو۔ اَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ ؎

چو حق بر تو باشد تو بر خلق پاش

چوتھا فرض حج ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جہاں سے تمہارا دینی چشمہ نکلا ہے اس مقام کو دیکھ کر اپنے تاریخی واقعات یاد کرو اور آنکھوں سے دیکھو کہ جس نبی اور ہادی کی تعلیم سے تم مسلمان ہوئے ہو۔ اس نے اس شہر میں کیا کیا تکلیفیں اٹھائی تھیں۔ یہاں تک کہ شہر کو چھوڑ کر دوسرے شہر میں جا بسا۔ اس کے دوسرے شہر کو بھی دیکھو تاکہ ان دونوں مرکزوں سے تمہارا تعلق رہے اور تم سمجھو کہ ؎

ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی ؍ کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

دوسری طرح کی عبادت اسلام نے بعض افعال محض نیت کے لحاظ سے خدا کی عبادت میں داخل کئے ہیں۔ مثلاً ماں باپ اور بڑوں کی عزت کرنا۔ چھوٹوں پر شفقت اور رحم کرنا۔ بظاہر ان کا خدا سے کوئی تعلق نہیں بلکہ بندوں سے برتاؤ ہے مگر اس نیت سے کہ خدا کا حکم ہے بڑوں کی عزت کرو۔ اس حکم کے ماتحت جو کرتا ہے وہ خدا کی عبادت کرتا ہے، اس لئے یہ بھی عبادت ہیں پیغمبر اسلام علیہ السلام نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ ایک فاحشہ عورت پیاسے کتے کو پانی پلانے سے بخشی گئی۔ شاگردوں نے عرض کیا کہ حیوانوں کے ساتھ سلوک کرنے میں بھی ثواب ہے؟ حضورؐ نے فرمایا "فی کل کبد رطب اجر" (ہر زندہ جاندار کو راحت پہنچانے میں ثواب ہے) مولانا حالی مرحوم نے ایک حدیث کا ترجمہ کیا اچھا کیا ہے ؎

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا ؍ کہ مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا

وہی دوست ہے خالق دوسرا کا ؍ خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی ہے مروت، یہی دین و ایماں کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

اسلام نے اس مروتی عبادت کو یہاں تک ترقی دی ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کا ارشاد ہے ۔ اماطۃ الاذیٰ عن الطریق صدقۃ " یعنی اینٹ پتھر کانٹے وغیرہ کو راستے سے ہٹا دینا کار ثواب ہے،، تاکہ مخلوقِ خدا کو تکلیف نہ ہو۔ اسی تعلیم کے ماتحت ایک مسلمان شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

ان دونوں قسموں کی عبادت کا ذکر قرآن شریف کے ایک مقام پر آیا ہے جسے نقل کرتا ہوں ۔ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۔ (پارہ ۵ ع ۳)

" اے لوگو! اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو ، قرابتداروں ، یتیموں مسکینوں ، قریبی پڑوسیوں اور دور کے ہمسایوں ، پہلو بہ پہلو بیٹھنے والوں ، بے کس مسافروں اور اپنے ماتحتوں سے نیک سلوک کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ متکبروں ، مغروروں سے ہرگز محبت نہیں کرتا۔"

ان دو طرح عبادتوں کے تیسری قسم کی بھی ایک عبادت اسلام میں ہے ۔ یعنی پرمیشور کے نام کی مالا جپنا ، قرآن شریف میں حکم ہے کہ کھڑے بیٹھے اور لیٹے پڑے اللہ کو یاد کیا کرو۔ چنانچہ ارشاد ہے ۔ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ یعنی ہر حال میں۔ مختصر یہ کہ مذہب میں اصل مقصود خدا کا وصال ہے ، اور اس کے وصال کا ذریعہ اس کی عبادت ہے ۔ اس لئے ہر مذہب میں کم و بیش عبادت کا ثبوت ملتا ہے ۔ مگر اسلام میں عبادت کا مضمون بہت زیادہ ہے جس کی طرف میں نے مختصر اشارہ کیا رہی ہم مسلمانوں کی اس سے غفلت ۔ سو اس کے جواب میں وہ ہم ہیں اسلام نہیں۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنی عبادت سے کافی حصہ دے ؎

اے خدا صدقہ کبریائی کا صدقہ اس نور لا تناہی کا

سیدھا رستہ دکھائیو ہم کو پیچ و خم سے بچائیو ہم کو

(ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری ۲۹ ج ۲ ۲۷/ فروری ۱۹۲۷ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ مبارک میں کسی مسلمان کو نماز سکھائی اور بتائی، تو کیسی بتلائی اس امر کی بخوبی تشریح کی جاوے۔

جواب: سب کو بتلائی۔ کتب حدیث میں صفت صلوٰۃ کے ابواب بکثرت ملتے ہیں۔ خود ایک دفعہ جبرائیل کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر روزانہ مسلمانوں کو پڑھاتے رہے ایک دفعہ باہر کا آدمی پوچھنے آیا۔ تو آپ نے دو دن ایسے طریق پہ نماز پڑھی۔ کہ پہلے روز ساری نمازیں اول وقت پڑھیں دوسرے روز ساری نمازیں اخیر وقت پڑھ کر فرمایا۔ سائل دیکھ لے کہ ان دونوں وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے۔

۷ جمادی الاوّل ۱۳۳۵ھ

تشریح: جبرئیل کے ساتھ آپ کا نماز پڑھنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یوں آیا ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَّنِیْ جِبْرِیْلُ عِنْدَ الْبَیْتِ مَرَّتَیْنِ فَصَلّٰی بِیَ الظُّھْرَ حِیْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَکَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاکِ وَصَلّٰی بِیَ الْعَصْرَ حِیْنَ صَارَ ظِلُّ کُلِّ شَیْءٍ مِّثْلَہٗ وَصَلّٰی بِیَ الْمَغْرِبَ حِیْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ وَصَلّٰی بِیَ الْعِشَاءَ حِیْنَ غَابَ الشَّفَقُ وَصَلّٰی بِیَ الْفَجْرَ حِیْنَ حَرُمَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ عَلَی الصَّائِمِ فَلَمَّا کَانَ الْغَدُ صَلّٰی بِیَ الظُّھْرَ حِیْنَ کَانَ ظِلُّہٗ مِثْلَہٗ وَصَلّٰی بِیَ الْعَصْرَ حِیْنَ کَانَ ظِلُّہٗ مِثْلَیْہِ وَصَلّٰی بِیَ الْمَغْرِبَ حِیْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ وَصَلّٰی بِیَ الْعِشَاءَ حِیْنَ ذَھَبَ ثُلُثُ اللَّیْلِ وَصَلّٰی بِیَ الْفَجْرَ فَاَسْفَرَ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَیَّ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ ھٰذَا وَقْتُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِکَ وَالْوَقْتُ مَا بَیْنَ ھٰذَیْنِ الْوَقْتَیْنِ رواہ ابوداؤد والترمذی۔

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ شریف میں حضرت جبرئیل نے امام بن کر دو دفعہ مجھے نماز پڑھائی۔ پس پہلی مرتبہ سورج ڈھلتے ہی مجھے ظہر کی نماز پڑھائی جب کہ سایہ شریف صرف جوتی کے تسمے کی مقدار پہ ہوا تھا اور عصر کی نماز پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ صرف اس کے برابر یعنی ایک مثل پہ پہنچا تھا اور مغرب کی نماز پڑھائی جب کہ روزہ کھولنے کا وقت ہوتا ہے اور عشاء کی نماز پڑھائی جب کہ شفق یعنی شام کی سرخی غائب ہو چکی تھی اور فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب کھانا پینا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روزہ دار کے لیے حرام ہو جاتا ہے یعنی صبح صادق ہوتے ہی۔ دوسرے روز ظہر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جب کہ آپ کا سایہ آپ کے برابر یعنی ایک مثل ہو چکا تھا اور عصر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جب آپ کا سایہ دو مثل کو پہنچ چکا تھا اور مغرب کی اسی وقت جبکہ روزہ دار روزہ کھولتے ہیں اور عشاء کی نماز تہائی رات گزر جانے پر پڑھائی اور فجر کی جب پڑھائی کہ خوب روشنی پھیل چکی تھی پھر حضرت جبرائیل میری طرف متوجہ ہو کر بولے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، تم سے پہلے جس قدر انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں ان سب کی نمازوں کا وقت (جو بھی وہ نمازیں پڑھتے ہوں گے) یہی ہے جو تم کو بتلایا گیا۔ دونوں دن اول و آخر وقتوں میں آپ کو نماز پڑھائی گئی ہے ان کے درمیان کا سارا وقت نمازوں کا وقت ہے اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جو آپ نے خود پڑھی اور صحابہؓ کو تعلیم فرمائی اس کی تفصیل اس حدیث سے معلوم ہو سکتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ السَّاعِدِیِّ قَالَ فِیْ عَشَرَۃٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِصَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالُوْا فَاعْرِضْ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکِبَیْہِ ثُمَّ یُکَبِّرُ ثُمَّ یَقْرَأُ ثُمَّ یُکَبِّرُ وَیَرْفَعُ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکِبَیْہِ ثُمَّ یَرْکَعُ وَیَضَعُ رَاحَتَیْہِ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ ثُمَّ یَعْتَدِلُ فَلَا یُصَبِّیْ رَاْسَہٗ وَلَا یُقْنِعُ ثُمَّ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ فَیَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ ثُمَّ یَرْفَعُ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکِبَیْہِ مُعْتَدِلًا ثُمَّ یَقُوْلُ اللّٰہُ اَکْبَرُ ثُمَّ یَھْوِیْ اِلَی الْاَرْضِ سَاجِدًا فَیُجَافِیْ یَدَیْہِ عَنْ جَنْبَیْہِ وَیَفْتَخُ اَصَابِعَ رِجْلَیْہِ ثُمَّ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ وَیَثْنِیْ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی فَیَقْعُدُ عَلَیْھَا حَتّٰی یَرْجِعَ کُلُّ عَظْمٍ فِیْ مَوْضِعِہٖ مُعْتَدِلًا ثُمَّ یَسْجُدُ ثُمَّ یَقُوْلُ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَیَرْفَعُ وَیَثْنِیْ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی فَیَقْعُدُ عَلَیْھَا ثُمَّ یَعْتَدِلُ حَتّٰی یَرْجِعَ کُلُّ عَظْمٍ اِلٰی مَوْضِعِہٖ ثُمَّ یَنْھَضُ ثُمَّ یَصْنَعُ فِی الثَّانِیَۃِ مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّکْعَتَیْنِ کَبَّرَ وَرَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکِبَیْہِ کَمَا کَبَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ ثُمَّ یَصْنَعُ ذٰلِکَ فِیْ بَقِیَّۃِ صَلٰوتِہٖ حَتّٰی اِذَا کَانَتِ السَّجْدَۃُ الَّتِیْ فِیْھَا التَّسْلِیْمُ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَخْرَجَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْسَرِ ثُمَّ سَلَّمَ قَالُوْا صَدَقْتَ هٰكَذَا كَانَ يُصَلِّيْ رواه ابو داود والدارمي وروى الترمذي وابن ماجة معناه وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاوٗدَ من حديث ابي حميدٍ ثُمَّ رَكَعَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ كَاَنَّهٗ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا وَوَتَّرَ يَدَيْهِ فَنَحَّاهُمَا عَنْ جَنْبَيْهِ وَقَالَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَمْكَنَ اَنْفَهٗ وَجَبْهَتَهُ الْاَرْضَ وَنَحّٰى يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ فَخِذَيْهِ غَيْرَ حَامِلٍ بَطْنَهٗ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَخِذَيْهِ حَتّٰى فَرَغَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَاَقْبَلَ بِصَدْرِ الْيُمْنٰى عَلٰى قِبْلَتِهٖ وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُمْنٰى وَكَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى وَاَشَارَ بِاُصْبُعِهٖ يعني السَّبَّابَةَ وَفِيْ اُخْرٰى لَهٗ وَاِذَا قَعَدَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَعَدَ عَلٰى بَطْنِ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْيُمْنٰى وَاِذَا كَانَ فِي الرَّابِعَةِ اَفْضٰى بِوَرِكِهِ الْيُسْرٰى اِلَى الْاَرْضِ وَاَخْرَجَ قَدَمَيْهِ مِنْ نَّاحِيَةٍ وَّاحِدَةٍ۔

ترجمہ: حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے ایک روز دس اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں کہا کہ میں تم سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی تفصیل جانتا ہوں۔ وہ صحابہؓ بولے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز آپ جانتے ہیں وہ ہمارے سامنے پیش کیجئے۔ چنانچہ حضرت ابو حمید ساعدی نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کاندھوں تک اٹھا کر نیت باندھ لیتے پھر آپ (دعاء استفتاح اللھم باعد وغیرہ وسورہ فاتحہ ودیگر سورہ) پڑھتے پھر تکبیر کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھا کر رفع الیدین کرتے ہوئے آپ رکوع میں جاتے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دونوں گھٹنوں پر مضبوطی کے ساتھ رکھتے اور نہایت اعتدال کے ساتھ جھک کر رکوع کرتے سر اور کمر کو برابر رکھتے اونچا نیچا نہیں کرتے پھر رکوع سے فارغ ہو کر پھر دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے ہوئے رفع الیدین کے ساتھ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور سیدھے کھڑے ہو جاتے اور سجدے میں دونوں ہاتھوں کو پہلوؤں سے دور رکھتے اور سجدے کی حالت میں پیروں کی انگلیوں کو زمین پر ٹیک کر قبلہ رخ کشادہ رکھتے پھر سجدہ سے سر اٹھاتے اور بایاں پیر موڑ کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوب اعتدال اور تسلی واطمینان کے ساتھ اس پر آپ بیٹھ جاتے پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ ثانی کرتے پھر سجدے سے سر اٹھا کر بایاں پیر موڑ کر اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاتے یہاں تک کہ آپ کے جسم مبارک کا ہر جوڑ ٹھکانے پر بیٹھ جاتا پھر آپ دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے تو جس طرح نیت باندھتے وقت رفع الیدین کی تھی بالکل اسی طرح دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھا کر... رفع الیدین کے ساتھ تیسری رکعت کے لئے ہاتھ باندھ لیتے پھر اسی طرح ساری نماز کو پورا فرماتے اور جب آخری رکعت ہوتی تو بائیں پیر کو باہر نکال کر بائیں کولھے کو زمین پر ٹیک کر بیٹھ جاتے پھر سلام پھیرتے حضرت ابو حمیدؓ ساعدی کا یہ بیان سن کر وہ تمام صحابہؓ بولے بیشک آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا جو نقشہ بیان کیا ہے بالکل صحیح و درست ہے آپ کی نماز اسی طرح ہوتی تھی اس حدیث کو ابوداؤد اور دارمی نے روایت کیا ہے اور ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی اس کے معنی یہ روایت موجود ہے اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح بتلایا ہے اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ابو حمیدؓ ساعدی سے یہ لفظ اور بھی مروی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر اس طرح رکھا گویا آپ ان کو خوب مضبوط تھامے ہوئے تھے سجدے میں آپ نے دونوں .... ہاتھوں کو خوب پھیلا کر ان کو دونوں پسلیوں سے دور رکھا اور اپنی ناک اور پیشانی مبارک کو زمین پر ٹیک دیا اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو کندھوں کے برابر رکھ کر زمین پر ٹیکا اور اپنی رانوں کو کشادہ رکھا اور ہاتھوں کی کہنیوں کو پیٹ سے کافی دور رکھا پھر سجدہ سے فارغ ہو کر آپ جلسہ استراحت میں بایاں پیر پھیلا کر سینے کو قبلہ رخ کر کے بیٹھ گئے اس طور پر کہ دائیں ہتھیلی دائیں پیر کے گھٹنے پر اور بائیں ہتھیلی بائیں پیر کے گھٹنے پر آپ نے رکھی ہوئی تھی آپ نے اس حال میں تشہد پڑھا اور اپنی انگلی سبابہ کو لفظ اشہد ان لا الہ الا اللہ" پر آپ نے حرکت دی اور اسی کی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ درمیانی تشہد میں آپ بایاں پیر پھیلا دیتے اور اس پر بیٹھ جاتے ہوئے دایاں پیر کی انگلیاں قبلہ رخ زمین پر ٹیک کر کھڑا رکھتے اور چوتھی رکعت میں آپ اپنے بائیں کولھے کو زمین کی طرف نکال کر دونوں قدموں کو ایک طرف نکال دیتے اور اس طرح تشہد کے لئے بیٹھتے۔

حررہ محمد داؤد راز عفا اللہ عنہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرفیہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک سے آپ کے ارشاد صلوا کما رأیتمونی اصلی (جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو تم سب بھی اسی طرح نماز پڑھا کرو) کے مطابق لوگوں نے نماز سیکھی بعض دفعہ قولاً بھی آپ نے نماز کا طریقہ تعلیم فرمایا جیسا کہ مسیٔ الصلوٰۃ والی حدیث میں مذکور ہے آپ نے اس کو زبانی نماز تعلیم فرمائی تھی تفصیلا صحاح ستہ و مشکوٰۃ و بلوغ المرام وغیرہ میں موجود ہیں۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: نماز کے متعلق یہ چار فعل مشہور ہیں یعنی سینہ پہ ہاتھ باندھنا اور سینے کے نیچے ہاتھ باندھنا اور زیر ناف ہاتھ باندھنا۔ اور دونوں ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا۔ چاروں فعل حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے ہیں۔ یا ایک ہی فعل حضور انور سے ثابت ہے۔ اور اگر چاروں فعل آپ نے کیے ہیں تو کون کن وقتوں میں کیے۔ آپ ایک ہی طریقے سے نماز ادا کرتے تھے۔ یا مختلف اقسام سے اور یہ چاروں فعل آپ نے کیوں کیے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔

جواب: چاروں میں سے ہاتھ چھوڑنے کی روایت تو میں نے نہیں دیکھی باقی روایات مختلف طرق سے آئی ہیں۔ بعض صحیح ہیں بعض ضعیف۔ بقاعدہ علم حدیث ضعیف کو بمقابلہ صحیح کے منفی سمجھا جاتا ہے۔ اگر اس کو موجود بھی سمجھا جائے۔ تو بلحاظ اوقات مختلفہ ممکن ہے ایسا ہوا ہو۔ مگر ترجیح بلحاظ عمل اور بلحاظ ثواب صحیح روایت کے فعل کو ہوگی۔ اور غیر صحیح روایت بمنزلہ جواز کے سمجھا جائے گا۔ ۷ رجمادی الاول ۱۳۳۹ھ

شرفیہ: سینے پر ہاتھ باندھنا صحیح حدیث سے ثابت ہے (بلوغ المرام) زیر ناف کی روایت ثابت نہیں اور ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا باطل ہے اس کا احادیث میں ثبوت نہیں ایسے ہی سینے کے نیچے کا بھی ثبوت نہیں آپ کا اسی پر عمل تھا اختلاف نہ تھا اور رہا یہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا اس میں چون و چرا کرنا بے قوفی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لِمَ کا سوال باطل ہے ورنہ یہ بھی سوال ہوگا کہ نماز ہی کا حکم کیوں دیا یا آنحضرت صلعم نے کیوں پڑھی۔ پھر اس سائل سے بڑھ کر کون بے وقوف ہوگا۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ایک شخص پنجوقتہ نماز۔۔۔۔ اپنے گھر میں پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ دنیوی کاموں کی وجہ سے میرا مسجد کو جانا نہیں ہو سکتا۔ پس اس صورت میں اس کی نماز ہوگی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یا نہیں۔ یہ شخص ادائے نماز کے لیے ہمیشہ برابر مسجد میں آیا کرتا ہے۔ اور نماز جمعہ باجماعت مسجد میں ادا کرتا ہے۔ پنج وقتی نماز اپنے گھر میں پڑھتا ہے۔

جواب: فرض ادا ہو جائیں تو تعجب نہیں۔ لیکن مسجد اور جماعت کی غیر حاضری کا گناہ ہوگا حدیث شریف میں آیا ہے۔ جو لوگ جماعت میں شریک نہیں ہوتے۔ میرا جی چاہتا ہے ان کے مکانوں کو آگ لگا دوں۔ مگر عورتوں بچوں کا خیال ہے۔

(۷ رجمادی الاول ۱۳۴۶ھ)

شرفیہ: بلا عذر شرعی مثلاً خوف مرض وغیرہ کے ترک جماعت جائز نہیں۔ اور عبد اللہ بن مسعود صحابیؓ نے تو کہا۔ لو صلیتم فی بیوتکم کما یصلی ھذا المتخلف فی بیته ترکتم سنة نبیکم ولو ترکتم سنة نبیکم لضللتم۔ الحدیث رواہ مسلم مشکوٰۃ ص۹۷۔

سوال: ہم لوگوں کی مسجد توڑ کر سخت آفت میں جان پھنسی ہے۔ سخت پس و پیش میں پڑے ہوئے ہیں کہ گورستان پر مسجد بنانا اور نماز پڑھنا جائز نہیں۔ مگر جو ہڈیاں نکلی ہیں وہ ڈیڑھ برس پہلے کی گور شدہ ہیں۔ اب اس پر بھی گورستان کا حکم عائد کر کے مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں۔ اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جس زمانہ میں یہ مسجد بنی تھی۔ اس وقت ان اطراف میں کوئی مسجد نہیں تھی۔ اور پہلے لوگ بھی غالباً مشرک تھے۔ لہٰذا ایسی حالت میں بھی وہاں مسجد ناجائز ہے یا نہیں۔

جواب: مسجد نبوی کی جگہ پہلے مشرکین عرب کا قبرستان تھا۔ اس لیے صورت مرقومہ میں مسجد بنانا جائز ہے۔ منع نہیں۔

(۱۴ رجمادی الثانی ۱۳۴۵ھ)

شرفیہ: یہ قیاس یا استنباط صحیح نہیں اس لئے کہ مشرکین کے مردوں کا احترام نہیں جیسے کہ مشرکین کی لاشوں کو کوئیں میں ڈلوا دیا تھا۔ کنواں بھی گندے پانی کا تھا متفق علیہ مشکوٰۃ ص۳۴۵۔ اور اہل اسلام کی لاشوں اور مردوں کا احترام ہے ان کے مردے کی ہڈی توڑنے کا اتنا ہی گناہ ہے جیسے زندہ کی ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال کسر عظم المیت ککسرہ حیا رواہ ابو داؤد واسنادہ علی شرط مسلم وزاد ابن ماجة من حدیث ام سلمة فی الاثم انتھی کذا فی بلوغ المرام ص۱۲ وعن عمرو بن حزم قال رانی النبی صلعم متکیا علی قبرہ فقال لا تؤذ صاحب ھذا القبر الحدیث رواہ احمد مشکوٰۃ ص۱۴۹

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال الحافظ فی الفتح اسنادہ صحیح کذا فی تنقیح الرواۃ ص۲۳۳

پس اہل اسلام کو قبروں کو کھود کر ہڈیاں نکال کر مسجد بنانا قطعاً ممنوع ہے۔

ابو سعید شرف الدین دہلوی

سوال: جذامی آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ یا نہیں۔ جذامی نماز میں شامل ہو سکتا ہے۔ اور اس کو مسجد میں آنے سے روکا جا سکتا ہے یا نہیں۔

جواب: جذام جسمانی بیماری ہے۔ شرعی عیب نہیں۔ اس لئے اس کی امامت بھی صحیح ہے۔ جماعت میں شرکت کر سکتا ہے۔ جبراً مسجد سے نہیں نکالا جائے۔ ہاں کسی شخص کو اس سے طبعی نفرت ہو تو بحکم فر من المجذوم فرارک من الاسد (مجذوم سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو) ساتھ ملنے ملانے سے پرہیز کرے تو گناہ نہیں۔

۵ رمضان ۳۵ھ

سوال: ریشمی کپڑا پہن کر نماز پڑھنے سے مرد کی نماز ہوتی ہے یا نہیں۔

جواب: ریشمی کپڑا مرد کے حق میں حرام ہے اس لئے اس کے ساتھ نماز جائز نہیں۔

۵ رمضان ۳۵ھ

سوال: کوئی شخص جماعت سے نماز پڑھ رہا ہے یا واحد خود پڑھ رہا ہے پہلی رکعت میں مثلاً آل عمران کا ایک یا آدھ رکوع پڑھ کر اسی قیام میں کوئی دوسرا رکوع بنی اسرائیل یا اور کوئی سورہ الشمس وغیرہ شروع کر دیا اور دوسری رکعت میں بھی علی ہذا القیاس رکوع سورہ بقر اور اسی قیام میں پھر کوئی سورہ والضحیٰ یا کوئی دوسرا رکوع سورہ نساء وغیرہ پڑھا تو اس طرح پڑھنے سے نماز جائز ہے یا ناجائز مع دلیل بیان فرمایئے

جواب: جائز ہے خود قرآن مجید میں حکم ہے فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قرآن پڑھنے کے متعلق کوئی قید یا شرط نہیں۔ جہاں سے جی چاہے پڑھ لے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ صبح کی نماز میں پہلے سورہ کہف پڑھی۔ دوسری رکعت میں سورہ یوسف پڑھی۔ بعض لوگ اس کو مکروہ کہتے ہیں۔ اس کہنے کی دلیل قرآن و حدیث سے کوئی نہیں۔ نماز کی صحت کو وہ بھی مانتے ہیں۔

۲۹ رمضان ۳۵ھ

سوال: زید امام ہر نماز میں اس قدر جلدی کرتا ہے کہ بکر اس کے پیچھے نہ الحمد پڑھ سکتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اور نہ ہی کوئی تسبیحات رکوع اور سجود میں پوری کرتا ہے نہ قومہ نہ جلسہ بعد نماز نہ کے بکر نے ادب سے عرض کی کہ مولوی صاحب اتنی جلدی نماز میں نہ کریں کیونکہ مجھ سے الحمد پڑھا گیا ہے نہ التحیات نہ پیچھے درود شریف پڑھا گیا ہے اور میری تسلی نہیں ہوئی۔ زید نے جواب دیا۔ کہ اوّل تو آپ کو الحمد پڑھنا امام کے پیچھے ناجائز ہے۔ وہ نہ پڑھیں اور جب دوسرے لوگوں کی شکایت نہیں ہے تو تم ایک کی نہیں سنی جائے گی۔ اور باقی لوگوں نے بھی کہا۔ کہ ہماری نماز ٹھیک ہو گئی ہے۔ اسی طرح ہونی چاہیئے۔ امام صاحب نے بھی کہا کہ اسی طرح ٹھیک ہے۔ ہم اسی طرح پڑھیں گے تم ہمارے ساتھ ملو یا نہ ملو۔ اب بکر کو کیا کرنا چاہیئے۔ ان کے ساتھ نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔

جواب:۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک وقت آئے گا امام نماز کو خراب کریں گے۔ فرمایا مسلمانوں میں ملتے رہنا۔ ان کی خرابی ان کی گردن پر ہوگی۔ تم علیحدہ نہ ہونا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حتیٰ المقدور جماعت کے ساتھ مل کر ہی نماز پڑھنی چاہیئے قصور بذمہ امام۔

۲۲ رمضان ۱۳۴۵ھ

تشریح: نہیں نہیں ہرگز ایسے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیئے اس لئے کہ اس میں سورۃ فاتحہ ہوتی ہے نہ رکوع وسجود نہ قومہ جلسہ وغیرہ یہ صلوٰۃ بالکل مسئ الصلوٰۃ کی سی ہے۔ لہٰذا یہ نماز باطل ہے۔ جس امر کا مولانا رحمہ نے حوالہ دیا ہے وہ اوّل تو صرف تاخیر وقت کرتے تھے مگر قرأۃ رکوع وسجود وغیرہ صحیح کرتے تھے دوم وہ حکام تھے ان کی طرف سے ترک نماز کے الزام کا بھی خوف تھا پھر بھی حضور صلعم نے ان سے پیشتر اپنی نماز وقت پر پڑھنے کا حکم فرمایا اور فرمایا دوبارہ ان کے ساتھ نفل کی نیت سے مل جایا کرو لہٰذا اس پہ قیاس مع الفارق ہے۔

واللہ اعلم۔ ابوسعید شرف الدین دہلوی

سوال: گھر میں نماز کس قسم کے عذر کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔

جواب: جس عذر سے مسجد میں نہ آسکتا ہو۔ جن کی بابت یہ لفظ آئے (حبسہم العذر) عذر نے ان کو روک رکھا ہے۔ مثلاً سخت بخار۔ یا کوئی اور کسی قسم کی تکلیف ہے جو مسجد تک پہنچنے میں مانع ہو۔ اس صورت میں گھر میں پڑھنے سے مسجد اور جماعت کا ثواب پائے گا۔ انشاء اللہ۔

۱۲ شوال ۱۳۵۱ھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: جمال نامی شخص نے مسجد بنائی اور اس کو اپنے نام سے منسوب کیا مثلاً مسجد جمالیہ اب زید کہتا ہے ایسی مسجد میں نماز نہیں ہوتی، مسجد خالص ثوابی نیت سے بنائی جائے نہ کہ لوگوں کے دکھانے کے لیے کیا زید کا کہنا ٹھیک ہے؟ سید عزیز اللہ بن حاجی سید نعمت اللہ ملتانی

جواب: بخاری شریف میں ایک باب ہے۔ باب ما یقال مسجد بنی فلان۔ یعنی فلاں کی مسجد کہنا جائز ہے۔ باقی رہا سوال ریار کا تو وہ الگ چیز ہے۔ ریار تو ہر حال میں برا ہے۔ نام رکھے یا بے نام بنائے ہر حال میں ریا ہو سکتا ہے (۸ اگست ۱۹۳۰ء)

سوال: ایک شخص نے اکیلے نماز فرض پڑھ لی ہے بعد سلام کے فرض نماز باجماعت تیار ہو گئی ہے تو کیا اب اس شخص کو دوبارہ فرض نماز اس جماعت کے ساتھ پڑھ لینی جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: دوبارہ نفلوں کی نیت سے پڑھ لی جائے تو جائز ہے۔ صبح اور عصر کے بعد نہ ملے۔ مغرب میں ملے تو چار رکعت کی نیت کرے (۱۵ اگست ۱۹۳۰ء)

شرفیہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں مسجد خیف میں صبح کی نماز پڑھی بعد میں دیکھا کہ دو شخص نماز جماعت میں شامل نہیں ان سے کہا تم جماعت میں کیوں نہ ملے عرض کیا حضور ہم اپنے ڈیرے پر نماز پڑھ کر ہم آئے ہیں فرمایا ایسا کیا کرو جب بھی تم گھر میں نماز پڑھ کر آؤ اور جماعت ہو رہی ہو تو پھر اس نماز کی جماعت میں مل جایا کرو۔ یہ دوبارہ کی نماز باجماعت تمہارے نفل ہو جائیں گے رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی مشکوٰۃ ص۱۰۳۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صبح کی نماز کے بعد بھی صورت مذکورہ یعنی ملنا ثابت بلکہ لازم یا افضل ہے یہ خاص صبح کا واقعہ ہے اور اذا صلیتما فی رحالکما ثم اتیتما مسجد جماعۃ فصلیا معھم فانھا لکما نافلۃ انتھی لفظا اذا محاورہ شرع میں عموم کے لیے ہے موجبہ کلیہ ہے ہر نماز کو شامل ہے لہٰذا اس میں مغرب بھی داخل ہے چوتھی رکعت ملانا بھی لازم نہیں بلا دلیل علی اللزوم من ادعی فعلیہ البیان بالبرہان نفل تین بھی جائز ہیں منع کی دلیل نہیں اور قول ابن عمرؓ خلاف حدیث مرفوع ہے لہٰذا حجت نہیں۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد بعض امراء نماز کو بے وقت پڑھائیں گے تم اپنی نمازیں وقت پر پڑھ لینا پھر ان کے ساتھ جماعت میں دوبارہ پڑھ لینا وہ تمہارے نفل بن جائیں گے مسلم مشکوٰۃ ص۶۱۔ ابوسعید شرف الدین دہلوی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: جمعہ کے دن اگر اذان عثمانی نہ دی جائے تو کیا اس کی کوئی پکڑ ہے یا ناجائز؟
(سائل مذکورہ)

جواب: علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین کے خلاف ہے۔ اللہ اعلم

سوال: فتوائے اگر صبح وعصر کی نماز اکیلے پڑھی ہو تو دوسری دفعہ جماعت میں شریک نہ ہو"۔

مولوی عبدالرزاق صاحب صادق پوری از رنگون فرماتے ہیں "جواب صحیح نہیں ہے" فرمان نبی صلعم "اذا جئت فصل مع الناس وان کنت قد صلیت" (اگر تم تنہا) نماز پڑھ چکے ہو تو جماعت کے ساتھ مل کر دوبارہ پڑھ لو، اس عام حکم کی تخصیص، نیت کی ہیرا پھیری، یہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادتی ہے جو کسی امتی کے لئے جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سابق نفل قرار پائے یا ثانی ہم کو اس سے بحث نہیں ہم نے حکم کی تابعداری کی اور بس۔

جواب: آپ کی پیش کردہ حدیث کے ساتھ وہ حدیث بھی قابل لحاظ ہے جس میں بعد نماز صبح اور بعد نماز عصر نماز سے منع فرمایا ہے، ان دو حدیثوں کی تطبیق میں دو قول ہیں ایک تخصیص حدیث آپ کی پیش کردہ کا میں نے اختیار کیا تھا۔ دوسرا حدیث تخصیص میری پیش کردہ کا وہ آپ نے اختیار کیا (۱۲ ستمبر ۱۹۳۱ء)

جواب: فتوے "جمعہ کے روز اذان اول نہ دینا خلاف سنت خلفاء ہے"۔ موصوف اس پر تعاقب کرتے ہیں۔ جمعہ کی تیسری اذان کا ترک "علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین کے خلاف ہے۔ ہرگز ہرگز صحیح نہیں بقول عبداللہ بن مسعودؓ لو ترکتم سنۃ نبیکم لضللتم یہ اذان رائجہ بدعت ضلالت ہے نہ تو سنت عثمانی ہے نہ سنت نبوی نہ سنت خلفاء اول و دوم۔ سنت نبی صلعم ہی جب موجود ہے پھر دوسری تکنا کیوں۔ سنۃ النبی صلعم اولیٰ ان تتبع۔ پھر وہ خلیفہ جو نماز کا حکم رکھتے ہیں ان کا بھی وہی فعل ہے۔ پس جس نے ایک اذان واقامت پر اکتفا کیا اس نے نبی صلعم اور خلفاء کا اتباع کیا۔ جس نے اس پر زیادتی کی اس نے ہی آپ کے فرمان علیکم بسنتی کے خلاف کیا مرتکب بدعت ہوا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: تو آپ کے نزدیک خلفائے راشدین خلافت ثانیہ میں آ کے ختم ہوئی۔ اہلحدیث کا یہی مذہب ہے ؟ کہ صرف وہ صاحب ہی خلفائے راشدین ہیں۔ پس اسی پر جواب اور تعاقب کا فیصلہ ہے۔ ۱۴ ستمبر ۱۹۳۱ء

تعاقب بر تعاقب: آپ کا نوٹ ہمارے نزدیک خلافت راشدہ دو ہی تک ہے" فرمانا صحیح نہیں باوجودیکہ ہم نے لکھا ہے کہ اذان ثالث جمعہ رائجہ نہ تو سنت عثمانی ہے نہ سنت نبوی نہ سنت خلفاء اول و دوم، تین زمانہ سابق میں آپ کو بھی اقرار ہے کہ یہ اذان نہ تھی عثمانؓ کے زمانہ میں ہوئی مگر یہ اذان مسجد میں دلوانا عثمانؓ سے ثابت ہرگز نہیں کر سکتے مدینہ سے باہر بازار میں یہ اذان دلوانا ثابت ہے لہٰذا اگر شہر کے باہر بازار میں اذان دلوائی جائے تو سنت عثمانی ہوگی ورنہ یقینی طریقہ رائجہ بدعی ہوگا خلفاء کے زمانہ کی چیز ہرگز ہرگز نہیں۔ (حکیم عبدالرزاق از رنگون)

مفتی: روایتوں میں صاف آتا ہے زاد عثمان النداء الثالث (عثمان رضی اللہ عنہ نے اس تیسری اذان کو جاری کیا) مقام کو اصل فعل میں دخل نہیں۔ (۳۰ رجوری ۱۹۳۱ء)

تائید: متعاقب نے غلو کیا ہے عمل عثمانی کو گمراہی و ضلالت کہنا بالکل غلو ہے جو کسی طرح جائز نہیں ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ عہد نبوی کا طریق اولیٰ ہے عہد عثمانی کا جائز اس لئے کہ جب حضرت عثمانؓ نے یہ اذان کہلوائی تو اس وقت ہزار ہا صحابہ موجود تھے کسی نے اس کو نہیں بدلوایا نہ عام طور پہ مخالفت کی پھر جمہور صحابہ پر حملے کرنا کس قدر جرأت ہے۔ فثبت الامر علی ذالک انتھی (بخاری شریف جلد اول ص۱۲۵) یعنی یہ امر اذان ثالث) اسی دستور پہ رائج ہو گیا۔ (ابو سعید محمد شرف الدین دہلوی)

سوال: جمعہ کے روز اذان ثالث جائز ہے یا نہیں (جواب) جائز ہے منتقیٰ میں ہے عن السائب بن یزید قال کان النداء علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ اولہ اذا جلس الامام المنبر علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر فلما کان عثمان وکثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء ولم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن غیر واحد رواہ البخاری والنسائی وابوداؤد وفی روایۃ لھم فلما کانت خلافۃ عثمان وکثروا امر عثمان یوم الجمعۃ بالاذان الثالث فاذن بہ علی الزوراء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فثبت الامر علی ذالک انتہی واللہ اعلم بالصواب حررہ عبدالرحیم عفی عنہ سید محمد نذیر حسین فتاوی نذیریہ صفحہ ۳۵۲۔ کتاب دستور[1] المتقی طبع شدہ بعد نظر ثانی حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مدرسہ میاں صاحب مرحوم دہلی حال صدر مدرس مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ کراچی کے صفحہ ۸۹ پر ہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ ہوا اور آپ نے لوگوں کی کثرت دیکھی تو آپ نے خطبہ کی اذان سے پہلے ایک اور اذان صحابہ کرام کی موجودگی میں جاری کی اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا اور جب یہ ہے تو اذان مذکورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق خلفاء راشدین کی سنت میں داخل ہے جو لوگ اس اذان کو بدعت بتاتے ہیں یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ حضرت مولانا محمد صاحب دہلوی مرحوم اخبار محمدی یکم جنوری ۱۹۳۶ء پر اس اذان کو مسجد کے اندر کہلوانا بدعت سیئہ قرار دیتے ہیں۔ قال الحافظ وبلغنی ان اهل الغرب الادنی الآن لا تاذین عندهم سوی مرة۔ نیل الاوطار جزء ثالث صفحہ ۲۲۳ إنما الاعمال بالنيات ولكل امرء ما نوى حررہ ابوالخیر جیب اللہ سعیدی عفی عنہ

سوال: مجھے نوکری کے باعث ظہر کے وقت ہمیشہ کی فرصت رہتی ہے اور عصر میں فرصت نہیں ملتی کیا ظہر کے ساتھ عصر ملا کر پڑھنے کی اجازت ہے؟

محمد عبدالحفیظ

جواب: واقعی اگر وقت عصر نہیں ملتا تب ظہر کے ساتھ عصر جمع کر لیا کریں۔ صحیح بخاری میں ملتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر و عصر اور مغرب عشاء جمع کی تھیں۔ اللہ اعلم

۵ دسمبر ۱۹۳۰ء

تشریح: قال اللہ تعالی إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لَهُ قُمْ فَصَلِّ الظُّهْرَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ الحدیث رواہ احمد ... والترمذی۔ ہر نماز کو اپنے اپنے وقت پر پڑھنا جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے فرض ہے اور جمع تقدیم یا تاخیر حنفیہ کے نزدیک سوائے حج کے مطلقاً جائز نہیں

---

[1] اس کتاب کو حضرت استاذ الکل مولانا نذیر حسین محدث دہلوی نے جماعت اہل حدیث کے لیے اپنی موجودگی میں طبع کرایا تھا (اخبار محمدی صفحہ ۱۸ - ۲۰ شوال ۱۳۵۸ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ شرح وقایہ و دیگر معتبرات فقہ میں ہے ولا یجمع فرضان فی وقت بلا حج اور شافعیہ اور محدثین کے نزدیک سفر میں جائز ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور بارش میں جمع کرنے کی کوئی صحیح و صریح دلیل کتب فقہ و حدیث سے پائی نہیں جاتی جیسا کہ ماہرین فقہ و حدیث پر مخفی نہیں اور حدیث ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین الظهر والعصر وبین المغرب والعشاء بالمدینة من غیر خوف ولا مطر قیل لابن عباس ما اراده بذالك قال اراد ان لا یحرج امته یعنی جمع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر و عصر کو اور مغرب و عشاء کو مدینہ میں بغیر خوف و بارش کے یہ جمع صوری پر محمول ہے جیسا کہ صحیح نسائی میں موجود ہے۔ حررہ محمد جمال الدین حافظ غلام رسول بن حافظ محمود ساکن امرتسر مسجد باغ والی عفی اللہ لہ۔ (سید محمد نذیر حسین فتاویٰ نذیریہ ج اص ۲)

سوال: آپ سے ہماری جماعت اہلحدیث کی یہ التماس ہے کہ ہمارے ہاں مسجد اہلحدیث میں پنجوقتہ اذان جو دی جاتی ہے وہ اس حدیث کے مطابق جو ذیل میں درج ہونے والی ہے اس پر عملدرآمد ہے) حدیث شریف یہ ہے۔ ان یشفع الاذان وان یوتر الاقامة (اذان دوہری اور اقامت اکہری) اس پر ہم لوگ عمل کر کے اذان میں لفظ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ دو مرتبہ کہتے ہیں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دو مرتبہ۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ دو مرتبہ۔ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ دو مرتبہ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ دو مرتبہ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ایک مرتبہ کہہ کر اپنی اذان پوری کر لیتے ہیں۔ اقامت میں اس کا نصف حصہ اس طرح کی اذان کو بعض علماء اہلحدیث جو ہمارے بیرون شہر سے آیا کرتے ہیں وہ معترض ہوتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ یہ اذان سنت کے خلاف پائی جاتی ہے۔ اس کا ثبوت حدیث میں کہیں نہیں پایا جاتا الخ۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بارش کے دنوں میں مغرب کے اول وقت میں ہی مغرب کی فرض نماز کے بعد ہی اقامت عشاء کی کہہ کر باجماعت عشاء کی نماز بھی ادا کر لیتے ہیں۔ بارش کے موسم میں دو وقت کی نماز ملا کر ادا کر لینا جائز ہے یا نہیں؟ حدیث سے ثابت ہو تو تحریر کریں؟

جواب: اذان کی تفصیل صحیح مسلم میں آئی ہے جس میں کسی طرح کا اشتباہ نہیں۔ حدیث یہ ہے۔ عَنْ اَبِیْ مَحْذُوْرَةَ قَالَ اَلْقٰی عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ التَّاْذِیْنَ هُوَ بِنَفْسِهٖ فَقَالَ قُلْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ (ترجیع کہنا ہو تو کلمہ شہادت کو پھر اسی طرح بلند آواز سے کہے) حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ یہ ہے اذان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سکھائی۔ تکبیر اس کی نصف ہوگی۔ صورتِ نزاع میں اللہ اور رسول کے حکم کی طرف رجوع کرنا واجب ہے فردوہ الی اللہ والرسول اور بلا چون وچرا تسلیم کرنا ضروری ہے ویسلموا تسلیما۔ (۲) صحیح بخاری میں روایت ہے کہ آنحضرت نے ایک دفعہ مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کی تھیں بغیر بارش اور بغیر خوف کے۔ اللہ اعلم۔

۲۶ ر دسمبر ۱۹۳۱ء

اذان کے بعض اسرار ہمارے ارحم الراحمین رب عزوجل نے ہمارے سمجھانے کے لیے قرآنی آیتوں کو نازل کرکے فرمایا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْکَ مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِہٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔

اسی طرح اس نے ہماری نصیحت اور بینائی کے واسطے مخلوقی آیات کو بھی پیدا کرکے فرمایا۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ اور پھر ان ہی کو اولوا الالباب (عقلمند) فرمایا جو آسمان اور زمین کے خلق میں تفکر کرکے کہتے ہیں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اور نابینا کفار کی مذمت میں فرمایا۔ وَکَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَۃٍ ... یَمُرُّوْنَ عَلَیْھَا وَھُمْ عَنْھَا مُعْرِضُوْنَ۔ اور فرمایا۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّہٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْھَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ۔

اسی بناء پر ہمارے ارحم الراحمین رب عزوجل نے (پنجوقتہ نمازوں کے وقت) حکم فرمایا کہ اسلام اور مسلمانوں کے مؤذنین جب رات دن کے اختلافات اور طلوع وغروب کے تغیرات۔ اور آفتاب کے انقلابات میں اپنے رب العالمین عزوجل کے کبریاء اور اس کی کمال قدرت اور اس کی وسیع رحمت کو ایک اور رنگ اور صورت میں دیکھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی تو بلند منارہ - بلند مقام پر بلند آواز سے - تمام بستیوں - تمام آبادیوں - بلکہ بر و بحر - جبل و سہل میں پکار کر یہ اعلان کر دیں - اَللّٰہُ اَکْبَرُ - اَللّٰہُ اَکْبَرُ - اَللّٰہُ اَکْبَرُ - اَللّٰہُ اَکْبَرُ - مثلاً مؤذن نے اندھیری رات کی ظلمت میں صبح کی سفیدی کو دیکھ کر بلند مقام پر کھڑے ہو کر باآواز بلند چار مرتبہ پکارا - اَللّٰہُ اَکْبَرُ - کہ ہمارا اللہ عزوجل تمام مخلوقات اور تمام موجودات سے (ہر اعتبار) علی الاطلاق بہت بڑا ہے - دیکھو دیکھو اس وقت اس کی کبریائی - اس کی قدرت اور اس کی رحمت اور تربیت ایک اور رنگ میں ہے جس سے قطعاً یہ ثابت ہو گیا کہ تمام عالم علوی اور تمام عالم سفلی کا وہی رب - وہی حاکم اعلیٰ ہے اور تمام موجودات کے لئے وہی الٰہ اور لائق عبادت ہے اور اس کے ساتھ لائق عبادت تمام موجودات میں اور کوئی نہیں - سو میں ان عظیم الشان انقلابات سماویہ کو اور ان جلیل القدر تغیرات ارضیہ کو (جو اس کی عظمت اور اس کی وحدانیت کے واسطے از قسم براہین قاطعہ ہیں) دیکھ کر باآواز بلند دو دفعہ اعلان کرتا ہوں -

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ -

کہ اس اللہ عزوجل کے سوائے (جس کی کبریائی اور یہ بادشاہی اور یہ قدرت ظاہر ہو رہی ہے) تمام موجودات اور تمام مخلوقات میں نہ اور کوئی لائق عبادت ہے اور نہ لائق دل بستگی - اور مبارک رسول جن کی یہ بصیرت بخش ہدایات اور ہمارے پاک کرنے اور اپنے پاک رب تعالیٰ تقدس سے ملانے کے واسطے یہ بصیرت بخش تعلیمات ہیں - میں باآواز بلند دو مرتبہ یہ گواہی دیتا ہوں - اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہ بلاشک اور بے شبہ یہ محمد ہمارے اللہ تعالیٰ اور ہمارے حاکم اعلیٰ عزوجل کا (سچا) رسول ہے (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ ملا الدنیا و ملا آخرۃ) -

اور میں ان ہی الٰہی آیات سماویہ اور ان ہی نشانات ارضیہ کی طرف تم کو توجہ دلاتے ہوئے دو مرتبہ تاکید سے کہتا ہوں - حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہ تم بھی ان ہی آیات قدرت اور ان ہی علامات رحمت کو چشم بینا و دل دانا دیکھ کر نصیحت پکڑ لو - اور نماز کی طرف (جو ہمارے لئے بمنزلہ معراج المومنین اور روحانی دین کے لئے بمنزلہ ستون ہے) جلد آؤ کیونکہ میں تم کو دوبارہ انہی الٰہی قدرتوں اور انہی روحانی تربیتوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے باآواز بلند بلاتا ہوں - حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہ تم جلد آؤ - تاکہ ہم... سب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سب مل کر اس کے گھر (مسجد) میں حاضر ہو جاویں۔ اور اسی کے آگے ذکر کریں کہ جب تو ایسی قدرتوں اور ایسی تربیتوں اور ایسی رحمتوں والا ہے۔ تو ہم تیرے ان ہی اعلےٰ صفات کی برکات سے اپنے مقاصد دینیہ اور اپنے حوائج دنیویہ کے واسطے بکمال تضرع و عاجزی اور بکمال خشوع و خضوع عرض کرتے ہیں۔

باوجود اس کے ہمارے رحمان اور رحیم رب عز و جل نے اپنی وسیع رحمت اور اپنی کامل قدرت کے یہ عظیم الشان نشانات ظاہر کر دیئے ہیں تاکہ ہم دیکھ کر اس کے در رحمت کی طرف دوڑ جائیں۔ اور اس کے آگے گڑگڑا کر روئیں۔ تم خواب غفلت میں پڑے ہو۔ میں تم سبھوں کی خیر خواہی کرتے ہوئے دو مرتبہ اعلان کرتا ہوں۔ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہ اس خواب غفلت سے تو یہ بہتر ہے کہ ہم اسی کی کبریائی اور عظمت اور اسی کی قدرت اور رحمت کو دیکھ کر اس کے در رحمت پر بصورت نماز حاضر ہوں کہ اے پروردگار عالم جس طرح تو نے رات کی جہانگیر ظلمات کو دور کر دیا۔ اور ان کے بدلے صبح کی سفیدی اور یہ روشنی ظاہر کر دی۔ اسی طرح تو اپنی اسی قدرت کاملہ اور اپنی اسی رحمت واسعہ کے ساتھ ہماری دینی ظلمات کو دور کر دے جو اغیر اللہ کی طرف قلبی التفات۔ اور غیر اللہ کے ساتھ دل لگانے سے) ہمارے دلوں پر ظلمات بعضہا فوق بعض کی طرح تہ بہ تہ پڑے ہیں۔ اور اسی طرح تو ہمارے دنیوی مصائب کو بھی اپنے ان ہی کامل قدرتوں اور وسیع رحمتوں کے ساتھ دور کر دے جن کے سبب سے ہمارے مصائب زدہ دل ہموم اور غموم اور احزان کے بحار اور فکروں اور اندیشوں کے گردابوں میں غوطے کھا رہے ہیں۔ اور ان کے بدلے تو اپنی ہی صفات کے ساتھ ہم کو وہ جمعیت اور وہ انس والفت باللہ اور اطمینان بذکر اللہ مرحمت کر جس کے ساتھ ہمارے دلوں سے تمام دنیوی حاجات بالکل منقطع ہو کر دفع ہو جائیں۔ اور صرف تیرا عشق اور تیرے ملنے کا شوق ہمارے قلوب میں قائم دائم رہ جاوے۔ آمین۔

سو میں تم کو تسلیاں دیتے ہوئے یہ عظیم الشان خوشخبری اور بشارت سناتا ہوں

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

کہ ایسے ارحم الراحمین کے آگے (جس کی یہ کبریائی اور یہ عزت اور یہ عظمت اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ رحمت ہے) ہمارے دنیا اور آخرت کا درست کر دینا کیا مشکل ہے اور اس کے رحم سے کیا بعید ہے۔

علاوہ بریں یہ کہ اس وقت تو دعا بھی اچھی قبول ہوتی ہے۔ کیونکہ اس وقت تو ہمارے ارحم الراحمین رب عز وجل کی رحمانیت اور رحیمیت بایں طور ظہور میں آئی کہ ہم ارضی مخلوقات کی تربیت اور خدمت اور راحت کے واسطے اس نے اپنی سماوی مخلوقات اور اپنے فلکی مسخرات کو تحریک دے کر ہمارے ارضی ظلمات جہانگیر کو دور کر دیا۔ اور دن کی روشنی کو لے آیا (فسبحانہ ما اعظم شانہ) جس سے آفتاب نیمروز کی طرح (بالعلم الضروری) یہ ثابت ہوگیا کہ تمام جہان تمام موجودات تمام مخلوقات میں ہمارے اس مولے ہمارے اس حاکم لعلے عز وجل کے سوائے نہ اور کوئی لائق عبادت ہے اور نہ لائق دل بستگی ہے

دلا آرامے کہ داری دل درو بند دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

الراقم عبدالواحد غزنوی عفی عنہ مرسلہ عبدالرحیم امرتسری از منٹگمری۔
۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ

سوال: اگر کسی شخص نے پائتابوں کے پہننے کے آگے وضو کر لیا اور بعد وضو پائتابہ پہنا اس کے بعد اس کو پھر وضو کی ضرورت ہو تو کیا پائتابوں پر وضو کر لینا ضروری ہے؟ اگر پائتابوں پر سوراخ ہوں تو ایسے پائتابوں پر مسح کافی ہوگا؟

جواب: پائتابہ (جراب) پر مسح کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ (ترمذی) شیخ ابن تیمیہؒ نے فتاویٰ میں مفصل لکھا ہے۔ ۴ اکتوبر ۱۹۳۰ء

شرفیہ: جرابوں پر مسح کرنے کا مسئلہ معرکۃ الآرا ہے مولانا نے جو لکھا ہے بعض ائمہ امام شافعیؒ وغیرہ کا مسلک ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا بھی یہی مسلک ہے مگر یہ مسلک صحیح نہیں اس لئے کہ دلیل صحیح نہیں ہے۔ استدلال حدیث جامع ترمذی سے کیا جاتا ہے جو یہ ہے عن المغیرۃ بن شعبۃ قال توضأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومسح علی الجوربین والنعلین قال ابو عیسیٰ ھذا حدیث حسن صحیح انتھی واخرجہ ایضا ابوداؤد وابن ماجۃ واحمد وغیرہ وابن حسن وصححہ الترمذی لکنہ ضعفہ المحدث الکبیر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالرحمٰن بن مہدی و ابوداؤد وشیخ البخاری علی بن المدینی وغیرہم وقالوا الروایۃ عن المغیرۃ المسح علی الخفین لا الجوربین وفی الباب عن ابی موسیٰ وغیرہ ولا یثبت شیء منہا کما فی المطولات اور نیز یہ کہ حدیث مذکورہ بلفظ مسح علی الجوربین والنعلین ہے اور واؤ بمعنی مع ہے یعنی جوربین کے ساتھ نعلین پر دونوں پر مسح کیا نہ کہ صرف جوربین پر لہٰذا صرف جوربین پر مسح کا استدلال اس حدیث سے ثابت نہ ہوگا ورنہ صرف نعلین پر بھی مسح کرنا لازم ہوگا واللازم باطل فالملزوم مثلہ نیز نیل الاوطار میں بحوالہ قاموس وغیرہ جورب کا معنی خف کبیر لکھا ہے اور خف چرمی ہوتا ہے اور اگر جورب سوتی اونی بھی تسلیم کیا جائے کہ ہوتی تھی یا ہوتی ہے تو پھر اس چیز کا ثبوت ہونا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جورب پر مسح کیا تھا وہ کس قسم کی تھی ولم یثبت تعیینہ واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ہاں چند صحابہ رضوان اللہ علیہم سے مسح علی الجوربین ثابت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسا نہیں کہ اس میں اجتہاد کو دخل نہ ہوتا حکماً حدیث مرفوع ثابت ہو، اس میں اجتہاد کو بھی دخل ہے اور علت منصوصہ نہیں جس سے استدلال صحیح ثابت ہو پھر صحابہ سے علت بھی منقول نہیں کہ کیا ہے نہ ہی روایت صاحب وحی سے نیز پھر یہ بھی ثابت نہیں کہ صحابہؓ نے صرف مجردین پر مسح کیا یا مع النعلین پر بلکہ بعض صحابہ سے جوربین کے ساتھ ہی نعلین پر ثابت ہے جیسے حضرت علیؓ اور براء بن عازب اور ابو مسعود انصاری کے جورب کی تعیین بھی ثابت نہیں کہ کس قسم کی تھیں چرمی یا غیر چرمی پھر یہ مسئلہ نہ قرآن سے ثابت ہوا نہ حدیث مرفوع صحیح سے نہ اجماع نہ قیاس صحیح سے نہ چند صحابہ کے فعل اور اس کے دلائل سے اور غسل رجلین نص قرآنی سے ثابت ہے لہٰذا خف چرمی (جس پر مسح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے) کے سوا جورب پر مسح ثابت نہیں ہوا۔ ہذا واللہ اعلم۔ ملاحظہ ہو نیل الاوطار ونصب الرایہ وغیرہ۔

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ما قولکم ادام اللہ تعالیٰ فیوضکم فی المسح علی الجوربۃ الشائعۃ فی الامصار المنسوجۃ من الغزل او الصوف غیر منعلۃ ولا ثخینۃ الی آخرہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجواب: المسح على الجوربة ليس بجائز لانه لم يقم على جوازه دليل صحيح وكل ما تمسك به المجوزون ففيه خدشة ظاهرة الى آخره.

كتبه محمد عبد الرحمن المباركفوري عفا الله عنه۔ سید محمد نذیر حسین

من شاء ان يطالع المسئلة مع التفصيلات مع ماله وما عليه فلينظر الفتاوى النذيريه كتاب الطهارة ص۱۹۳ - تركناه مع التاسف لعدم السعة فى كتابنا هذا فنرجو من الناظرين الصفح والعفو (جامع)

(نوٹ) مزید تفصیلات کے لیے نیل الاوطار جلد اوّل ص۱۵۱ ملاحظہ ہو۔

سوال: جو ہمسایوں کی چوری کر کے کھائے اور نماز بھی پڑھے اس کی نماز جائز ہے یا نہیں۔

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے کہ حرام کا کپڑا جب تک بدن پر ہے نماز قبول نہیں کھانا تو بہت زیادہ اثر رکھتا ہے فرمایا جو جسم حرام سے پلا ہو آگ ہی اس کو کھائے گی۔

۱۲ صفر المظفر ۱۳۴۲ھ

شرفیہ: مولانا نے جن دو حدیثوں کا ترجمہ پیش فرمایا ہے۔ وہ یہ ہیں من اشترى ثوبا بعشرة دراهم وفيه درهم حرام لم يقبل الله له صلاة ما دام عليه انتهى رواه احمد والبيهقى وقال اسناده ضعيف مشكوة ص۲۴۳ ويؤيده ما اخرجه ايضا احمد والدارمى والبيهقى مرفوعا لا يدخل الجنة لحم نبت من السحت وكل لحم نبت من السحت كانت النار اولى به انتهى مشكوة ص ۲۴۲/۲ ہر دو احادیث کا مفہوم وہی ہے جو مولانا نے فرمایا ہے۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندگی سے تا وفات شریف نماز میں ہاتھ سینے پر باندھتے اور پھر رفع یدین کرتے اور آمین بالجہر فرماتے رہے یا نہیں الخ۔

جواب: سینے پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری اور مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں ان دونوں فعلوں کو ناجائز کہنا صحیح نہیں۔ علمائے حنفیہ مثلاً مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم اور مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم بھی ان کے قائل تھے۔

۲۸ صفر ۱۳۴۲ھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح: دوام کے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس نماز پڑھنے پر دوام کیا ہے اور یقیناً کیا ہے تو پھر ان امور مذکورہ بالا پر جو احادیث متفرقہ سے ثابت ہیں دوام ان کا بھی ثابت ہے ورنہ تفریق بذمہ مدعی ہے فعلیہ البیان بالبرہان دونہ خرط القتاد اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث بحوالہ صحیح ابن خزیمہ بلوغ المرام میں بھی ہے۔ (۱۲۔ ابوسعید شرف الدین دہلوی)

تشریح: از قلم حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری

علمائے اہل حدیث نماز میں سینہ پر ہاتھ رکھنے کے ثبوت میں تین حدیثیں پیش کرتے ہیں پہلی حدیث ان کے نزدیک صحیح مرفوع متصل غیر معلل اور غیر شاذ ہے جو صحیح ابن خزیمہ میں بلفظ فوضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسریٰ علی صدرہ مروی ہے حافظ ابن حجرؒ درایہ، بلوغ المرام وغیرہ میں اور حافظ زیلعیؒ نصب الرایہ جلد اوّل صفحہ ۱۶۱ میں اور دوسرے مصنفین اپنی کتابوں میں اس حدیث کو ابن خزیمہ کی روایت بتاتے ہیں لیکن اس کی سند نہیں نقل کرتے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ (حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک بظاہر صحیح ابن خزیمہ کی یہ حدیث حسب ذیل سند سے مروی ہے عن محمد بن یحییٰ عن عفان عن ھمام عن محمد بن جحادۃ عن عبد الجبار بن وائل عن علقمۃ بن وائل وموالی لھم عن ابیہ انتھی اور اسی سند سے مسلم شریف میں یہ متن بغیر زیادۃ علی الصدر کے بایں الفاظ مروی ہے ثم وضع یدہ الیمنی علی الیسریٰ جلد اوّل صفحہ ۱۷۳ مولوی انور شاہ نے فیض الباری جلد دوم صفحہ ۲۶۷ میں نیموی نے آثار السنن صفحہ ۶۷ میں مولوی خلیل احمد نے بذل المجہود جلد ۲ صفحہ ۲ میں مولوی زکریا نے الاوجز میں علی الصدر کی زیادۃ کو معلل شاذ وغیر محفوظ اور حدیث کو مضطرب المتن بتایا ہے وجہ معلل ہونے کی مولوی انور شاہ مرحوم کے لفظوں میں یہ ہے لانہ لم یعمل بہ احد من السلف ولا ذھب الیہ احد من الائمۃ انتھی اور زیادۃ مذکورہ کے غیر محفوظ اور شاذ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ابن خزیمہ کے علاوہ اس حدیث کو امام احمدؒ نسائی ابوداؤد ابن ماجہ وغیرہ نے مختلف طرق سے روایت کیا ہے لیکن کسی طریق میں یہ زیادۃ نہیں ہے مولوی انور شاہ لکھتے ہیں۔ والحاصل ان روایۃ وائل رض انما غیر واحد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولم یروها احد علی لفظ ابن خزیمة وانما رواها او بعد مرور الزمان فهو ساقط قطعاً فلا یحمل علیها مع فقدان العمل به انتهی اور مضطرب المتن ہونے کی وجہ نیموی کے لفظوں میں یہ ہے اخرج ابن خزیمة فی هذا الحدیث علی صدره والبزار عند صدره واخرج ابن ابی شیبة تحت السرة انتهی۔ زیادت مذکور کے شذوذ وحدیث مذکور کے اضطراب کا جواب تحفۃ الاحوذی جلد اول صلا۲۱ اور ابکار المنن صلا۱۰ و ۱۰۲ و ۱۰۳ میں بسط وتفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ اور معلل ہونے کی وجہ کا جواب دینے کی ضرورت نہیں جب کہ امام شافعیؒ سے ایک روایت علی الصدر کی آتی ہے جیسا کہ حاوی میں مصرح ہے اور اگر بالفرض کوئی اس کا قائل نہ بھی ہو تو یہ اس کے معلل اور غیر محفوظ اور ساقط الاعتبار ہونے پر دلالت نہیں کرتا لانه یحمل علی انه لم یبلغ الحدیث المذکور احداً من الائمة الاربعة وغیرهم المشهورین واما ان کون الحدیث متروك العمل به فی قرن الصحابة او التابعین علامة نسخه او ضعفه کما یدل علیه کلام المنار کما صرح به فی التلویح فهو مما لا یلتفت الیه وقد رد علیه الشوکانی فی ارشاد الفحول والعلامة جمال الدین القاسمی فی قواعد التحدیث۔

دوسری حدیث حدیث مسند احمد میں بسند ذیل مروی ہے جو عند الحنفیہ بھی حسن ہے قال الامام احمد فی مسنده حدثنا یحیی بن سعید عن سفیان ثنا سماك بن قبیصة بن هلب عن ابیه قال رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم الخ نیموی نے اس حدیث میں بھی علی صدره کو غیر محفوظ بتایا ہے جس کا جواب حضرت شیخ نے تحفۃ الاحوذی اور ابکار المنن میں بالتفصیل مرقوم فرمایا ہے۔

تیسری حدیث مراسیل ابی داؤد میں مروی ہے۔ (مرسلہ مولانا محمد بن عبد اللہ سرین بلی منگا)

سوال: صدر یعنی سینہ پر ہاتھ باندھنا نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں۔

جواب: سینہ پر ہاتھ باندھنا نماز میں صحیح احادیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہے حدثنا یحیی بن هلب عن ابیه قال رایت النبی صلی الله علیه وسلم ینصرف عن یمینه وعن شماله ویضع یده علی صدره

www.KitaboSunnat.com

ووصف یحیی الیمنیٰ علی الیسریٰ فوق المفصل رواہ الامام احمد فی مسندہ اخبرنا ابوسعید احمد بن محمد الصرفی قال انبانا ابو احمد بن عدی الحافظ انبانا ابن ساعد حدثنا ابراھیم بن سعید حدثنا محمد بن حجر الحضرمی حدثنی سعید بن عبدالجبار بن وائل عن ابیہ عن امہ عن وائل بن حجر قال حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھض الی المسجد ثم رفع یدیہ بالتکبیر ثم وضع یمینہ علی الیسریٰ علی صدرہ رواہ البیہقی فی السنن الکبریٰ ان روایات سے سینہ پر ہاتھ باندھنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں ثابت ہوگیا۔ واللہ اعلم

المجیب ابوالبرکات محمد عبدالحی تقی عرف صدر الدین احمد حیدرآبادی؛

الجواب صحیح والرای نجیح | سید محمد نذیر حسین | فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۳۰۲

سوال: مسبوق سلام پھیرنے سے پہلے التحیات۔ درود۔ دعا پڑھے ورنہ نماز باطل ہے کیا ایسی کوئی حدیث صحیح صریح مرفوع ہے؟ اگر ہے تو عربی مع ترجمہ اردو بحوالہ کتب تحریر فرمائیں۔

جواب: اخبار اہل حدیث ۱۰ مئی ۱۹۲۷ء کے سوال نمبر ۱۳۳ کا جواب یوں ہے کہ دو سلام دینے کا جو طریق حدیثوں میں آیا ہے اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سلام سے پہلے تشہد ہونا ضروری ہے" وہ حدیثیں کتنی ہیں بحوالہ کتب تحریر کریں۔

جواب۔ مسبوق (جو امام کے ساتھ ایک دو رکعتیں پڑھ چکنے کے بعد ملا ہو) اس کے متعلق علماء سلف کا اختلاف چلا آیا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس نے جتنی نماز امام کے ساتھ پائی ہے بالترتیب اس کی ایسی ہی ہے اور جو رہ گئی ہے وہ اس کی پچھلی ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ جو رکعت اس کی گئی ہے وہ پہلی تھی اس لئے جب یہ کھڑا ہو کر پڑھے گا تو پہلی پڑھے گا۔ سائل کے جواب میں اول گروہ کے مذہب کے مطابق اخیر میں التحیات اور درود ضرور پڑھنے ہوں گے۔ کیونکہ اس کی پچھلی ہے اور پچھلی میں التحیات اور درود آیا ہے کان یقول فی کل رکعتین التحیۃ (مسلم) یعنی آنحضرت ہر دو رکعتوں کے بعد التحیات پڑھا کرتے تھے اس کے بعد درود پھر سلام۔

دوسرے گروہ کے نزدیک مسبوق کی یہ پہلی رکعت ہے اس لئے اس میں التحیات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور درود نہیں مگر سلام وہ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ کان یختم الصلوٰۃ بالتسلیم (مسلم) نماز کو سلام کے ساتھ ختم کرتے تھے۔ جمادی الاول ۱۳۴۴ھ

سوال: بعد نماز صبح اور بعد نماز جمعہ کے مصافحہ کرنا کیسا ہے اور اس کے بارہ میں کیا حکم ہے؟

جواب: مصافحہ ہر سلام کے بعد سنت ہے مگر ان اوقات کی خصوصیت کرنا بدعت ہے۔ ۲۷ رجمادی الثانی ۱۳۴۴ھ

سوال: اس اطراف میں لوگ عموماً ایک رکعت وتر نماز پڑھتے ہیں اور بعد رکوع کے ہاتھ اٹھا کر دعا قنوت پڑھتے ہیں۔ اور اکثر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کھلے ہاتھ قبل رکوع دعا قنوت پڑھتے ہیں۔ تو جواب طلب یہ ہے کہ ایک رکعت وتر نماز اور اس میں مندرجہ بالا طریق پر دعا کرنا حضور انورؐ سے ثابت ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں ہے تو ایسا کرنا بدعت ہے یا ممنوع؟

جواب: ایک رکعت وتر ثابت ہے بلکہ امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ تو کہتے ہیں "رکعۃ واحدۃ اثبت"۔ ایک رکعت زیادہ ثابت ہے (سفر السعادت) اس میں دعاء قنوت کا پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بروایت صحیحہ ثابت نہیں۔ بعض صحابہ پڑھتے تھے۔ ہاتھ باندھ کر پڑھے یا کھلے۔ اس میں کوئی فرق نہیں۔ ۱۲ رمضان ۱۳۴۴ھ

سوال: رواج ہے کہ لوگ نفل نماز ہمیشہ بیٹھ کر پڑھا کرتے ہیں تو کیا رسول صلعم ہمیشہ نماز نفل بیٹھ کر ہی پڑھتے تھے؟ اگر نہیں تو دستور کر لینا اور ہمیشہ بیٹھ کر ہی پڑھنا بدعت ہے یا نہیں؟

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات نفل بیٹھ کر پڑھے ہیں مگر قانون یہ فرمایا کہ بیٹھ کر نفل پڑھنے کا ثواب کھڑا ہونے کی نسبت نصف ہے۔ ۱۲ رمضان ۱۳۴۴ھ

سوال: اللہ تعالیٰ نے بندوں پر دن اور رات میں پانچ وقت کی نماز فرض کی ہیں۔ اس میں کوئی نماز دو رکعت اور کوئی تین رکعت اور کوئی چار رکعت ایسی کم و بیش کیوں ہوئیں؟ اور فجر کی نماز صبح صادق میں اس کے بعد آدھا دن گذرنے پر ظہر کی نماز۔ اس کے بعد تین گھنٹہ کے عصر کی نماز پھر مغرب پھر عشاء۔ اب عقل چاہتی ہے کہ دن اور رات کے پانچ حصے کر کے ہر ہر حصے پر ایک ایک نماز پڑھی جائے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ پانچ نمازیں اگلے زمانہ کے کئی پیغمبروں پر ایک وقت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کس کے فرض کی گئی تھی۔ اگر یہ صحیح ہو تو مع ان پیغمبروں کے نام کے کون نماز کس پر فرض تھی تحریر فرمائیں۔

جواب: صبح کی دو رکعت فرض ہیں تو وقت کے لحاظ سے۔ کیفیت میں دو بھی چار سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں۔ مغرب کے وقت بوجہ مشغولی ایک رکعت کم کر دی ہے۔ لوگ صبح اٹھ کر کچھ وقت ضروریات میں لگے رہتے ہیں اس لئے آجکل کے حساب سے تقریباً دس بجے تک کا وقت کاٹ کر باقی اوقات نمازوں کے پورے پورے ہیں حساب لگا کر دیکھ لیں پہلے پیغمبروں پر بھی مختلف اوقات میں نماز فرض تھی ایک ہی وقت میں نہ تھی جس کا ثبوت آجکل یہودیوں کے عمل سے ملتا ہے۔ (۱۲ر رمضان سنہ ۱۳۴۶ھ)

سوال: دن اور رات میں تین وقت یعنی وقت طلوع آفتاب اور وقت غروب آفتاب اور ٹھیک دوپہر میں سجدہ و صلوٰۃ کرنی کیوں منع اور حرام ہوا اور حدیث شریف لانھا تطلع بین قرنی الشیطان اس کی تشریح کیا ہے؟

جواب: صحیح بات یہ ہے کہ ان اوقات میں سجدہ کرنے کی قباحت پیغمبر علیہ السلام کو روحانی طور پر معلوم ہوئی ہے جو ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھی جاتی نہ بیان کی جاتی ہے نہ سمجھ میں آتی ہے۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ۔ (۱۶ر رمضان سنہ ۱۳۴۶ھ)

سوال: جمعہ کا خطبہ بہت لمبا یا بہت کم کرنا یا مختصر کرنا کچھ وقت مقرر ہے یا نہیں ہمارے پیش امام خطبہ ہمیشہ اپنی مرضی کے موافق پڑھتے ہیں کسی جمعہ کو پندرہ منٹ میں ختم کرتے ہیں اور کسی جمعہ کو دو بجے سے بھی زیادہ۔ کیا حدیث شریف کے موافق ہے یا نہیں؟

جواب: وقت تو مقرر نہیں ہاں حدیث شریف میں آتا آیا ہے کہ خطبہ کا چھوٹا کرنا اور نماز لمبی کرنا عقلمندی کی علامت ہے۔ (۲۳ر رمضان سنہ ۱۳۴۶ھ)

سوال: میں وتر کی تین رکعتیں اس طرح پڑھتا ہوں کہ درمیانی التحیات نہیں پڑھتا اخیر کا پڑھتا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں۔ یہ مسئلہ ہم نے کتابوں میں نہیں دیکھا۔ مجھے حافظ عبدالمنان صاحب رح نے بتایا تھا۔ کس کتاب میں یہ مسئلہ ہے؟

جواب: تین وتر پڑھنے میں حدیثیں آئی ہیں ایک میں تو حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین وتر تھے۔ ایک حدیث میں حضرت ابوہریرہ رض آنحضرت سے روایت کرتے ہیں کہ لا توتروا بثلاث (تین وتر مت پڑھا کرو) ان دو مختلف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیثوں کو علماءِ حدیث نے یوں جمع کیا ہے کہ منع ان تین وتروں سے ہے جن میں درمیانی قعدہ مثل نماز مغرب کے ہو۔ اور اجازت اُن وتروں کی ہے جن میں قعدہ درمیانی نہ ہو۔ چنانچہ نیل الاوطار میں ہے۔ جمع الحافظ بین الاحادیث بحمل احادیث النھی علی الایتار بثلاث بتشھدین لمشابھۃ ذلک لصلوٰۃ المغرب واحادیث الایتار... بثلاث علی انھا متصلۃ بتشھد فی آخرھا وروی ذالک عن جماعۃ من السلف (جلد ۲ ص ۲۸۱) (طبع جدید ج ۳ ص ۳۱ محمد داؤد راز)

(یعنی حافظ ابن حجر شارح بخاری نے ان دو مختلف حدیثوں میں یوں تطبیق دی ہے کہ جن حدیثوں میں تین وتر پڑھنے سے منع آیا ہے اُن سے دو قعدوں والے تین مراد ہیں کیونکہ اس طرح شام کی نماز سے وتروں کی مشابہت ہو جاتی ہے۔ اور جن احادیث میں اجازت پائی جاتی ہے اُن سے مراد ایک قعدہ والے تین وتر ہیں سلف کی ایک جماعت سے بھی یہ طریقہ منقول ہُوا ہے۔ اللہ اعلم! **۱۴ / شوال ۱۳۲۷ھ**

وتروں میں دعاءِ قنوت ، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ رمضان شریف میں اگر کوئی غیر مقلد اہلحدیث یا مقلد شافعی مذہب تراویح کے بعد وتر کی نماز جماعت سے پڑھا دے جس میں وہ تیسری رکعت میں خلاف طریقہ حنفیہ رکوع کے بعد کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعاء قنوت پڑھے پھر سجدے میں جا دے تو ایسے امام کی اقتداء میں حنفی المذہب مقلد کی نماز درست ہو گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب : نماز درست ہو گی۔ اور حنفی المذہب مقلد کو امام کی متابعت قراءت قنوت میں کرنی چاہیئے۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ (مولانا) عبدالصمد رحمانی مفتی خانقاہ رحمانیہ مونگیر۔ (اہلحدیث امرتسر ص ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ)

سوال ؛ مقتدی جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى سُنے تو امام کے ساتھ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھے یا نہ۔ اسی طرح اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ سُن کر بَلٰى وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ پڑھے یا نہ؟

جواب ؛ حدیث شریف میں اتنا آیا ہے کہ جو کوئی اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ پڑھے وہ بَلٰى کہے۔ سننے والے کی بابت میرے ناقص علم میں کوئی حکم نہیں۔ الّا واقعہ الرحمٰن پہ قیاس کیا جاتا ہے جس میں ذکر ہے کہ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ کے جواب دینے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حضور علیہ السلام نے ترغیب فرمائی تھی کہ جواب میں کہا کرو لا بشیء من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد۔ یہ تعلیم الرحمٰن کے متعلق ہے مگر قیاس کیا جاتا ہے کہ اس قسم کے اور سوالات کے جوابات دینے بھی جائز ہیں۔

۲۷ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۶ھ

سوال: عید کی نماز بدون بارش یا بدون کسی عذر شرعی کے مسجد میں پڑھنے کا ثبوت اور عید کی نماز کے بعد چندہ کر کے یا وقف کردہ زمین کے اخراجات سے کھانا تیار کر کے کھانا اور کھلانا اور اس کو لازم ضروری جاننا شرع میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بغیر عذر کے نماز عید بستی میں پڑھنی خلاف سنت ہے۔ چندہ اگر کھانے کے لئے ہے تو اس کا کھانا کھلانا جائز ہے۔ اور اگر اور غرض کے لئے ہے تو اسی غرض میں لگانا ضروری ہے۔ ایسا ہی وقف زمین بھی اگر دعوت مسلمین کے لئے موقوفہ ہے تو اس کا کھانا کھلانا جائز ہے۔ اور اگر وہ کسی خاص غرض کے لئے وقف ہے تو اسی غرض میں اس کو استعمال کرنا چاہیئے۔

۴ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۶ھ

سوال: عید کے روز بعد نماز سب لوگ معانقہ مصافحہ کرتے ہیں جس سے اظہار خوشی ہوتی ہے اور بعض لوگوں میں جو خفیف رنجش رہتی ہے اس ذریعہ اکثر دور ہو جاتی ہے اس کو سنت سمجھ کر نہیں کرتے ہیں بلکہ صرف اظہار خوشی کے لئے۔ بعض لوگ اس کو منع کرتے ہیں۔ عید کا معانقہ مصافحہ بعد نماز کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: مصافحہ بعد سلام آیا ہے عید کے روز بھی بنیت تکمیل سلام مصافحہ کریں تو جائز ہے بنیت خصوص عید بدعت ہے کیونکہ زمانہ رسالت اور خلافت میں مروج نہ تھا۔

۴ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۶ھ

تعاقب نمبر (۱)۔ کسی گذشتہ اشاعت اخبار میں کسی سوال کے جواب میں بابت حدیث "اثنان فما فوقہما جماعۃ" آپ نے جواب دیا ہے کہ مختار مذہب یہی ہے کہ ایک امام اور دو مقتدیوں سے جماعت ہو سکتی ہے۔ اس واسطے آپ کی اطلاع کے لئے یہ خط لکھا جاتا ہے کہ امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے "باب اثنان فما فوقہما جماعۃ" اور بطور استدلال یہ ٹکڑا حدیث کا لائے ہیں۔

عن مالک ابن الحویرث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا حضرت الصلوٰۃ فاذنا واقیما ولیؤمکما اکبرکما۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجر بعد تخریج حدیث باب یعنی اثنان فما فوقہما اور بعد جواب است اعتراضات بر استدلال کردن امام بخاری حدیث مالک بن الحویرث را بر مدعائے خود تحریر فرماتے ہیں۔

واستدل بہ علی ان اقل الجماعۃ امام و ماموم اجمعہ من ان یکون الماموم رجلا او صبیا او امرأۃ الخ (فتح الباری شرح البخاری صفحہ ۱ الجلد الثانی مصری)

اور نیز یہ خود آپ کے عمل کے مخالف ہے۔ آپ جب مولوی فاضل کا امتحان دینے گئے ہیں تو یونیورسٹی کے احاطہ میں آپ نے اور میں نے جمعہ پڑھا تھا"

عبد الحی از ٹنڈہ آدم ضلع نواب شاہ سندھ

جواب آپ کا تعاقب صحیح ہے میں رجوع کرتا ہوں۔ اہلحدیث امرتسر ۱۲ صفر ۱۳۴۶ھ۔

سوال: سویا ہوا آدمی اس وقت جاگے جس وقت آفتاب طلوع یا غروب ہو رہا ہو تو ایسے شخص کو اسی وقت نماز پڑھنی ہوگی یا تھوڑی دیر رُکے تاکہ آفتاب پورا طلوع یا غروب ہو جائے؟

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے نیند میں قصور نہیں مسلمان اگر نیند میں بے اختیار پڑا رہے تو جس وقت جاگے وہی اس کا وقت ہے۔ اس کے بعد علماء دو گروہ ہو گئے ہیں۔ ایک گروہ تو یہی کہتا ہے کہ جب جاگے پڑھ لے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے اوقات مکروہہ میں نہ پڑھے بلکہ ذرا دیر کے بعد جائز اوقات میں پڑھے۔ ان دونوں خیالوں میں سے جو خیال کسی کو پسند ہو اختیار کرے۔ اللہ اعلم۔ ۸ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ

سوال: ایک شخص اپنے شوق سے مسجد میں اذان اور تکبیر کہتا ہے۔ اس مسجد میں امام و مؤذن دونوں موجود ہیں لیکن وہ شخص ان سے اجازت لے لیتا ہے اور مؤذن اس کو اجازت بھی دے دیتا ہے۔ اگر شخص مذکور اذان سے رہ جاتا ہے تو اجازت لے کر تکبیر پڑھ لیتا ہے۔ لیکن مسجد کا متولی جو ہے وہ اس بات کو جبراً منع کرتا ہے کہ سوائے مؤذن کے نہ کوئی اذان کہے نہ تکبیر کہے از روئے شرع متولی ٹھیک کرتا ہے یا غلط؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: متولی مسجد کا منتظم ہے اس کا حکم ماننا چاہیئے۔ ہاں اگر مؤذن اول کی اجازت کے ساتھ مؤذن ثانی کے اذان دینے میں کوئی نقصان یا بدانتظامی پیدا نہ ہو تو متولی کو بھی سختی نہ کرنی چاہیئے آواز کا کمزور یا کسیس ہونا بھی ایک باعث ہے کہ ثانی کو روکا جائے۔ الحدیث (انه ندی صوتا) **۱۵ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ**

تصحیح[1] جریدہ فریدہ الحدیث مجریہ ۳۰ صفر ۱۳۵۷ھ کے سوال کے جواب میں حضور نے تحریر فرمایا کہ "ان لوگوں کا خیال ہے کہ جس زمین پر نماز پڑھی جائے وہ زمین (قیامت کے دن) گواہی دے گی اس لیے بعد فرض کے) وہ جگہ بدل کر سنت پڑھتے ہیں۔ آیت یا حدیث میں ایسا کرنے کا حکم مجھے یاد نہیں" تو واقعی تبدیل مکان کی علت دیگر محدثین نے بھی یہی لکھی ہے۔ ممکن ہے علت یہی ہو یا کچھ اور واللہ اعلم۔ لیکن قطع نظر اس سے احادیث میں بھی حکم موجود ہے کہ ایک نماز کو دوسری نماز سے نہ ملایا جائے بلکہ جگہ تبدیل کرے یا دونوں کے درمیان کچھ بات کرے۔ مگر تحریر جواب کے وقت حضور کے ذہن میں وہ حدیثیں مستحضر نہ تھیں۔ لہٰذا بطور یاد دہانی ذیل میں درج کرتا ہوں۔

(۱) عن السائب بن يزيد قال صليت معه (اى معاوية) الجمعة في المقصورة فلما سلم الامام قمت في مقامى فصليت فلما دخل ارسل الىّ فقال لا تعد لما فعلت اذا صليت الجمعة فلا تصلها بصلوة حتى تتكلم او تخرج فان رسول الله صلى الله عليه وسلم امرنا بذالك ان لا توصل صلوة بصلوة حتى نتكلم او نخرج (مسلم جلد ۱ ص ۲۸۸)

(۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يصلى الامام فى الموضع الذى صلى فيه حتى يتحول (ابو داؤد مع عون المعبود ج ۱ ص ۲۳۷ وابن ماجه مجتبائى ص ۱۰۱) (۳) عن النبى صلى الله عليه وسلم قال ايعجز احدكم اذا صلى ان يتقدم او يتاخر او عن يمينه او عن شماله يعنى السبحة (ابن ماجه ص ۱۰۲)

---

[1] یہ سلسلہ تعاقب اکثر مقامات پر مسئلہ متعلقہ وہیں آگیا ہے۔ فافہم۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پچھلی دونوں حدیثوں کی سند میں اگرچہ کچھ کلام ہے لیکن حدیث اصل سے ان کی تائید ہوتی ہے۔ والسلام۔ نیاز آگیں نجم الدین غفرلہٗ پٹنوی از مدرسہ اہلحدیث مقام کاگذ ضلع ... پرگنہ۔

منتقی: آپ کی پیش کردہ حدیثوں کا مضمون وصل فصل ہے۔ تبدیل مقام لازم نہیں۔ اس لئے میں نے اس حدیث سے استدلال نہیں کیا۔ واللہ اعلم! (۲۹ ربیع الاول ...)

سوال: ایک ایسی جگہ محفوظ ہے کہ اس کے چاروں طرف دیوار ہے جیسے گھر کا آنگن۔ اس میں برہنہ ہو کر مرد ہو یا عورت غسل کرے تو غسل سے پہلے وضو وہ کر سکتا ہے اور اس سے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس شخص کا برہنہ ہو کر آنگن میں غسل کرنا از روئے شریعت درست ہے یا منع؟ حالانکہ نہانے والے کو یہ بخوبی معلوم ہے کہ دروازہ بند ہے اب بجز اکیلے کے سوائے یہاں نہ کوئی ہے نہ کوئی آسکتا ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ مذکر ہو یا مؤنث برہنہ نہانے کے متعلق دونوں کا ایک ہی حکم ہے یا جدا جدا؟

جواب: اگر کوئی شرارت مدنظر نہیں تو ایسی جگہ غسل کرنا ایسا ہی جائز ہے جیسے غسل خانہ میں جائز ہے۔ غسل سے پہلے جو وضو کیا ہے بحال رہے گا۔ عورت مرد دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ (۴ جمادی الاول ...)

سوال: جس شخص کا ایک ہاتھ کہنی تک زخمی ہو گیا ہو وہ ایک ہاتھ سے مسح کر سکتا ہے قعدہ میں بیٹھتے وقت دایاں گھٹنا کھڑا کر کے اس پر کہنی رکھ لے اور رکوع و سجود اشارہ سے کرے تو کیا نماز درست ہو جائے گی۔

جواب: نماز جس طرح ہو سکے پڑھ لے۔ قال اللہ تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ اللہ اعلم! (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۱۴ فروری ۱۹۲۱ء)

سوال: کیا امام مقتدیوں سے ایک ہاتھ اونچا کھڑا ہو سکتا ہے؟

جواب: امام کو مقتدیوں سے اونچا کھڑا ہونا بجز کسی خاص اہم ضرورت کے جائز نہیں دارقطنی میں روایت ہے۔ نہیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقوم الامام فوق شیئ والناس خلفہ یعنی اسفل منہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ امام مقتدیوں سے اونچا کھڑا ہو۔ (۱۸ اپریل ۱۹۲۱ء)

سوال: آمین بالجہر کہنے والے کو کسی صورت میں مسجد سے نکالنا جائز ہے یا نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض لوگ تفسیر احمدی کی عبارت ذیل سے دلیل پکڑتے ہیں کہ ان کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے۔ وَاِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ يَعُمُّ الْمُبْتَدِعَ وَالْفَاسِقَ وَالْكَافِرَ وَالْقُعُوْدُ مَعَ كُلِّهِمْ مُمْتَنِعٌ۔ (تفسیر احمدی صفحہ ۲۵۵- از ملاجیون قدس سرہ) یعنی قوم ظالمین جن کے پاس اللہ تعالیٰ نے بیٹھنا حرام فرمایا مبتدع فاسق اور کافر سب کو شامل ہے۔ لہٰذا ان سب کے پاس بیٹھنا حرام ہے اسی طرح ایسے لوگوں کے متعلق یہ روایت بھی بیان کرتے ہیں۔ ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم یعنی اپنے کو ان سے دور رکھو اور ان کو اپنے سے دور کرو۔

کیا اس آیت اور روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آمین بالجہر کہنے والے کو مسجد سے نکال دینا چاہیے یا ان کا مطلب اور کچھ ہے۔

جواب: آمین بالجہر ایک ایسا فعل ہے جو صحابہ کرام سے لے کر آج تک امت مسلمہ کے بہت سے فرقوں میں سنت مانا گیا ہے۔ جن چار اماموں کی تقلید کرتے ہیں ان میں بھی اکثر آمین بالجہر سنت مانتے ہیں۔ اس لئے ایسا فعل کرنے والے کو مسجد سے نکالنا کسی طرح جائز نہیں۔ ایسے شخص کو بدعتی سمجھ کر مسجد سے نکال دینا یا اس کو عبارات مذکورہ کے ماتحت لانے کی کوشش کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو فعل سب ائمہ دین یا اکثر یا بعض کے نزدیک سنت کے درجے تک پہنچ چکا ہو اس کے کرنے والے کو بدعتی ... کہنے والا سخت غلطی کرتا ہے۔ جسٹس سید محمود جج ہائی کورٹ الہ آباد نے مفصل بحث کر کے ثابت کیا تھا کہ آمین بالجہر ان فعلوں میں سے ایک ہے جن کے لئے مسجد بنائی جاتی ہے۔ چاہے اس میں کسی امام کا اختلاف بھی ہو۔ پس ایسے فعل کو بدعت کہنے والا معاذ اللہ سخت مجرم ہے۔ کیونکہ اس کا یہ فتویٰ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ سے لے کر بغداد کے بڑے پیر صاحب تک پہنچتا ہے۔ یہ سب حضرات آمین بالجہر کے قائل ہیں لہٰذا ایسے فعل کو بدعت کسی طرح نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ بدعت اس فعل کو کہا جاتا ہے جو شریعت سے ثابت نہ ہو جیسے قبروں پر گنبد بنانا یا چراغ جلانا یا تعزیہ بنانا وغیرہ ایسے کام کرنے والے بدعتی ہیں اور عبارات مذکورہ انہی کے حق میں وارد ہیں کہ ان کے ساتھ دوستانہ رنگ میں نشست و برخاست نہ کی جائے۔ لیکن اگر یہ لوگ بھی مسجد میں نماز پڑھنے آئیں تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کو بھی نہ روکا جائے۔ کیونکہ قرآن شریف میں ایسا کرنے سے منع آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا۔ پریوی کونسل لندن کا فیصلہ اس سے بڑھ کر ہے۔ یعنی آمین بالجہر کہنے والے کو مسجد سے نکالنا تو کیا امامت سے علیحدہ بھی نہ کیا جائے۔ ایسے لوگوں کے جواب میں صرف ایک ہی واقعہ کافی ہے کہ دہلی کی جامع مسجد جو گویا سارے ہندوستان کی جامع مسجد ہے اس میں آمین بالجہر کہنے والے کو کوئی نہیں روکتا۔ چاہے آمین کہنے والا تمام نمازیوں میں اکیلا ہو۔ اسی طرح مکہ شریف اور مدینہ شریف بلکہ کل اسلامی ممالک میں آمین بالجہر کہنے سے نہیں روکا جاتا۔ پس مسلمانوں کو ایسے کام سے بچنا چاہیے جس کو قرآن شریف نے بہت بڑا ظلم قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

۲۷ رجون ۱۹۱۸ء

سوال: اعضاء وضو میں سے کسی عضو کو بوجہ تکلیف اور خوف زیادتی مرض کے پانی نہ لگا سکیں تو زید کہتا ہے کہ ایسی حالت میں صرف تیمم کافی ہے۔ کیونکہ ارشاد خداوندی ہے کہ اگر تم بیمار ہو تو تیمم کر لو۔ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ اگر انسان کا ایک عضو بیمار ہو تو تمام بدن بیمار ہوتا ہے۔ وان اشتکی عینہ اشتکی کلہ الخ لہٰذا امر مذکور ان کنتم مرضیٰ میں داخل ہے اور اس کے لئے تیمم کافی ہے۔ بکر کہتا ہے کہ ایسے نہیں بلکہ اس کو عضو بیمار کے لئے پہلے تیمم کر لینا چاہیے۔ باقی اعضاء کا وضو اور بیمار عضو کے لئے پھر مسح کی کوئی ضرورت نہیں اور دلیل حضرت جابرؓ کی حدیث بیان کرتا ہے جس کے آخر الفاظ نبوی یہ ہیں۔ ان کان یکفیہ ان یتیمم ویعصب علی جرحہ خرقۃ ثم یمسح علیہا ویغسل سائر جسدہ (مشکوٰۃ ص۳۰)
زید کہتا ہے ویعصب والی واؤ بمعنے اَوْ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یا صرف تیمم کرے یا مسح کر کے غسل کرے۔ ہر دو میں سے کون صحت پر ہے۔

جواب: اعضاء وضو سے اگر ایک عضو بیمار ہو تو باقی اعضاء دھو کر بیمار عضو پر مسح کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ (بخاری و مسلم) جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو حتی المقدور حسب طاقت اس کو وہ کر لو۔ اور واؤ کو بمعنی اَوْ کہنا ترک حقیقت ہے جو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلا استحالہ حقیقت کے جائز نہیں ہے۔ (یکم مارچ ۱۹۴۰ء)

سوال: حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اکثر خصوص نوازل و واقعات ہائلہ کے موقع پر نماز مغرب اور نماز فجر میں دعاء قنوت پڑھی ہے۔ اور حضرت امام حسنؓ نے فرمایا تھا کہ حضور رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم وتروں میں دعاء قنوت اللھم اھدنی فیمن ھدیت الخ پڑھا کرو۔ لیکن وتروں میں پڑھنے کا تو احادیث صحیحہ میں ثبوت نہیں۔ البتہ نماز فجر میں ضرور ہے اور مغرب میں لیکن نماز فجر میں دعا قنوت کا ثبوت ہونے کی بابت مولانا ثناء اللہ صاحب کا فتویٰ ہے۔ لیکن حال میں ایک مولوی صاحب نے اہلحدیث میں چھپوایا ہے کہ دعائے قنوت کا ثبوت نماز فجر میں صحیح حدیث سے نہیں بلکہ صرف مغرب میں ہے۔ لہٰذا مولانا ثناء اللہ صاحب سے خصوصاً اور مولانا ابوالقاسم صاحب بنارسی و مولوی احمد اللہ صاحب دہلوی و مولوی محمد صاحب دہلوی سے التجا ہے کہ وہ بذریعہ اہلحدیث اعلان کردیں کہ آیا نماز فجر و مغرب میں دعاء قنوت کا ثبوت صحیح حدیث سے ہے یا نہیں۔ (سید عبد الغفار)

جواب: صحیح بات یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سے صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا ثابت ہے جس کے نسخ ہونے کی کوئی دلیل نہیں اور مصیبت عامہ کے وقت بعض صحابہؓ نے پانچوں نمازوں میں قنوت پڑھی ہے۔ حنفیہ کرام بھی مصیبت عامہ کے وقت قنوت پڑھنے کی اجازت . . . دیتے ہیں جس صحابی نے اپنے بیٹے کو کہا تھا کہ یہ بدعت ہے ایسا کہنا یا تو اس کے عدم علم پر مبنی ہے یا انہی معنے میں ہے جن معنی میں حضرت عمرؓ نے جماعت تراویح کو نعم البدعۃ ھذہ کہا تھا یعنی ایسا مسنون فعل جو متروک ہونے کے بعد جاری ہو جائے۔ بہر حال اس عدم علم سے روایات مثبتہ غلط نہیں ہو سکتیں۔ (۲۹ مارچ ۱۹۴۰ء)

تعاقب: "اہلحدیث" مجریہ یکم مارچ جواب سوال ۸۱ میں مفتی صاحب اہلحدیث نے فرمایا ہے کہ دو اعضاء وضو سے اگر ایک عضو بیمار ہو تو باقی اعضاء دھو کر بیمار عضو پر مسح کرے۔ سوال یہ ہے کہ اس کا ثبوت کیا ہے۔ دوم حدیث اذا امرتکم جو مفتی صاحب نے پیش کی ہے۔ فتویٰ اس کے خلاف ہے جب کہ مفتی صاحب خود تسلیم فرما رہے ہیں کہ "واؤ" کو بمعنی "او" کہنا ترک حقیقت ہے۔ جو بلا استحالہ حقیقت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز نہیں"۔ اب یا تو واؤ کو بمعنی لَوْ تسلیم فرما کر اس فتویٰ کو برقرار رکھیں۔ یا واؤ کو اس کے معنی میں جس طرح آپ نے خود تسلیم کیا ہے۔ تیمم کو شرط اوّل قرار دیں۔ جس طرح بکر کا خیال ہے یا اپنے فتوے کو دلیل خارجی سے تقویت پہنچا کر مسئلہ صاف فرما دیں۔ والسلام۔ (۱۹ اپریل ۱۹۲۴ء)

جواب: متعاقب کا مقصد یہ ان کی سطور عبارت سے کماحقہ سمجھ میں نہیں آیا۔ البتہ ہم اپنے فتوے کی تشریح لکھتے ہیں۔ اس سے تعاقب (اگر کوئی ہے) تو خود اٹھ جائے گا! امر بغسل الحدیث سے مراد جمیع الاعضاء کا دھونا ہے۔ اوما استطعتم کا اشارہ ماؤف جوڑ کے استثنار کی طرف ہے۔ جو غسل سے استثنار ہے۔ اور مسح کا ثبوت خود سائل کی عبارت میں ملتا ہے۔ جس میں پٹی باندھ کر مسح کرنے کا ذکر ہے۔ فاندفع ما اورد بحث خنفر! ۱۹ اپریل ۱۹۲۴ء

سوال: ہاتھ چھاتی پہ باندھنے کی دلیل قوی ہے یا ناف تلے۔ (مولا بخش)

جواب: نماز میں ہاتھ زیر ناف باندھنے کی حدیثیں امام احمد اور ابو داؤد نے بیان کی ہیں لیکن اس کے ساتھ دونوں حضرات نے ان کو ضعیف بھی بتلایا ہے اس بارے میں کوئی ایک حدیث مرفوع اور صحیح ثابت نہیں لیکن سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور اس کو صحیح بھی بتلایا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے قبیصۃ بن ہلب سے اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھا کرتے تھے یہ حدیث حسن ہے صحیح بخاری میں بھی ایک ایسی حدیث آئی ہے اللہ اعلم (۲ صفر ۱۳۶۱ھ) مزید تحقیق آگے ملاحظہ ہو۔)

سوال: بعض اصحاب بعد نماز فرض یا نفل وغیرہ ہاتھ اٹھا کر اور ہاتھ کشادہ نہ کھلے رکھ کر دعا مانگتے ہیں اس پر ایک مولوی صاحب معترض ہیں کہ اس طرح کھلے ہاتھ دعا نیچے گر پڑتی ہے۔ کیا یہ فرمانا ٹھیک ہے؟

جواب: مسنون طریق یہ ہے کہ ہاتھ کی ہتھیلیوں کو جوڑ کر کھلا رکھے۔ اور دعا کرے اللہ اعلم! اہلحدیث امرتسر ص ۱۳، ۲۳ مئی ۱۹۳۷ء

سوال: جمعہ و عیدین کا خطبہ ہوتے وقت جب عوام داخل ہو کر السلام علیکم کہتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں تو کیا اس وقت مقتدی جواب دیں یا نہ دیں؟

جواب: خطبہ کی حالت میں سلام کہنے والے کو روک دینا چاہیئے۔ اگر کوئی کہہ دے تو اس کو آہستہ سے جواب دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے تو قاری قرآن پڑھ رہا تھا۔ آپ چپکے آکر کھڑے ہو گئے۔ جب اس نے پڑھنا ختم کیا تو آپ نے سلام کہا۔ (مشکوٰۃ) اللہ اعلم! (اہلحدیث امرتسر ص ۱۲۔ ۸ مئی ۱۹۱۶ء)

سوال: جو لوگ تین رکعت نماز وتر بعد عشاء کے۔ دو رکعت پڑھ کر قعدہ نہیں کرتے بلکہ صرف تیسری رکعت میں قعدہ کر کے سلام پھیرتے ہیں۔ آیا ان کو دعا قنوت پڑھنی چاہیئے یا نہیں؟

جواب: تین رکعات وتر میں درمیانی قعدہ نہ کرنا حدیث سے ثابت ہے۔ اس طرح وتر پڑھنے اور درمیانی قعدہ کرنے میں کوئی فرق نہیں۔ دعا قنوت دونوں میں جائز ہے۔ (اہلحدیث امرتسر ص ۱۲۔ ۱۰ مئی ۱۹۲۶ء)

نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی مزید تحقیق

(۱) عن قبيصة بن هلب عن ابيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ينصرف عن يمينه وعن يساره ورأيته يضع يده على صدره الخ قبیصہ بن ہلب سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) دائیں بائیں طرف پھرتے اور (آغاز میں) سینہ پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا (مسند امام احمد بن حنبل ج ۲)

(۲) عن وائل بن حجر قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فوضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره ۔ یعنی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ . . . . میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے بائیں ہاتھ پر سیدھا ہاتھ سینہ پر رکھا۔ (صحیح ابن خزیمہ)

فائدہ: یہ حدیث بمقابل حدیث زیر ناف زیادہ صحیح اور موثق ہے۔ چنانچہ علامہ عینی حنفی جو اپنے مذہب کی تائید میں بڑے مستعد ہیں۔ اپنی شرح بخاری عمدۃ القاری میں اعتراف فرماتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

احتج الشافعی بحدیث وائل بن حجر اخرجه ابن خزیمة فی صحیحه قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فوضع یده الیمنی علی یده الیسری علی صدره۔ ویستدل لعلمائنا الحنفیة بدلائل غیر وثیقة۔
یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وائل والی حدیث سے حجت پکڑی ہے جس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ (اور وہ روایت یہ ہے کہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے اپنا سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور سینہ پر باندھا اور ہمارے علماء حنفیہ ایسے دلائل سے حجت پکڑتے ہیں جو موثق نہیں ہیں (عمدۃ القاری) اور ابن امیر الحاج حنفی شرح منیہ میں بایں الفاظ معترف ہیں۔ ان الثابت من السنة وضع الیمین علی الشمال ولم یثبت حدیث تعین المحل الذی یکون فیه الوضع من البدن الا حدیث وائل ملخصاً۔
یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا سنّت ہے مگر ایسی کوئی حدیث پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی جس کے رو سے بدن کے کسی خاص مقام پر ہاتھوں کا رکھنا واجب ہو سوائے وائل کی حدیث کے۔ (فوضع الایدی علی الصدر)
علاوہ ازیں وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث ابن خزیمہ کی ہے اور ابن خزیمہ کو احادیث میں جو وقعت اور درجہ حاصل ہے۔ مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے ظاہر ہے چنانچہ مولانا موصوف رسالہ فیما یجب للناظر میں اور علامہ جلال الدین سیوطی "جمع الجوامع" میں تحریر فرماتے ہیں کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو کتابیں تصنیف ہوئی ہیں ان کے پانچ مراتب ہیں ایک تو اس مرتبہ کی ہیں جن میں فقط صحیح صحیح حدیثیں ہیں ان میں ایسی حدیثیں نہیں ہیں جن کو ضعیف کہہ سکیں۔ موضوع کا تو کیا ذکر ہے۔ مثلاً مؤطا صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ صحیح حاکم مختار ضیاء مقدسی کی صحیح ابن خزیمہ۔ صحیح ابن عوانہ۔ صحیح ابن سکن۔ منتقی ابن جارود کی ملخصاً
لہٰذا اس حیثیت سے بھی ہماری پیش کردہ حدیث صحیح ابن خزیمہ قابل استدلال اور قابل عمل ہے۔ پس جبکہ از روئے دلائل ساطعہ و براہین قاطعہ یہ بات مسلم ہو چکی کہ سینہ پر ہاتھ باندھنا موثق اور صحیح ہے۔ اور بمقابل اس کے حدیث زیر ناف موثق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے تو حضرات اہل سنت والجماعت کو چاہیے کہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنی طبیعت کو منعطف کریں۔ کیونکہ حق واضح ہو جانے کے بعد ضد اور تعصب کی وجہ سے اپنی خواہش کی پیروی کرنا ایمان کے منافی ہے۔

کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتّٰی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنی خواہشات کو میری شریعت کا تابع نہ کر دے۔

(شرح السنۃ)

اللھم اھدنا لما اختلف فیہ من الحق فانک تھدی من تشاء الی صراط مستقیم

(از قلم مولوی محمد جانباز خان محمدی حیدر آباد دکن) ۷ رصفر ۱۳۵۷ھ

سوال: زید کو اپنے گاؤں سے دوسرے گاؤں کو جو دس میل کے فاصلہ پر ہے ہفتے میں دو چار مرتبہ اپنی ضروریات کے لئے صبح جا کر شام کو آنا پڑتا ہے۔ یا بعض اوقات اسی گاؤں میں ٹھہر جانا پڑتا ہے تو کیا زید اس گاؤں میں پہنچ کر نماز کو قصر کر سکتا ہے یا جمع پڑھ سکتا ہے اس خیال سے کہ وہ مسافر ہے کتنے میل سفر کا ارادہ ہو تو نماز قصر اور کن صورتوں میں نماز جمع پڑھ سکتے ہیں۔

جواب: بہ نیت نیک کر سکتا ہے محض کھیل تماشے کے لئے نہیں۔ قصر فرض واجب نہیں حسب ضرورت ہے۔ سفر کی تعیین نہیں آئی۔ عرف عام میں جتنی مسافت کو سفر کہتے ہیں وہی سفر ہے۔

(اہلحدیث ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ)

شرفیہ: صحیح بخاری میں ہے باب فی کم یقصر الصلوٰۃ وسمی النبی صلی اللہ علیہ وسلم السفر یوما ولیلۃ وکان ابن عمر وابن عباس یقصران فی اربعۃ برد وھی ستۃ عشر فرسخا انتہی ج ۱ ص ۱۴۷

اور ایک دن رات کا سفر سولہ فرسخ ہو سکتا ہے اور عبد اللہ بن عباس کے عمل کے علاوہ قول بھی ان کا ہے انہ سئل اتقصر الصلوٰۃ من مکۃ الی عرفۃ قال لا ولکن الی عسفان والی جدۃ والی الطائف واسنادہ صحیح اخرجہ الشافعی وذکرہ مالک فی الموطا عن ابن عباس بلاغا وفیہ حدیث مرفوع بلفظ یا اھل مکۃ لا تقصروا فی اقل من اربعۃ برد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

من مکۃ الی عسفان والی الطائف رواہ الدارقطنی والبیہقی ولمیبن فی روایتہما ذکر الطائف وکذالک الطبرانی واسنادہ ضعیف کذا فی التلخیص الحبیر صلح ۱۲۹ ہذہ الروایۃ المرفوعۃ وان کانت ضعیفۃ لکنہا یؤیدہا الروایۃ الصحیحۃ الموقوفۃ المذکورۃ وعوالی المدینۃ کانت من میل ومیلین الی ثمانیۃ امیال کما فی حاشیۃ البخاری واراضی زراعاتہم کانت علی میل ومیلین فصاعدًا وکانوا یأتون الی المدینۃ للجمعۃ وغیرہا الی حاجات ولم یثبت انہم یقصرون فی مکۃ اذاہم یاتون فیہا او یقصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم او اہل مکۃ اذاہم یذہبون الیہم وکذا اہل مکۃ اذا یذہبون لحاجاتہم الی منی والمزدلفۃ وعرفات وسوی الروایۃ المذکورۃ لم یثبت التصریح فی تعیین مسافۃ القصر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قولا وما یقال فی الاستدلال بحدیث انس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج مسیرۃ ثلثۃ امیال او ثلثۃ فراسخ صلی رکعتین (مسلم) قال النووی ہذا لیس علی سبیل الاشتراط وانما وقع بحسب الحاجۃ لان الظاہر من اسفارہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ ما کان یسافر سفرا طویلا فیخرج عند حضور فریضۃ مقصورۃ ویترک قصرہا بقرب المدینۃ ویتمہا وانما کان یسافر بعیدا من وقت المقصورۃ فتدرکہ علی ثلثۃ امیال او اکثر ونحو ذالک فیصلیہا حینئذ انتہی واما اثر شرحبیل بن السمط فی قصرہ علی سبعۃ عشر وثمانیۃ عشر میلا ففیہ اولا انہ فعل تابعی فلا حجۃ فیہ وثانیا انہ استدل بہ علی انہ رای عمرؓ انہ صلی بذی الحلیفۃ رکعتین قال فقلت لہ ای عمر فقال انما افعل کما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل (مسلم) فثبت بہذا ان صلاتہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ثلثۃ امیال او فراسخ لم یکن ثلثۃ امیال او فراسخ منتہی سفرہ کما قال الامام النووی فسقط الاستدلال بقصر الصلوۃ فی السفر الذی منتہاہ ثلثۃ فراسخ فثبت ستۃ عشر فرسخا کما فی صحیح البخاری وغیرہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ یہ ہے کہ مسافت قصر ۴۸ میل ہی صحیح ہے نو میل غلط ہے هذا والله اعلم ...
قال النووی قال الجمهور لا یجوز القصر الا فی سفر یبلغ مرحلتین انتهی
ص۲۴۲ یعنی جمہور سلف و محدثین کا.... مسلک اڑتالیس میل کے سفر پر قصر ہے اس سے
کم پر نہیں۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: اگر مسافر گھر سے نکلتے وقت چار دن کا سفر کا ارادہ کر کے نکلا اتفاقی حالت میں اس کو ایک ماہ سفر میں لگ جاتا ہے لہٰذا وہ کتنے دن تک قصر نماز پڑھے گا۔

جواب: گھر سے چار روز کی نیت سے نکلے یا ایک روز کی یا چالیس روز کی اس میں فرق نہیں سفر کو نکلے تو نماز کو قصر کرنا جائز ہے فرض واجب نہیں قصر کو فرض واجب کہنے کی کوئی دلیل صحیح نہیں (۶ شعبان ۱۳۲۹ھ) بسطه فی نیل الاوطار و ذکر ادلة الطرفین ورجح الوجوب فارجع الیه چالیس روز تک قصر نہیں کرے گا ۱۹ دن تک قصر ہے اس سے زائد کا ارادہ قیام کا ہو تو پھر پوری نماز پڑھنی ہوگی ہاں تردد میں زائد میں بھی جائز ہے (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

مسئلہ نماز قصر آپ کا یہ فرمانا کہ قصر فرض و واجب نہیں احادیث صحیح صریحہ کے خلاف ہے۔ احادیث صحیحہ سے فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ حبر الامۃ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح مسلم جلد ۱ ص۲۴۱ میں مروی ہے۔ فرض الله الصلوة على لسان نبيكم فى الحضر اربعا والسفر ركعتين الحديث

حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے نسائی شریف ص۲۱۱ ج ۱ میں مروی ہے صلوة الجمعة ركعتان تمام غير قصر على لسان النبى صلى الله عليه وسلم۔

اور آپ کا آیہ کریمہ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ الآیۃ سے عدم فرضیت قصر پر استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ آیت کریمہ میں رفع جناح کا کیا گیا ہے۔ اور رفع جناح عن الفاعل کو عدم وجوب میں لازم نہیں۔ جیسا کہ آیت کریمہ فلا جناح علیه ان یطوف بهما الآیۃ کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا تھا بخاری مع فتح الباری ص۱۲ ج ۶ میں ہے۔ قال عروة سألت فقلت لها ارأيت قول الله تعالى ان الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت او اعتمر فلا جناح عليه ان يطوف بهما

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فواللہ ما علی احد جناح ان لا یطوف بالصفا والمروۃ قالت بئسما قلت یا ابن اخی ان ھذہ لو کانت کما اولتھا علیہ کانت لا جناح علیہ ان لا یطوف بھما الحدیث۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری صـــــ ج ۶ میں فرمایا ہے۔ فتحصل جواب عائشۃ ان الآیۃ ساکتۃ عن الوجوب وعدمہ مصرحۃ برفع الاثم عن الفاعل واما المباح فیحتاج الی رفع الاثم عن التارک (الی ان قال) واما الوجوب فیستفاد من دلیل اٰخر ولا مانع ان یکون الفعل واجبا ویعتقد الانسان امتناع ایقاعہ علی صیغۃ مخصوصۃ فیقال لہ لا جناح علیک فی ذلک ولا یستلزم ذالک نفی الوجوب ولا یلزم من نفی الاثم عن الفاعل نفی الاثم عن التارک فلو کان المراد مطلق الاباحۃ لنفی الاثم عن التارک انتھی بلفظہ ام المومنین حضرت عائشۃ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے جواب سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ رفع جناح عن الفاعل کو عدم وجوب لازم نہیں۔ اس لئے آیت فلیس علیکم جناح سے قصر کا واجب نہ ہونا ثابت نہ ہوگا آپ نے اسی سوال نمبر ۵ ۲ کے جواب میں لکھا ہے کہ محدثین کے نزدیک ۱۲ میل سفر پر قصر کر سکتا ہے آپ نے محدثین میں سے کسی ایک محدث کا نام بھی نہیں لکھا۔ اگر بالفرض کسی محدث کا ہو تو صحیح حدیث کے خلاف ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا خرج مسیرۃ ثلاثۃ امیال او فراسخ صلی رکعتین رواہ مسلم (بلوغ المرام مع سبل السلام صـــــ ج ۲) اس حدیث کے ہوتے ہوئے کسی محدث کا فرمان قابل قبول نہیں۔

از مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب ہاشمی جلالپور پیروالا ضلع ملتان

اہلحدیث یہ حدیثیں جو آپ نے لکھی ہیں وہ اس وجوب قصر کے لئے ملبت نہیں بلکہ اس کے معارض حدیث ہے کہ جنگ ذات الرقاع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چار کا پڑھنا ثابت ہے۔ مقتدیوں نے دو حصوں میں دو دو پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کی حالت میں چار پڑھیں اور اہل علم پر یہ مخفی نہیں کہ فرض اور وجوب کا مفہوم قضیہ دائمہ مطلقہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فعل قضیہ مطلقہ عامہ ہے۔ مطلقہ عامہ نقیض دائمہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ نماز پہلے دو دو رکعتیں فرض ہوئی تھیں۔ حضر کی چار کر دی گئیں اور سفر کی بحال رکھی گئیں۔ جیسا کہ آپ نے ابن عباس اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے۔ یہ بھی معارضے سے خالی نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اتمام کرتی تھیں۔ راوی حدیث کہتا ہے مالعائشة تتم (عائشہ رضی اللہ عنہا اتمام کیوں کرتی ہیں) مخاطب جواب دیتا ہے تاولت کما تاول عثمان (جیسے عثمانؓ نے کیا) یعنی وہ اتمام کرتے تھے۔ اگر ان اقوال صحابہ کے وہی معنی ہوتے جو آپ نے سمجھے ہیں تو ان کا فعل ان کے اقوال کے خلاف نہ ہوتا۔ آپ نے اس آیت کا جواب جو دیا ہے اس میں میری تائید کی ہے۔ منطقی اصطلاح میں آیت قضیہ ممکنہ عامہ ہے۔ ممکنہ عامہ کا تحقق ضروریہ کے مادہ میں ہو سکتا ہے مگر ثبوت کا محتاج ہے چنانچہ آپ کے قلم سے بھی تصرف قدرت سے یہ فقرہ نکل گیا ہے اما الوجوب فیستفاد من دلیل آخر۔ پس ہمارا اور آپ کا اتفاق ہے۔ قرآن کی آیت موصوفہ ممکنہ عامہ کی شکل میں ہونے کی وجہ سے عدم طلب گناہ کے لیے ہے۔ رہا وجوب قصر وہ دلیل قطعی پر موقوف ہے جو قائلین وجوب سے کسی نے پیش نہیں کی۔

اطلاع

حدیث صدقة فاقبلوها آپ نے پیش نہیں کی۔ جب کوئی صاحب پیش کریں گے تو اس کا جواب بھی دیا جائے گا انشاء اللہ۔

آپ نے جو مقدار مسافت سفر کے لیے تین میل کی روایت نقل کی ہے میرے نزدیک بھی صحیح ہے اس کی تائید دوسری روایت سے پا کر اس کو قبول کرتا ہوں۔ مگر چونکہ قائلین بالوجوب اس کی تاویل کیا کرتے ہیں کہ تین میل انتہائی سفر نہ ہوتا تھا اس لئے میں نے اس کو ذکر نہیں کیا اور احتیاطاً بارہ میل رکھا۔ اس کی مفصل بحث مسلم کی شرح نووی میں ملتی ہے۔ اللہ اعلم۔

یکم ربیع الاول ۱۳۶۱ھ

سوال: مقلد کی نماز غیر مقلد کے پیچھے جائز ہے؟ جواب میں علما سے دیو بند کا فتویٰ پیش ہو؟

جواب: جائز ہے حدیث شریف میں ہے صلوا خلف کل بر وفاجر (شرح فقہ اکبر) دیو بند سے ایک زمانہ میں دو اخبار نکلتے تھے "انصار" اور "مہاجر"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انصار مدرسہ کا آرگن تھا۔ اس میں مرقوم تھا "فرقہ اہل سنت والجماعت ہندوستان میں اعتقاد اور اعمال کے لحاظ سے کتاب وسنت پر عمل کرنے والے دو گروہ ہیں مقلد اور غیر مقلد"۔ (الانصار ۱۵ر نومبر ۱۹۲۷ء صت) اس میں اتنا ہی اقرار ہے کہ غیر مقلد اہل سنت ہیں۔ دوسرے اخبار مہاجر میں یوں مرقوم ہے "نماز مقلدین کی غیر مقلدین کے پیچھے اور غیر مقلدین کی مقلدین کے پیچھے صحیح ہے۔ (کتبہ عزیز الرحمن مفتی دیوبند) مہاجر ۲۹ر جون ۱۹۲۸ء ص۵)۔ اس سب سے پہلے مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم کا فتویٰ بھی جواز کا ہے (فتاوےٰ رشیدیہ) ۶ر فروری ۱۹۳۱ء)

سوال: بے نمازی مسلمان ہے یا کافر اور جنازہ پڑھنا اور اس کی لاش مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے یا نہیں۔

جواب: تارک الصلوٰۃ کے حق میں علماء کا اختلاف ہے۔ بہت سے علماء جن میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ اور حافظ ابن قیم وغیرہ بھی ہیں، تارک الصلوٰۃ کو کافر، مرتد اور واجب القتل قرار دیتے ہیں یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس پہ نماز جنازہ پڑھنا اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا بھی جائز نہیں۔ ان کے سوا اور بہت سے علماء ہیں جن میں امام ابو حنیفہ اور ان کے ہم خیال علماء ہیں، تارک الصلوٰۃ کو فاسق، فاجر سخت مجرم قرار دیتے ہیں لیکن کافر مرتد نہیں کہتے ہیں۔ حدیث شریف جو تارک الصلوٰۃ کے حق میں آئی ہے فقد کفر (یعنی وہ کافر ہے) پہلے گروہ کی دلیل ہے۔ دوسرے گروہ کی دلیلیں اور ہیں، خاکسار کی تحقیق پچھلے گروہ سے متفق ہے۔

تعاقب: دریافت طلب امر یہ ہے کہ "دوسرے گروہ کی دلیلیں اور ہیں" کی تشریح کیجئے۔ کوئی حدیث ہے یا کچھ اور؟ ان کو لکھئے اور اہلحدیث کا یہ اصول کہ حدیث کے مقابلے میں کسی امام یا عالم کے قول کو کسی صورت میں ترجیح نہیں دی جا سکتی تو یہ آپ کا فتویٰ مذکور اس اصول کے خلاف ہے یا نہیں بشرطیکہ دوسرے گروہ کی دلیل کوئی حدیث نہ ہو۔ سائل نامعلوم۔

جواب: اس دعوے کے ثبوت میں بہت سی آیات پیش ہو سکتی ہیں مگر ہم ایک آیت پیش کرتے ہیں۔

قل لعبادی الذین امنوا یقیموا الصلوٰۃ الایۃ (پ۱۳ ع ۱۷) اس آیت میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایماندار قرار دے کر ان کو نماز کا حکم دیا ہے۔ معلوم ہوا نماز ایمان میں داخل نہیں فرع ہے۔

۲۷ مئی ۱۹۳۲ء

تشریح: تارک الصلوٰۃ کے کافر ہونے اور نہ ہونے میں علمائے کرام مختلف ہیں علامہ شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں ولا خلاف بین المسلمین فی کفر من ترک الصلوٰۃ منکرا لوجوبہا الخ یعنی جو شخص نماز کے وجوب کا منکر ہو کر نماز کو ترک کرے وہ بالاتفاق کافر ہے اس کے کفر میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف نہیں مگر ہاں جو شخص نو مسلم ہو یا مسلمانوں کے ساتھ رہنے کا اتفاق نہ ہوا ہو تو اس کو جب تک نماز کے وجوب کی خبر نہ پہنچے تب تک وہ کافر نہیں ہو سکتا اور جو شخص نماز کے وجوب کا عقیدہ رکھ کر بسبب کاہلی اور غفلت کے نماز کو ترک کرے جیسا کہ بہت سے لوگوں کا حال ہے تو ایسے تارک الصلوٰۃ کے کافر ہونے اور نہ ہونے میں لوگوں کو اختلاف ہے پس عترت اور امام مالک اور امام شافعی اور جماہیر سلف و خلف کا مذہب یہ ہے کہ ایسا شخص کافر نہیں ہے بلکہ فاسق ہے۔ وہ اگر توبہ کرے فبہا ورنہ اس کو قتل کرنا چاہیے اور اس کی یہی حد ہے جیسا کہ زانی محصن کی حد قتل ہے مگر ایسے تارک الصلوٰۃ کو تلوار سے قتل کرنا چاہیے اور سلف میں سے ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ وہ کافر ہے اور یہی مذہب مروی ہے حضرت علی سے اور امام احمد سے ایک روایت میں یہی منقول ہے اور عبداللہ بن مبارک اور اسحٰق بن راہویہ کا بھی یہی مذہب ہے اور بعض اصحاب شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ اور ایک جماعت اہل کوفہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ نہ کافر ہے اور نہ وہ قتل کیا جاوے گا بلکہ اس کی تعزیر کی جائے گی اور جب تک وہ نماز نہیں پڑھے گا تب تک وہ قید میں رکھا جاوے گا اس کے بعد علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ حق یہ ہے کہ ایسا تارک الصلوٰۃ کافر ہے اور وہ قتل کیا جاوے گا اس کا کافر ہونا تو اس وجہ سے حق ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ شارع نے ایسے تارک الصلوٰۃ کو کافر لکھا ہے۔ اور جو لوگ اس کے کافر ہونے کے قائل نہیں ہیں وہ جس قدر معارضات وارد کرتے ہیں ان میں سے ایک بھی ہم کو لازم نہیں آتا کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ جائز ہے کہ کفر کی بعض قسمیں ایسی ہوں جو مغفرت و استحقاق شفاعت سے مانع نہ ہوں جیسا کہ اہل قبلہ کا کفر بوجہ بعض ایسے گناہوں کے جن کو شارع نے کفر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا ہے پس اس بنا پر ان تاویلات کی کچھ حاجت نہیں ہے جن میں لوگ پڑتے ہیں انتہی (کلام شوکانی) میں کہتا ہوں کہ بلاشبہ علامہ ممدوح کی یہ تحقیق احق بالقبول ہے مثلاً حدیث میں من ترك الصلوٰة متعمدا فقد كفر اور حديث العهد الذى بيننا و بينهم الصلوٰة فمن تركها فقد كفر اور حديث بين الرجل و بين الكفر ترك الصلوٰة رواه الجماعة والبخارى والنسائى اور حديث كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يرون شيئا من الاعمال تركه كفر غير الصلوٰة رواه الترمذى سے صاف اور صریح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ تارک الصلوٰۃ کافر ہے اور آیت ان الله لا يغفر ان يشرك به و يغفر ما دون ذلك لمن يشاء اور حديث ومن لم يأت بهن فليس له عند الله عهد ان شاء عذبه وان شاء غفر له رواه احمد وابوداؤد ومالك فى الموطا اور حديث من شهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله وان عيسىٰ عبد الله وكلمته القاها الى مريم وروح منه والجنة حق والنار حق ادخله الله الجنة على ما كان من العمل متفق عليه اور حديث ما من عبد يشهد ان لا اله الا الله وحده وان محمدا عبده ورسوله الا حرمه الله على النار الحديث متفق عليه اور حديث شفاعت فهى نائلة ان شاء الله من مات من امتى لا يشرك بالله شيئا رواه مسلم وغير ذلك من الاحاديث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تارک الصلوٰۃ کافر نہیں ہے بلکہ وہ مغفرت الٰہی و شفاعت نبوی و دخول جنت کا مستحق ہے پس علامہ ممدوح کی تحقیق پر ان احادیث مختلفہ میں کسی کی تاویل کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ تمام احادیث اپنے ظاہر معنی پر محمول ہیں کیونکہ جن احادیث سے تارک الصلوٰۃ کا کفر ثابت ہوتا ہے ان احادیث سے وہ بلاشبہ کافر ہیں اور ان کو کافر کہنا روا ہے مگر ہاں تارک الصلوٰۃ کا کفر ایسا کفر نہیں ہے جس کی وجہ سے ملت اسلام سے خارج ہو جائے اور مغفرت و شفاعت و دخول جنت کا مستحق نہ رہے بلکہ تارک الصلوٰۃ کا کفر ایسا کفر نہیں ہے جس کی وجہ سے نہ وہ ملت اسلام سے خارج ہوتا ہے اور نہ استحقاق مغفرت و شفاعت و دخول جنت سے محروم ہوتا ہے اور ہاں واضح رہے کہ ایسا کفر جو نہ مخرج از ملت اسلام ہو اور نہ مانع از استحقاق مغفرت و شفاعت احادیث سے ثابت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے دیکھو حدیث متفق علیہ سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر اور حدیث متفق علیہ لیس من رجل ادعی بغیر ابیہ وھو یعلمہ الا کفر اور حدیث مسلم اثنتین فی الناس ھما بھم کفر الطعن فی النسب والنیاحۃ علی المیت اور حدیث ایما عبد ابق من موالیہ فقد کفر اور حدیث صحیح من قال لاخیہ یا کافر فقد باء بھا وغیر ذلک من الاحادیث ان تمام احادیث میں کفر سے بالاتفاق اسی قسم کا کفر مراد ہے قال الشوکانی الکفر انواع منھا مالا ینافی المغفرۃ ککفر اھل القبلۃ ببعض الذنوب التی سماھا الشارع کفرا وھو یدل علی عدم استحقاق کل تارک الصلوٰۃ للتخلید فی النار الی آخرہ وقال من سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافرا سمیناہ کافرا ولا نزید علی ھذا المقدار ولا نتاول بشئی منھا لعدم الملجیٔ الی ذلک واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

(فتاویٰ نذیریہ کتاب الصلوٰۃ ص۲۷۶) | سید محمد نذیر حسین |

سوال: فجر کی نماز میں یا وتر کی نماز میں جو دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے اس کو ہاتھ اٹھا کر پڑھے تو دعا کے اختتام پر منہ پر ہاتھ پھیرے یا سجدے میں جاوے۔ دونوں میں سے کون صحیح ہے۔

جواب: ہاتھ اٹھا کر بھی جائز ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ بندہ جب ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے تو خدا قبول کرتا ہے۔ منہ پر ہاتھ پھیرنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس کو مذہبی حکم نہ جانے تو پھیرے۔ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ)

اگرچہ خصوصاً نہیں مگر عموم میں آجاتا ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجھہ رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص۱۷۶ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: بعض لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ کلوخ کرتے وقت مسجد کے احاطے میں ادھر سے ادھر ٹہلتے پھرتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ دل لگی اور مذاق کی باتیں بھی کرتے جاتے ہیں۔ بعض تو کلوخ خشک کرتے ہوئے رستوں اور بازاروں میں اور کنوؤں اور باؤلیوں کے پاس جہاں پر مرد اور عورتیں پانی بھرنے کے لئے آتے جاتے ہیں۔ پھرتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ٹہلتے دیکھے جاتے ہیں۔ مانعین اور معترضین کو جواب ملتا ہے۔ کہ مذہب حنفی میں یہ فعل جائز ہے۔ اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔ پس کیا مذہب حنفیہ میں یہ فعل جائز ہے۔ اور یہ فعل خلاف تہذیب اور موجب ہتک اسلام سمجھا جائے گا۔ یا نہیں۔

جواب: ڈلے سے خشک کرنا تو آیا ہے۔ مگر صورت مرقومہ کی طرح لے کر چلنا پھرنا نہیں ملتا۔ یہ سب رسومات قبیحہ ہیں۔ جو قابل اصلاح ہیں بیٹھے بیٹھے یا الگ ہو کر خشک کر لیں تو جائز ہے۔

۱۳ ربیع الاوّل ۱۳۳۶ھ

سوال: قیام نماز میں مقتدیوں کو پیر کے انگوٹھے سے انگوٹھا ملانا اور ایک شانے سے دوسرا شانہ ملانا تو چاہیئے۔ لیکن رکوع سجود کے وقت پر جب اپنی جگہ سے فرق ہو جاتا ہے تو دوسری رکعت میں قیام کے وقت پیر کو سرکا کر ملا لینا کیا ہے۔ یہ فعل کبیرہ میں داخل ہے کہ نہیں۔ اور اس فعل سے نماز میں ہرج ہونا واقع ہوتا ہے کہ نہیں۔ یا خواہ مخواہ ملانا کوئی ضروری امر ہے۔ لوگوں کو بار بار پیر کا سرکانا ناگوار معلوم ہوتا ہے۔

جواب: اس کے متعلق حدیث کے الفاظ یہ ہیں (کان احدنا یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ وقدمہ بقدمہ (صحیح بخاری ص۱) یعنی صحابی کہتا ہے۔ ہم اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنا پیر اپنے ساتھی کے پیر سے ملایا کرتے تھے یہ طریق سنت ہے۔

۷ رجمادی الثانی ۱۳۳۶ھ

تشریح: ہاں ضروری امر ہے اس لئے کہ فصل میں درمیان میں شیطان آ جاتا ہے یہ خواہ مخواہ کے ڈھکوسلے وہی وسوسے لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے یہ امر ضروری نہیں کیا کرو گے اس سے اس کا کام بنتا ہے اس لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بحالت جماعت بیچ میں فصل نہ چھوڑو فرمایا اقیموا صفوفکم وتراصوا الحدیث رواہ البخاری مشکوٰۃ ص۹۵۔ اس پر صحابہ نے عمل کیا جو مولانا نے نقل کیا ہے اور ہرج کچھ بھی نہیں سمجھ کا پھیر ہے اور حجت بازی ورنہ اکیلا نمازی بھی تو بعد سجدہ پاؤں کو باقاعدہ کرتا ہے ویسے ہی جماعت میں کر سکتا ہے اور اگر پہلے ہی سے برقرار رکھے تو یہ رکھ سکتا ہے۔ یہ اور بھی اچھا ہے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز میں پیروں کا ملانا

پرچہ اہلحدیث نمبر ۳۴ مجریہ ۱۲ جون ۱۹۳۵ء سے الزاق القدمین کا مضمون مولوی محمد سراج کی جانب سے تخمیناً تین پرچوں میں شائع ہوا۔ متبع سنت کے لئے تو اس پر کسی کے اقوال کی ضرورت نہیں مگر ہمارے محترم فریق مقابل بقول امام رازی و ابن تیمیہ و ابن القیم اگر آیات قرانیہ و احادیث اصح الکتاب بھی پیش کی جاویں التفات نہ کریں گے حتی کہ ان کے معتقد و مستند کو نہ پہنچے۔ اور یہ امر بدیہی ہے آدمیوں کا صفوں میں ایک دوسرے سے مل کر کھڑا ہونا یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ میرے علم میں کسی ایک آدھ حنفی متقدم سے بھی اس کا خلاف ثابت نہیں سب کے سب اس امر میں متفق ہیں یہ کتب متداولہ فقہ و مشروعات فقہ شب و روز مزاولت کی جاتی ہیں کسی ایک میں اس کے برعکس دکھانے کی کسی کو جرأت ہے۔ یہ مرض ایسا مرگ عام کی طرح پھیلا ہوا ہے کہ جس میں جاہل تو ایک طرف رہے علماء بھی مبتلا ہیں جیسے انسان اچھوتوں سے اپنے جسم کو محفوظ رکھتا ہے اور علیحدہ سرک جاتا ہے جہاں کسی انسان نے پیر لگایا جھٹ اچھل ہاتھ بھر دور جا پہنچے۔ حضرت انس بن مالکؓ خادم نبوی فرماتے ہیں ہم صحابہ آپس میں ایک دوسرے کے شانہ اور قدم سے اپنے شانہ اور قدم ملا ملا کر کھڑے ہوتے تھے آپ کے زمانہ میں جیسا کہ بخاری باب الزاق المنکب میں ہے مستخرج اسمٰعیلی میں اس حدیث میں اتنے الفاظ اور وارد ہیں تتمہ کے طور سے چنانچہ فتح الباری صہ ۱۷۶ ج ۲ میں ہے لو فعلت ذالك باحدھم الیوم لنفر کانه بغل شموس۔ اگر میں آج یہ فعل ان کے ہمراہ کرتا ہوں تو اس طرح بھاگتے ہیں جیسے سرکش خچر۔ للہ اپنے گریبان میں ہر کس مونہہ ڈال کر غور کر کے بتا سکتا ہے کہ یہ فعل کس درجہ مذموم ہوگا۔ حالانکہ امام محمد کتاب الآثار صہ ۲۱ باب اقامة الصفوف میں لکھتے ہیں۔ عن ابراھیم انه کان یقول سووا صفوفکم وسووا مناکبکم و تراصوا ولیتخللنکم الشیطن الخ قال محمد وبه ناخذ لا ینبغی ان یترك الصف وفیه الخلل حتی یسووا وھو قول ابی حنیفة۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں صفیں اور شانہ برابر کرو اور بچ گچ کرو ایسا نہ ہو کہ شیطان بکری کے بچہ کی طرح تمہارے درمیان داخل ہو جاتے امام محمد کہتے ہیں ہم بھی اس کو لیتے ہیں صف میں خلل چھوڑ دینا لائق نہیں حتی کہ ان کو درست نہ کر لیا جائے اور یہی ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ غرائب باب ۲ فی فضل الصفوف عن الفتاویٰ سمرقندی ینبغی ان یتراصوا فی الصفوف لقوله علیه السلام تراصوا فی الصفوف لئلا یتخلل الشیطان۔

شمنی کہ اس نے شرح نقایہ میں نیز بحر الرائق ورق ۲۹۲ عالمگیریہ مطبوعہ کلکتہ ۲۲۷ درمختار مع الشامی ص۵۹۲ ہے ینبغی للماموین ان یتراصوا وان یسدوا الخلل فی الصفوف وان یسووا مناکبهم وینبغی للامام ان یامرهم بذالك وان یقف وسطهم وفی الفتاوی التاتارخانیة واذا قاموا فی الصفوف تراصوا وسووا بین مناکبهم۔ یعنی مقتدیوں کو چاہیے کہ چونہ گچ کریں درزوں کو صفوف میں بند کر دیں اور شانوں کو ہموار رکھیں بلکہ امام کو لائق ہے کہ انہیں اس امر کا حکم کرے پھر بیچ میں کھڑا ہو۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے کہ جب صفوں میں کھڑے ہوں تو گچ کریں اور کندھے ہموار کر لیں شامی ص۵۹۵ ج ا میں ہے کہ اگر آدمی دوسری صف میں ہے اور پہلی میں ایک آدمی کی جگہ ہے تو چل کر پہلی میں اس خالی جگہ کو پُر کر دے نماز میں کچھ خرابی نہیں آئے گی۔ لانه مامور بالمراصة قال علیه السلام تراصوا الصفوف ذکرہ عن الذخیرة شامی خلل کا ترجمہ فرماتے ہیں هو الفراج بین الشیئین یعنی دو چیزوں میں جو فاصلہ اور شگاف ہوا کہتے ہیں منتہی الارب ص۵۰ ج ا میں ہے خلل محرکہ کشادگی میان دو چیز اور ص۹۱ ج ا میں ہے۔ رص الشئی بالشئی برہم چفسانیدن یکے را با دیگرے واستوار کردن اور تراصص میں لکھتے ہیں۔ بیکدیگر چسپیدن مردم در صف یقال تراصوا فی الصف اذا تلاصقوا والفجوا فتح القدیر۔ شرح ہدایہ مطبوعہ نولکشور ص۱۵۰ ج ا میں ہے والشق منبذة من سنن الصف تکمیلا من سنة التراص فیه والمحاذة بین الصف والا ستهزاء فیه۔ (اہل حدیث امرتسر ۲ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ)

(۲) اس جگہ ہم قدرے رشحات صف کے آداب میں احادیث نبویہ سے تحریر میں لاتے ہیں جس سے مسنونیت گچ اور صفوں کے نزدیک اور برابر کرنے کی بھی تکمیل ہو جاوے فاضل شارح تین امر میں قلم فرسائی کا ارادہ کرتے ہوئے ہر سہ دعاوی کو مدلل باحادیث نبویہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ففی صحیح ابن خزیمۃ عن البراء کان علیہ الصلوٰۃ والسلام یاتی ناحیۃ الصف فسوی بین صدور القوم ومناکبھم ویقول لا تختلفوا فتختلف قلوبکم ان اللہ وملئکتہ یصلون علی الصف الاول۔

براء بن عازب سے صحیح ابن خزیمہ میں ہے آپ صف کے کناروں سے آتے اور لوگوں کے سینہ اور کندھوں کو ہموار کرتے اور فرماتے کہ آگے پیچھے نہ ہو ایسا نہ ہو کہ اللہ میاں تمہارے دلوں میں اختلاف ڈال دیوے یہ شق ثالث کی دلیل بیان کی۔

وروی الطبرانی من حدیث علی علیہ الصلوٰۃ والسلام قال الا تصفون کما تصف الملائکۃ عند ربھا قال اتموا الصفوف الاول وتراصون فی الصف وفی روایۃ للبخاری فکان احدنا یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ وقدمہ بقدمہ طبرانی میں علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔

مرفوعاً آپ نے فرمایا تم ملائکہ جیسی صف کیوں نہیں بناتے جس طرح وہ اپنے پروردگار کے حضور میں بناتے ہیں صحابہ نے دریافت کیا وہ کس طرح تو فرمایا وہ اول صف کو پورا کرتے ہیں اور صف میں گچ کرتے ہیں۔ اس گچ کی توضیح کے لئے فاضل شرح بخاری کی روایت بیان کرتے ہیں کہ بخاری میں ہے کہ ایک ہمارا کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے سے اور پیر کو اس کے پیر کے ساتھ ملاتا تھا۔ یہ نمبر اوّل وثانی کی دلیل ہے اور فرمایا۔ وروی ابوداؤد والامام احمد عن ابن عمر انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قال اقیموا صفوفکم وحاذوا بین المناکب وسدوا الخلل ولینوا بایدی اخوانکم لا تذروا فرجات الشیطان من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ وروی البزار باسناد حسن عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من سد فرجۃ فی الصف غفر اللہ لہ وفی ابی داؤد عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قال خیارکم الینکم مناکب فی الصلوٰۃ۔

ابوداؤد وامام احمد میں ابن عمر سے مرفوعاً ہے آپ نے فرمایا صفیں قائم کرو اور کندھوں کو برابر کرو اور جو سوراخ دو کے درمیان ہو اسے بند کرو اور اپنے بھائیوں کے ساتھ نرمی اختیار کرو اور شیطان کے لیے سوراخ کی جگہ نہ چھوڑو۔ جس نے صف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ملایا خدا اس کو بھی ملا دے گا اور جو صف کو قطع کرے گا خدا اس کو بھی قطع کرے گا۔ بزار میں حسن سند سے ہے کہ جس نے صف کے دراڑ کو بند کیا خدا اس کو بخشے ابوداؤد میں ہے تم میں بہتر وہی ہے کہ نماز میں کندھوں کو ملائے آپس میں رکھے۔ منتہی الارب ص ۱۸۶ ج ۱ میں ہے۔

فرجۃ بالضم رخنہ وشگاف من فرجۃ الحائط۔ یہ تینوں کی تائید میں بیان کی۔ للہ درہ مولانا اشرف علی تھانوی بہشتی گوہر تتمہ حصہ دوم کے ص ۹ مسئلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"صف میں ایک دوسرے سے مل کر کھڑا ہونا چاہیئے درمیان میں خالی جگہ نہ رہنا چاہیئے"

مولانا شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ شرح مشکوٰۃ فارسی باب تسویۃ الصف میں فرماتے ہیں۔ "مراد بتسویہ صف آنست کہ متصل بایستند ودرمیان فرجہ نگزارند ولپس دپیش نہ ایستند وہموار بایستند" (۴؍ اکتوبر ۱۹۳۶ء) میرے علم میں تو کسی ایک آدھ حنفی المذہب کے متقدمین سے اس کے خلاف ثابت نہیں بڑے بڑے محقق فقیہ وارباب الترجیح نے اس امر کو بالکل واضح کر دیا نہ معلوم کہ عمل میں کیوں قاصر اہل مذہب پائے جاتے ہیں کیا مولانا اشرف علی کا فرمان واضح نہیں کہ مل کر کھڑا ہونا چاہیئے درمیان میں جگہ نہ رہنا چاہیئے۔ اس سے بھی کوئی واضح لفظوں کی ضرورت ہو سکتی ہے اگر ہمارے علماء احناف ان نصوص فقیہ پر بذات خود عمل کر کے ان عوام کو دکھا دیں تو امید ہے کہ یہ نفرت ان کے دلوں سے بالکلیہ طور سے زائل ہو جائے اس وقت تو کیا علماء کیا جہلاء مسجدوں میں نماز کے وقت جا کر دیکھیے کہ صف کی کیسی مٹی پلید کی جاتی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

مسلمانی در گور یا در کتاب!!!

کیا کوئی فرد یہ کہہ سکتا ہے کہ اس مسئلہ میں ان بے چارے فقہاء کا کچھ قصور ہے حاشا وکلا بلکہ یہ خلف نااہل کے کرشمہ کا منظر ہے جو نمازوں کو برباد کراتے ہیں اور اپنی بھی کرتے ہیں۔ اقامۃ الصفوف کو تمام صلوٰۃ فرمایا ہے رُصُّوا بصیغہ امر ارشاد ہے اس کی بڑی شد و مد سے وعید شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وارد ہے ہر فرد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدعی علم متبع امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ سے ملتمس ہوں کہ آپ حضرت بیک زبان یہ فرمائیں کہ یہ ہماری کتابوں میں غلط لکھ دیا گیا ہے اور صحیح وہی ہے کہ جس پر ہمارا عمل درآمد ہے اور اس کی صحت پر فلاں فلاں کتاب کی فلاں فلاں عبارت فلاں فلاں فقیہہ و امام کی نص موجود ہے۔ عدم ترصیص ہیں والا خود بھی عامل ہوں اور لوگوں کو بھی عمل کی تعلیم دیں بےچارے جاہل تو اچھوت سے زیادہ علیحدہ کھڑے ہونے کو پسند کرتے اور مل کر کھڑے ہونے سے نفرت بلکہ لڑنے مرنے پر مستعد ہو جاتے ہیں۔

خاص بمبئی میں ایک مولوی صاحب کو صرف اسی جرم پر کہ انہوں نے مل کر کھڑے ہونے کو فرمایا تھا ضرب شدید سے بعد نماز مرمت کی کہ انہیں چار و ناچار ارادہ حج فسخ کر کے وطن سدھارنا پڑا اور وہیں اس صدمہ سے دار البقا کا سفر کرنا پڑا۔ مولانا بھی حنفی ہی مذہب کے آدمی تھے دوست تک دشمن ہو گئے۔ یہ فرمائیے خون کا ذمہ دار کون یہی حضرات علماء۔ واللہ علی ما نقول وکیل ھو حسبی ونعم الوکیل۔ وانا الراجی رحمۃ ربہ۔

(ابو عبد الکبیر محمد عبد الجلیل السامرودی (۱۱ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

سوال: زید کہتا ہے کہ مسجد میں محراب بنانا درست ہے اور ثبوت یہ دیتا ہے کہ مسجد نبوی میں بھی محراب ہے بکر کہتا ہے کہ مسجدوں میں محرابیں بنانا بدعت ہے کیونکہ یہ دوسری صدی ہجری میں رائج ہوئیں اور یہ حدیث شریف پیش کرتا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اُمت ہمیشہ بھلائی میں رہے گی جب تک کہ وہ اپنی مسجدوں میں نصاریٰ کی طرح محراب نہ بنائیں گے (ابن ابی شیبہ فی المصنف)

جواب: نصاریٰ کا محراب درمیان میں اس طرح کا ہوتا ہے ○ اس میں واعظ کھڑا ہو کر وعظ کہتا ہے مساجد میں محراب ایسے نہیں ہوتے لہٰذا حدیث مذکور ان محرابوں پر چسپاں نہیں ہے ہاں اس میں شک نہیں کہ زمانہ رسالت میں محراب نہ تھے جیسے مینار بھی نہ تھے پس محراب مثل مینار کے مساجد کی محض علامت ہیں۔ (۲۳ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ)

محراب مسجد: محراب مسجد میں بنانا درست ہے بدعت نہیں جس امر کا ثبوت قرآن و حدیث سے پایا جاتا ہے اس کو بدعت کہنا ناجائز ہے۔ برابر خیر القرون سے اس پر مسلمانوں کا تعامل چلا آتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ فنادتہ الملائکۃ وھو قائم یصلی فی المحراب (پارہ ۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال السدی المحراب المصلی۔ شریعت انبیاء سابقین کی شریعت ہماری ہے مگر ان امور میں جس کو قرآن وحدیث نے منسوخ کر دیا۔ بیشک اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ محراب کی ممانعت قرآنی آیت و احادیث الرسول سے ثابت نہیں۔ آیت مذکورہ میں زکریا علیہ السلام کا فعل اللہ پاک نے ذکر کیا۔ پس اس کا جواز بیّن طور پر ثابت ہوا دوسری اس امر پر یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دلیل ہے۔

اخرج البیہقی فی السنن الکبری من طریق سعید بن عبد الجبار بن وائل عن امه عن وائل بن حجر قال حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نهض الی المسجد فدخل المحراب ثم رفع یدیه بالتکبیر الحدیث وقول الشیخ ابن الهمام من سادات الحنفیة ولا یخفی ان امتیاز الامام مقرر مطلوب فی الشرع فی حق المکان حتی کان التقدم واجبا علیه وبنی فی المساجد المحاریب من زمن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم۔ انتهی

مولانا شمس الحق صاحب مرحوم "عون المعبود" میں لکھتے ہیں۔ قلت ما قاله القاری المحاریب من المحدثات فیه نظر لان وجود المحراب زمن النبی صلی اللہ علیه وسلم یثبت من بعض الروایات اور اس پر حدیث مذکور بیہقی کی پیش کی ہے۔ وفی عون المعبود شرح ابی داؤد۔ ومن ذهب الی الکراهة فعلیه البینة ولا یسمع کلامه من غیر دلیل وبرهان۔ (انتهی)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس کے مجوز ہیں۔ "کشاف القناع" فقہ حنبلیہ میں بھی اس کی اباحت موجود ہے۔ وہ یہ ہے۔ ویباح اتخاذ المحراب نصا وقیل لایستحب اوما الیه احمد واختاره الاجری وابن عقیل یستدل به الجاهل۔ انتهی

مؤلف کشاف القناع بھی اباحت بلکہ استحباب ثابت کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ نص سے ثابت ہے۔ اصطلاح علماء میں نص قرآنی آیات و احادیث کو کہتے ہیں یعنی قرآن و حدیث سے محراب بنانا ثابت ہے۔ جن احادیث سے کراہت بعض لوگ ثابت کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔

وقد اخرج الطبرانی والبیہقی عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال اتقوا هذه المذابح یعنی المحاریب واخرج ابن ابی شیبة فی المصنف عن موسی الجهنی قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا تزال امتی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخير ما لم يتخذوا في مساجدهم مذابح كمذابح النصارى۔ اس پر نظر ہے بچند وجوہ۔ اولاً ان کے راوی ذکر کرکے ہر ایک کی توثیق ضروری ہے جرح وعلت خفیہ وغیرہ جو نقائص کہ سندوں وغیرہ میں واقع ہوتے ہیں یا متن میں اس سے برأت لابد ہے اور بیان راویوں کا مع ان کی توثیق جو ذمہ مدعی ہے مفقود ہے۔ ثانیاً ممانعت مذابح کی ثابت ہوئی جو حجرے علیحدہ مسجد سے بنایا کرتے تھے۔ نہ محراب۔ ثالثاً کسی احادیث سے محراب کی ممانعت نہیں ثابت ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذابح سے منع فرمایا کمذابح النصاری اگر مشابہت نہ ہو تو جائز ہے۔ رابعاً حدیث میں مذابح ہے یعنی المحاریب یہ راوی کی تقریر ہے اپنے فہم کے مطابق نہ حدیث کے لفظ۔

جناب! محراب کے دو معنی ہیں ایک حجرہ وغرفہ دوسرا محراب المسجد حرام نہیں ہے محاریب پیشگاہ ہائے مجالس ومنہ محراب المسجد وهو ايضا وقوله تعالى فخرج على قومه من المحراب۔ قالوا من المسجد۔ وفي فتح البيان كلما دخل عليها زكريا المحراب يعني غرفة والمحراب في اللغة اكرم موضع في المجلس قاله القرطبي وسميت محرابا لانها محل محاربة الشيطان لان المتعبد فيها يحاربه لذلك هو في المسجد وكذالك يقال لكل محل من محال العبادة محراب۔

الحاصل محراب المسجد بنانا درست ہے۔ اس کی ممانعت کرنا شریعت میں تنگی کرنا ہے بغیر برہان وبینہ۔ اور جس کی ممانعت آئی ہے وہ اور چیز ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

حررہ احمد اللہ مدرس رحمانیہ دہلی۔ ۴ رجمادی الاول ۱۳۵۲ھ

الجواب صحيح بیشک محراب بنانا مسجدوں میں جائز ہے اس کے عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں البتہ یہود ونصاریٰ کے طریق پر امام کے واسطے بصورت خاص محراب بنانا ناجائز ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ ابو طاہر البہاری عفا اللہ عنہ الباری المدرس الاول فی المدرسۃ دار الحدیث الرحمانیۃ الکائنۃ فی بلدۃ دہلی

نفس محراب بنانا تو جائز ہے مگر جیسا کہ آجکل اس میں نقش ونگار کا رواج ہے یہ نہیں چاہیے۔ سادہ ہونا چاہیے۔ واللہ اعلم۔

کتبہ عبد الوہاب الآروی مدرس مدرسہ رحمانیہ دہلی

الجواب صحيح والرای نجیح واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

سید ابو الحسن عفی عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محراب بنانی مسجدوں میں زمانہ رسالت سے اس وقت تک ثابت ہے۔ لہٰذا اس کو بدعت کہنا غلط ہے۔ سنن بیہقی کی روایت اس پر دال ہے۔ ہاں نصرانیوں کے گرجے کے مشابہ محراب بنانی منع ہے۔ مذابح کمذابح النصاریٰ سے ممانعت وارد ہوئی اور مذابح کے معنی مقاصیر کے ہیں۔ واللہ اعلم۔ کتبہ عبدالسلام المبارکفوری

الجواب صحیح: محمد عبدالقدیر مدرس مدرسہ ریاض العلوم دہلی

نفس محراب بنانا جائز ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

(کتبہ عبدالرزاق مدرس اول مدرسہ ریاض العلوم دہلی)

مسجدوں میں محراب بنانا جائز ہے مگر مشرکین واہل کتاب کے محرابوں کی مشابہت جائز نہیں یہاں تک کہ اگر غیر اہل اسلام کی عبادت گاہوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو اور وہ ان کو مسجد بنانا چاہیں تو بنا سکتے ہیں مگر ان کے محرابوں میں تغیر وضعی یا ذاتی کرنا ضرور ہے" نیل الاوطار ص۳۱ ج ۲

والحدیث یدل علی جواز جعل الکنائس والبیع او مکنة الاصنام مساجد وکذالک فعل کثیر من الصحابة حین فتحوا البلاد وجعلوا متعبداتهم کمتعبدات المسلمین وغیروا محاربها۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(کتبہ محمد اسحاق آلاوری مدرس دارالحدیث رحمانیہ دہلی)

مسجدوں میں جو محراب آج کل بنے ہوئے ہیں وہ درست ہیں۔ جیسا کہ حدیث بیہقی سے ثابت ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق عون المعبود میں موجود ہے جو اس کو بدعت کہتے ہیں وہ غلط کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ (محمد یونس عفی عنہ مدرس مدرسہ حضرت میاں صاحب مرحوم پھاٹک حبش خان دہلی)۔

جواب صحیح ہے۔ نفس محراب جو آجکل مساجد میں ہے جائز ہے جن روایتوں میں ممانعت ہے وہ اہل کتاب کی مشابہت سے منع فرمایا ہے جو اس محراب میں نہیں پائی جاتی۔ نصاریٰ کے معبد جاکر دیکھو ہرگز اس کے مشابہ نہیں۔ پھر ممانعت اس محراب سے کیسی۔ الغرض یہ محراب جائز ہے۔ (ابوسعید محمد شرف الدین عفی عنہ مدرس اول)

محراب مسجد میں بنانا جائز ہے لیکن یہود ونصاریٰ کی طرح بڑا اور خوبصورت منقش مزین نہ ہو جیسا کہ آجکل گرجوں میں دیکھا جاتا ہے۔ اس کا ثبوت زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے احادیث میں مذکور ہے اور اصحاب لغت بھی ذکر کرتے آتے ہیں مدت مدیدہ سے بغیر انکار کرنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیے۔ (عبدالرحمٰن مدرس مدرسہ مسجد حاجی علی جان دہلی)۔

مسلمانوں میں جو آجکل محراب مروج ہیں وہ یہود ونصاریٰ کی طرح نہیں ہے۔ لہٰذا بدعت نہیں ہے۔ ہاں اگر مشابہت ہو تو البتہ بدعت ہے۔ ورنہ نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

(محمد یوسف علی پیر بھومی) ۱۸ / جنوری ۲۲ء

سوال: نماز کی نیت زبان سے پڑھنا حدیث شریف سے ثبوت ہے۔

جواب: زبان سے نیت کرنے کا ثبوت نہیں نیت دل کا فعل ہے زبانی الفاظ بولنے سے فقہاء نے بھی منع کیا ہے۔ نیت صرف یہ ہے کہ دل میں قصد کرے کہ میں نماز پڑھنے لگا ہوں فرض۔ سنت۔ نفل

۲۸ / جمادی الثانی ۳۶ھ

حضرات! جمیع اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو امر کتاب وسنت سے ثابت ہو قابل تسلیم ہے۔ اس کے ماسوا پر بعض کا اتفاق ہے اور بعض کا نہیں۔ پس میں شق اول پر رہ کر کچھ کلام کرنا چاہتا ہوں۔

پس معلوم کرنا چاہیے کہ اسلام میں جمیع اعمال کی مقبولیت نیت پر منحصر ہے پس ہر عامل اپنے عمل کا ثمرہ باعتبار نیت کے پائے گا۔

کما فی الصحیح عن عمر ابن الخطاب رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لامرء ما نوی الحدیث

پس جب اعمال کی قبولیت نیت پر منحصر ہے تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ "بالنیات" جو حدیث میں وارد ہے اس کا کیا معنیٰ ہے۔ پس اوّلاً اس کی تحقیق کتب لغات سے کی جاتی ہے تاکہ معنے لغوی کے سمجھنے سے معنی شرعی کا سمجھنا آسان ہو جاوے۔ پھر اس کے بعد علمائے حقانی کی تحقیق درج کی جاتی ہے اور اس بات کا کافی ثبوت دیا جاتا ہے کہ جو نیت عوام میں مشہور اور مروج ہے سو یہ نوایجاد ہے شریعت حقہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اس کا مبنی قیاس ہے پس معلوم کرنا چاہیے کہ نیات جمع ہے نیت کی اور نیت کے جو معنے کتب لغت میں لکھے گئے ہیں یہاں پر درج کئے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو صراح جو لغت کی ایک مشہور اور معتبر کتاب ہے اس میں لکھتے ہیں۔ "نوی نیت آہنگ کردن وانتواء کذالک" صہ ۵۹۲ (یعنی نوے اور نیت اور انتواء کے معنی نیت کرنا) انتہیٰ قاموس میں ہے۔ "نوی الشیئ ینوبہ نیۃ یخفف قصدہ کانتواہ"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ص ۲۹۹ جلد ثانی)۔ اسی طور پر لغات فیروزی عربی میں ہے "نیت ۶ دل کا ارادہ قصد۔ (ص ۳۰۳) لغات فیروزی فارسی میں ہے۔ نیت دل کا ارادہ قصد دلی خواہش (ص ۱۴۰)۔ صراح اور قاموس میں تو سے اور نیت کے اور بھی چند معنے لکھے ہیں لیکن سب مجاز ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ اذا امکن الحقیقۃ لا یصار الی المجاز۔ پس نیت باعتبار لغت کے متعین ہو گیا ارادہ قلبی کو۔ دیگر یہ کہ ان معانی کا بھی تعلق جیسا کہ ارادہ قلبی کو ہے بولنے کو نہیں اور ارادہ قلبی منافی ہے قول کے پس بعض علماء کا یہ قول کہ نیت دل اور زبان سے کرنا افضل ہے تاکہ زبان دل کے موافق ہو جائے اور ظاہر باطن کے مطابق بے دلیل ہے۔ ایسا قیاس نص کے مقابلہ حجت نہیں بلکہ نیت باعتبار لغت کے ارادہ قلبی ہے اور بس، پس معنی لغوی اور شرعی میں ضرور کوئی مناسبت ہونا چاہیئے۔ لہٰذا جو معنی شرعی علماء حقانی نے نیت کے بیان کئے ہیں ان کو ذکر کیا جاتا ہے۔

ملاحظہ ہو۔ وقال النواوی النیۃ القصد وعزیمۃ القلب وایضا۔

قال البیضاوی النیۃ عبارۃ عن انبعاث القلب نحو ما یراہ موافقا لغرض من جلب نفع او دفع ضر حالا ومآلا والشرع خصصہ بالارادۃ التوجہ نحو الفعل لابتغاء رضاء اللہ وامتثال حکمہ والنیۃ فی الحدیث محمول علی المعنی اللغوی۔ الخ (فتح الباری پارہ اول ص۸)

اور کہا امام نووی (شارح صحیح مسلم) نے نیت قصد کرنا اور دل کی پختہ بات اور کہا بیضاوی نے نیت عبارت ہے ابھارنا دل کا اس امر کی طرف جو اپنی غرض کے موافق دیکھتا ہے تحصیل نفع کے لئے یا دفع ضرر کے لئے حالاً و مآلاً اور شرع نے خاص کر دیا فعل کے بجالانے کے ارادہ کو اللہ کی رضا جوئی کے لئے اور اس کے امر کی بجا آوری کے لئے اور نیت مذکورہ حدیث میں محمول ہے معنی لغوی پر۔ انتہی

یہ عبارت کسی تفصیل کی محتاج نہیں بلکہ ڈنکے کی چوٹ اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ حدیث میں جو نیات وارد ہے اس سے معنی لغوی یعنی کسی فعل کے بجالانے کا ارادہ کرنا ہی مراد ہے۔ دیگر یہ کہ۔

بایں وجہ اس حدیث کو بعض محدثین نے جملہ شریعت اور بعض نے نصف اور بعض نے ثلث قرار دیا ہے۔ جیسا کہ عون الباری شرح صحیح البخاری میں ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال ابن مہدی ایضا ینبغی ان یجعل ھذا الحدیث راس کل باب ووجه البیھقی کونه ثلث العلم بان کسب العبد یقع بقلبه ولسانه وجوارحه فالنیة احد اقسامه الثلاثة وارجحها لانها قد تکون عبادة مستقلة وغیرہا یحتاج الیها ومن ثم ورد نیة المومن خیر من عمله وکلام الامام احمد یدل علی انه اراد بکون ثلث العلم انه احد قواعدہ الثلاث التی ترد الیها جمیع الاحکام۔ (ص۲۳ برحاشیہ نیل الاوطار)

اور کہا ابن مہدی نے لائق ہے کہ اس حدیث کو ہر باب کا سر قرار دیا جاوے اور بیہقی نے اس حدیث کے ثلث علم ہونے کی توجیہ بیان کی ہے کہ بندہ کا فعل یا تو دل سے ہوتا ہے یا زبان یا جوارح سے پس نیت ان تین سے ایک ہے اور ان کی ارجح ہے۔ کیونکہ یہ عبادت مستقلہ ہے اور اس کے علاوہ افعال جوارح و لسان اس کے محتاج ہیں اس واسطے وارد ہوا "مومن کی نیت بہتر ہے اس کے عمل سے" اور امام احمد کا کلام بھی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ نیت ایک ہے دین کے قواعد ثلاثہ کی جن کی طرف احکام راجع ہوتے ہیں۔ انتہیٰ۔

اس عبارت سے بھی بخوبی روشن ہوگیا کہ نیت فعل قلب ہے نہ فعل لسان۔ کیونکہ فعل عبد تو مقسم ہے اور یہ سہ افعال اس کی اقسام ہیں اور یہ بالبداہت ثابت ہے کہ قسم شئے کی اس کی قسم کے مغائر ہے پس اگر نیت کو بولا بھی جائے گا تو فعل لسان ہو جائے گا نہ فعل قلب یا حقیقت مستعملہ کا بدلنا لازم آئے گا وھما محذوران۔ پھر آگے اس کی لغوی تحقیق لکھتے ہیں۔

النیات جمع نیة من نوی ینوی من ضرب ولغة القصد وقیل ھی من النوی بمعنی البعد والاول اولی وجمیعة النیة فی ھذہ الروایة باعتبار تنوعها لان المصدر لا یجمع الا باعتبار تنوعه او باعتبار مقاصد الناوی کقصدہ تعالیٰ او تحصل موعودہ او اتقاء وعیدہ وفی معظم الروایة النیة بالافراد علی الاصل لاتحاد محلها وھو القلب کما ان مرجعها واحد وھو الاخلاص للواحد الذی لاشریك له فناسب افرادھا بخلاف الاعمال فانها متعلقة بالظواھر وھی متعددة فناسب جمعها وھو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هنا محمولة على معناها اللغوى الخ۔

یعنی نیات جمع ہے نیت کی باب ضرب سے بمعنی قصد کرنا۔ اور کہا جاتا ہے نوی سے بمعنی دوری کے اور اوّل معنی اولیٰ ہے اور نیت کی جو جمع آئی ہے باعتبار انواع کے ہے کیونکہ مصدر کی جمع اس کی انواع کے اعتبار سے آسکتی ہے باعتبار مقاصد نیت کرنے والوں کے مثل قصد کرنے اللہ کی رضا کے یا اس کے وعدہ حاصل کرنے کے یا اس کی وعید سے ڈرنے کا اور معظم الروایۃ میں نیت باعتبار اصل کے مفرد آیا ہے واسطے اتحاد محل کے اور وہ قلب ہے جیسا کہ اس کا مرجع واحد ہے یعنی اخلاص واحد لاشریک کا پس اس کا مفرد آنا مناسب ہے بخلاف اعمال کے پس وہ متعلق ہے ظواہر کے اور وہ متعدد ہے بایں وجہ اس کی جمع آنا مناسب ہے اور نیت یہاں محمول ہے معنی لغوی پر انتھی۔

پس قطعی فیصلہ ہو چکا کہ حدیث میں جو نیت وارد ہے اور جس پر عمل کی قبولیت کا مدار ہے بمعنی ارادۂ قلبی ہے اور بس۔ کیونکہ اگر زبان سے بولنے کی قید زائد کو بھی اس کے ساتھ ملحق کیا جاوے گا تو ضرور معنی لغوی میں تغیر پیدا ہو جاوے گا پس جیسا کہ نماز کے اور اخواتہ[1] میں نیت تلفظ باللسان کو غیر مشروع کہا جاتا ہے اس میں بالاولیٰ کہنا چاہیئے اسی واسطے شیخ عبدالحق صاحب مرحوم محدث دہلوی نے اس کے بارہ میں بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔ وھو ھذا:۔ باید دانست کہ نیت کار دل است بزبان گفتن حاجت نبود و اگر بزبان گوید دل غافل باشد اعتبار نہ دارد اگر فرضاً نیت در دل حاصل گردد بزبان نیاید یا بزبان خلاف آں رود زیان نکند و اختلاف کردند علماء در نیت نماز بعد از اتفاق ہمہ آں کہ بجہر گفتن آں نامشروع ست تلفظ بہ نیت شرط صحت نماز ست یا نہ صحیح آنکہ..... شرط نیست و شرط دانستن آں خطا است ولیکن فقہاء گفتہ اند کہ اگر بزبان نیز گوید بہتر ست و مستحب تا زبان با دل موافق و ظاہر با باطن مطابق و نیز تعقل معنی نیت و استحضار آں در دل بذکر الفاظ آسان باشد و محدثان نیز گویند کہ در ہیچ جا روایت از حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ آمدہ کہ نیت بزبان گفتی ہمیں قدر آمدہ است

---

[1] روزہ و حج و زکوٰۃ وغیرہ ۱۲ منہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ چوں بر نماز برخاستی "اللہ اکبر" گفتی اگر چیزے دیگر خواندہ بودی ہر آئینہ روایت نمودندے پس طریقہ اتباع آنست ہم بر نیت بدل اختصار کند و اتباع ہمچناں کہ در فعل واجب ست در ترک نیز مے باید پس آنکہ مواظبت نماید بر فعل آں چہ شارع نکردہ باشد مبتدع بود۔ کذا قال المحدثون (اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۳۶)

(از محمد ابو المنصور صاحب کھنڈیلہ ضلع جیپور۔ شنجاوائی) ۴ رجب ۱۳۶۳ھ

سوال: امام سر پر ٹوپی اوڑھ کر فرض یا جماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ٹوپی پہن کر نماز جائز ہے۔ (۱۰ مئی ۱۹۴۴ء)

سوال: امام نصف آستین والی قمیص سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ایسی قمیص میں نماز پڑھ سکتا ہے جس سے کندھے ڈھکے ہوئے ہوں۔ حدیث شریف میں ہے۔ لَا يُصَلِّيَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلٰى عَاتِقِهٖ مِنْهُ شَيْءٌ (بخاری) کوئی شخص ایسے کپڑے میں نماز نہ پڑھے جس کا کوئی حصہ کندھوں پر نہ ہو۔ (۱۰ مئی ۱۹۴۴ء)

سوال: کسی شخص کو بیماری کی حالت میں احتلام ہوا۔ وہ شخص پنجوقتی نماز کا پابند ہے۔ کسی حال میں نماز اس کی ترک نہ ہوئی ہے۔ اب حالت بیماری کی وجہ اگر وہ پانی سے غسل کرے تو اس کو تکلیف اور خطرہ ہے۔ ایسی حالت میں کیا وہ غسل کرے کیا تیمم سے پاک ہو کر نماز ادا کرے۔ دونوں میں کونسی صورت اختیار کر کے عمل کرے۔

جواب: قرآن مجید و حدیث شریف میں بیمار جنب کو تیمم کی اجازت ہے۔ جب تک پانی استعمال نہ کر سکے صرف تیمم سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ واللہ اعلم (۱۹ اگست ۱۹۴۴ء)

سوال: ایک امام پانچ وقت کی نماز پڑھاتا ہے۔ عادت اس کی یہ ہے کہ پہلی رکعت میں ۲۸ پارہ کی سورت قراءت میں پڑھتا ہے اور دوسری رکعت میں سورہ بقرہ یعنی پارہ ۲ سے پڑھتا ہے۔ ہر روز جان بوجھ کر یہ اسی ترتیب سے پڑھتا ہے۔ آنجناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے طور پر قراءت پڑھنے کی اجازت دی ہے یا نہیں۔ اگر ایسا آگے پیچھے پڑھنا تھا تو ترتیب کی کیا ضرورت تھی۔ قرآن مجید و فرقان حمید کی ترتیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنائی ہے یا صحابہ کرام نے۔ جناب کی ترتیب قائم ہو کر پڑھتے ہیں یا الٹ کرتے رہے ہیں۔ سب حالات آنحضرت محمد صلی اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ وسلم سے مفصل تحریر کریں۔ بڑے سے بڑا معتبر پتہ ابوہریرہ ؓ دیتے ہیں۔ ایک روز حضرت خلیفہ عمر ؓ نے سورہ کہف پہلی رکعت میں اور دوسری میں سورہ یوسف پڑھی۔ انہوں نے ایسا کرنا بتایا یا وتروں میں کسی صحابہ کرام نے پہلی رکعت میں فلق، دوسری میں والناس تیسری میں اخلاص۔

جواب: ترتیب قرآنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے نماز میں آگے پیچھے سورت پڑھنا شرعاً جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص فاتحہ کے بعد سورہ قل ھو اللہ پہلے پڑھتا۔ پھر اور سورہ پڑھتا خواہ وہ قل ھو اللہ سے پہلے کی ہو یا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر پاکر اس کو منع نہیں کیا۔ احنف بن قیس نے پہلی رکعت میں سورہ کہف پڑھی۔ دوسری میں سورہ یوسف یا سورہ یونس پڑھی اور کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی صبح کی نماز میں اسی طرح پڑھی تھیں (صحیح بخاری) اس لئے کوئی شخص اب بھی ایسا کرتا ہے تو حرج نہیں۔ درمختار میں آیا ہے لا باس بہ کوئی حرج نہیں۔ اللہ اعلم

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳۔ ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۰ء)

سوال: زید مسجد میں سو گیا اور احتلام ہو گیا۔ اب زید مسجد میں بغیر غسل سورہے یا اول غسل کرے پھر سو جائے۔

جواب: جنب ہو جانے کے بعد فوراً مسجد سے باہر نکل جائے۔ غسل کر کے پھر آئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے لَا اُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَّلَا جُنُبٍ (ابوداؤد) بعض علماء جنبی کو وضو کر لینے کے بعد مسجد میں ٹھہرنا جائز کہتے ہیں۔ منہم امام احمد رحمہ اللہ (نیل) حنفیہ کے نزدیک احتلام کے بعد تیمم کر کے مسجد سے باہر نکلے۔ اللہ اعلم!

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳۔ ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۰ء)

سوال: زید حنفی ہے وہ کہتا ہے کہ رفع یدین کرنا ناجائز ہے بلکہ امام صاحب بھی رفع الیدین نہیں کیا کرتے تھے تو پھر ہم کیوں کر کریں۔ اور کہتا ہے کہ عرب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب مسلمان عرب نماز پڑھتے تو منافقان عرب اپنی آستینوں میں بت بنا کر بحالت قیام رکھ دیتے تھے جو باعث تکلیف ہوتی تھی اور یہی وجہ ہے کہ لوگ رفع یدین کرتے تھے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرزمین عرب میں تھے۔ اب کرنے کی کیا ضرورت۔ اور امام صاحب کو رفع یدین کرنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے نفی میں لاتے ہیں کیا یہ صحیح ہے یا نہیں۔ اور رفع الیدین کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: زید کا یہ کہنا کہ حنفی مذہب میں رفع الیدین سنت نہیں صحیح ہے مگر یہ کہنا کہ عرب آستینوں میں بت رکھا کرتے تھے محض بے ثبوت بات ہے۔ جو کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے۔[1] (۱۶ مارچ ۱۹۳۲ء)

سوال: آمین کہنا کس حدیث سے ثابت ہے۔ عمر کہتا ہے کہ آمین کہنا جائز ہے اور بکر کہتا ہے کہ آمین بلند آواز سے کہنا جائز نہیں اور آہستہ آہستہ کہنا جائز ہے یعنی چپکے سے دل میں کہنا چاہیئے تاکہ آواز معلوم نہ ہو۔ اور کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ آمین کہتے تو اس کی باعث یہ ہوئی کہ مشرکان عرب منہ میں نمازی کے مٹی ڈال دیا کرتے تھے۔ اب یہ کہنا جائز نہیں۔ ان دونوں صورتوں میں کیا فرماتے ہیں۔ از حدیث و قرآن فتاویٰ عنایت فرمادیں۔

جواب: یہ سب بناوٹی بات ہے نہ کوئی عرب ایسا کرتا تھا نہ اس وجہ سے آمین کا اجراء ہوا۔ اگر ایسا ہوتا تو بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کیوں آمین بالجہر ہوتی۔
(۱۶ مارچ ۱۹۳۲ء)

سوال: فجر کی نماز فرض کا جماعت کا وقت ہوگیا ہو تو امام سنتیں پڑھ کر نماز کے لئے کھڑا ہو جاوے یا بغیر سنت پڑھے فرض پڑھ لے اور بعد میں سنت پڑھے۔

جواب: پہلے دو رکعت سنت پڑھے پھر جماعت کرائے۔ اگر سائل کا یہ مطلب ہے کہ نماز کا وقت بہت تنگ ہوگیا۔ اتنا کہ فرض ہی پڑھے جائیں تو بلاشک پہلے فرض پڑھے بعد سنتیں پڑھے۔ (۱۱ نومبر ۱۹۳۸ء)

سوال: مغرب کی فرض نماز میں جماعت کے ساتھ فقط ایک رکعت ملے اور پھر دو رکعت باقی رہے تو پھر دوسری رکعت میں التحیات پڑھنا ہوگا یا نہیں؟

جواب: امام کے ساتھ مل کر مقتدی نے جو رکعت ادا کی ہے یہ اس کی پہلی رکعت ہے اس لئے دوسری رکعت پڑھ کر تشہد (التحیات) پڑھے۔ اگر پہلی میں نہ پڑھے دوسری رکعت پڑھ کر تشہد پڑھے تو یہ بھی جائز ہے۔ دونوں مذہب سلف سے

---

[1] اور اسی طرح رفع یدین کے سنت ہونے سے انکار کرنا بھی دلائل صحیحہ کی رو سے غلط ہے
(محمد داؤد راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلے آتے ہیں۔ (۱۱ / نومبر ۱۹۳۶ء)

سوال: نماز ظہر اور عصر۔ مغرب اور عشار ساتھ جمع کر کے پڑھے تو سنت نفل پڑھے یا چھوڑ دے۔

جواب: جمع صلوتین کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف فرض پڑھا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے لم یسبح بینھما یعنی نمازوں کے جمع کرنے میں نوافل، سنتیں نہیں پڑھیں۔ (۱۱ / نومبر ۱۹۳۶ء)

سوال: فجر کی نماز کے لئے کوئی شخص گھر سے سنت پڑھ کر مسجد میں آیا۔ اور اذان کا وقت ہو گیا تھا مگر اذان دیر سے ہوئی۔ اب وہ شخص پھر سنت پڑھے یا وہی کافی ہے۔ کوئی شخص گھر سے سنت پڑھ کر آیا مگر تکبیر کو دیر ہے تو وہ شخص خالی بیٹھے رہے یا وہ رکعت پھر پڑھے۔

جواب: جو سنتیں وہ پڑھ چکا ہے وہ کافی ہیں اور پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اور فجر کی سنتیں پڑھ کر بجز فرضوں کے اور کوئی نفل نہ پڑھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ صبح ہو جانے کے بعد سوا دو رکعت سنتوں کے کوئی نماز نہیں ہے۔[۱]

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳۔ ۱۱ / نومبر ۱۹۳۶ء)

سوال: اگر دس یا پندرہ یا بیس سیر دودھ یا شربت یا گھی گرم شدہ میں ناپاکی پڑ جائے تو کیا سب خراب تصور ہو گا یا کیسے کیا جائے۔ قرآن وحدیث سے جواب دیا جائے۔

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے اگر گھی گرم میں چوہا پڑ جائے تو اس کے نزدیک نہ جاؤ۔ چنانچہ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ وان کان مائعا فلا تقربوہ (ابو داؤد)۔ اگر پگھلا ہوا گھی ہو تو اس کے نزدیک نہ جاؤ۔ یہی حکم شربت اور دودھ کا ہے۔ (۱۱ / نومبر ۱۹۳۶ء)

سوال: اذان اور اقامت کے درمیان ان الفاظ میں تثویب (اعلام بعد الاعلام) ہر نماز کے لئے پکارنا "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ جائز ہے یا ناجائز؟ لغت

---

[۱] اس فتوی پر تعاقب مع جواب ص ۳۲۶ پر ملاحظہ فرمایئے فقط راز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اصطلاح شرعیہ میں تثویب کے کیا معنی ہیں؟ (از نمازیاں مسجد جانی بریلی)

جواب: ناجائز بدعت ہے کیونکہ زمانہ رسالت اور عہد خلافت میں اس کا ثبوت نہیں ملتا، تثویب لغت میں اعلان کرنا ہے اور اصطلاح شرع میں اذان نماز مکرر پکارنا ہے۔ یہ رسوم زمانہ صحابہ میں خال خال ہو گئی تھی اس لئے صحابہ کبار نے اس کو بدعت قرار دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بعد اذان تثویب کی آواز سنی تو کہا اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو، ایسا ہی ابن عمر رضی اللہ عنہم نے تثویب کی آواز سنی تو کہا کہ چلو اٹھو ہم اس بدعتی کے پاس سے نکل چلیں (حاشیہ سنبھلی بر ہدایہ صفحہ ۷۵ نمبر ۱۳)

ایک تثویب صبح کے وقت ہے۔ یعنی اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ یہ جزو اذان ہے الگ نہیں اور اس کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ بلال مؤذن باجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ایسا ہی کہتے تھے (ہدایہ حاشیہ سنبھلی نمبر ۱۶) اس کے سوا باقی ہر قسم کی تثویب بدعت ہے۔ اس میں اہل السنن کے کسی فرقہ کا اختلاف نہیں (۱۶ دسمبر ۱۹۳۲ء)

سوال: امام اور مقتدی شروع تکبیر سے اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جائیں یا جب مکبر "حی علی الصلوٰۃ" پر پہنچے۔

جواب: کسی حدیث میں میں نے یہ ترتیب نہیں دیکھی علماء کی ذہنیت ہے جس پر عمل کرنا نہ واجب ہے نہ حرام۔ (۱۶ دسمبر ۱۹۳۲ء)

تشریح: یہ بریلوی علماء کی ایجاد ہے جو صحیح نہیں ہے حدیث صحیح سے امام کا بعد تکبیر مؤذن یعنی تکبیر پوری کہنے کے بعد اپنی جگہ مصلیٰ پر کھڑا ہونا اور تکبیر تحریمہ کہنا ثابت ہے اور مقتدیوں کا امام سے بھی پہلے اپنی اپنی جگہ پر کھڑا ہونا ثابت ہے۔ "حی علی الصلوٰۃ" سے نماز کا بلاوا ہے اور "قد قامت الصلوٰۃ" کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے لئے جلد آؤ نماز قائم ہونے کو ہے ماضی بمعنی مضارع ہے اول کلام میں بھی آتی ہے اور مجاز بالمشارف بھی مسئلہ ہے حدیث یہ ہے عن ابی هريرة ان الصلوٰۃ كانت تقام لرسول الله صلى الله عليه وسلم فياخذ الناس مصافهم قبل ان ياخذ النبي صلى الله عليه وسلم مقامه (رواہ مسلم وابوداؤد) وعن ابی هريرة قال اقيمت الصلوٰۃ وعدلت الصفوف قياما قبل ان يخرج الينا النبي صلى الله عليه وسلم فخرج الينا فلما قام فی مصلاه

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحدیث متفق علیہ ولا خلاف بینہ وبین الحدیث الثانی اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی ترونی قد خرجت اخرجہ مسلم واصحاب السنن والبخاری مختصرا نیل الاوطار ص ۱۹۲ ج ۳ لان المنع قبل الخروج عن البیت والجواز بعد الخروج والخروج ور، ویتھم لہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الغرض یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے کہ مقتدیوں کے لئے لفظ "قد قامت الصلاۃ" کا لفظ سننے سے پہلے جماعت میں صفیں سیدھی کرنے کے لئے کھڑا ہونا حرام ہو جو ایسا کہتا ہے وہ غلطی پر ہے۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

علمائے کرام سے سوال حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم و آنجناب کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و دیگر ائمہ و بزرگان دین جن کے اسم ہائے مبارک ذیل میں درج ہیں ان کی نسبت جواب کو سوال کے محاذ ارقام فرمائیں اور ثواب دارین حاصل کریں (۱) بحالت نماز جماعت خلف امام سورہ فاتحہ پڑھتے تھے یا نہیں (۲) آیا آپ بحالت نماز جماعت ختم قرارت فاتحہ آمین بالجہر کہتے تھے یا نہیں (۳) آیا بحالت نماز رفع یدین کے عامل تھے یا نہیں، آیا بحالت نماز زیر ناف باندھتے تھے یا سینہ پر (۴) ماہ رمضان المبارک میں تراویح معہ وتر کتنی رکعت پڑھتے حوالہ کتب معتبرہ شرعیہ سے تحریر فرمایا جاوے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ، حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ، حضرت احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام غزالی رضی اللہ عنہ (۱۴ دسمبر ۱۹۳۲ء)

از مولوی نور الٰہی صاحب نور گھر جالمی خطیب شیخوپورہ

جواب: قرآن مجید بتاتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم اپنی مرضی سے نہیں دیا کرتے تھے بلکہ وہی فرماتے تھے جس کا حکم اللہ سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے صادر ہوتا تھا۔ (۲) رسول خدا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خدا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ارشاد فرمایا۔

لا تقرؤا بشیئ من القرآن اذا جہرت الا بام القرآن (ابوداؤد)
جب میں جہری نمازوں میں قرارت پکار کر پڑھوں تو تم اس وقت سوائے سورہ فاتحہ کے اور کوئی سورت قرآن کی میرے پیچھے نہ پڑھا کرو۔

(۳) فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب کیونکہ جو شخص سورہ فاتحہ امام کے پیچھے نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ (مشکوٰۃ باب القراۃ فی الصلوٰۃ)

(۴) آثار صحابہؓ سے تسلی۔ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے پیارے رسولؐ کے احکام عالیہ کی تعمیل بڑے تپاک سے کرتے تھے۔ آپ کا فرمان سُن کر حاضرین میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو فاتحہ خلف الامام کا قائل نہ ہو۔

(۵) چنانچہ امام ترمذی حدیث عبادہ کے ماتحت فرماتے ہیں۔ والعمل علی ھذا الحدیث فی القراءۃ خلف الامام عند اکثر اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول مالک ابن انس وابن المبارک والشافعی واحمد واسحٰق یرون القراءۃ خلف الامام۔

اکثر صحابہ کرام اور تابعین کا عمل فاتحہ خلف الامام پر تھا۔ اور امام مالک اور شافعی اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سب فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔ (ترمذی ص۴۳)

(۶) حارث اور یزید ابن شریک فرماتے ہیں۔ امرنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نقرأ خلف الامام۔ کہ ہم کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ امام کے پیچھے پڑھا کریں۔ (جزء القراءۃ للبیہقی ص۹۶، مستدرک حاکم ص۲۳۹، کنز العمال جلد ۴ ص۱۱۱)

(۷) وعن علی انہ کان یامر ان یقرأ خلف الامام اور حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ بھی فاتحہ خلف الامام کا حکم کیا کرتے تھے۔ (جزء القراءۃ ص۹۲)

(۸) وعن الحسن انہ یقول اقرءوا خلف الامام فی کل صلوٰۃ بفاتحۃ الکتاب فی نفسک اور امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے ہر ایک نماز (خواہ سری ہو یا جہری) کا سورہ فاتحہ پڑھا کرو۔ (جزء القراءۃ للبیہقیؒ)

(۹) امام غزالی بھی فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (دیکھو احیاء العلوم مصنفہ امام غزالیؒ)۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۰) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ بھی سری نمازوں میں فاتحہ کے جواز کے قائل تھے اور جہری نماز میں بھی اگر سکتات میں پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ (عمدۃ الرعایہ ص۱۷۳)

(۱۱) ملا جیون حنفی مصنف نور الانوار اپنی تفسیر احمدی میں فرماتے ہیں۔ فان الطائفۃ الصوفیۃ والمشائخین الحنفیۃ تراھم یستحسنون قراءۃ الفاتحۃ للمؤتم کما استحسنہ محمد احتیاطا فیما روی عنہ۔ صوفیہ کرام اور مشائخ حنفیہ بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرح فاتحہ خلف الامام کو مستحسن اور اچھا سمجھتے تھے احتیاطاً جس طرح ہدایہ وغیرہ میں بھی ہے۔

(۱۲) امام نووی فرماتے ہیں کہ فاتحہ خلف الامام واجب ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی یہی مذہب ہے امام مالک اور امام شافعی اور جمہور علماء صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا (نووی شرح مسلم ص۱۷۰)

(۱۳) پیر عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سورہ فاتحہ ارکان نماز میں سے ہے (غنیہ ص۱) اور اگر کوئی رکن جان بوجھ کر چھوڑ دے یا بھول جاوے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ (لہٰذا فاتحہ ضرور پڑھنی چاہیے) (غنیۃ الطالبین ص۱۲)

(۱۴) عبد اللہ بن مبارک شاگرد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ انا اقرء خلف الامام والناس یقرؤن الا قوم من الکوفیین۔ کہ میں امام کے پیچھے پڑھتا ہوں اور تمام لوگ پڑھتے ہیں مگر کوفیوں کی قوم نہیں پڑھتی (ترمذی)

(۱۵) خلاصہ تمام مضمون کا یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کو فرمایا میرے پیچھے سورہ فاتحہ ضرور پڑھا کرو ورنہ تمہاری نماز باطل ہو جائے گی۔ یہ حکم سن کر تمام جان نثار فاتحہ خلف الامام کے قائل و فاعل تھے خصوصاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ و علی مرتضیٰ وغیرہ تو حکماً پڑھوایا کرتے تھے۔ اسی طرح تابعین بھی فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے اور ائمہ کرام میں سے امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد اور امام غزالی اور امام حسن اور دیگر ائمہ بھی فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔ (۱۷ مئی ۱۹۳۵ء)

(۲) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ آمین بالجہر بعد قرات فاتحہ کہا کرتے تھے۔ وائل بن حجر کہتے ہیں۔ صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما قال ولا الضالین قال آمین ومد بہا صوتہ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پیچھے جب کبھی نماز پڑھی آپ نے ولا الضالین کے بعد آمین دراز آواز سے کہی۔
(ترمذی ص۳۲، ابوداؤد ص۱۳۵، ابن ماجہ ص۶۲) تلخیص الحبیر ص۹۰، منتقی ص۵۹،
دارمی ص۱۰۱، دارقطنی ص۱۲۷، مشکوٰۃ ص۸۰)

(۲) ایک روایت ہے :- اذا قرأ ولا الضالین قال آمین رفع بھا صوتہ۔
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ ختم کی تو آپ نے بلند آواز سے آمین کہی۔ (ابوداؤد ص۱۳۶ وعون المعبود ص۳۵۱) .

(۳) ایک روایت میں ہے۔ انہ صلی خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجھر بآمین. کہ وائل رضی اللہ عنہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے آمین بالجہر کہی۔ (ابو داؤد ص۱۴۲)

(۴) علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔
وسندہ صحیح اور سند اس کی صحیح ہے۔ وصححہ الدارقطنی۔ اور صحیح کہا اس کو دارقطنی نے (تلخیص الحبیر ص۸۹)

(۵) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں۔ حدیث وائل ابن حجر حدیث حسن. کہ حدیث وائل ابن حجرؓ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آمین پکار کر کہنے کا ذکر ہے حسن ہے۔ (ترمذی ص۳۴)

(۶) اس حدیث کے آگے امام ترمذی فرماتے ہیں۔ وبہ یقول غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین ومن بعدھم یرون ان یرفع الرجل صوتہ بالتامین ولا یخفیھا وبہ یقول الشافعی واحمد واسحق۔
اور بہت سے اہل علم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین و تبع تابعین فرماتے ہیں کہ آمین پکار کر کہی جائے اور آہستہ نہ کہی جائے اور اس طرح امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور اسحق فرماتے ہیں کہ آمین بالجہر کہنی چاہیئے۔ (ترمذی ص۳۴)

(۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قرء ولا الضالین رفع صوتہ بآمین۔
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین پڑھتے تو آمین بلند آواز سے پکار کر کہتے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اعلام الموقعین جلد ۲ ص ۔ کنز العمال جلد ۲ ص ۱۸۷)

(۸) اور تحفۃ الاحوذی میں مولانا عبد الرحمٰن فرماتے ہیں ۔ ولم یثبت من احد من الصحابۃ الاسرار بالتامین بالسند الصحیح ۔

کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے بھی صحیح سند سے آمین آہستہ کہنا ثابت نہیں ۔ (تحفۃ الاحوذی ص ۲۰۹)

(۹) حضرت عطا فرماتے ہیں ۔ ادرکت مائتین من الصحابۃ اذا قال الامام ولا الضالین رفعوا اصواتھم بآمین ۔

کہ میں نے مدینہ منورہ کی مسجد میں دو سو صحابہ کو دیکھا جب امام سورہ فاتحہ ختم کرتا تو سب کے سب بلند آواز سے آمین کہتے اور مسجد میں گونج پیدا ہو جاتی ۔

(بیہقی جلد ۲ ص ۵۹ ، اعلام جلد ۲ ص ۵ ، قسطلانی جلد ۲ ص ۸۵)

(۱۰) پیر عبد القادرؒ فرماتے ہیں ۔ والجھر بالقراءۃ وآمین ۔

کہ جہری نمازوں میں جب قراءۃ بلند آواز سے پڑھی جائے اس میں آمین بھی پکار کر کہی جائے (غنیۃ الطالبین ص ۱۰)

(۱۱) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ آمین بالجہر کو سنت قرار دیتے ہیں (احیاء العلوم)

(۱۲) خلاصہ مضمون یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نمازوں میں سورہ فاتحہ ختم کرنے کے بعد آمین پکار کر کہا کرتے تھے ۔ اور آپ کے صحابہ کرام کا یہی دستور تھا ۔ ائمہ اسلام متبع سنت اسی طرف گئے ہیں امام حسن و حسین و زین العابدین رضی اللہ عنہم اپنے نانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عمل نہیں کرتے تھے ۔ حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ کا حال مجھے معلوم نہیں ۔ کسی صاحب کو معلوم ہو تو لکھ دیں ۔

آمین بالجہر کے متعلق زیادہ تفصیل منظور ہو تو میرا رسالہ اثبات آمین بالجہر جس میں تین سو حوالے دئے گئے ہیں مطالعہ فرمائیں ۔

(نور حسین گھرجاکھی از شیخوپورہ) ۲۸ رجب ۱۳۵۴ھ

(اہلحدیث امرتسر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقل فتوی مولینا شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ

دربارہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ اما بعد نالائق و ناکارہ خلائق محمد غلام اکبر خان عفا عنہ الرحمٰن سُنّی محمدی بھائیوں کی خدمت بابرکت میں عرض کرتا ہے کہ یہ ایک فتویٰ حضرت مولینا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ کا ہے۔ کہ جسے علماء کلکتہ نے ۱۲۵۵ھ میں جناب مرزا کریم بیگ صاحب مرحوم کے اس مجموعہ سے جس میں انہوں نے تمام خاندان حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتووں کو جمع کیا ہے چھاپ کر عالم میں شائع کیا تھا۔ اس عاجز نے اس فتوے کو واسطے فائدہ عام مومنین کے بخواہش چند احباب دین باعانت محبی سراج دین و مشفقی میاں انعام اللہ صاحب کے ۱۳۰۹ھ میں طبع کرا دیا۔ خدا تعالیٰ عام مومنین کو اس سے فائدہ بخشے اور رسالہ مذکورہ مطبوعہ کلکتہ عاجز کے پاس موجود ہے جن حضرات کو اس میں کچھ شک واقع ہو وہ اس رسالہ کو ذرا تکلیف فرما کر بچشم خود دیکھ جاویں۔

سوال: اندر قرارت سورہ فاتحہ مقتدی را باقتدائے امام در نماز بملاحظہ حدیث لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب و آیہ کریمہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا چہ حکم خواہد شد و از قول ابی حنیفہ رحمہ چناں معلوم شد کہ خواندن فاتحہ باقتدائے امام مقتدی را ممنوع ست و نزد شافعی رحمہ بغیر خواندن فاتحہ عدم جواز الصلوٰۃ قرار یافتہ چہ باید کند۔ و عمل بر فتوے کدام بزرگ دریں امر مستحسن است۔ بینوا توجروا فقط۔

جواب: از مولانا شاہ عبد العزیز صاحب۔ خواندن سورہ فاتحہ باقتدائے امام مقتدی را نزد ابو حنیفہ رحمہ ممنوع است و نزد شافعی رحمہ بدوں خواندن سورہ فاتحہ عدم جواز الصلوٰۃ و نزد فقیر ہم قول شافعی رحمہ ارجح است و اولیٰ چراکہ بملاحظہ حدیث صحیح لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب بطلان نماز ثابت می شود۔ و قول ابو حنیفہ رحمہ جا بجا وارد است کہ جائیکہ حدیث وارد شود و قول من خلافش افتد، قول مارا ترک باید نمود و بر حدیث عمل باید کرد۔ و حال آیہ کریمہ واذا قرئ القرآن الخ ایں است

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ہرگاہ امام سورۂ دیگر ضم کند۔ مقتدی خاموش گردیدہ سماعت کند۔ نہ کہ برائے سورہ فاتحہ کہ ام الکتاب است مستثنیٰ است۔ از مفہوم بعض احادیث صحیحہ علمار محققین و محدثین و مفسرین دریں باب بسیار گفتگو می کردہ اند۔ منقح بریں معنی گردید کہ سورہ فاتحہ در پس امام باید خواند بایں طور کہ ہرگاہ امام لفظ الحمد بخواند مقتدی بشنود و بگوید الحمد للہ تا آخر سورہ ہمیں طور باخفار ضم کردہ باشد۔ و ہرگاہ امام بآمین برسد ہمہ مقتدیان بگویند بالمد و الجہر آمین و ایں باب ہم در صحیح بخاری حدیثے وارد شدہ است الحال شان نزول موافق بیان و تحقیقات الشیخ الاکمل شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی دریافت باید کرد کہ پیغمبر خدا صلعم در مسجد مدینہ نماز ادا مے فرمودند و صحابہ نیز باقتدائے آنحضرت صلعم نماز مے خواندند و ہر سورہ را کہ پیغمبر خدا صلعم بہ جہر ضم مے فرمودند و مقتدیان آن را بخفی مے خواندند ہرگاہ الحمد تمام نمودہ شروع سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى الَّذِي الخ فرمودند صحابہ نیز بمتابعت شروع سورۂ مذکورہ نمودند۔ پس درہمیں اثنا ایں آیت نازل گردید وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ پیغمبر خدا صلعم فرمودند قراءۃ الامام قراءۃ لہ۔ ازیں جا صاف ثابت شد کہ آیت مذکورہ برائے ممانعت سورۂ دیگر وارد گردید۔ نہ کہ برائے باز ہمہ صحابہ بہ تبعیت رسول اللہ صلعم سورۂ فاتحہ ہمیشہ ادا مے نمودند گاہے رسول اللہ صلعم ممانعت نہ فرمودند۔ لہٰذا لازم است کہ ضم فاتحہ مقتدی بہ تبعیت امام نیز کردہ باشد۔ داخل تابعان مفسرین و محدثین خواہد شد و ازیں معنی از ترک فاتحہ خلاف حدیث صحیح عملش واقع خواہد شد و چہ عجب کہ صحت ایں حدیث با امام ابوحنیفہؒ نرسیدہ باشد۔ ہرگاہ کہ الحال از صدہا و ہزارہا مردم علمار محققین مثل امام بخاریؒ و صاحب مسلمؒ و غیرہم صحت ایں حدیث ثابت شد از ترکش ملام و مطعون خواہد شد فقط۔

مختصر ترجمہ یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ مقتدی کا امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا اولیٰ اور بہت بہتر ہے۔

(مرسلہ مولوی عبدالعزیز قلعہ میاں سنگھ گوجرانوالہ ۔ اہلحدیث امرتسر صفحہ ۱۱ رجادی الثانی ۱۳۵۲ھ)

فتویٰ خاندان دہلوی بابت فاتحہ خلف الامام

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتویٰ کا اردو ترجمہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ آپ کا اصل فتویٰ فارسی میں ہے جو اوپر لکھا گیا فقط۔ (راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: سورہ فاتحہ پڑھنی مقتدی کو امام کے پیچھے بہ لحاظ حدیث لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب اور بلحاظ آیت شریف وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا کیا حکم ہوگا اور امام ابو حنیفہؒ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ الحمد پڑھنا امام کے پیچھے منع ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک بدوں پڑھے نماز جائز نہیں۔ کیا کرنا چاہیئے اور کس کے فتوے پر عمل بہتر ہے؟

جواب: پڑھنا سورہ فاتحہ کا مقتدی کو امام کے پیچھے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک منع ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک امام کے آہستہ پڑھنے میں (نماز سریہ میں) جائز بلکہ اولیٰ ہے اور نزدیک امام شافعیؒ کے بغیر سورہ فاتحہ پڑھے نماز جائز نہیں اور نزدیک فقیر کے بھی قول امام شافعیؒ کا ترجیح رکھتا ہے اور بہتر ہے کیونکہ بلحاظ حدیث صحیح لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کے نماز باطل ہونا ثابت ہوتا ہے اور قول امام ابو حنیفہؒ کا جابجا وارد ہے کہ جس جگہ حدیث صحیح وارد ہو اور میری بات اس کے خلاف پڑے۔ تو میرے قول کو ترک کر کے حدیث پر عمل کرنا چاہیئے اور مطلب آیہ کریمہ کا یہ ہے کہ جس وقت امام دوسری سورت ملاوے تو مقتدی چپ رہے اور سُنے تاکہ سورہ فاتحہ کے سوائے کہ ام الکتاب ہے اور مستثنیٰ ہے بعض احادیث صحیحہ کے مفہوم سے اور علماء محققین و محدثین و مفسرین نے اس باب میں بہت گفتگو کی ہے بالآخر تجویز یہ ہوئی کہ سورہ فاتحہ پیچھے امام کے مقتدی پڑھے اس طور کہ جس وقت امام لفظ الحمد پڑھے مقتدی سُنے اور کہے الحمد للہ آخر سورہ تک اسی طور سے باہستگی ملاوے اور جب امام آمین پر پہنچے تو سب مقتدی پکار کر آمین کہیں اور اس باب میں صحیح بخاری میں بھی ایک حدیث وارد ہے۔ اب شان نزول موافق بیان اور تحقیقات شیخ کامل شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے معلوم کرنا چاہیئے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور صحابہ بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور جس سورت کو آپ جہر سے پڑھتے مقتدی بھی آہستہ اس کو پڑھتے جب سورہ فاتحہ کو پڑھ کر سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى الَّذِیْ الخ شروع کیا تو صحابہ بھی بنظر اتباع پڑھنے لگے اسی اثناء میں یہ آیت نازل ہوئی تب رسول اللہ صلعم نے فرمایا قراءۃ امام قراءۃ مقتدی کی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت دوسری سورہ کے منع میں نازل ہوئی نہ کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورہ فاتحہ کے لیئے۔ اور پھر سب صحابہ پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سورہ فاتحہ ہمیشہ ادا کرتے رہے کبھی آپ نے منع نہ فرمایا پس لازم ہے کہ سورہ فاتحہ کو مقتدی امام کے پیچھے پڑھا کریں تابعداروں میں مفسرین اور محدثین کے داخل رہیں۔ اور سورہ فاتحہ کے چھوڑنے میں خلاف حدیث صحیح کے ہوگا۔ اور کیا تعجب ہے کہ صحت اس حدیث کی امام ابوحنیفہ رح کو نہ پہنچی ہو اور جب کہ صدہا اور ہزارہا علماء محققین مثل امام بخاری وصاحب مسلم وغیرہ رحمہم اللہ پر صحت اس کی ثابت ہوگئی تو اس کے چھوڑنے میں مطعون ہوگا۔ انتہیٰ۔"

قارئین کرام کو معلوم ہوگا کہ شاہ عبدالعزیزؒ و شاہ ولی اللہ صاحب کہاں تک حق بجانب ہیں کیا ان کا یہ قول قابل عمل نہیں؟ سلیم الطبع حضرات فوراً اس پر عمل پیرا ہوکر ثواب دارین کے مستحق ہوں گے۔ لیکن جو لوگ تقلید کے پیچھے اپنی قوت مدرکہ سلب کر چکے ہیں اور ہٹ دھرمی کا مادہ جن کے رگ رگ میں پیوست ہے وہ کسی حالت سے اس پر عمل کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے اور ایسے لوگ میری تحریر سے مستثنیٰ ہیں یہ تو ان لوگوں کے لئے لکھا گیا جنہیں حق کی تلاش منظور ہے۔

حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایہ میں فرماتے ہیں: "روی عن محمد انه استحسن قراءة الفاتحة خلف الامام فی السرية وروی مثله عن ابی حنيفة صرح به فی الهداية والمجتبیٰ شرح مختصر القدوری وغيرهما وهذا هو مختار كثير من مشائخنا"۔

یعنی امام محمدؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کو سری میں مستحسن بتایا ہے اور اسی طرح امام ابوحنیفہ رح سے روایت کیا گیا ہے اور اسی کو ہمارے بہت سے مشائخ نے اختیار کیا ہے۔

عبداللہ ابن مبارک (شاگرد امام اعظم) فرماتے ہیں انا اقرء خلف الامام والناس يقرؤون الا قوم من الكوفيين۔ میں اور لوگ امام کے پیچھے پڑھتے ہیں مگر کوفے والوں میں سے ایک قوم (یہ اشارہ ہے امام اعظم صاحب کی طرف) علامہ شعرانی لکھتے ہیں:۔ لابی حنيفة ومحمد قولان احدهما عدم وجوبها على الماموم بل ولا تسن وهذا قولهما القديم وادخله محمد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی تصانیفه القدیمة انتشرت النسخ الی الاطراف وثانیهما استحسانها علی سبیل الاحتیاط وعدم کراهتها عند المخافتة للحدیث المرفوع لاتفعلوا الا بام القرآن وفی روایة لا تقرؤا بشیء اذا جهرت الا بام القرآن وقال عطاء کانوا یرون علی الماموم القراءة فی ما یجهر فیه الامام فی مالیس فرجعا من قولهما الاول الی الثانی احتیاطا انتهی۔ کذا فی غیث الغمام حاشیة امام الکلام۔ خلاصہ ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اور امام محمد رحمہ کے دو قول ہیں ایک یہ کہ مقتدی کو الحمد للہ پڑھنا نہ واجب ہے اور نہ سنت اور ان دونوں امام کا یہ قول پرانا ہے اور امام محمد رحمہ نے اپنی قدیم تصنیفات میں اس قول کو درج کیا ہے اور ان کے نسخ اطراف وجوانب میں پھیل گئے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مقتدی کو نماز میں الحمد پڑھنا مستحسن ہے احتیاطاً اس واسطے کہ حدیث مرفوع میں بآواز بلند قراءت کروں تو تم لوگ کچھ نہ پڑھو مگر سورہ فاتحہ اور عطاء نے کہا (عطاء کے متعلق امام اعظم رحمہ فرماتے ہیں ما رأیت فیمن لقیت افضل من عطاء یعنی عطاء سے افضل میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ (تخریج زیلعی ص۲۴۸ ج ۱) کہ لوگ (صحابہؓ وتابعینؒ) کہتے تھے کہ نماز سری وجہری دونوں میں مقتدی کو پڑھنا چاہیئے پس امام ابوحنیفہ رحمہ اور امام محمد رحمہ نے احتیاطاً اپنے قول سے دوسرے قول کی طرف رجوع کیا۔ علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔

"بعض اصحابنا یستحسنون ذلک علی سبیل الاحتیاط فی جمیع الصلوٰۃ وبعضهم فی السریة فقط وعلیها فقهاء الحجاز والشام کذا فی غیث الغمام، ص۱۰۶۔

یعنی ہمارے بعض فقہاء حنفیہ نے ہر نماز میں خواہ سری ہو یا جہری امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو احتیاطاً مستحسن بتاتے ہیں اور بعض فقہاء فقط سری میں مکہ اور مدینہ اور ملک شام کے فقہاء کا اسی پر عمل ہے اور شیخ الاسلام مولانا عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں۔ لو کان فی فمی یوم القیمة جمرة احب الی من ان یقال لا صلوٰۃ لک۔ اگر قیامت کے روز میرے منہ میں آگ ہو تو یہ بہتر ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بات سے کہ کہا جائے کہ تیری تو نماز ہی نہیں ہوئی۔ مولانا موصوف کے اس کلام سے اشارہ ہے اس گھڑی اور ضعیف حدیث کی طرف کہ جو شخص امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے گا تو اس کے منہ میں قیامت کے دن آگ بھرا جائے گا۔ ملا جیون صاحب نور الانوار تفسیر احمدی میں لکھتے ہیں۔ فان رایت الطائفة الصوفية والمشائخين الحنفية تراهم يستحسنون قراءة الفاتحة للمؤتم كما استحسنه محمد رح ايضا احتياطا فيما روى عنه انتهى۔ اگر جماعت صوفیہ اور مشائخین کو دیکھو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ لوگ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحسن بتاتے ہیں جیسا کہ امام محمد رح استحسان کے قائل تھے؛ اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح نے امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو افضل بتایا ہے۔ دیکھو.... حجۃ اللہ البالغہ اور اپنے والد ماجد شاہ عبد الرحیم صاحب کے متعلق فرماتے ہیں۔

"مخفی نماند کہ حضرت ایشاں در اکثر امور موافق مذہب حنفی عمل مے کردند الا بعض چیزہا کہ بحسب حدیث یا باوجدان بمذہب دیگر ترجیح مے یافتند از اں جملہ آنست کہ در اقتدا امام سورہ فاتحہ می خواندند و در جنازہ نیز" اور مولینا محمد اسمٰعیل شہید رح برادر زادہ شاہ عبد العزیز رح تنویر العینین میں فرماتے ہیں۔

يظهر بعد التامل فى الدلائل ان القراءة اولى من تركها فقد قولنا فيه على قول محمد۔ تامل کے بعد دلائل میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنا بہتر ہے نہ پڑھنے سے پس اس مسئلہ میں ہمارا قول امام محمد رح کے قول کے موافق ہے۔ لباب الالباب حنفی شرح ھدایہ میں لکھتے ہیں

انه لم يعتبر محمد رح بخلاف من قال تفسد صلوة المقتدى بقراءة خلف الامام لانه بعيد عن قواعد الشرع انتهى "زبدة الالباب"

یعنی امام محمد رح نے نہیں اعتبار کیا اس شخص کے خلاف کرنے کا جو کہتا ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے سے مقتدی کی نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ یہ بات قواعد شرع سے بعید ہے۔ تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی رح نقل فرماتے ہیں وافقنا ابو حنيفة فى ان القراءة خلف الامام لا تبطل الصلوة انتهى۔ ہماری موافقت ابو حنیفہ رح نے کی اس بات میں کہ الحمد امام کے پیچھے پڑھنے سے نماز باطل نہیں ہوتی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتویٰ مذکور کی سند کے متعلق مولوی محمد سعید صاحب بنارسی مرحوم تعلیم المبتدی میں لکھتے ہیں کہ یہ فتویٰ میں نے مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم دیوبندی کے مجموعہ قلمی میں جو انہوں نے اپنے والد ماجد مولانا مملوک علی صاحب مرحوم سے اور انہوں نے مولانا عبدالحی صاحب مرحوم نواسہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے حاصل کیا تھا بچشم خود دیکھا تھا اور نیز علماء کلکتہ نے ۱۲۵۶ھ میں بزمانہ شاہ محمد اسحاق صاحب دہلویؒ مجموعہ مرزا اکرم اللہ بیگ صاحب و مرزا رحمت اللہ بیگ صاحب مرحوم سے جو انہوں نے مولانا عبدالحی صاحب مرحوم سے حاصل کیا تھا نقل لے کر طبع کرایا تھا۔ اور نیز مولانا جلال الدین احمد صاحب مرحوم اپنے رسالہ زبدۃ الایان میں جو بزمانہ مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب مرحوم دہلوی ۱۲۵۶ھ میں طبع ہوا تھا۔ فتویٰ مذکور کی سند نقل فرماتے ہیں انتھی۔ نسیم الانصاری مؤآئمی الہ آبادی (سائر علوم حاضرہ) مؤائمہ اعظم گڑھ۔ (اہلحدیث امرتسر ص۹۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۴ء)

سوال: چونہ کی دیوار یا چونہ سے پتی ہوئی دیوار پر تیمم جائز ہے یا نہیں؟ مسجدوں میں مسائل کے تختے لگے رہتے ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ مٹی کی جنس مثلاً پتھر کنکر چونہ گچ وغیرہ سے تیمم جائز ہے۔

جواب: تیمم کی بابت ارشاد ہے فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا۔ یعنی پاک مٹی پر تیمم کیا کرو۔ چونہ وغیرہ کو علماء حنفیہ نے مٹی پر قیاس کر کے جائز لکھا ہے۔ خاکسار کے نزدیک اس میں شبہ ہے۔

(۲۵ جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ)

سوال: مغرب کا وقت کتنے وقت تک رہتا ہے اور عشاء کا وقت مغرب سے کتنی دیر بعد شروع ہوتا ہے؟

جواب: نماز مغرب کا وقت مشرق میں سیاہی اٹھنے سے مغرب کی سرخی گم ہونے تک ہے۔ بعد سرخی گم ہو جانے کے نماز عشاء کا وقت ہے۔ بس یہی ہر موسم کا قانون ہے۔

(۱۶ رجب ۱۳۴۵ھ)

سوال: ظہر کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے اور عصر کی نماز آخر وقت ظہر سے کتنی دیر بعد پڑھی جا سکتی ہے؟

جواب: سورج ڈھلنے کے وقت سے شروع ہو کر مسجد کی مشرقی دیوار کا سایہ دیوار جتنا ہو جائے تو نماز عصر کا وقت ہو جاتا ہے۔ (۱۶ رجب ۱۳۴۵ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اطلاع: اخبار اہلحدیث مؤرخہ یکم اپریل مطابق ۷ ؍ رمضان المبارک کے پرچے میں بجواب سوال ع۱۰ جناب نے تحریر فرمایا ہے۔ مجھے کسی حدیث میں نہیں ملا دعا مانگنے کے لیے عام طریق دست برداری آیا ہے وہ یہاں بھی لگایا جاوے تو جائز ہے۔ سو جواباً عرض ہے کہ جزء رفع یدین مؤلفہ امام بخاری ص۲۸ میں ہے۔ حدثنا مسدد ثنا یحییٰ بن سعید عن جعفر قال حدثنی ابو عثمان قال کان عمر یؤم الناس ثم یقنت بنا عند الرکوع یرفع یدیہ حتی یبدو کفاہ الی آخرہ۔ ابو عثمان روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ ہم لوگوں کو امامت کراتے تھے پھر رکوع کے وقت ہاتھ اٹھا کر قنوت کرتے تھے اس میں مطلق قنوت میں ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ عام اس سے کہ قنوت وتر ہو۔ یا قنوت فجر اور سوال میں قنوت وتر کا ذکر ہے سو اس کے متعلق صفحہ ہذا کی اگلی حدیث میں تصریح ہے۔

حدثنا عبد الرحیم المحاذی ثنا زائدۃ عن لیث عن عبد الرحمن بن الاسود عن ابیہ عن عبد اللہ انہ کان یقرء فی آخر رکعۃ من الوتر قل ھو اللہ احد ثم یرفع یدیہ ... فیقنت قبل الرکعۃ۔ حضرت عبد اللہ سے روایت ہے کہ وہ آخر رکعت وتر میں قل ھو اللہ پڑھتے تھے۔ اور رکوع سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علاوہ دعا میں عام طریق دست برداری کے خاص قنوت وتر میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے۔ ھذا ما ظھر لی والعلم عند اللہ (۱۹ شوال ۱۳۴۳ھ)

سوال: سرور کائنات فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ہر نماز کی نیت کس طرح باندھتے تھے اور آج اہل حدیث کس طرح باندھتے ہیں۔ اگر نیت باندھنے میں فرض سنت وغیرہ کا نام نہ لیا جاتا تھا۔ تو سب نمازوں میں فرق کیا ہے اور یہ مشہور ہے کہ ہر وقت کی نماز میں اتنے سنت و فرض ہیں۔ وہ کون سی حدیث ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہر وقت کی نماز میں اتنے فرض و سنت ہیں۔ جس میں بتایا گیا ہے۔

جواب: محدثین کے نزدیک نماز کے دو حصے ہیں۔ مکتوبہ اور تنفل سنت مؤکدہ غیر مؤکدہ سب دوسری قسم میں داخل ہیں۔ نیت دل کا فعل ہے۔ ہم روز نیت کرتے ہیں اور لفظ کبھی ہمارے منہ سے نہیں نکلتا۔ محض دل میں ہوتا ہے کہ ہم وہ نماز پڑھنے لگے ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کو فرض کہا جاتا ہے اور اب وہ پڑھتے ہیں جن کو سنت یا نفل کہا جاتا ہے۔ منہ سے لفظ کوئی نہیں نکلتا۔ نہ ضرورت ہے۔ اللہ اعلم۔ (۲۹ اپریل ۱۹۲۷ء)

سوال: بعد نماز فرض ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بدعت ہے؟ اگر نہیں تو جو شخص بدعت خیال کرے وہ کس درجہ کا مسلمان ہے۔

جواب: بعد نماز فرض ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا سنت ہے نہ بدعت۔ کیونکہ ایک دو ضعیف روایتوں میں ثبوت ملتا ہے جن سے نہ سنت ثابت ہوتی ہے نہ بدعت۔ کہہ سکتے ہیں جو اس کو بدعت کہتا ہے اُسے حضرت میاں صاحب دہلوی کا فتویٰ اس مسئلہ کے متعلق دیکھنا چاہیے تاکہ بدعت کہنے میں جلدی نہ کرے۔ (۱۰ ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ)

شرفیہ: بات یہ ہے کہ اس معاملہ میں افراط و تفریط ہو رہی ہے بعض مجوز ترک کو کبھی بھی جائز نہیں جانتے یہ بھی زیادتی ہے اور فریق مانع کا یہ غلو ہے کہ وہ اس دعا سے جو بحکم عادت نبوی بعد فرائض ہاتھ اٹھا کر پھیلا کر اللہ تعالیٰ سے اپنے مطلب کی درخواست کی جاتی ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعد فرائض برفع یدین دعا کی ہے اور امت کو بھی ترغیب دی ہے فرمایا ہے کہ یہ وقت قبولیت دعا کا ہے پھر یہ بھی فرمایا کہ دعا کا یہ بھی طریقہ ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے اس لئے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اپنے دربار سے اپنے بندے کو خالی ہاتھ پھیرنے سے شرم آتی ہے یعنی پھر قبول فرماتا ہے تو ان مانعین کو اس سے سخت نفرت ہوتی ہے اور اٹھ کر ایسے بھاگتے ہیں جیسے کوئی ہائے ... بھاگتا ہے گویا یہی سنت کے عامل ہیں دوسرے نہیں کہتے کیا ہیں بعض یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہی نہیں نہ قولاً نہ فعلاً بعض کہتے ہیں اگر ہے تو اس پہ دوام ثابت نہیں یا لزوم ثابت نہیں کوئی ان سے پوچھے کہ جناب جو کام آپ کرتے ہیں کیا یہ فعل یا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح ثابت ہے جیسے آپ سلام پھیرتے ہی جوتی سنبھال اُٹھ بھاگتے ہیں پھر کیا یہ اگر ہے تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوام ثابت ہے یا آپ نے اس کو لازم قرار دیا ہے اور اگر یہ آپ ثابت نہیں کرتے اور آپ نے اس کو لازم کر لیا ہے تو پھر۔

"این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند" سچ ہے

ہر یکے ناصح برائے دیگراں ⁂ ناصح خود یافتم کم در جہاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کہتا ہوں اصل بات یہ ہے کہ بحکم قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي پ ۳ ع ۱۲-
جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے اس میں یہ تلاش کرنے کی ضرورت
نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سنت پر بلکہ اپنے فعل پر دوام کیا ہے یا قولاً اس پر دوام
کا حکم دیا ہے پھر جب تک کہ اس کا نسخ یا اور کوئی خلاف وجہ ثابت نہ ہو اس پر بلا چون و
چرا عمل جائز باعث ثواب ہے ورنہ طرفین کا بہت سی سنتوں پر عمل کرنا مشکل ہوگا جن پر
ان کا عمل ہے اور دوام کی نص صریح نہیں باقی رہا استدلال دوام پر کان یفعل کذا
سے تو یہ صحیح نہیں یہ حکم اکثری ہے کلی نہیں بلکہ بعض مقام میں اکثری بھی نہیں۔ آپ مشکوٰۃ باب
القراءۃ فی الصلوٰۃ یا نیل الاوطار وغیرہ بلکہ احادیث منقولہ دریں تحریر ہی کو ملاحظہ
کر کے تمام حدیثوں کے کان یفعل کذا کو آپس میں تطبیق دیجئے تو آپ کو معلوم
ہوگا کہ دوام نہیں ورنہ تناقض معلوم ہوگا ولیس کذالك فی نفس الامر بل فی فھم
الفاھم خلاصہ یہ کہ اگر مانعین کے دلائل ثابت بھی ہوں تو ان سے ان کے عمل کا جواز
ثابت صرف ہوگا نہ کہ دوام اور یہ نہیں کہ اس کے سوا جو اور حدیثوں سے ثابت ہے
وہ جائز نہ ہو بلکہ وہ راجح ہوگا۔ اس لئے کہ مجوز مثبت فعل یا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ہے اور مانع عدم کا مدعی اور عدم سے وجود اولیٰ و افضل ہے جیسے بفرض تسلیم
قول احناف رفع یدین فی الصلوٰۃ و عدم رفع کہ مدعی رفع یدین مثبت وجود سے ہے
اور اس کا خلاف عدم محض لہٰذا مثبت مقدم ہے نافی پر کما تقرر فی اصول الحنفیۃ
اور میں نے مانعین کے دلائل کو لفظ اگر سے اس لئے تعبیر کیا ہے کہ ان کے دلائل ترک
دعا یا ترک دعا برفع الیدین پر نص نہیں اس لئے کہ مسند عبد الرزاق کی روایت
عن انسؓ قال صلیت وراء النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فکان ساعة
یسلم یقوم ثم صلیت وراء ابی بکر فکان اذا سلم وثب فکانما یقوم
عن رضفة انتھی ولم یذکر سنده بکمال ولا صحته او سقمه۔
پس بفرض صحت اس میں عدم دعا یا دعا برفع یدین کی نفی کی نص نہیں صرف مانعین
کا استنباط ہے اس لئے کہ سلام پھیرنے کی ساعت میں اٹھنے سے دعا یا رفع یدین کی
نفی لازم نہیں دعا یا رفع یدین بدین قلیل مدت میں بھی ہوسکتا ہے بلکہ ہوتا تھا کما
سیاتی یہ قلت کثرت ذکر مقابلہ میں ہے کہ آپ نے کم ذکر کیا کبھی زائد امام شوکانی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے تعدہ اولیٰ میں صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بحث میں یہی وجہ لکھی ہے جو میں نے لکھی ہے صلالا ج ۲۔ پس بعد فرض نماز جلدی اُٹھنے سے دعاء بہ رفع یدین کی نفی ثابت نہیں بوجہ مذکور پس ثابت ہوا کہ مانعین کا استدلال صریح سنت سے نہیں ہاں سنت سے انکار استنباط واجتہاد غلط ہے جس پہ اتنا ناز ہے کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ سچ ہے۔ دعویٰ اتنا بڑا اور دلیل ایک بھی نہیں۔ خلاصہ یہ کہ اگر کوئی صاحب صریح سنت سے ثابت کر دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بعد نماز فرض بعد سلام فوراً بلا دعاء بلا رفع یدین اٹھنا لازم ہے یا کوئی صحابہؓ ہی سے یہ تصریح کر دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد سلام پھیر کر فوراً بلا دعاء و بلا رفع یدین اٹھ جایا کرتے تھے کبھی بھی آپؐ بعد سلام ذرا دیر بھی نہیں بیٹھتے تھے اور نہ ہی آپ نے بعد سلام دعاء یا ذکر وہیں بیٹھ کر کیا یا ہاتھ نہیں اٹھائے تو بیشک مانعین کا استدلال صحیح ہوگا مگر صحیح حدیث سے ثابت کرنا ہوگا ایسی ویسی بے ثبوت روایت سے نہیں و اذ لیس فلیس اور یہ نہ ہوا اور نہ ہی انشاء اللہ ہوگا تو پھر مجوزین کا عمل بالسنت ثابت ہوا اس پر عمل صحیح دگر ترجیح رہا اعتقاد لزوم و وجوب تو یہ سوا فرائض کسی سنت کا بھی صحیح نہیں عمل صحیح ہے اب مجوزین کے دلائل ملاحظہ ہوں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد نماز فرض اذکار و ادعیہ قلیلہ وکثیرہ ثابت ہیں اور رفع یدین بالدعا بھی اور آپ نے ترغیب بھی اس امر پر فرمائی ہے اور آپ کبھی کبھی بعد نماز فرض جلدی نہیں بھی اٹھتے تھے خاصی دیر وہیں جلوس افروز ہوتے عن جابر بن سمرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقوم من مصلاہ الذی یصلی فیہ الصبح حتی تطلع الشمس فاذا طلعت الشمس قام الحدیث بطولہ صحیح مسلم مشکوٰۃ صلا ج ۲

عن ام سلمۃ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم قام النساء حین یقضی تسلیمہ وھو یمکث فی مکانہ یسیرا قبل ان یقوم الحدیث رواہ احمد والبخاری نیل الاوطار صلا۲۶ ج۲ وعن یزید بن الاسود قال حججت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع قال فصلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبح ثم انحرف جالسا فاستقبل بوجہ وذکر قصۃ رجلین اللذین لم یصلیا ونھض رواہ احمد وابوداؤد والنسائی و

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الترمذی وقال حسن صحیح نیل الاوطار ص۲۶۱ ج ۲ - وعن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللّٰھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام رواہ احمد ومسلم والترمذی وابن ماجہ نیل ص۲۶۲ ج ۲ - وعن ام سلمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول اذا صلی الصبح حین یسلم اللّٰھم انی اسئلک علما نافعا ورزقا طیبا وعملا متقبلا رواہ احمد وابن ماجہ وابن ابی شیبۃ نیل الاوطار ص۲۶ ج ۲ - وعن المغیرۃ بن شعبۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی دبر کل صلوٰۃ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر الی آخر الکلمات متفق علیہ" نیل" ص۲۵۸ وعن سعد انہ کان یعلم بنیہ ھولاء الکلمات ویقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یتعوذ بھن دبر الصلوٰۃ اللّٰھم انی اعوذ بک من الجبن واعوذ بک من البخل واعوذ بک من ارذل العمر واعوذ بک من فتنۃ الدنیا وعذاب القبر رواہ البخاری مشکوٰۃ ص۸۸ ج ۱ وعن ابی امامۃ قال قیل یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوٰت المکتوبات رواہ الترمذی وحسنہ قال الامام الشوکانی نیہ فیہ تصریح بان اللیل ودبر الصلوٰت المکتوبات من اوقات الاجابۃ وعند الترمذی وقال حسن صحیح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال فی دبر صلوٰۃ الفجر وھو ثان رجلیہ قبل ان یتکلم لا الٰہ الا اللہ وحدہ الی آخر الکلمات عشر مرات کتب اللہ لہ عشر حسنات الحدیث وورد مثل ھذہ الکلمات عنہ صلی اللہ علیہ وسلم عقب المغرب والفجر بخصوصھما عند احمد والنسائی نیل الاوطار ص۲۶۰ تا ص۲۶۱ ج ۲ وعن محمد بن یحیی الاسلمی قال رایت عبد اللہ بن الزبیر ورأی رجلا رافعا یدیہ قبل ان یفرغ من صلوٰتہ فلما فرغ منھا قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرفع یدیہ حتی یفرغ من صلوٰتہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رواہ الطبرانی وقال فی مجمع الزوائد رجالہ ثقات نیز قلمی ص۲۳۳ ج۲ وعن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم الصبح فافرغوا الی الدعاء وبکروا فی طلب الحوائج الحدیث کذا فی کنز العمال ص۱۶۱ ج۱ بحوالہ الصحیح مسلم وابوداؤد والنسائی ص۱۶۲ وغیرہم وعن مالک ابن یسار ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا سألتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم رواہ ابوداؤد والترمذی وفیہ ضعف لکنہ اخرجہ ابن ماجۃ والطبرانی والحاکم فی المستدرک عن ابن عباس وحسنہ فی الجامع الصغیر وایضاً عند ابن ماجۃ عن ابن عباس مرفوعاً اذا دعوت اللہ فادع اللہ ببطن کفیک وحسنہ ایضا فی الجامع الصغیر للامام السیوطی وعن ابی بکرۃ مرفوعاً سلوا اللہ ببطون اکفکم رواہ الطبرانی فی الکبیر رجالہ رجال الصحیح غیر عمار بن خالد الواسطی وھو ثقۃ مجمع الزوائد فتاوی نذیریہ ص۲۴۶ لفظ اذا دعوتم یا اذا دعوت میں کلمہ اذا عام ہے۔ اس سے اصطلاح شرعیہ میں موجبہ کلیہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسعید بن معلی کو بلایا وہ نماز میں تھے نہ آئے بعد نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ میں نے تم کو بلایا تھا تم کیوں نہیں آئے انہوں نے نماز کا عذر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیۃ شریفہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ سے آپ کے بلانے پر فوراً آپ کے پاس آنے یا جواب دینے پر اس آیت سے استدلال کیا، فرمایا اَلَمْ یَقُلِ اللّٰہُ الخ صحیح بخاری ص۶۴۳ ج۲ پس اذا سألتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم سے بوقت دعا ہاتھ اٹھانا سنت سے ثابت ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگو دعا کرو ہاتھ اٹھا کر مانگو اور خصوصاً بعد نماز فرض وقت اجابت دعا کا ہے ہاتھ اٹھا کر مانگو اور یہ بھی ثابت ہے کہ جب بندہ ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے تو خالی ہاتھ پھیرنے سے اس کو شرم آتی ہے لہٰذا وہ ضرور دیتا ہے۔ عن سلمان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ربکم حی کریم یستحیی من عبدہٖ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردھما صفرا رواہ الترمذی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وابوداؤد والبیھقی فی الدعوات الکبیر واحمد وابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی المستدرک وقال صحیح علی شرط الشیخین (الترغیب والترھیب) وکنز العمال فتاوٰی نذیریہ ص۳۴۶ ج۱ وعن ابی صالح عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یسئل اللہ یغضب علیہ التی ضعفہ ابن معین وقواہ ابوزرعۃ والحدیث اخرجہ ایضا احمد والبخاری فی الادب المفرد وابن ماجۃ وابن ابی شیبۃ والبزار والحاکم تنقیح الرواۃ ص۷ ج۲ وعن النعمان ابن بشیر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الدعاء ھو العبادۃ وقال ھذا حدیث حسن صحیح واخرجہ ایضا البخاری فی الادب المفرد وابن حبان والحاکم وابن ابی شیبۃ والبیھقی تنقیح الرواۃ ص۷ ترمذی ص۱۷۳ ج۲۔

خلاصہ یہ کہ بعد نماز فرائض ہاتھ اٹھا کر دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل اور قول دونوں سے ثابت ہے اور دوام کی تلاش لغو ہے ورنہ مانع کو بھی اپنے طریق یعنی سلام پھیرتے ہی اٹھ بھاگنے کا پہلے ثبوت پھر دوام کا ثبوت دینا ہوگا نیز یہ کہ بعد فرائض آخر کیا صورت اختیار کی جائے اس کا ثبوت بذمہ مانع ہے جب ساری باتیں ثابت ہو چکیں تو اب "ہیئت کذائیہ" کی ہیچ فضول اور صرف بہانہ بازی ہے جو لغو ہے سنت سے بعد فرائض ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا او پر ثابت ہو چکا امام کے ساتھ دعا کرنا بھی سورہ فاتحہ کے بعد آمین بلند آواز سے کہنے پر اشارہ ہے نیز جماعت میں قبولیت کی بھی امید زائد ہے اور اس میں اتحاد و محبت و اتفاق کا زیادہ ہونا بھی ہے صحیح بخاری کی طویل حدیث میں ہے کہ جب بہت لوگ مل کر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کا حال فرشتوں سے دریافت کرتا ہے کہ وہ کیا مانگتے ہیں فرشتے کہتے ہیں کہ وہ جنت مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم گواہ رہو میں نے ان کو بخش دیا مشکوٰۃ ص۱۹۷ ج۱ یہ فائدہ جماعت میں مل کر دعا مانگنے کا ہے۔ خصوصاً بعد فرائض خصوصاً برفع یدین خصوصاً جماعت کے ساتھ مل کر دعا کرنے میں اور اگر ایسے ہی بے فائدہ حجت بازی سے یا مطالبۂ دوام" یا ہیئت کذائیہ" کے عذر سے ٹالیں گے تو پھر جن سنتوں پر وہ عمل کرتے ہیں ان پر بھی یہی اعتراض ہوگا مثلاً بعد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکبیر تحریمہ دعائے ثنا تسبیحات رکوع و سجود الغرض ہر ایک ذکر دعا مع ہیئت کذائیہ بالدوام ایسے ہیں اور بھی بہت سی سنتیں ہیں جن پر عمل عموماً اہل حدیث کا ہے مگر یہ ہیئت کذائیہ دوام ولزوم کا ثبوت صریح نہیں ولعل فیہ کفایۃ لمن لہ درایۃ واللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ (ابو سعید شرف الدین دھلوی)

تشریح از حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری۔ احادیث سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا سنت ہے لیکن اس کا التزام یہاں تک کہ اس کے تارک پر انکار و ملامت کیا جائے بلاشبہ بدعت ہے۔ مطلق جواز و سنت کے ثبوت کے لیے "تحفۃ الاحوذی" دیکھئے اور التزام کے بدعت ہونے کے لئے الاعتصام للشاطبی پڑھئے میں بغیر التزام کئے ہوئے کبھی کبھی ہاتھ اٹھا کر دعا کر لیا کرتا ہوں فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو مطلقاً بدعت کہہ دینا غلو اور زیادتی ہے حفظنا اللّٰہ۔

(مرسلہ مولانا عبد الرؤف جھنڈے نگری) نقل فتویٰ حضرت مولانا سید نذیر حسین رحمۃ اللّٰہ علیہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد فرض نماز کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

جواب: ہاتھ اٹھا کر بعد نماز فرض کے دعا مانگنا درست ہے کتاب عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی میں ہے۔ حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو اسحق یعقوب بن خالد بن یزید البالسی حدثنا عبد العزیز بن عبد الرحمن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوۃ ثم یقول اللّٰھم الٰھی والٰہ ابراھیم واسحٰق ویعقوب والٰہ جبرئیل ومیکائیل واسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتک فانی مذنب وتنفی عنا الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللّٰہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبتین۔

یعنی انس رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ ہر نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر کہے ''اللّٰھم الٰھی والٰہ ابراھیم الخ'' تو اللّٰہ تعالیٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے دونوں ہاتھوں کو نامراد نہیں پھیرتا ہے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بعد فرض نماز کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست ہے۔ اس حدیث کے راویوں میں ایک راوی عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن اگرچہ متکلم فیہ ہے جیسا کہ میزان الاعتدال وغیرہ میں مذکور ہے لیکن اس کا متکلم فیہ ہونا ثبوت جواز و استحباب کے منافی نہیں کیونکہ حدیث ضعیف سے جو موضوع نہ ہو استحباب و جواز ثابت ہوتا ہے۔ قال فی فتح القدیر فی الجنائز الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع قال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا ابو معمر المقری حدثنی عبد الوارث حدثنا علی بن زید عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدہ بعد ما سلم وھو مستقبل القبلۃ فقال اللھم خلص الولید بن الولید وعیاش بن ابی ربیعۃ وسلمۃ بن ہشام وضعفۃ المسلمین الذین لا یستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا من ایدی الکفار ذکرہ الحافظ ابن کثیر فی تفسیر آیۃ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۔

یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سلام پھیرنے کے اپنے ہاتھ کو اٹھایا اور آپ قبلہ رو تھے پس کہا اللھم خلص ولید بن الولید الخ۔ اس حدیث کے راویوں میں علی بن زید ہے جس کو حافظ ابن حجر نے تقریب میں ضعیف کہا ہے لیکن اس کا ضعیف ہونا ثبوت جواز و استحباب کے منافی نہیں ہے کما مر۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ عن الاسود بن عامر عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیہ ودعا الحدیث یعنی عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ پس جب آپ نے سلام پھیرا تو قبلہ کی طرف سے منحرف ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور دعا کی۔ ان احادیث سے بعد نماز فرض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا قولاً و فعلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا۔ واللہ اعلم حررہ العاجز عین الدین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین — فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۲۹۹

سوال: نماز باجماعت ہو رہی ہے۔ مقتدی کا دو رکعت پڑھنے کے بعد وضو ٹوٹ گیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد وضو کرتے کرتے امام نے ایک رکعت پڑھ لی۔ وہ چوتھی رکعت میں آکر شامل ہوا۔ اب وہ پہلی رکعتیں شمار کرے گا یا ساری نماز دہرائے گا۔ جواب باسند ہو۔ اسی طرح اگر چوتھی رکعت کے رکوع سے پہلے وضو ٹوٹ جائے اور وضو کرتے امام سلام پھیرے تو اب مقتدی کیا کرے؟

جواب: وضو ٹوٹ جانے کے بعد کیا کرے۔ اس کے متعلق دو مذہب ہیں۔ ایک یہ کہ جدید وضو کر کے نماز نئے سرے سے شروع کرے۔ امام کے ساتھ جو رکعت پائی اسے اپنی پہلی سمجھے۔ اور اگر امام فارغ ہو چکا ہے تو اپنی نماز سرے سے شروع کرے جس طرح ممکن ہو۔ غرض بالکل نئی نماز ہے۔ یہ مذہب محدثین کا ہے اس کے متعلق ایک حدیث آئی ہے۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ وضو کر کے آئے تو جتنی پہلے پڑھ چکا ہے اسے محسوب کرے اور باقی پڑھے۔ اگر امام فارغ ہو چکا ہے تو بقیہ نماز مسبوق کی طرح اکیلا پڑھے یہ مذہب حنفیہ کا ہے۔ اس کے متعلق جو حدیث آئی ہے محدثین اس کو ضعیف کہتے ہیں میرا ناقص علم اس بارہ میں یہ ہے کہ میں نئے سرے سے نماز پڑھنا اولیٰ اور بنا کو جائز جانتا ہوں۔ اللہ اعلم (۱۴ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ)

بزرگان دیوبند اور اہل حدیث

حضرات ناظرین! آجکل دیوبندی حضرات کی تحریرات و تقریرات سن کر اور دیکھ کر حیرت ہوتی ہے جس وقت وہ جماعت اہل حدیث کے مخصوصہ مسائل پر مذہبی نزلہ گراتے ہیں اور ان کو لامذہب و غیر مقلد و ظاہر پرست وغیرہ القاب سے یاد کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہ مسائل مقبولہ و مسلمہ ہیں جن کو بزرگان دیوبند جیسے مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی و مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی تسلیم کر چکے ہیں۔

آہ کیا وہ متبعین علماء دیوبند جو نسبت حنفیت کے ساتھ اپنا رشیدی و محمودی ہونا بھی فخر سمجھتے ہیں آج کیا ان اقوال بزرگان دیوبند سے انحراف و اعتساف کو عمل فرما کر اپنے بزرگوں سے منہ پھیریں گے؟ ہمارا فرض ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے بزرگان دیوبند کے وہ اقوال جو حق پر مبنی ہیں اور مسائل مخصوصہ اہلحدیث کی اپنے اقوال حق میں تصدیق حق فرما چکے تھے آپ کے گوش جان کر دئے جائیں ؎

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گر قبول افتد زہے عز و شرف

سنئے! سرگروہ دیوبند حضرت مولینا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی رحہ کو ایک مرید خاص بھوپال سے استفتاء بھیجتے ہیں کہ اہل بھوپال تکبیرات عیدین خلاف مذہب حنفیہ کہتے ہیں ان کی اقتدا کروں یا نہیں۔

مولانا رشید احمد صاحب رحہ جواب میں لکھتے ہیں کہ عیدین میں جس قدر تکبیرات امام وہاں کا کہا کرے تم بھی باتباع اُس کے اُسی قدر کہا کرو یہ مسئلہ صحابہؓ میں مختلف ہوا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے تین تکبیروں کو پسند کیا اور دیگر ائمہ نے زیادہ کو قبول کیا۔ اہل بھوپال تیرہ تکبیر کہتے ہیں چونکہ یہ بھی حدیث سے ثابت ہے تم خلاف مت کرو امام کی طاعت کرو۔ ایسی صورت میں اطاعت امام کی ضروری ہے۔" (دیکھو مکاتیب رشیدیہ صفحہ ۹۶)

ایسے ہی مسئلے آٹھ رکعت تراویح کی بابت مولانا رشید احمد صاحب رحہ گنگوہی اپنے رسالہ الحق الصریح صفحہ ۲۲ میں فرماتے ہیں۔ گیارہ رکعت تراویح (مع وتر) سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت و مؤکدہ ہے۔ اور رسالہ رای نجیح کے صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں کہ جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب میں گیارہ رکعت تراویح (مع وتر) بجماعت پڑھی۔ رواہ ابن خزیمہ و ابن حبان فی صحیحھما

(کتبہ ابو محمد عبد الجبار کھنڈیلوی حال نزیل دہلی) ۲۰ ر مئی ۱۹۲۷ء)

سوال: ایک مسجد کا امام صبح کی نماز میں ہمیشہ دعاء قنوت پڑھا کرتا ہے۔ ایک مصلی امام مذکور کو بدعتی کہتا ہے کیونکہ دعاء قنوت کا پڑھنا بدعت ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں کہتا ہے آیا صبح کی نماز میں ہمیشہ دعاء قنوت کا پڑھنا سنت ہے یا بدعت یا جائز ہے۔ بیان کریں۔

جواب: دعاء قنوت صبح کی نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے علماء کہتے ہیں کہ مصیبت کے وقت پڑھنی جائز ہے۔ لیکن کوئی اگر ہمیشہ بھی پڑھتا ہے تو بدعتی نہیں۔ کسی ایسے فعل کے کرنے پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ بھی ثابت ہو بدعتی کہنا جائز نہیں۔ جس راوی نے قنوت کو بدعت کہا اس کو پڑھنے کا علم نہیں تھا بے خبری میں کہا۔ مگر جو شخص مانتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے وہ بدعت کہے تو جائز نہیں۔ (۲۳ ر ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال : ایک مسجد کا امام بعد نماز فرض کے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگا کرتا ہے بعض لوگ آمین کہتے ہیں بعض دعا ہی نہیں مانگتے۔ جو دعا نہیں مانگا کرتے وہ کہتے ہیں بعد فرض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت ہے۔ ایسے کے پیچھے نماز جائز نہیں کہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ بعد فرض نماز کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے یا بدعت ہے؟

جواب : بعد نماز فرض ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ذکر دو روایتوں میں آیا ہے جن کو حضرت میاں صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتوے میں نقل کیا ہے۔ گو وہ ضعیف ہیں مگر ضعیف حدیث کے ساتھ بھی جو فعل ثابت ہو وہ بدعت نہیں ہوتا ایسا تشدد کرنا اچھا نہیں۔ (۲۳ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ)

سوال : ایک شخص مسلمان ہونے کے باوجود دیدہ دانستہ نماز پڑھتا۔ جس وقت اس کو پڑھنے کے لئے کہا جاتا ہے تو لیت و لعل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ نماز ادا کرنے کے لئے پوشش۔ خورد و نوش حلال و طیب ہونا چاہیئے۔ لہٰذا نماز ادا نہیں کرتا ایسے شخص کے عذرات کہاں تک درست ہیں؟ اور ایسے شخص کے لیے قرآن و حدیث کا کیا حکم ہے؟

جواب : یہ عذر اس کا باطل غلط ہے وہ شخص شریعت میں تارک الصلوۃ ہے اور حدیث کا مصداق ہے۔ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ۔

(۶ صفر ۱۳۴۶ھ)

سوال : اہل حدیث کے نزدیک گاؤں میں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا جمعہ پڑھنا جائز ہے۔ مگر کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود کسی گاؤں میں جمعہ پڑھایا ہو۔ یا کسی بستی یا گاؤں والوں کو جمعہ پڑھنے کا حکم دیا ہو۔ اور نہ آپ کے زمانہ میں مدینہ شریف کے گرد و نواح میں نزدیک یا دور کسی گاؤں میں جمعہ پڑھنا پایا گیا ہے بلکہ جو لوگ دیہات میں جمعہ پڑھنا چاہتے تھے وہ بھی مدینہ آکر جمعہ پڑھ جاتے تھے اور جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو قبا میں تین دن رہے اور ایک مسجد بھی وہاں بنوائی مگر جمعہ کے دن قبا میں جمعہ نہیں پڑھایا اور وہاں سے روانہ ہو کر مدینہ میں آکر جمعہ پڑھایا۔ بلکہ قبا والوں کو حکم دیا کہ مدینہ میں آکر جمعہ پڑھا کرو۔ اس سے ثابت ہوا کہ گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: دیہات میں جمعہ کے جواز پر امام بخاریؒ نے دو روایتیں لکھی ہیں۔ ایک ابن عباس کی روایت ہے کہ مسجد نبوی میں جمعہ قائم ہونے کے بعد جواثی (گاؤں) میں جمعہ قائم ہوا تھا۔ گو اس روایت میں اس بات کا ذکر نہیں کہ باجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوا تھا مگر صحابہ کرام کی عام عادت یہ تھی کہ اس قسم کے کام اجازت ہی سے کیا کرتے تھے۔ دوسری حدیث امام ممدوح لائے ہیں جس کا مضمون ہے کہ تم مسلمانوں میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر ایک کو محکوم سے سوال ہوگا۔ میں کہتا ہوں جمعہ کی فرضیت بالاتفاق ہے ہاں اس کو بعض شرائط میں اختلاف ہے۔ منجملہ شہر کا ہونا بھی شرط لگائی جاتی ہے۔ اس کا ثبوت کسی صحیح حدیث مرفوع سے نہیں ہے۔ لہٰذا جمعہ ہر مسلمان بالغ مرد پر فرض ہے رہا یہ کہ گاؤں والے مدینہ میں آکر پڑھتے تھے۔ بہ نیت فرض نہ آتے تھے بلکہ بہ نیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم جماعت نبویہ در مسجد نبوی۔ لاغیر ایام قیام قبا میں جمعہ فرض نہ ہوا تھا۔ اللہ اعلم۔ (۵ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ)

جمعہ فی القریٰ: (از قلم مولوی محمد عبدالسلام صاحب مبارکپوری)۔ آیت جمعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جمعہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ شہر کا رہنے والا ہو یا دیہات کا یا کسی اور مقام کا۔ اور اقامت جمعہ ہر مقام میں جائز ہے۔ خواہ شہر ہو یا قریہ یا صحرا۔ کیونکہ آیت جمعہ ہر مکلف کو عام ہے اور بلاتخصیص ہر مقام کو شامل مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے۔ دلیل الافتراض من کلام اللہ تعالیٰ علی العموم فی الامکنۃ۔ انتھی۔ اور حدیث لا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيْقَ اِلَّا فِيْ مِصْرٍ جَامِعٍ سے قریہ میں اقامت جمعہ کے عدم جواز پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث موقوف (یعنی حضرت علی کا قول) ہے ساتھ اس کے محتمل بھی ہے۔ اور ایسی حدیث جو مشہور ہو اور ساتھ اس کے محتمل بھی ہو تو اس سے عندالاحناف زیادت علی الکتاب جائز نہیں ہے۔ علامہ عینی حنفی نے بنایہ میں حدیث لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا یہ جواب دیا ہے۔ ولئن سلمنا انہ مشہور فالزیادۃ بالمشھور انما یجوز اذا کان محکما اما اذا کان محتملا فلا وھذا الحدیث محتمل لنفی الجواز ویستعمل لنفی الفضیلۃ لقولہ علیہ السلام لَا صَلوٰۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ۔ یعنی اگر ہم تسلیم کرلیں کہ یہ حدیث مشہور ہے تو حدیث مشہور سے زیادۃ علی الکتاب اسی صورت میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز ہے کہ حدیث محکم ہو لیکن جب محتمل ہو تو جائز نہیں ہے اور یہ حدیث محتمل ہے۔ کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ نفی جواز مراد ہو۔ اور احتمال ہے کہ نفی فضیلت مراد ہو جیسے حدیث لاصلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد پس جب عند الاحناف حدیث مشہور سے زیادتہ علی الکتاب اسی صورت میں جائز ہے کہ حدیث محکم ہو تو اولاً حدیث لا جُمُعَۃَ وَلَا تَشْرِیْقَ اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ حضرت علیؓ کا قول ہے حدیث مشہور تو درکنار خبر واحد بھی نہیں ہے۔ ثانیاً محکم بھی نہیں ہے کیونکہ احتمال ہے کہ نفی فضیلت مراد ہو یعنی اس کا مطلب یہ ہو کہ شہر میں نماز جمعہ اولیٰ و افضل ہے۔ اور قریہ میں جائز و درست بلکہ و درست بھی متعین ہے۔ کما قال شیخنا العلامۃ عبد الرحمٰن المبارکفوریؒ رحمۃ اللہ تعالیٰ لا تشریق ولا جمعۃ علی وجہ الکمال الا فی مصر جامع جمعا بینہ وبین الاحادیث والآثار (نور الابصار ص۳۱)

غرض حدیث لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع احناف کے نزدیک بھی پایہ استدلال سے ساقط ہے تعجب ہے کہ احناف حضرت علیؓ کے قول سے جو خبر واحد کے درجہ میں بھی نہیں ہے آیۂ جمعہ[1] کی تخصیص کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اقامت جمعہ فقط شہروں میں جائز ہے اور دیہات میں ناجائز۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ

ونیز واضح ہو کہ حضرت علیؓ کا قول مذکور ان احادیث صحیحہ کے معارض و مخالف ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جمعہ ہر مسلمان پر بجز پانچ اشخاص کے ہے (غلام۔ عورت۔ مریض۔ لڑکے۔ مسافر) کے فرض ہے اور ہر مقام میں اس کا ادا کرنا جائز و صحیح ہے۔ چنانچہ ابوداؤد میں ہے۔ عن طارق بن شھاب رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الْجُمُعَۃُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ جَمَاعَۃٍ اِلَّا اَرْبَعَۃً عَبْدٍ مَمْلُوْکٍ اَوِ امْرَاَۃٍ اَوْ صَبِیٍّ اَوْ مَرِیْضٍ۔

یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جمعہ حق ہے واجب ہے مگر چار شخص پر غلام، عورت، لڑکے، بیمار پر نہیں۔ بعض روایات صحیح سے مسافر کا مستثنیٰ

---

[1] قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ۱۲۔ [2] یعنی حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب۔ ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونا بھی ثابت ہے مگر اہل قریہ کا استثنار کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں۔ اور نسائی وغیرہ میں ہے:۔عن نافع عن ابن عمر عن حفصۃ قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَلجُمُعَۃُ وَاجِبۃٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ۔ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر مرد بالغ پر نماز جمعہ واجب ہے بلکہ دیہات میں نماز جمعہ پڑھنا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ امام ابن حزمؒ محلی ص۵۳ میں تحریر فرماتے ہیں:۔ ومن اعظم البرھان علیھم ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اتی المدینۃ وانما ھی قری صغار متفرقۃ (الی قولہ) فبنی مسجدہ فی بنی مالک بن النجار وجمع فیہ قریۃ لیست بالکبیرۃ و لا مصر ھنالک فبطل قول من ادعی ان لا جمعۃ الا فی مصر وھذا لا یجھلہ احد لا مومن ولا کافر۔

یعنی دیہات میں اقامت جمعہ کے جائز ہونے کی بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اس وقت مدینہ شہر نہ تھا۔ چند متفرق بستیاں تھیں۔ وہاں آپ نے بنو مالک بنو نجار میں مسجد کی بنیاد ڈالی اور اس میں قریہ کے اندر جمعہ کی نماز پڑھی۔ وہ کوئی بڑا قریہ نہ تھا اور نہ وہاں شہر تھا پس ثابت ہوا کہ اس شخص کا قول باطل ہے جو دعویٰ کرے کہ "شہر کے سوا اور کہیں جمعہ پڑھنا جائز نہیں" اور یہ ایسا امر ہے جو کسی مومن اور کافر سے مخفی نہیں"

الحاصل آیۃ جمعہ اور احادیث مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ بجز پانچ اشخاص مذکورین کے ہر مکلف پر جماعت کے ساتھ نماز جمعہ فرض ہے اور ہر مقام میں اس کا ادا کرنا جائز و صحیح ہے شہر ہو یا قریہ۔ اور کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں کہ دیہات میں نماز جمعہ جائز نہیں بلکہ دیہات میں نماز جمعہ پڑھنا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کما مر اور بالتفصیل معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت علیؓ کا قول لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع ناقابل احتجاج و استدلال ہے۔ ھذا آخر الکلام وخلاصۃ المرام واللّٰہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

(۲۸ صفر ۱۳۵۷ھ)

ہو الموفق فی الواقع قرآن و حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر جگہ اور ہر مقام میں اقامت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمعہ درست ہے اور چھوٹے اور بڑے گاؤں کی تفریق نہیں آئی ہے کہ بڑے گاؤں میں تو جمعہ درست ہو اور چھوٹے گاؤں میں نادرست بلکہ ہر جگہ اور ہر گاؤں میں خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو اقامت جمعہ درست ہے۔ اور علمائے حنفیہ جمعہ کے درست ہونے کے لیے جو مصر کا ہونا شرط لکھتے ہیں سو ان کی یہ بات بالکل بے دلیل ہے اور ساتھ اس کے مصر کی تعریف میں انہوں نے بڑا اختلاف کیا ہے کوئی مصر کی تعریف کچھ لکھتا ہے اور کوئی کچھ اور ان کی تعریفات متخالفہ و متناقضہ میں سے کوئی تعریف بھی نہ لغت سے ثابت ہے اور نہ قرآن و حدیث سے۔ بلکہ فقہائے حنفیہ نے محض اپنی رائے لکھی ہیں اور جمعہ کے بعد ظہر پڑھنا ہرگز جائز نہیں نہ چھوٹے گاؤں میں اور نہ بڑے گاؤں میں اور نہ کسی اور مقام میں رسالہ تحقیقات العلی میں مرقوم ہے کہ نماز جمعہ فرض عین ہے اور فرضیت ظہر اس سے ساقط ہو جاتی ہے اس لئے کہ صلوٰۃ جمعہ قائم مقام صلوٰۃ ظہر ہے پس جس شخص نے ظہر احتیاطی ادا کی اس نے ایک صلوٰۃ مفروضہ کو دو بار ایک دن ایک وقت میں بلا اذن شارع ادا کیا، اور یہ ممنوع ہے۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصلوا صلوۃ فی یوم مرتین رواہ احمد و ابو داؤد والنسائی پس جب جمعہ بالکل قائم مقام ظہر کے ہو تو اب جمعہ کے بعد ظہر پڑھنا جائز نہیں ہوا اور کسی سے صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین و ائمہ مجتہدین و محدثین رحمہم اللہ سے یہ ظہر احتیاطی منقول نہیں، نہ ان میں سے کسی نے پڑھا اور نہ پڑھنے کا حکم دیا۔ بلکہ یہ ظہر احتیاطی بدعت و محدث فی الدین ہے۔ پڑھنے والا اس کا عاصی و آثم ہوگا۔ کیونکہ یہ ایک بدعت نکالی گئی ہے۔ دین میں بعض متاخرین حنفیہ نے اس ظہر احتیاطی کو نکالا ہے جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔ وقد افتیت مرارا بعدم صلاۃ الاربع بعدھا بنیتہ ظہر خوف اعتقاد ھم عدم فرضیۃ الجمعۃ وھو الاحتیاط فی زماننا۔ اور بھی بحر الرائق میں ہے لھذا طال فی فتح القدیر فی بیان دلائلھا ثم قال انما اکثرنا فیہ نوعا من الاکثار لما نسمع من بعض الجھلۃ انھم ینتسبون الی مذھب الحنفیۃ عدم افتراضھا (الی قولہ) اقول قد اکثر ذلک من جھلۃ زماننا ایضا ومنشا جھلھم صلوۃ الاربع بعد الجمعۃ بنیۃ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الظهر وانما وضعها بعض المتأخرين عند الشك في صحة الجمعة بسبب رواية عدم تعددها في مصر واحد وليست هذه الرواية بالمختارة وليس هذا القول اعني اختيار صلوة الاربع بعدها مرويا عن ابي حنيفة وصاحبيه انتهى كلامه - پس مرد متبع سنت وہ ہے جو کہ ایسی بدعت ومحدث فی الدین کی بیخ کنی کرے اور لوگوں کو اس ظہر احتیاطی کے پڑھنے سے روکے۔ انتهى ما في تحقیقات العلى مختصراً۔ واللہ اعلم۔ کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ، فتاوی نذیریہ صفحہ ۳۵۵ ج ۱۔

سوال: قبرستان میں برائے ضرورت مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قبرستان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اس لئے وہاں مسجد کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ قبرستان میں مسجد بنانے والے کو لعنت کی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءهم مساجد (الحدیث) اہلحدیث امرتسر ۱۳ ۲۱ جون ۱۹۳۱ء

سوال: اگر چار رکعات والی نماز ہو تو اس کے درمیانی تشہد کے درود شریف پڑھ سکتے ہیں یا پڑھنے سے گناہ لازم آتا ہے یا بُرا کام ہے۔

جواب: درمیانی تشہد میں درود شریف مسنون نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التشهد في وسط الصلوة وآخرها فاذا كان وسط الصلوة نهض حين يفرغ من تشهده وان كان في آخرها دعا بعد تشهده بما شاء الله ان يدعو به ثم يسلم۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے درمیان اور آخر میں تشہد سکھایا تو آنحضرتؐ جب درمیانی تشہد میں ہوتے تو صرف تشہد سے ہی فارغ ہو کر کھڑے ہو جاتے۔ پھر آخری تشہد سے فارغ ہو کر جو دعا چاہتے مانگتے۔ خلاصہ یہ کہ ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلی دفعہ صرف تشہد پڑھے۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث امرتسر ۱۳ ۲۴ جولائی ۱۹۳۱ء)

تعاقب اخبار "اہلحدیث" ۲۴ جولائی میں سوال کے جواب میں تحریر ہے کہ "درمیانی تشہد میں درود شریف مسنون نہیں" امام شافعیؒ اپنی کتاب الام میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریر فرماتے ہیں۔ یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی التشہد الاول
شوافع نے اس کے دلائل میں حسب ذیل احادیث پیش کی ہیں۔
ترمذی و ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو فرمایا تھا۔ اذا صلیت فقعدت فاحمد اللہ بما ھو اھلہ وصل علی الخ عموماً الفاظ قعدہ اولی و قعدہ ثانیہ ہر دو شامل ہے۔ دارقطنی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بریدہ صحابی کو فرمایا تھا اذا صلیت فی صلوٰتک فلا تترکن التشہد والصلوٰۃ علی فانھا زکوٰۃ الصلوٰۃ الخ اس روایت سے ہر تشہد کے ساتھ درود کا پڑھنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ نیز دارقطنی میں ہے عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا التشہد التحیات (الی قولہ) وان محمد عبدہ ورسولہ ثم یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
اس حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ درود تشہد کا جز ہے۔ بغیر درود کے تشہد پورا ہوتا ہی نہیں۔ خواہ وہ پہلا تشہد ہو یا دوسرا۔ نماز کا تشہد ہو یا خطبہ کا۔ سنن نسائی میں مرفوعاً وارد ہے۔

مومن یذکرنی فیصلی علیّ الا کتب اللہ لہ عشر حسنات الخ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے تو درود پڑھے اور تشہد میں حضور کا اسم گرامی زبان پر آتا ہی ہے کما اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ تو اسی کے ساتھ درود کا پڑھنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی دلائل بہت سی کتابوں میں موجود ہیں۔ آپ ان کی بابت کیا فرماتے ہیں؟
(حافظ عبدالوہاب مدن پورہ بنارس)

مفتی ہم نے جو حدیث نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں۔ نھض حین یفرغ من تشھدہ نیز دوسری روایت میں کہ قعدہ اولی میں آپ اتنی جلدی اٹھ کھڑے ہوتے۔ گویا کہ گرم پتھر پر بیٹھے تھے۔ یہ بھی اس کی مؤید ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نقل کردہ احادیث قعدہ اخری کے متعلق ہیں اس کے علاوہ جس کی تحقیق میں درود شریف پڑھنا ضروری ہے۔ وہ پڑھے۔ ایسے مسائل میں تشدد کرنا ہمارا مسلک نہیں اور نہ سلف کا تھا۔ اللہ اعلم بالصواب (اہلحدیث امرتسر ۲۸ جولائی ۱۹۳۹ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درمیانی تشہد میں درود نہ پڑھے

(از حضرت مولانا محمد صاحبؒ دہلوی)

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یزید فی الرکعتین علی التشھد۔ (رواہ) ابو یعلی ورجالہ رجال الصحیح یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دو رکعات کے بعد التحیات میں بیٹھتے (اور اس سے کھڑا ہونا ہوتا یعنی وہ درمیانی التحیات ہوتا) تو آپ تشہد (یعنی التحیات) پر کچھ بھی زیادہ نہ کرتے۔ (یعنی درود و دعا نہیں پڑھتے) اس حدیث کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔ واللہ اعلم!

دوسری حدیث، عن عبد اللہ بن مسعود قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التشھد فی وسط الصلوۃ و فی اٰخرھا علی ورکہ الیسری۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ قال ثم ان کان فی وسط الصلوۃ نھض حین یفرغ من تشھدہ وان کان فی اٰخرھا دعا بعد تشھدہ بما شاء اللہ ان یدعو ثم یسلم۔ (رواہ احمد ورجالہ موثقون) یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیانی اور آخری تشہد سکھایا۔ جب آپ درمیانی اور آخری تشہد میں اپنی بائیں ران پر بیٹھتے تو تشہد پڑھتے یعنی التحیات سے عبدہٗ ورسولہ تک پڑھتے۔ اب درمیانہ تشہد ہوتا تو آپ اس تشہد سے فارغ ہوتے ہی اٹھ کھڑے ہوتے۔ ہاں اگر آخری تشہد ہوتا تو دعائیں مانگتے۔ جو منشاء خداوندی میں ہوتیں۔ پھر سلام پھیر دیتے۔

پس صحیح مسئلہ یہی ہے کہ بیچ کے التحیات میں صرف التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جائے واللہ اعلم۔ محمد (اخبار محمدی دہلی جلد ۱۶ ص ۱۲ یکم جون ۱۹۳۹ء)

التحیات میں انگلی اٹھانے کے متعلق حنفیوں کا مسلک

(منقول از اخبار الفقیہ) التحیات میں وقت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلفظ کلمہ شہادت کلمہ کی انگلی کو اٹھانا اور اشارہ کرنا یقیناً مسنون و معمول اور مشہور اور ہمارے ائمہ کرام خصوصاً سیدنا امام اعظم اور ان کے صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے الی آخرہ۔ (اخبار محمدی جلد ۱۷۔ ۱۵ جنوری ۱۹۴۰ء)

سوال: اذان ہوئی اور کوئی شخص آ کر اور سلام کرے تو کیا سلام کر سکتا ہے؟

جواب: اذان ہوتے ہوئے سلام کہنا کسی حدیث میں منع نہیں ہے۔

(اہلحدیث امرتسر اگست ۱۹۲۹ء)

سوال: فرض نماز ہوتی ہو۔ اور کوئی شخص مسجد میں آئے اور سلام کرے تو کر سکتا ہے۔ مثلاً چار پانچ آدمی وضو کرتے ہوں۔ اور ایک طرف جماعت ہو رہی ہو۔ اس حالت میں کیا سلام کر سکتا ہے؟

جواب: حالت نماز میں سلام کرنا جائز ہے۔ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ سے اشارہ کرتے۔ جواب نہ دینے کی وجہ پوچھنے پر فرمایا۔ ان فی الصلوٰۃ لشغلا۔ مگر سلام نہ کرنے کو منع نہیں فرمایا۔ اللہ اعلم! (اہلحدیث امرتسر ۱۳، ۲۵ اگست ۱۹۲۹ء)

سوال: فرض نماز کے بعد سلام کے فوراً ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا چاہیے۔ یا کچھ دیر کے بعد۔ یا نہ مانگے تو کیا حرج ہے۔

جواب: فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جلدی ہو یا دیر سے جائز ہے۔ سنت مؤکدہ نہیں نہ مانگے تو حرج نہیں۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث امرتسر ۱۳، ۲۵ اگست ۱۹۲۹ء)

سوال: فرض نماز کی دو رکعت میں ایک رکوع قرآن پڑھے تو پڑھ سکتا ہے؟

جواب: پڑھ سکتا ہے۔ لقولہ تعالیٰ فاقرؤا ما تیسر من القرآن۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۳۔ ۲۵ اگست ۱۹۲۹ء)

تعاقب: اخبار گوہر بار "اہلحدیث" ۱۸ اگست سنہ رواں جلد ۲۶ نمبر ۴۲ کی اشاعت بصفحہ فتاویٰ سوال نمبر ۲۸ میں مندرجہ ذیل سوال درج ہے۔ "حافظ قرآن جنبی ہو گیا ہے وہ شخص قرآن پڑھے یا نہ۔ اور دوسروں کو پڑھا سکتا ہے یا نہیں"؟

جواب ملا: "جنبی قرآن نہیں پڑھ سکتا۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ ولا تقرء الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن (ترمذی) یعنی حائضہ اور جنبی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن نہ پڑھے۔ اللہ اعلم۔

سوال مذکورہ کے جواب میں جو حدیث پیش کی گئی ہے وہ ضعیف ہے اور حدیث ضعیف صحیح حدیث کے مقابلہ میں مرجوح ہے۔ اعلام الموقعین ج ۱ ص۲۲ میں ہے وحدیث لا تقرأ الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن لم یصح انه حدیث معلول باتفاق اهل العلم بالحدیث فانه من روایة اسمعیل بن عیاش عن موسی بن عقبة عن نافع عن ابن عمر قال الترمذی لا نعرفه الا من حدیث اسمعیل بن عیاش عن موسی بن عقبه وسمعت محمد بن اسمعیل یقول ان اسمعیل بن عیاش یروی عن اهل الحجاز واهل العراق احادیث مناکیر کانه یضعف روایة عنهم فیما تفرد به وقال انه حدیث اسمعیل ابن عیاش عن اهل الشام انتهی وقال عبد الله ابن احمد عرضت علی ابی حدیثا - حدثناه الفضل بن زیاد الضبی حدثنا ابن عیاش بن عقبة عن نافع ابن عمر مرفوعا لا تقرأ الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن فقال ابی هذا باطل یعنی ان اسمعیل وهم اذ لم یصح الحدیث لم تبق مع المانعین حجة الا القیاس۔ اس تمام عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف باتفاق اہل علم کے نزدیک صحیح نہیں اور صحیح نہ ہونے کی توجیہ بھی بیان کردی گئی۔ عیاں را چہ بیان۔ اور بھی فتح الباری ص۳۰۳ پ۱ باب آداب قرأة القرآن للجنب ملاحظہ ہو۔ اول ابن عباسؓ کا اثر ولم یرابن عیاش بالقرأة للجنب باسا اور حدیث مرفوع۔ کان النبی صلی الله علیه وسلم یذکر الله علی احیانه اس حدیث اور اثر سے صاف طور سے جواز قرأة القرآن للجنب ثابت ہوا۔ اسی لئے صاحب اعلام الموقعین نے صاف کہہ دیا واذ لم یصح الحدیث لم یبق مع المانعین حجة الا القیاس۔ یعنی جب کہ حدیث ما به الاستدلال صحیح نہیں ہوا تو نہیں باقی رہا۔ مانعین کے لئے کوئی دلیل مگر قیاس اور قیاس نص کے سامنے کوئی چیز نہیں ہے۔ مزید تحقیق فتح الباری مطبع انصاری صفحہ مذکورہ اور اعلام الموقعین صفحہ مذکورہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ العاجز گلزار احمد از شاہزاد پور

مفتی: ارجع الی الحق۔ والله اعلم وعلمه اتم (۸ ستمبر ۱۹۳۹ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعاقب پر تعاقب: حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب دامت برکاتہم نے اخبار اہلحدیث بابت ۱۵ اگست ۱۹۴۲ء کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ جنبی قرآن نہیں پڑھ سکتا۔" اور دلیل میں ترمذی شریف کی یہ حدیث نقل کی تھی " ولا تقرء الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن۔ یعنی حائضہ اور جنبی قرآن نہ پڑھے۔"

اس فتویٰ پر ایک صاحب نے تعاقب کیا ہے جو اخبار اہلحدیث مجریہ ۸ ستمبر میں شائع ہوا ہے۔ تعاقب کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) ترمذی شریف کی حدیث مذکور ضعیف ہے۔ (۲) اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ ولم یر ابن عباس بالقراءۃ للجنب بأسا اور حدیث مرفوع کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ کے معارض ہے کیونکہ ان سے صاف طور سے جواز قراءۃ القرآن للجنب ثابت ہے۔ میں کہتا ہوں بے شک ترمذی شریف کی حدیث مذکور ضعیف ہے۔ علاوہ اس حدیث کے جنبی کے قرآن پڑھنے کی حرمت میں اور بھی ضعیف حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ لیکن بعض کو بعض کے ساتھ ملانے سے قوت حاصل ہوتی ہے اور ان کے مجموعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جنبی اور حائضہ کو قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے تحفۃ الاحوذی ص۱۲۳ ج۱ میں ہے والحدیث یدل علی انہ لا یجوز للجنب ولا للحائض قراءۃ شئی من القرآن وقد وردت احادیث فی تحریم قراءۃ القرآن للجنب وفی کلہا مقال لکن تحصل القوۃ بانضمام بعضہا الی بعض ومجموعہا یصلح لان یتمسک بہا انتہی اور یہی مذہب ہے اکثر اہل علم یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ کا۔ چنانچہ ترمذی شریف میں ہے۔ وھو قول اکثر اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین ومن بعدھم مثل سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی واحمد واسحٰق قالوا لا تقرأ الحائض والجنب من القرآن شیئا۔ الخ

اور تحفۃ الاحوذی میں ہے۔ واکثر العلماء علی تحریمہ۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری شارح ترمذی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے۔ قلت قول الاکثر ھو الراجح یدل علیہ حدیث الباب یعنی اکثر علماء کا قول راجح ہے کیونکہ ترمذی شریف کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے۔ اب رہا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اثر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سو وہ حدیث مرفوع کے مقابلہ میں بے اثر ہے۔ اور حدیث مرفوع کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ۔ پس واضح ہو کہ وہاں ذکر اللہ سے غیر تلاوت قرآن مراد ہے۔ چنانچہ قراءۃ قرآن کے مستثنیٰ ہونے پر یہ حدیث صاف دلالت کرتی ہے۔

عن علی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرئنا القرآن علی کل حال ما لم یکن جنبا۔ رواہ الترمذی۔ وقال ھذا حدیث حسن صحیح یعنی حضرت علیؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ہر حال میں قرآن پڑھاتے تھے مگر حالت جنابت میں نہیں!

تحفۃ الاحوذی ص۱۳۶ میں اس اشکال کا یہی جواب دیا گیا ہے۔ فان قیل حدیث عائشۃ الذی رواہ مسلم عنھا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ وعلقہ البخاری یخالف حدیث علی ھذا فانہ یدل بظاھرہ علی انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ حال الجنابۃ ایضا فان قولھا علی کل احیانہ یشمل حالۃ الجنابۃ ایضا وقولھا یذکر اللہ یشمل تلاوۃ القرآن ایضا یقال ان حدیث عائشۃ رض یخصص بحدیث علی ھذا فیراد بذکر اللہ غیر تلاوۃ القرآن قال العینی حدیثھا ھذا لا یعارض حدیث علی لانھا ارادت الذکر الذی غیر القرآن انتھی وقال صاحب سبل السلام حدیث عائشۃ قد خصصہ حدیث علی علیہ السلام وما ادمت اخری وکذالک ھو مخصص بحالۃ الغائط والبول والجماع والمراد بکل احیانہ معظمھا کما قال اللہ تعالیٰ یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم وقال فی شرح حدیث الباب اخرج ابو یعلیٰ من حدیث علی علیہ السلام قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ ثم قرأ شیئا من القرآن ثم قال ھکذا لمن لیس بجنب فاما الجنب فلا ولا آیۃ قال الھیثمی رجالہ موثوقون وھو یدل علی التحریم لانہ نھی واصلہ ذالک ویعاضد ما سلف انتھی۔ الحاصل مولانا ثناء اللہ صاحب کا فتویٰ میرے نزدیک صحیح ہے۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ ابو الصمصام عبد السلام المبارکفوری۔ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۹ء)

سوال : بعد نماز عشاء سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ تین بار پڑھ کر سُبُّوْحٌ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوحِ الفاظ ادا کرلیتا ہوں۔ ایک شخص اس کے کہنے سے منع کرتا ہے کہ اس وقت یہ الفاظ مت کہا کرو۔ کیا اس کو پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

(محمد عباس از میرٹھ چھاؤنی)

جواب: سبحان الملك القدوس وتروں کے بعد پڑھنا جائز ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم فی الوتر قال سبحان الملك القدوس ثلاث مرات یعنی وتروں کے سلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین دفعہ صرف سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ پڑھتے۔ اور آخری لفظ کو لمبا کھینچتے۔ آپ بھی اسی کو پڑھیں باقی کو چھوڑ دیں۔ ("اہلحدیث ج ۲۴ ۱۶/۱۱")

تعاقب: اس میں میرے نزدیک تسامح ہے۔ بالکلیہ تمام الفاظ کا انکار کر دینا روایات سے غفلت ہے۔ بعد سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ کے یہ الفاظ رب الملائکة والروح کہنا نبی اکرم صلعم سے ثابت ہے۔ جیسا کہ سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۳ ص ۴۰ اور دارقطنی جلد اوّل ص ۱۷۵ میں ہے۔ (عبدالرحمٰن آزاد نو مسلم دہلی) (اہلحدیث ج ۲۴ ص ۱۹)

شرفیہ: دارقطنی کی روایت میں رب الملائکة والروح بھی وارد ہے لہٰذا منع نہیں۔ حصن حصین کلاں ص ۵۰۔

سوال: جس جائے نماز پر امام نماز پڑھاتا ہے اگر اس جائے نماز کو علیحدہ فرش پر بچھا کر ہم نماز پڑھ لیں تو ہماری نماز جائز ہے یا نہیں۔

جواب: جائز ہے۔ منع کی کوئی دلیل نہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ جب تک میں منع نہ کروں منع مت سمجھو (ج ۲۴ ۱۶/۱۱)

شرفیہ: مولانا کا اشارہ اس حدیث شریف کی طرف ہے ذرونی ما ترکتکم فانما هلك من كان قبلكم بكثرة سوالهم (الحديث) اخرجه احمد ومسلم والنسائی وابن ماجة (ابوسعید شرف الدین)

ہو الموفق: تکرار جماعت بلا کراہت جائز ہے ایک مصلّی پر ہو۔ خواہ ایک مصلّی پر نہ ہو۔ الی آخرہ واللہ اعلم۔ کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۶۵)

بلاشک وشبہ فضیلت وثواب جماعت اولیٰ کا زیادہ ہے بہ نسبت جماعت اُخریٰ کے۔ مگر اس سے یہ بات لازم نہیں آتی ہے کہ تکرار جماعت بعد جماعت اولیٰ ناجائز ہو جاوے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کراہت بھی اس کی کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں۔ بلکہ جواز تکرار جماعت فی مسجد واحد حدیث صحیح سے ثابت ہے اور صحابہؓ اور تابعینؒ اور ائمہ مجتہدین کا اس پر عمل رہا۔ الی آخرہ حررہ ابوالطیب محمد شمس الحق العظیم آبادی عفی عنہ۔ ما احسن ھذا الجواب المقرون بالصدق والصواب۔ حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۲۸۹

ابوالطیب محمد شمس الحق	سید محمد نذیر حسین

سوال: اگر ٹوپی یا پگڑی ہمارے پاس ہے اور ہم ننگے سر نماز پڑھیں اس کو اتار کر تو کیا ہماری نماز جائز ہوگی یا نہیں۔

جواب: نماز ادا ہو جائے گی۔ مگر سر ڈھانپنا اچھا ہے۔ آنحضرت علیہ السلام نماز میں اکثر عمامہ یا ٹوپی رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اعلم (اہلحدیث ج ۴۴ ش ۱۶)

شرفیہ: مگر یہ بعض کا جو شیوہ ہے کہ گھر سے ٹوپی یا پگڑی سر پر رکھ کر آئے ہیں اور ٹوپی یا پگڑی قصداً اتار کر ننگے سر نماز پڑھنے کو اپنا شعار بنا رکھا ہے اور پھر اس کو سنت کہتے ہیں بالکل غلط ہے۔ یہ فعل سنت سے ثابت نہیں ہاں اس فعل کو مطلقاً ناجائز کہنا بھی بے وقوفی ہے۔ ایسے ہی برہنہ سر کو بلا وجہ شعار بنا نا بھی خلاف سنت ہے۔ اور خلاف سنت بے وقوفی ہی تو ہوتی ہے۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

اہلحدیث: ۱۷ رمضان میں ہم نے لکھا کہ فجر کی سنتوں کے بعد مسجد میں آکر بجز فرضوں کے سنتوں کے بعد مسجد میں آکر بجز فرضوں کے کچھ نہ پڑھے۔ اس پر ابو خرباق عبدالرزاق صاحب اور عبداللطیف صاحب از علیکا ضلع حصار ہر دو صاحبان نے تعاقب کئے ہیں۔ دونوں کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

تعاقب ۱: تحیۃ المسجد کی سخت تاکید ہے پڑھنے کا حکم ہے۔ اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین۔ متفق علیہ۔ جب کوئی مسجد میں آئے پس چاہیے کہ دو رکعتیں (قبل بیٹھنے کے) پڑھ لے۔ اعطوا المساجد حقها قيل ما حقها قال ركعتين قبل ان تجلس۔ آپ نے فرمایا۔ مسجد کا حق ادا کرو۔ لوگوں نے پوچھا کیا حق ہے آپ نے فرمایا قبل بیٹھنے کے دو رکعت پڑھنا (ابن ابی شیبہ) بغیر تحیہ مسجد میں بیٹھنا منع ہے۔ اذا دخل احدکم المسجد فلا یجلس حتی یرکع رکعتین۔ متفق علیہ۔ جب کوئی مسجد میں آئے تو نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعت پڑھ لے۔ یحکی النووی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن المحققين ان المختار ان لم يفعل ان يقف حتى تقام الصلوٰة لان لا يكون جالسا بغير التحية فتح الباري جلد اول ط ۲۴ جمع بين الحديثين يہ ہے کہ تحیۃ المسجد ذات اسباب میں سے ہے اور مستثنیٰ۔ (ابو خزباق عبدالرزاق عفی عنہ)

دوسرا تعاقب: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان سے باب مقرر کیا ہے۔ باب استحباب تحية المسجد بركعتين وانها مشروعة في جميع الاوقات۔ گو ایک ٹکڑا باب کا درمیان بندہ نے بطور اختصار حذف کر دیا ہے۔ جس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ اس باب میں ایک حدیث ہے جو بایں طور مروی ہے۔ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ۔ امام مسلم کا باب باندھنا۔ وَانها الخ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا۔ اذا دخل الخ۔ یہ ہر دو قضیہ شرطیہ مطلقہ کے حکم میں ہیں اور وہ کسی وقت منہی عنہ اور غیر منہی عنہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ جو قضیہ شرطیہ مطلقہ کا مفاد اور مآل ہے اسی واسطے نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ فيه استحباب تحية المسجد في اى وقت دخل وهو مذهبنا گو امام ابو حنیفہ صاحب و امام اوزاعی وغیرہ کا مذہب یہ بھی ہے کہ اوقات منہی عنہ میں ان کا پڑھنا جائز نہیں۔ لیکن محدثین کرام تحیۃ المسجد کے جواز کے ہر وقت قائل ہیں۔ (خادم اسلام عبد اللطیف از علیکا۔ حصار)

جواب: ہماری تحقیق میں یہ قضیہ عام نہیں ہے۔ عام مخصوص البعض ہے۔ اگر آپ کی تحقیق میں عام ہے تو آپ اسی پر عمل کریں۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس مسلک میں ہم منفرد نہیں روضہ الندیہ نواب صاحب مرحوم اور سبل السلام شرح بلوغ المرام ملاحظہ فرما دیں۔

نوٹ:۔ اذا قضیہ کلیہ کا سور نہیں مہملہ کا ہے۔ فافہم (۱۰ر دسمبر ۱۹۳۲ء)

سوال: مسکرا کر نماز میں بے اختیار اگر ہنسی آجائے تو نماز میں نقصان ہوگا یا نہیں۔ اگر کوئی مصلی با اختیار نماز میں ہنسے یا قہقہہ کر کے ہنسے تو نماز میں خلل ہوگا یا نہیں؟

جواب: نماز ہنسی کا مقام نہیں۔ اس لئے ہنسنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ عند الحنفیہ وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اللہ اعلم! (۳۰ر دسمبر ۱۹۳۲ء)

سوال: ایک آدمی صاحب توفیق بغیر کپڑے پہنے نماز پڑھتا ہے۔ حالانکہ اس کے پاس اس کی قمیص یا کرتہ موجود ہو اس کے متعلق کیا حکم ہے اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالدوام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہوا ہے۔ یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا۔ پگڑی سے ہو یا ٹوپی سے۔ اقل درجہ یہ ہے کہ ستر عورت کا حصہ، سینے، پیٹھ اور کندھوں کا ڈھکا ہو۔ یہ جواز کا درجہ ہے۔ مسنون طریقہ وہی ہے جو اوپر ذکر ہوا ہے۔ اللہ اعلم! (۱۰ ۔ ۱۷ جنوری ۱۹۳۶ء)

سوال: عیدین کی نماز میں ہر تکبیر پر رفع الیدین کرنا چاہیے یا نہ کرنا چاہیے۔ اور محدثین کا عمل کیا رہا ہے؟ حافظ عبدالرزاق از رائیونڈ۔

جواب: کرنا چاہیے۔ حدیث لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن گو ضعیف ہے۔ مگر عمل اس پر ہے۔ حنفی مذہب میں بھی رفع یدین سنت ہے۔

(اہلحدیث امرتسر ص ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ)

فتویٰ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عیدین کی نماز میں زوائد تکبیرات کے اندر اکثر اہلحدیث رفع یدین کرتے ہیں۔ بالخصوص شہر دہلی میں جو علمائے ہر فریق اہل حدیث کا مرکز ہے۔ وہاں بھی یہ عمل دیکھا گیا ہے۔ احادیث و آثار سے اس پر کیا دلیل ہے؟ (بینوا توجروا۔ عبدالخالق)

الجواب: اہل حدیث اس بارے میں دو روایتیں پیش کرتے ہیں التلخیص الحبیر میں صلوٰۃ العیدین میں تکبیرات کے وقت رفع کے متعلق ہے۔ . . . . الی قولہ عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کان یرفع یدیہ فی التکبیرات۔ رواہ البیہقی الخ دونوں روایتوں میں ایک ایک راوی متکلم فیہ ہے۔ پہلی میں عبداللہ بن لہیعہ وہ صدوق ہے غلط بعد احتراق کتبہ سُنن کا راوی ہے۔ مسلم نے بھی اس سے مقرونا روایت کی ہے۔ (تقریب التہذیب) دوسری میں بقیہ ابن ولید ہے۔ وہ بھی مسلم وسنن اربعہ کا راوی ہے۔ امام بخاری نے بھی تعلیقاً روایت کی ہے یہ صدوق کثیر التدلیس عن الضعفاء ہے۔ (التقریب التہذیب) یہاں اس کا شیخ محمد بن ولید زبیدی ثقہ اور صحیحین کا راوی ہے۔ اگرچہ ان دو میں کچھ کلام ہے۔ مگر دونوں روایتوں اور دو سندوں کے ملنے سے ہر ایک کو دوسری سے تقویت حاصل ہو گئی ہے۔ گویا ہر واحد حسن لغیرہ کے درجہ میں ہے۔ لہٰذا قابل عمل ہے۔ خصوصاً امام بیہقی و امام ابن منذر کا روایت کر کے اس سے استدلال کرنا۔ اور پھر صدیوں سے محدثین کا اس پر تعامل قابل عمل ہے۔ اور مطلق نماز میں رفع یدین کو اللہ کی تعظیم اور سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ قالہ الامام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الشافعی (فتح الباری)

ونقل ابن عبد البر عن ابن عمرؓ انہ قال رفع الیدین زینۃ الصلوٰۃ وعن عقبۃ بن عامر قال لکل رفع عشر حسنات بکل اصبع حسنۃ (فتح الباری الانصاری ص۲۱۳ ج۱)۔ بہر حال یہ فعل تعظیم الٰہی اور اس کی توحید فعلی باعث ثواب ہے اور یہ فعل حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔ (و قول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمرؓ (رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص۵۶۰) واللہ اعلم بالصواب (الملخص)

(ابو سعید محمد شرف الدین دہلوی) ۱۰ مئی ۱۹۵۲ء "نور توحید" لکھنؤ

سوال: لوگوں سے سننے میں آیا ہے کہ نماز تہجد بارہ رکعت اس طرح پڑھنی چاہیے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص بارہ مرتبہ۔ دوسری میں گیارہ۔ تیسری میں دس مرتبہ علی ہذا القیاس ہر رکعت میں ایک دفعہ کم کرتے جانا چاہیے۔ کیا نماز تہجد کا یہ طریقہ مسنون ہے۔؟ اور جو اس کے خلاف آٹھ رکعت پڑھے اور جو سورت چاہے پڑھے اس کی نماز ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب: نماز تہجد کی آٹھ رکعت ہے۔ وتر سمیت گیارہ۔ کسی سورت کی تخصیص نہیں ہے۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ (اہلحدیث امرتسر ص۲۴ ۵/۱۲ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ)

سوال: کسی بستی میں مدتوں سے دو جامع مسجدیں آباد تھیں۔ فی الحال کسی خاص وجہ سے دونوں مسجدوں کو اکٹھی کرنے کی ضرورت ہوئی اور ایک مسجد کو چھوڑ کر سب مصلیان دوسری مسجد میں جمعہ و جماعت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ متروکہ مسجد کی زمین کو کیا کیا جائے؟ آیا وہ مسجد ہی کے حکم میں رکھی جائے یا دوسرے زمین کے حکم میں شامل کی جائے؟

جواب: مسجد مسجد ہی رہے گی۔ ایک کو جامع مسجد بنا لیں۔ دوسری مسجد میں نماز پنجگانہ صرف پڑھی جائے۔ مسجد کو دیگر ضروریات کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ اگر متروکہ مسجد بستی سے دور ہے تو وہ بھی عبادت کے لیے کھلی رہنی چاہیے۔ واللہ اعلم۔

(اہلحدیث امرتسر ص۱۳ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ)

سوال: بعد نماز مکتوبہ جب کہ امام دعا مانگتا ہے۔ مقتدی بھی امام کی دعا میں شریک ہو کر آمین کہہ سکتا ہے یا نہیں۔ بصورت اثبات کیا دلیل ہے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: بعد نماز کے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بعض روایات میں ثابت ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں روایت ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدہ بعد ما سلم وھو مستقبل القبلۃ فقال اللھم خلص الولید الخ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر قبلہ رو ہو کر دعا مانگی اور دعا کے ساتھ مل کر آمین کہنا چونکہ شرعاً ثابت ہے اس لئے دعا میں مقتدی شریک ہو کر آمین کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اصولاً ثابت شدہ امر عام رکھنا چاہیئے۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳۔ ۳ مارچ ۱۹۳۹ء)

سوال: کیا عورت اذان پڑھ سکتی ہے یا نہیں اور کیا عورت مرد کی طرح سجدہ کرے یا اس کی اور صورت ہے۔

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے کہ المرأۃ کلھا عورۃ۔ عورت تمام کی تمام پردہ میں رہنی چاہیئے۔ اس لئے اس کی آواز بھی باہر نہ جانی چاہیئے۔ اللہ اعلم!

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳۔ ۳ مارچ ۱۹۳۹ء)

سوال: زید مسجد اہل حدیث کا امام نماز ہے۔ ہمیشہ بیڑی سگریٹ پیا کرتا ہے۔ خارج مسجد بھی اور گلی کوچوں میں بھی پیتا پھرتا ہے۔ لوگ فتوی پوچھتے ہیں کہ بیڑی سگریٹ پینے والے کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؟ خصوصاً نماز سے پندرہ یا دس منٹ پہلے بیڑی یا سگرٹ پی کر وضو کر کے نماز پڑھاتا ہے۔ آیا ایسا شخص امامت کے لئے سزاوار ہے یا نہیں؟ تمباکو حلال ہے یا حرام؟

جواب: تمباکو پینا منع ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المفتر۔ یعنی مفتر[1] چیز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ امام جماعت کو ترک کرنا چاہیئے۔ اگر وہ نماز پڑھائے تو نماز ہو جاتی ہے اللہ اعلم! (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳۔ ۱۹ مئی ۱۹۳۹ء)

سوال: جمعہ کے بعد دو رکعت سنت ادا کرنی چاہیئے یا چار رکعت۔ نیز اگر جمعہ کی پہلی چار سنتیں رہ جائیں تو بعد نماز جمعہ پڑھی جائیں یا نہ؟

جواب: قبل جمعہ سنن کی تعداد کسی صحیح روایت میں نہیں آئی۔ تحیۃ المسجد کی نیت سے

---

[1] دماغ میں فتور اور نشہ پیدا کرنے والی چیز جس سے دماغ میں چکر پیدا ہو جائے۔ ۱۲ منہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو رکعتیں ضرور پڑھنی چاہئیں۔ فرضوں کے بعد دو اور چار رکعت (ہر دو طرح) مروی ہیں الخ
(۲۶ مئی سنہ ۱۹۲۹ء)

سوال: نماز پنجگانہ میں سلام کے بعد تکبیر (اللہ اکبر) باآواز بلند مقتدی یا امام کہے۔ جس سے معلوم ہو جائے کہ جماعت ختم ہو گئی ہے۔ سنت ہے۔ یعنی حدیث صحیح سے ثابت ہے یا نہیں۔ اور نیز تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم کا عہد نبوی میں اس پر تھا کہ نہیں؟

جواب: حدیث کی رو سے بعد نماز تکبیر کہنا ثابت ہے۔ باقی تاویلات ہیں اور بلا وجہ صرف عن الظاہر محدثین کا مذہب نہیں۔ (اہلحدیث امرتسر ص۱۳ ۵ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء)

سوال: نماز کی تکبیر کیسے کہنی چاہیئے۔ اکہرے لفظوں کا زیادہ ثواب ہے یا دوسرے لفظوں کا۔ جس تکبیر کی نبی علیہ السلام نے تاکید فرمائی ہے وہ تحریر فرمائیں۔ مسئلہ تحریر فرما کر مشکور فرماویں۔ کیونکہ نظام آباد میں تکبیر کے متعلق بہت جھگڑا رہتا ہے۔ بعض اہلحدیث بھی دوہرے لفظوں کی تکبیر کا زیادہ ثواب سمجھتے ہیں۔

جواب: تکبیر کے ہر ایک کلمہ کو ایک ایک مرتبہ کہنا سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے افضل ہے۔ زید بن عبدالبر کے تلقین شدہ کلمات ایسے ہی منقول ہیں۔ بروایت احمد منتقی میں یہ روایت موجود ہے۔

ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ امر بلال ان یشفع الاذان ویوتر الاقامة. یہ روایت صحاح میں مروی ہے۔ ایک روایت میں حضرت ابن عمر سے آیا ہے۔ انما کان الاذان علیٰ عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم مرتین مرتین والاقامة مرة غیر انه یقول قد قامت الصلوة قد قامت الصلوة۔ (ابوداود۔ نسائی) ۔ (اہلحدیث امرتسر ص۱۳ ۱۲ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء)

سوال: تین وتروں میں بیچ میں التحیات پڑھنا جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: تین وتروں میں التحیات پڑھنا حدیث سے ثابت نہیں بلکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نماز مغرب کے مشابہ وتروں کو نہ پڑھو۔ (اہلحدیث امرتسر ص۱۳ ۲ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء)

سوال: حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسلمانوں کو غیر رمضان میں ایک رکعت نماز پڑھنے کا ثواب رمضان المبارک میں ستر رکعت نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے تو زید تارک صلوٰۃ ہے۔ اور دنوں میں کبھی بھول کر بھی ایک وقت کی نماز نہیں پڑھتا۔ البتہ ماہ رمضان المبارک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ایک ماہ نماز پنجگانہ باجماعت معہ وتراویح کے پڑھتا ہے۔ جواب طلب ہے کہ زید بھی مذکورہ بالا حدیث کی روایت کے مطابق ستر گنا ثواب کا حقدار ہوگا یا نہیں؟

جواب: تارکِ نماز جب تک توبہ کرکے پابند نماز نہ ہو جائے۔ رمضان شریف کے ثواب موعودہ کا حقدار نہیں۔ (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۱۷ دسمبر ۱۹۳۷ء)

سوال: نماز جمعہ میں لوگ اکثر سلمی کا خطبہ پڑھا کرتے ہیں۔ جس کے اندر اشعار بھی ہوتے ہیں جو مانند گانے کے پڑھا جاتا ہے کیا اس طرح کے اشعار راگ کے ساتھ خطبہ کے وقت پڑھنا یا سننا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: آنحضرت صلعم کے خطبہ مسنونہ کا ذکر ان لفظوں میں آیا ہے۔ کانت لرسول اللہ خطبتان یقرا القران ویذکر الناس۔ خطبہ مسنون یہ ہے کہ قرآن شریف کے ساتھ نصیحت کرے۔ اس کے سوا خطبہ محض نظم میں ہو یا محض نثر میں غیر مسنون ہے۔ (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۱۷ دسمبر ۱۹۳۷ء)

سوال: عصر کی جماعت ہو رہی ہے۔ ایک آدمی جسے ابھی ظہر پڑھنی باقی ہے۔ جماعت کے ساتھ مل کر کون سی نماز ادا کرے۔

جواب: حدیث میں آیا ہے لا صلوۃ الا التی اقیمت۔ یعنی اس وقت وہی نماز جائز ہے جس کے لئے تکبیر کہی گئی ہو۔ امام شافعیؒ کے نزدیک عصر کی نماز امام ظہر کے پیچھے پڑھیں تو جائز ہے۔ (اہلحدیث جلد ۴۲ ص ۱۰)

تشریح: پوری حدیث یہ ہے۔ اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا التی اقیمت رواہ احمد والطبرانی فی الاوسط (التلخیص الحبیر مکتوب الحقانی علی حامش جامع الصغیر وقال فی نیل الاوطار بعد ذکر حدیث ابی ھریرۃ وفی الباب عن ابن عمرؓ عند الدارقطنی فی الاثر ومثل حدیث ابی ھریرۃ قال العراقی اسنادہ حسن انتھی۔ ج۔ الغرض مولانا نے جو فرمایا ہے۔ ٹھیک ہے۔ اس وقت عصر ہی کی نماز پڑھنی ہوگی:

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: رکعت رکوع میں مل جانے سے مل جائے گی یا نہیں۔ کیونکہ رکوع میں حضرت ابوبکرہؓ صف کے باہر رکوع کی صورت بنا کر نماز کے باہر صف سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسکے۔ تو اس حرص پر اللہ کے رسول ﷺ نے دعا فرمائی۔ کہ اللہ تمہاری حرص کو زیادہ کرے۔

جواب: اس روایت سے مدرک رکوع کا مدرک رکعت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ نہ عبارۃ النص سے نہ اشارۃ النص سے اور نہ دلالۃ النص سے اور نہ اقتضاء النص سے صرف صحابی کی نیک نیتی کے لئے دعا ہے۔ ج ۳ ص ۲۴۲

شرفیہ: ابوبکرہ رض کی حدیث سے استدلال غلط ہے۔ اس لئے کہ اول تو اس کو اس فعل سے منع کر دیا کہ تم آئندہ ایسا نہ کرنا پھر جو ایسا کرے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے۔ دوم اسی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ جو فرض یا رکن تم سے رہ گیا ہے اس کو پورا کرو۔ فرمایا۔ زادک اللہ حرصا ولا تعد صل ما ادرکت واقض ما سبق اخرجہ البخاری فی جزء القراءۃ خلف الامام۔ صک

نوٹ: اس مسئلہ کی پوری پوری تحقیق کے لیے حضرت مولانا ظفر عالم میرٹھی کا قابل قدر رسالہ "رکوع کی رکعت" ملاحظہ فرمایئے۔ "محمد داؤد راز"

دیگر: راجح یہ ہے کہ مدرک رکوع کی رکعت نہیں۔ کیونکہ جن اصحاب کے نزدیک فاتحہ خلف الامام فرض ہے ان کے نزدیک دو رکن فوت ہوتے ہیں (۱) فاتحہ (۲) قیام۔ اور جن علماء کے نزدیک قراءت فاتحہ فرض نہیں ان کے نزدیک ایک رکن قیام فوت ہوا ایک رکن کا فوت ہونا بھی موجب عدم تمام ہے۔ اس کے علاوہ مدرک رکعت سمجھنے کی کوئی دلیل نہیں۔ جن میں سے ان دو یا ایک رکن سے بے اعتنائی کی جائے۔ واللہ اعلم۔ ۲۶ مئی ۱۹۳۱ء

تعاقب: آپ سے مسئلہ رکوع کا دریافت کیا گیا تھا کہ جب کوئی آدمی رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو جائے۔ اس کی رکعت ہو جاتی ہے یا نہیں؟ مسئلہ قرآن مجید یا حدیث سے ثابت کر کے جواب تحریر فرمائیں بلکہ اپنے اہلحدیث میں شائع کر دیں۔

آپ نے اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۶ ۵ ۳۱ء کے ص ۱۳ پر سوال درج کر کے جواب تحریر فرمایا جو تسلی بخش نہیں ہے۔ آپ نے اس مسئلہ کے متعلق قرآن مجید یا حدیث کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو ذکر تک نہیں کیا صرف قیاس سے ہی کام لیا ہے جو قرآن مجید یا حدیث کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ اب گزارش ہے کہ آپ اس مسئلہ کو قرآن مجید یا حدیث سے ثابت کر کے اخبار میں دوبارہ شائع کر دیں۔ اور ایک پرچہ میرے نام بھی روانہ کرادیں تاکہ تسلی ہو جائے۔ مولوی صاحب نہایت ادب سے گزارش کرتا ہوں جب تک میں شک میں رہوں گا۔ اور جو گناہ مجھ پر عائد ہوگا۔ اس کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔ (تاج الدین راجپوت سکنہ حافظ آباد)

جواب: اسی جواب کو بصورت دیگر لکھا جاتا ہے۔ چونکہ بحکم قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (القرآن) قیام فرض ہے اور بحکم لاصلوٰة الا بفاتحة الكتاب (الحدیث) قراءت فاتحہ ضروری ہے۔ اور رکوع کی حالت میں دونوں چیزیں میسر نہیں ہوتیں۔ قائل کے پاس کوئی آیت یا حدیث ایسی ہو جس سے استثناء جائز ہو سکے۔ تو ہم بخوشی اسے سننے کو تیار ہیں۔ (۲۶ مئی ۱۹۲۳ء)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدرک رکوع کی رکعت ہوتی ہے یا نہیں۔ استدلال مستدل ابوہریرہؓ کی ان دو روایتوں سے ہے۔ مَنْ فاتته قراءة القرآن فقد فات خيرا كثيرا واذا جئتم الى الصلوٰة ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شيئا ومن ادرك ركعة من الصلوٰة فقد ادرك الصلوٰة۔ سو مستدل کا استدلال ان دونوں روایتوں سے صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: مدرک رکوع کی رکعت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب۔ متفق علیہ۔ اور جزء القراءة للامام البخاری میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ ان ادركت القوم ركوعا لم تعتد بتلك الركعة۔ یعنی اگر تم قوم کو رکوع میں پاؤ تو اس رکعت کو شمار نہ کرو۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ هذا هو المعروف عن ابي هريرة موقوفا واما المرفوع فلا اصل له۔ یعنی یہ روایت ابوہریرہؓ سے موقوفاً معروف ہے لیکن یہ روایت مرفوعاً بے اصل ہے اور ابوہریرہؓ کی دونوں روایت مذکورہ سے استدلال صحیح نہیں

ہوتا ہے۔ اس لئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں روایتوں میں رکعت پوری نہ ہونے کا ذکر نہیں ہے بلکہ مسکوت عنہ ہے۔ پس ان دونوں روایتوں کو ان روایات کی طرف پھیرنا چاہیے۔ جن میں صراحتاً مذکور ہے کہ وہ رکعت نہیں ہوتی ہے۔ علاوہ بریں حدیث میں من ادرک رکعۃً میں رکعت سے رکوع مراد لینا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ معنی مجازی ہے اور لفظ کا معنی مجازی مراد لینا بلا قرینہ کے جائز نہیں اور اس حدیث میں کوئی قرینہ نہیں ہے اور ساتھ اس کے یہ حدیث ضعیف بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عبدالرحمٰن گورکھپوری عفا اللہ

سید محمد نذیر حسین (فتاوی نذیریہ جلد اوّل ص ۲۸۶)

سوال: جمعہ کے بعد دو رکعت سنت ادا کرنی چاہیے یا چار رکعت۔ نیز اگر جمعہ کی پہلی چار سنتیں رہ جائیں تو بعد نماز جمعہ پڑھی جاویں یا نہ؟

www.KitaboSunnat.com

جواب: قبل جمعہ سنن کی تعداد کسی صحیح روایت میں نہیں آئی تحیۃ المسجد کی نیت سے دو رکعتیں ضرور پڑھنی چاہئیں۔ فرضوں کے بعد دو اور چار رکعت (ہر دو طرح) مروی ہیں۔ ابوداؤد میں ہے۔ کان ابن عمر رضی اللہ عنہ یطیل الصلوٰۃ قبل الجمعۃ ویصلی بعدھا رکعتین فی بیتہ ویحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یفعل ذالک۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، جمعہ سے قبل لمبی نماز پڑھتے اور بعد کی دو رکعتیں اپنے گھر میں پڑھتے اور بیان فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے۔" صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، مرفوعاً راوی ہیں۔ اذا صلیتم بعد الجمعۃ فصلوا اربعا فان عجل بک شئی فصل رکعتین فی المسجد ورکعتین اذا رجعت۔ یعنی فرمایا کہ تم جمعہ کے بعد نماز پڑھو تو چار رکعتیں پڑھا کرو۔ اگر کسی وجہ سے جلدی ہو تو دو مسجد میں پڑھ لیا کرو۔ اور دو رکعتیں واپسی کے بعد پڑھ لو۔ اوسط طبرانی میں روایت ہے۔ عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی قبل الجمعۃ وبعدھا رکعتین (تلخیص) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور بعد دو دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ ھذا واللہ اعلم۔

(۲۶ مئی ۱۹۳۹ء)

جمعہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: ایک آدمی نماز با جماعت شروع ہونے کے بعد مسجد میں آیا ہے۔ ابھی پہلی ہی رکعت شروع ہوئی ہے اس پہلی رکعت میں کس وقت تک شامل ہو جائے کہ اس کی نماز پوری با جماعت تصور کی جاسکے۔ اور اگر دوسری رکعت میں شامل ہو سکا ہے تو جماعت کے بعد بقیہ ایک رکعت نماز کس طرح ادا کرے یعنی سُبْحَانَكَ الخ سے لے کر سورہ فاتحہ اور کچھ حصہ قرآن مجید پڑھے یا کچھ کم و بیش۔

نیز چوتھی رکعت میں شامل ہونے والا آدمی جب باقی تین رکعت نماز اکیلا شروع کرتا ہے۔ ان رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں جو حقیقت میں اس کی دوسری رکعت ہے۔ التحیات میں بیٹھے یا نہ بیٹھے؟

جواب: شخص مذکور فاتحہ پڑھ لے تو پہلی رکعت مکمل شمار ہوگی۔ دوسری تیسری چوتھی میں شامل ہونے والا بقیہ کو پہلا حصہ مان کر نماز پوری کرے۔ یعنی سبحانک نہ پڑھے اور پچھلی دو یا ایک رکعت میں جو باقی ہے صرف سورہ فاتحہ پڑھے اور جو تین امام کے ساتھ پڑھی ہیں ان کو پہلی سمجھے یعنی ترتیب ملحوظ رکھے۔ اگر چوتھی رکعت میں ملا ہے تو اٹھ کر پہلی جو رکعت پڑھے اس کو دوسری رکعت سمجھ کر اس کے بعد التحیات پڑھے۔ (۱۶ر جون ۱۹۳۹ء)

سوال: اثناء نماز میں اگر کوئی کسی جگہ کھجلا دے تو نماز کے اندر کوئی نقص لازم آئے گا یا نہیں؟

جواب: نماز میں خارش پر کھجلانے سے نماز میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں رفع حرارت کے سجدہ کی جگہ پر نماز پڑھتے پڑھتے کنکریاں ماتھے کے نیچے رکھ لیا کرتے تھے۔ (۳۰ر جون ۱۹۳۹ء)

سوال: ڈاڑھی منڈوانے والے امام کے پیچھے نماز پنجگانہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: ڈاڑھی منڈوانے والے خلاف سنت شخص کو امام مقرر نہیں کرنا چاہیے لقولہ علیہ السلام اجعلوا ائمتکم خیارکم۔ اگر پڑھ رہا ہو تو اقتدا جائز ہے بحکم وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ۔ (۲۴ دسمبر ۱۹۳۶ء)

سوال: قرآن سے ہاتھ سینہ پر یا زیر ناف باندھنا کہیں ثابت ہے یا نہیں۔ شیعہ لوگ ہم سے قرآن سے دلیل مانگتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ آیت فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (سورہ کوثر) کا معنی کرتے ہیں کہ نماز پڑھو۔ اور سینہ پر ہاتھ باندھو۔ اللہ اعلم! (۲۱ دسمبر ۱۹۳۳ء)

سوال: میرے پاس قمیص، پائجامہ، کوٹ وغیرہ ہے۔ گرمی کی وجہ سے ایک رومال اوڑھ کر اور پائجامہ پہن کر نماز پڑھتا ہوں۔ نصف حصہ پیٹ کا اور ناف کے نیچے چار انگل اور کبھی دو انگل کھلا رہتا ہے۔ ایسی حالت میں نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: ستر کی جگہ کو ڈھانپ کر نماز پڑھے تو نماز ہو جائے گی۔ مگر افضل یہ ہے کہ کپڑے پہن کر نماز پڑھے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ عمل اسی پر رہا ہے۔ اللہ اعلم۔ (۲۰ دسمبر ۱۹۳۶ء)

سوال: وضو کرنے کے بعد فوراً ہی ہاتھ منہ کپڑے سے پونچھنا منع ہے یا نہیں۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے۔ تو گناہ گار ہوگا یا نہیں؟

جواب: وضو کے بعد اعضاء کو کپڑے سے پونچھنا جائز ہے لحديث معاذ قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا توضأ مسح وجهه بطرف ثوبه (ترمذی) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے بعد کپڑے سے اپنے چہرہ مبارک کو پونچھا کرتے تھے۔ اللہ اعلم! (۷ جنوری ۱۹۳۸ء)

سوال: اگر امام کے پیچھے صف لگی ہوئی ہو اور مزید کسی آدمی کی گنجائش نہ ہو تو اکیلا صف کے پیچھے نماز میں شامل ہو سکتا ہے کہ نہیں۔ چونکہ بلوغ المرام حصہ اول ص ۱۱۳ (ابو داؤد داود ترمذی کی روایت سے حدیث شریف میں موجود ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اکیلے کی صف کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی۔ اسی وقت اگلی صف سے دوسرا آدمی کھینچ کر لگا لینا چاہیے۔ اور یہی مذہب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ہے۔ علاوہ اس کے بلاغ المبین میں لکھا ہے۔ باقی ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔ کہ اکیلے کی بھی صف کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے۔ اور ان کی دلیل بخاری شریف میں حدیث شریف بروایت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ موجود ہے آپ فرمائیں کون سی دلیل صحیح ہے۔

جواب: حدیث کے مطابق صحیح یہی ہے کہ صف کے پیچھے اکیلا نماز نہ پڑھے۔ اگر اکیلا ہو تو پہلی صف سے کسی کو کھینچ کر ملا لے۔ اللہ اعلم۔ (۷ جنوری ۱۹۳۸ء)

سوال: عیدگاہ میں امام بوقت خطبہ عیدین، خطبہ کے درمیان میں بیٹھے یا نہ بیٹھے۔ سنت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کس طرح ہے۔ اور جو خطبہ کے مابین نہ بیٹھے اس کا فعل سنت کے موافق ہے؟ کیا حکم ہے؟

جواب: عیدین کے خطبہ کے درمیان بیٹھنا سنت ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے السنة ان یخطب الامام فی العیدین خطبتین یفصل بینهما بجلوس رواه الشافعی) کذا فی المنتقی۔ جو شخص اس کے خلاف کرے وہ خلاف سنت کرتا ہے۔ اللہ اعلم! (۲۸ جنوری ۱۹۳۳ء)

سوال: حائضہ عورت قرآن شریف کے سوا دوسری کوئی اور کتاب۔ مثلاً اردو کی پہلی۔ دوسری کتاب پڑھ سکتی ہے یا نہیں اور کتب بینی اور اخبار بینی بھی کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: حائضہ قرآن مجید کو ہاتھ نہیں لگا سکتی۔ زبان سے پڑھ سکتی ہے۔ اور قرآن مجید کے سوا اور کتب ہاتھ میں لے کر پڑھ سکتی ہے۔ (۲۸ جنوری ۱۹۳۳ء)

سوال: اگر کوئی شخص عیدگاہ میں پختہ منبر بنا دے اور اس پر چڑھ کر خطبہ دینا اور چاروں طرف دیوار یا صرف آگے دیوار بنانا کیسا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عیدین میں منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا ہے یا نہیں؟

جواب: عیدین کا خطبہ منبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ طارق بن شہابؓ روایت کرتے ہیں۔ اخرج مروان المنبر فی یوم العید فقام رجل یا مروان خالفت السنة اخرجت المنبر فی یوم العید ولم یکن یخرج فیه (مسلم)۔ (۴ فروری ۱۹۳۳ء)

تعاقب: پرچہ اہلحدیث مؤرخہ ۲۸ جنوری ۱۹۳۳ء کے فتاویٰ کا جواب لائق اعتراض ہے مجھے امید ہے کہ ممدوح اس پر نظر ثانی فرمائیں گے۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ عیدین کے خطبہ کے درمیان بیٹھنا سنت ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ السنة ان یخطب الامام فی العیدین خطبتین یفصل بینهما بجلوس۔ رواه الشافعی کذا فی المنتقی۔) جو شخص اس کے خلاف کرے۔ وہ خلاف سنت کرتا ہے واللہ اعلم۔ گذارش یہ ہے کہ عیدین کا دو خطبوں سے ادا کرنا کسی حدیث سے ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ بلکہ فقہاء نے عیدین کو جمعہ پر قیاس کیا ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص میں فرمایا کہ قوله یجلس بینهما کما فی الجمعة مقتضاه انه

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احتج بالقیاس وقد ورد فیہ حدیث مرفوع۔ رواہ ابن ماجہ عن جابر وفیہ اسمٰعیل بن مسلم وھو ضعیف انتھٰی۔ اور نیز حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں ترجمہ اسمٰعیل بن مسلم میں ذکر کیا ہے۔ اسمٰعیل بن مسلم المکی ابو اسحاق کان من البصرۃ ثم سکن مکۃ وکان فقیھا ضعیف الحدیث من الخامسۃ ضعفہ ابن المبارک وقال احمد منکر الحدیث انتھٰی۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں فرمایا ہے۔ عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ۔ قال السنۃ ان یخطب الامام فی العیدین خطبتین یفصل بینھما بجلوس رواہ الشافعی والحدیث الثانی یرجحہ القیاس علی الجمعۃ وعبید اللہ بن عبد اللہ تابعی کما عرفت فلا یکون قولہ دلیل علی انھا سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما تقرر فی الاصول وقد ورد فی الجلوس بین خطبتی العید حدیث مرفوع رواہ ابن ماجہ عن جابر وفی اسنادہ اسمٰعیل بن مسلم انتھٰی۔

یہ دلائل ہیں جلوس بین الخطبتین کے نگسان میں کوئی بھی دلیل ایسی نہیں کہ قابل استناد کے ہو۔ ابن ماجہ کی روایت مرفوع خود ضعیف ہے باقی رہی عبارت شافعیؒ کی۔ اس کے ساتھ بھی حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عبید اللہ تابعی ہے اور تابعی کا یہ کہنا کہ فلاں کام سنت ہے مرفوع نہیں ہوتا۔ جیسا کہ علم الاصول میں مقرر ہے۔

پس کوئی دلیل دو خطبہ کے قائلین کے پاس نہیں ہے۔ اور جب دو خطبوں کا ثبوت کسی حدیث سے نہیں ہوتا۔ اور صرف قیاس ہی قیاس سے کام لیا جاتا ہے تو یہ دو خطبے عیدین کے اور ان کے مابین جلوس خلاف سنت ہے۔ ھذا ما ظھر لی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (حافظ محمد اسمٰعیل سنگری۔ شولاپور)

جواب: حافظ صاحب خود ہی حدیث مرفوع نقل کرتے ہیں۔ مگر پھر انکار کہ کوئی حدیث نہیں آئی۔ حدیث کا ضعف اُسے درجہ استدلال سے اس وقت گراتا ہے جب اس کے مقابل میں حدیث صحیح موجود ہو۔ صورت مذکورہ میں حدیث کا ضعف مضر نہیں اور قیاس بھی اس کا مؤید ہے ... جیسا کہ حافظ صاحب نے خود ہی امام شوکانیؒ کی عبارت نقل کی ہے۔ زیادہ سے زیادہ حدیث کے ضعف کی وجہ سے یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ جلوس بین الخطبتین کو سنت نہیں کہا جا سکتا۔ مگر اس کو خلاف سنت کہنا بھی ایک جراءت ہے۔ (اہلحدیث ۱۳ مارچ ۱۹۳۶ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: ایک فریق تو صبح کی اذان ہوتے ہی دو رکعت سنت ادا کر کے جماعت کرا دیتا ہے۔ اور دوسرا گروہ تھوڑی دیر انتظار کر کے درمیانے وقت میں نماز پڑھتے ہیں، اس واسطے دریافت طلب بات یہ ہے کہ آیا کونسا فریق راستی پر ہے۔ اور آجکل اذان کتنے بجے کہی جاوے۔ اور انتظار کتنے عرصہ ہونا چاہیئے تاکہ اتفاق رہے۔

جواب: اذان صبح صادق طلوع ہوتے ہی کہی جاوے۔ پھر کچھ دیر انتظار کرنا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے لئے اس قدر انتظار کرتے تھے کہ سویا ہوا شخص نیند سے اُٹھ کر وضو کر کے جماعت کے ساتھ شامل ہو سکے۔ (۴ مارچ ۱۹۳۹ء)

سوال: اگر امام قراءت میں کسی جگہ پر بھول جائے یا درمیان میں کوئی آیت چھوڑ جائے اور مقتدیوں میں سے لقمہ دینے والا کوئی نہ ہو تو سجدہ سہو کرنا چاہیئے یا نہیں؟

جواب: حدیث شریف میں ہر بھول پر سجدہ کا حکم ہے۔ اس لئے قراءت بھول جائے تو بھی سجدہ سہو کرے[1]۔ (۱۰ مارچ ۱۹۳۹ء)

تعاقب: اخبار "اہلحدیث" مجریہ ۲ ذی الحجہ سنہ رواں میں سوال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ "عیدین کا خطبہ منبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں"

جامع ترمذی شریف میں ہے۔ عن جابر بن عبد اللہ قال شهدت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الاضحی بالمصلی فلما قضی خطبته نزل عن منبره الحدیث۔ یعنی جابر بن عبد اللہ رضہ سے روایت ہے کہ میں بقر عید کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عیدگاہ میں گیا۔ پس جب آپ نے خطبہ پورا کیا تو اپنے منبر سے اُتر پڑے۔

تحفة الاحوذی ص۳۱۲ ج ۲ میں اسی حدیث کے تحت مذکور ہے۔

"فیه ثبوت وجود المنبر فی المصلی وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یخطب علیه"۔ یعنی "اس حدیث میں ثبوت ہے اس کا کہ عیدگاہ میں منبر کا وجود تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر خطبہ دیا کرتے تھے"

نوٹ: سائل نے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ عیدگاہ میں "چاروں طرف دیوار یا صرف

---

[1] اس پر تعاقب معہ جواب اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگے دیوار بنانا کیسا ہے۔ امید کہ مفتی اعظم صاحب، مدظلہ اس کا بھی جواب باصواب تحریر فرمائیں گے (راقم عبد السلام مبارکپوری اعظمی)

جواب: تعاقب صحیح ہے۔ جزاک اللہ! عیدگاہ کی چار دیواری یا ایک دیوار بہ نیت حفاظت زمین بنائی جائے تو جائز ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔ (۱۸ مارچ ۱۹۳۵ء)

سوال: جماعت بندی بذریعہ اوقات گھڑی مسجد میں مقرر ہے۔ نماز کے لئے بدعت تو نہیں؟

جواب: گھڑی وقت نماز معلوم کرنے کے لیے مسجد میں رکھنا منع نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا۔ (۲۵ مارچ ۱۹۳۵ء)

تعاقب اخبار اہلحدیث مجریہ ۱۵ محرم سنہ حال میں سوال کا جو یہ جواب تحریر فرمایا گیا ہے کہ "حدیث شریف میں ہر بھول پر سجدہ کا حکم ہے۔ اس لئے قرارت بھول جائے تو بھی سجدہ سہو کرے۔ میرے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اولاً ہر بھول پر سجدہ کرنے کی حدیث ضعیف ہے۔ بلوغ المرام میں ہے۔ عن ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لکل سھو سجدتان بعد ما یسلم رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ بسند ضعیف۔

ثانیاً۔ قرارت بھول جانے کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ سہو کرنا ثابت نہیں ہے۔ سنن ابی داؤد میں ہے۔ عن ابی المسعود بن یزید المالکی۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً فی الصلوٰۃ فترک شیئًا لم یقرأہ فقال لہ رجل یا رسول اللہ ترکت آیۃ کذا وکذا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھلا ذکرتنیھا قال کنت اراھا نسخت وفی روایۃ ابن حبان فقال ظننت انھا نسخت قال فانھا لم تنسخ۔ یعنی مسعود بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرارت پڑھ رہے تھے۔ پس کچھ چھوڑ دیا اور اس کو پڑھا نہیں تو ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ آپ نے فلاں فلاں آیت چھوڑ دی۔ تب آپ نے فرمایا۔ مجھے کیوں نہیں یاد دلایا۔ اس مرد نے کہا میں نے گمان کیا کہ وہ آیت (جس کو آپ نے چھوڑ دیا اور پڑھا نہیں) منسوخ ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا منسوخ نہیں ہوئی ہے۔ ونیز سنن ابی داؤد میں ہے۔ عن عبد اللہ بن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی صلوٰۃ فقرأ فلبس علیہ فلما انصرف قال لابی اصلیت معنا قال نعم قال فما منعک الخ یعنی عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز پڑھی۔ پس آپ نے قراءت کی تو آپ پر قراءت ملتبس ہوئی۔ پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو ابی بن کعب سے کہا۔ کہ تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ کس چیز نے لقمہ دینے سے تم کو روکا؟ یہ دونوں حدیثیں فتاویٰ نذیریہ ج ۱) سے منقول ہیں۔

الحاصل احادیث سے نماز کی کمی و زیادتی کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ سہو کرنا ثابت ہے مگر قراءت بھول جانے پر سجدہ سہو کرنا حدیث سے ثابت نہیں ہے جیساکہ دونوں مذکورہ بالا حدیثوں سے ظاہر ہے۔ پس اگر امام نماز میں کوئی آیت بھول کر چھوڑ جائے تو اس کو سجدہ سہو نہیں کرنا چاہیئے۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب آپ نے جو تعاقب کیا ہے۔ صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ لکل

جواب تعاقب الف) سہو سجدتان حدیث قولی ہے۔ اور جو واقعات پیش کئے ہیں وہ حدیث فعلی ہیں۔ ان میں سجدے کی نفی نہیں عدم ذکر ہے۔ عدم ذکر سے نفی لازم نہیں آتی۔ علاوہ اس کے مسئلہ زیر بحث میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ آپ نے جو اختیار کیا ہے وہ بھی ایک مذہب ہے۔ اور ایک مذہب یہ بھی ہے کہ جن چند مقامات میں آپ نے سجدہ سہو کیا ہے۔ صرف وہی قابل سجدہ ہیں۔ دوسرے نہیں۔ سفر السعادت میں اس کی تفصیل ملتی ہے۔ لہٰذا یہ مسئلہ زیادہ قابل بحث نہیں ہے۔ (یکم اپریل ۱۹۳۸ء)

تعاقب: ۵ محرم الحرام سنہ رواں کے پرچہ "اہلحدیث" میں تعاقب دیکھا کہ عیدین میں منبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطبہ دینا ثابت ہے وہ تعاقب صحیح نہیں۔ کیونکہ امام ترمذی خود اس حدیث کو بیان کر کے اخیر میں لکھتے ہیں۔ والمطلب بن عبداللہ بن حنطب یقال انہ لم یسمع من جابر۔ اسی سند سے ابوداؤد میں ہے۔ لہٰذا اس ضعیف حدیث سے استدلال پکڑنا صحیح نہیں۔ اس کے خلاف احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ میں ہے عن طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ قال اخرج مروان المنبر فی یوم عید فبدأ بالخطبۃ قبل الصلوٰۃ فقام رجل فقال یا مروان خالفت السنۃ اخرجت المنبر فی یوم عید ولم یکن یخرج فیہ فقال ابو سعید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اما ھذا فقد ادنیٰ ما علیہ (منتقی)

اسی حدیث کی طرف امام بخاری نے اشارہ کیا ہے۔ بخاری شریف میں باب الخروج الی المصلی بغیر منبر۔ نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۲۷۲، فتح الباری ج ۲ صفحہ ۳۰۳ فی روایۃ ابن حبان فینصرف الی الناس قائما فی مصلاہ ولابن خزیمۃ فی روایۃ خطب یوم عید علی رجلیہ۔ اس کے بعد فتح الباری میں لکھا ہے، وھذا مشعر بانہ لم یکن بالمصلی فی زمانہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر ویدل علی ذلک قول ابی سعید فلم یزل الناس علی ذلک حتی خرجت مع مروان ومقتضی ذالک ان اول من اتخذہ مروان اور سبل السلام صفحہ ۱۷۳ میں تحت حدیث ابی سعید لکھا ہے۔ فیہ دلیل علی انہ لم یکن فی مصلاہ منبر وقد اخرج ابن حبان فی روایۃ خطب یوم عید علی راحلتہ وقد ذکر البخاری فی تمام روایۃ عن ابی سعید ان اول من اتخذ المنبر فی مصلی العید مروان۔ سفر السعادت مصری صفحہ ۲۷ میں ہے۔ وکان اذا فرغ من الصلوۃ قام وخطب قائما ولم یک ثم منبر کما ورد فی الحدیث الصحیح فنزل نبی اللہ وھذا یدل علی انہ کان یخطب علی تل او صنعۃ ما ومکان عال۔ یقوم مقام المنبر وروی فی بعض الاحادیث علی راحلتہ وفی الصحیحین عن جابر ثم قام متوکأ علی بلال۔ (۱۵ اپریل ۱۹۳۶ء)

۲۰ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ کے اخبار "اہلحدیث" سوال نمبر ۱ کے

تعاقب پر تعاقب جواب باصواب میں فاضل مفتی صاحب مدظلہ العالی نے تحریر کیا کہ عیدین کا خطبہ منبر پر آنحضرت صلعم سے ثابت نہیں اور اس کی دلیل میں صحیح مسلم شریف کی حدیث پیش کی۔ جواب مذکور صواب وصحیح تھا۔ لیکن اس پر جلدی سے جناب مولوی ابو الصمصام عبد السلام مبارکپوری نے تعاقب کر دیا۔ مولوی صاحب کا یہ تعاقب دور از تحقیق ہے۔ اس لئے کہ جس روایت کو فاضل متعاقب نے نقل کیا ہے۔ منقطع اور ضعیف ہے۔ اس حدیث کا راوی مطلب بن عبد اللہ کثیر التدلیس والارسال ہے۔ (تقریب) اس کی روایت حجت نہیں مانی جاتی جیسا کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذہبی نے میزان میں نقل کیا ہے (لیس یحتج بحدیثہ) اس کو جابر صحابی سے سماع بھی حاصل نہیں۔ امام ترمذی نے خود ہی حدیث نزل من منبرہ والی نقل کر کے لکھدیا ہے۔ المطلب بن عبداللہ بن حنطب یقال انہ لم یسمع من جابر امام بخاری بھی فرماتے ہیں۔ ولا اعرف للمطلب بن عبد اللہ بن حنطب سماعا من احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ترمذی جلد ثانی ص۱۲۱)

(کسی صحابی سے مطلب بن عبداللہ کی سماع مجھ کو نہیں معلوم) پس مولوی صاحب کی منقولہ روایت قابل حجت نہیں۔ صحیح مسلم شریف وابوداؤد و دیگر کتب احادیث سے پتہ ملتا ہے کہ عیدگاہ میں منبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا۔ بلکہ مروان کے زمانہ میں کثیر بن صلت نے عیدگاہ میں اس کا آغاز کیا۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب منعقد کیا ہے۔ (باب الخروج الی المصلی بغیر منبر) ومن ادعی خلافہ فعلیہ البیان بالبرہان)۔ (راقم سیف الدین مرشد آبادی) (۲۲ر اپریل ۱۹۳۸ء)

عیدین میں دو خطبہ

تعاقب اخبار اہل حدیث بابت ۸ ر جنوری سنہ رواں کے جواب میں تحریر فرمایا گیا ہے۔

"عیدین کے خطبہ کے درمیان بیٹھنا سنت ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ السنۃ ان یخطب الامام فی العیدین خطبتین یفصل بینھما بجلوس (رواہ الشافعی کذا فی المنتقی۔ جو شخص اس کے خلاف کرے

ؒ اس مسئلہ کی مکمل بحث کیلئے مولانا ابوالحسن صاحب بنگلوری (مخالف) اور حضرت مولانا سیف بنارسی مرحوم (موافق) کے مقالہ جات "اہلحدیث" جلد ۴۲ اور اگلے پرچوں میں ملاحظہ فرمائیے۔ افسوس کہ فتاوی کی ضخامت محدود ہونے کی وجہ سے ہم اُن کو درج نہیں کر سکے۔ ۱۲ محمد داؤد راز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ خلاف سنت کرتا ہے" پس واضح ہو کہ یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ السنۃ ان یخطب الامام فی العیدین خطبتین عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ تابعی کا قول ہے۔ لہٰذا ان کے اس قول سے کہ" عیدین میں دو خطبے سنت ہیں" سنت نبوی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ قاضی شوکانی نیل صہ ۱۹۲ میں لکھتے ہیں۔ عبید اللہ بن عبد اللہ تابعی فلا یکون قولہ من السنۃ دلیلا علی انہا سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا فی تقریر فی الاصول۔ علاوہ اس کے عیدین میں دو خطبے مسنون ہونا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں اور جو حدیثیں عیدین میں دو خطبوں کے مسنون ہونے کے ثبوت میں ذکر کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف و ناقابل احتجاج ہیں۔ ازاں جملہ ابن ماجہ کی ایک حدیث یہ ہے۔ عن جابر قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم فطر او اضحی فخطب قائما ثم قعد قعدۃ ثم قام یعنی جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر یا عید الاضحی کے دن نکلے۔ پس کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا پھر بیٹھے پھر کھڑے ہوگئے لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی سند میں اسمٰعیل بن مسلم واقع ہیں اور وہ ضعیف ہیں و نیز اس کی سند میں ابوالزبیر واقع ہیں اور یہ مدلس ہیں۔ اور انہوں نے اس حدیث کو جابرؓ سے بلفظ عن روایت کیا ہے۔ اور عنعنہ مدلس کا مقبول نہیں اور ازاں جملہ ایک حدیث یہ بھی ہے۔ عن عبید اللہ بن مسعود قال السنۃ ان یخطب الامام فی العیدین خطبتین یفصل بینہما بجلوس یعنی سنت یہ ہے کہ امام عیدین میں دو خطبے پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان فصل کرے۔ لیکن یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

حافظ زیلعیؒ تخریج ہدایہ صہ ۳۲۲ میں لکھتے ہیں۔ قال النووی فی الخلاصۃ وروی عن ابن مسعود قال السنۃ ان یخطب الامام فی العیدین خطبتین فیفصل بینہما بجلوس ضعیف غیر متصل ولم یثبت فی تکریر الخطبۃ شئ ولکن المعتمد فیہ ایضا القیاس علی الجمعۃ انتہی کلامہ۔

اور ازاں جملہ ایک روایت یہ ہے۔ عن سعد بن ابی وقاص ان النبی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم صلی العید بغیر اذان ولا اقامة وکان یخطب خطبتین یفصل بینھما بجلسة۔ یعنی سعد بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر اذان اور اقامت کے عید کی نماز پڑھی۔ اور آپ دو خطبے پڑھتے تھے اور دونوں کے درمیان بیٹھ کر فصل کرتے تھے۔ مگر یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں لکھا ہے۔ رواہ البزار ورجالہ فی اسنادہ من لم اعرفہ۔ اور علامہ امیر یمانی رحؒ سبل السلام صـ۱۷۱ میں تحت حدیث ابی سعود خدریؓ (ویقوم مقابل الناس والناس علیٰ صفوفھم فیعظھم ویامرھم متفق علیہ) لکھتے ہیں۔ وفیہ دلیل علی مشروعیة خطبة العید وانھا کخطب الجمع امر ووعظ ولیس فیہ انھا خطبتان کالجمعة وانہ یقعد بینھما ولعلہ لم یثبت ذالک من فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما صنعہ الناس قیاسا علی الجمعة انتھی۔ الحاصل عیدین میں دو خطبے مسنون ہونا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں ہے۔ پس جو شخص عیدین میں ایک ہی خطبہ پڑھتا ہے وہ خلاف سنت نہیں کرتا ہے۔ ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم۔ (کتبہ ابو صمصام محمد عبد السلام مبارکپوری اعظمی)

مُفتی: آپ نے چند حدیثیں ضعیف لکھی ہیں۔ جن کے طرق ان کو قوی کرتے ہیں بہرحال آپ نے قیاس علی الجمعہ پر تعامل کو صحیح مانا ہے اور ہم نے احادیث کو دلیل بنایا ہے۔ جن کو آپ مؤید تو مان ہی لیں گے۔ بہرصورت ہم دونوں متفق ہیں کہ تعامل امت درست ہے یہ کوئی قابل بحث چیز نہیں اس لئے آئندہ ختم۔ (۲۸ صفر ۱۳۵۷ھ)

سوال: جمعہ کے دن بھی زوال ہے بموجب فتویٰ اہلحدیث بحوالہ کتب احادیث بخاری ومسلم۔ اور اس کے خلاف بروایت مشکوٰة کہ جمعہ کے دن زوال نہیں ہے اور اس پر مولانا حمید اللہ صاحب کا فتویٰ ہے۔ یہ حدیث مشکوٰة قابل عمل ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو اس کی وجہ؟

اب سوال یہ ہے کہ اگر زوال جمعہ کے دن بھی ہے۔ تو زوال کا وقت کب تک رہتا ہے اور جمعہ کے دن کیا بوقت زوال سوائے فرضوں کے نوافل بھی ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر کر سکتے ہیں تو اس کی کیا دلیل ہے؟ (سائل نامعلوم)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: زوال روز ہوتا ہے۔ مگر زوال کے وقت جمعہ کے روز نفل وغیرہ پڑھنی جائز ہے۔ زوال اس کو کہتے ہیں۔ جب مسجد کی دیوار میں سایہ ہو۔ ایک انگل بھر باہر نکل آوے تو نماز جائز ہے۔ (اہلحدیث ۲۱ اگست ۱۹۳۱ء)

شرفیہ: جمعہ کے دن زوال کے وقت نماز نفل پڑھنے کا مسئلہ جواز کی بعض روایات ہیں مگر صحیح نہیں۔ ایک روایت ابوہریرہؓ سے مسند شافعی میں رفعا مروی ہے بلفظ نھی عن الصلوٰۃ نصف النہار حتی تزول الشمس الا یوم الجمعۃ انتھی۔ اس میں اسحق اور ابراہیم دو راوی ضعیف ہیں۔ ثقہ نہیں۔ بیہقی نے اس کو روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں واقدی متروک ہے۔ دوسرے طریق میں عطار بن عجلان متروک ہے۔ طبرانی نے بسند واہی و اثلہ سے روایت کیا ہے یہ سب غلط ہیں۔ امام شافعی رح نے ثعلبہ بن ابی مالک سے روایت کر کے تائید کی ہے کہ صحابہؓ نصف النہار یوم جمعہ نفل پڑھتے تھے مگر ثعلبہ مذکور تبع تابعی صحابہ سے لقاء نہیں۔ لہٰذا یہ بھی ثابت نہیں۔ اور سنن ابی داؤد میں اور اثرم نے بھی ابو قتادہؓ سے روایت کیا ہے۔ وقال مرسل ابو خلیل لم یسمع عن ابی قتادۃ وفیہ لیث بن ابی سلیم وضعیف وقال الاثرم الخ (التلخیص الجبیر) اور صحیح مسلم میں ہے عن عقبۃ ابن عامر قال ثلث ساعات کان رسول اللہ صلعم ینھانا ان نصلی فیھن او نقبر فیھن موتانا حین تطلع الشمس بازغۃ حتی ترتفع وحین یقوم قائم الظھیرۃ حتی تمیل الشمس وحین تضیف للغروب حتی تغرب۔ انتھی۔ مشکوٰۃ ص ۹۴۔ و فی موطا مالکؒ عن الصنابحی۔ ص ۷۵ مطبوعہ دہلی۔

پس ثابت ہوا کہ زوال کے وقت نماز پڑھنی منع ہے۔ خواہ یوم جمعہ ہو یا کوئی اور یوم۔ اس لئے کہ منع کی حدیثیں صحیح ہیں اور جواز کی صحیح نہیں۔ صحیح کے مقابل غیر صحیح پر عمل باطل ہے۔ ہذا۔ واللہ اعلم۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ایک حنفی مولانا صاحب کہتے ہیں کہ شافعی امام کے پیچھے حنفی کی نماز عیدین نہیں ہوتی۔ کیونکہ حنفی کے نزدیک واجب ہے اور شافعی کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ اس لئے قرآن و حدیث سے جواب دیجئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: عیدین میں بھی حنفی کو شافعی کی اقتدا جائز ہے۔ جیسا کہ رمضان میں اقتدا شافعی کے پیچھے جائز ہے کیونکہ شافعیوں کے نزدیک وتر سنت ہیں۔ یہ کوئی وجہ نہیں کہ کوئی فریق ایک نماز کو واجب کہتا ہے۔ یا سنّت اوّل تو اس لیے کہ یہ اصطلاحاتِ زمانہ رسالت سے بعد کی ہیں۔ اس حد تک قابل اعتماد نہیں ہیں کہ ان پر بناء شرعی رکھی جائے۔ دوسرے اس لیے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ امام نفل پڑھتا تھا اور مقتدی فرض پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ معاذؓ والی حدیث میں صاف تصریح ہے۔ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے فرض ادا کر کے اپنے مقتدیوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ جو یقیناً معاذؓ کے نفل تھے اور اقتدا کنندگان کے فرض تھے۔ آنحضرت صلعم نے یہ سُن کر منع نہیں فرمایا۔ اللہ اعلم! (۱ر مئی ۱۹۳۸ء)

سوال: ایک دیوبندی مولوی جو مذہبِ اہلحدیث پر زور شور سے حملہ کر رہے ہیں۔ اپنے وعظ میں بعد نماز جمعہ کہتے ہیں۔ کہ لوگو جو یہ نام نہاد اہلحدیث زمانہ حال کے ہیں یہ جماعت سنّت کو بدعت قرار دیتے ہیں اور بدعت کو سنّت قرار دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ تراویح بیس رکعت سنتِ نبویؐ ہے، سنّت خلفاء راشدین ہے اس کو بدعت تسلیم کہہ سکتے ہیں باوجودیکہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین ہے۔ اب جو حدیث عائشہؓ آٹھ رکعت کی وارد ہوئی ہے۔ اس کا جواب ہمارے ہاں یہ ہے کہ حدیث میں ام المؤمنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آنحضور علیہ السلام رمضان شریف میں اس سے زیادہ عبادت کرتے تھے"۔ کیا جواب ہے!

جواب: بیس رکعت تراویح کا ثبوت "اہلحدیث" کی گذشتہ اشاعت میں "الجمعیۃ" دہلی سے بھی طلب کیا گیا ہے[1]۔ آج ان مولوی صاحب کو بھی وہی جواب دیا جاتا ہے۔ (ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین) ہمیں تو کتب حدیث میں بیس رکعت تراویح مسنونہ کا ثبوت نہیں ملتا۔ ہم ان مولوی صاحب کے مشکور ہوں گے اگر بیس رکعت کا ثبوت دکھا دیں۔

اہل حدیث کو بدعتی کہنا تو اپنی خفگی کا اظہار ہے۔ اہل حدیث اگر اہل بدعت ہوتے تو آج مزارات اور قبروں کی آمدنی سے مزے اُڑاتے (۱۲ مئی ۱۹۴۰ء)

---

[1] اسے صفحہ ۳۹۲ پر ملاحظہ فرمائیے:-

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتویٰ متعلقہ تعداد رکعات تراویح

مولانا سلمکم اللہ و عافا!

رمضان شریف میں ہم لوگ آٹھ تراویح معہ وتروں کے گیارہ رکعات پڑھتے ہیں۔ بعض لوگ ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ تمہارا یہ فعل خلاف سنت ہے۔ آپ مہربانی کرکے اس کا ثبوت تحریر فرمائیں۔ تاکہ میں حسب ضرورت اس کو شائع کردوں۔

(الشیخ فضل الدین خزانچی انجمن اہلحدیث امرتسر)

جواب: اس میں شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں نماز تراویح باجماعت کا انتظام نہ تھا بلکہ خلافت اولیٰ کے عہد میں بھی نہ تھا لوگ متفرق طور پر پڑھتے تھے تعداد رکعت مع وتروں کے گیارہ تھی جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے مگر اس پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ جماعتی انتظام خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اس کے متعلق کتاب موطا امام مالکؒ اور قیام اللیل مروزی میں جو الفاظ مروی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

عن مالك عن محمد بن يوسف عن السائب بن يزيد...... انه قال امر عمر بن الخطاب ابى بن كعب وتميم الداری ان يقوما للناس باحدى عشرة ركعة (موطا وقيام الليل للمروزی) "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم الداری کو (نماز تراویح کا امام بنا کر) حکم فرمایا تھا کہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھایا کریں"

ان دونوں کتابوں کے الفاظ متفق ہیں کہ باجماعت نماز تراویح کی رکعات کی تعداد آٹھ تھی باقی وتر تھے اس سوا حدیث کی کسی کتاب سے ثابت نہیں ہوتا کہ کسی خلیفہ کے زمانہ میں مذکورہ تعداد جماعتی صورت میں آٹھ سے بڑھ کر بیس یا چالیس تک پہنچ گئی ہو اسی لئے گروہ حنفیہ کے بہت بڑے عالم شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔

فتحصل من هذا كله ان قيام رمضان سنة احدى عشرة ركعة بالوتر فی جماعة فعله عليه الصلوٰة والسلام (فتح القدير جلد اول ص ۱۹۸ مطبوعہ نولکشور لکھنو)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس یہ امر بالاتفاق ثابت ہے کہ نماز تراویح کی رکعات بفعل نبوی اور بحکم خلیفہ راشد آٹھ رکعت مع وتر گیارہ ہیں اگر کوئی اس سے زیادہ پڑھے تو وہ نفل ہوں گے جیسا کہ شیخ موصوف کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے پس یہ ہے ہمارے عمل کی دلیل امید ہے کہ سائل کی تسلی کرنے کو اتنا کافی ہوگا۔

اطلاع: اگر کسی صحیح روایت سے ثابت ہو جائے کہ خلافت راشدہ کے زمانہ میں نماز تراویح باجماعت آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھی جاتی تھی تو ہمیں اس پر عمل کرنے سے انکار نہیں ہے پس اختلاف کرنے والے اصحاب ہمارے پیش کردہ حوالہ جات کو سامنے رکھ کر مزید دیانت کریں گے تو مزید عرض ..... کیا جائے گا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

(راقم خادم دین اللہ۔ ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری۔ یکم رمضان ۱۳۶۲ھ مطابق ستمبر ۱۹۴۳ء)

(اہلحدیث ۹ رمضان ۱۳۶۲ھ)

قیام اللیل: مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب نے اخبار اہلحدیث ۳۰ رمئی ص ۹ میں گیارہ رکعت تراویح کا حوالہ موطا امام مالک وقیام اللیل للمروزی سے پیش فرمایا تھا۔ اخگر صاحب امرتسری جو ایک مدت سے خواب خرگوش میں تھے یکایک جھنجھلا کر اٹھے اور "الفقیہ" ۲۸ر جون میں سرسامی ہذیان میں یوں لکھنے لگے کہ قیام اللیل مروزی کی تصنیف ہی نہیں ہے بلکہ مشہور مؤرخ مقریزی المتوفی ۸۴۵ھ نے یہ کتاب ۸۷۶ھ میں لکھی ہے اور ملتان کے مطبع میں چھپی ہے۔ حالانکہ یہ تینوں باتیں غلط ہیں (۱) نہ تو قیام اللیل مقریزی کی تصنیف ہے (۲) نہ ۸۷۶ھ میں لکھی گئی (۳) نہ ملتان کے مطبع میں طبع ہوئی۔ بلکہ قیام اللیل حقیقت میں امام محمد بن نصر مروزی کی ہی تالیف ہے۔ مروزی نے اپنی وفات سے آٹھ سال پہلے اس کو ۲۸۷ھ میں تصنیف کیا۔ چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں۔ وذالک فی شہر ربیع الآخر لنصف منہ من سنۃ سبع وثمانین ومائتین وفیہا بلغت وابو منصور وسعید بن رجب من اولہ الی اخرہ ..... الخ ص ۱۴۲" یعنی یہ کتاب ماہ ربیع الآخر کے نصف میں ۲۸۷ھ میں اختتام کو پہنچی اور ابو منصور وسعید بن رجب نے مجھے اپنے شیخ (امام مروزی) پر ۲۳ ربیع الآخر یوم پنجشنبہ ۲۸۷ھ کو یہ کتاب پڑھی۔" (۲) مقریزی نے ۸۰۰ھ میں اس کتاب کو مختصر کیا نہ کہ ۸۷۶ھ میں تالیف کیا۔ مقریزی خود لکھتے ہیں۔ تم ہذا المختصر فی نصف یوم الخمیس ثمان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بقین من جمادی الآخرہ سنۃ سبع وثمانی مأتہ (۸۴۷ھ) یعنی یہ مختصر نصف یوم پنجشنبہ ۸ جمادی الاخر ۸۴۷ھ میں تمام ہوا" اس مختصر میں احادیث مرفوعہ جو مکرر تھیں ان کو حذف کر دیا اور آثار صحابہ و تابعین وغیرہ جو اصل کتاب میں بالاسناد مروی تھے ان کی صرف سندوں کو نہیں نقل کیا یہی مختصر شدہ نسخہ آج ہندوستان و مصر وغیرہ میں شائع و ذائع ہے۔ پس یہ مقریزی کی تصنیف نہیں ہے بلکہ مقریزی کا مختصر کیا ہوا ہے وہ بھی ۸۴۷ھ میں نہ کہ ۸۱۲ھ میں (۱۳) نسخہ مروجہ ملتان کے کسی مطبع میں نہیں طبع ہوا ہے بلکہ رفاہ عام پریس لاہور میں چھپا ہے۔ آگے اس کی تشبیہ جو مسند ابی حنیفہ سے دی گئی ہے وہ بالکل غلط ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ رح نے مسند میں کوئی کتاب لکھی ہی نہ تھی جس کا ساتویں صدی میں اختصار کیا گیا ہو۔ ومن یدعی فعلیہ البیان۔ پھر اخگر کی یہ چراغ پائی کہ "چودھویں صدی سے پہلے نہ تھی" کیسی عجیب ہے؟ جبکہ خود لکھتا ہے کہ مقریزی نے اس کو لکھا۔ اور مقریزی کا سن وفات بھی ۸۴۵ھ خود ہی لکھا ہے۔ نویں صدی میں اس کا وجود مان کر چودھویں صدی سے پیشتر اس کے وجود کا انکار کرنا میں نہیں سمجھتا کہ اسے پیری کے حافظہ پر محمول کروں یا حافظہ نباشد کہدوں یا تناقض فی البیان۔ طرہ یہ کہ اوپر یوں کہا ہے کہ "۱۳ صدیوں سے اس کا وجود کہیں پایا گیا" وھل ھذا الا تہافت۔ اب مجھ سے سنئے۔ اور اپنے قصور علم کا اعتراف کیجئے۔ تلاش سے اس کتاب کا پتہ ہر صدی میں مل سکتا ہے۔ مقریزی کے زمانہ میں (نویں صدی) میں اس کا وجود تو آپ کو بھی تسلیم ہے۔ اور اگر اب انکار کی ٹھہرے تو میں مقریزی کے ہمعصر حافظ ابن حجر رح و علامہ عینی حنفی کو میں اپنی شہادت میں پیش کروں گا کہ ان دونوں ہم زلف بھائیوں نے اپنی اپنی شرح بخاری میں مروزی کے اصل نسخہ قیام اللیل سے صدہا حوالجات بالاسناد نقل کئے ہیں حافظ ابن حجر رح کی شہادت تم بھلا کب مانوگے اپنے ہم مذہب عینی کی شرح بخاری جلد پنجم کا صفحہ ۳۵۷ پڑھو پھر تم کو اس کتاب کے وجود میں مطلق شک نہ رہے گا۔ یہ تو نویں صدی ہجری کی شہادتیں ہیں اس سے اوپر آٹھویں صدی کی شہادت سنو۔ حافظ ابن قیم حنبلی المتوفی ۷۵۱ھ اپنی کتاب الصلوٰۃ میں مروزی کی صلوٰۃ اللیل سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں حیث قال۔ قال محمد بن نصر المروزی فی کتابہ فی الصلوٰۃ۔ الخ مطبوعہ مصر ص۱۰) اس سے اوپر چلو اور ساتویں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدی کی شہادت سنو۔ حافظ نواوی المتوفی ۶۷۶ھ نے اپنی کتاب تہذیب الاسماء والصفات مطبوعہ لندن صفحہ ۱۲۲ میں بحوالہ شیخ ابی اسحٰق مصنف طبقات الفقہاء محمد بن نصر مروزی کا کتاب مذکور تالیف کرنا نقل کیا ہے۔ اسی طرح تلاش کرنے سے اوپر کی صدیوں میں کتاب مذکور کا ثبوت مل سکتا ہے۔ لیکن امام مروزی کے ہمعصر امام محمد بن جریر طبری کی شہادت بھی موجود ہے پس اخگر کا یہ لکھنا "صدیوں سے اس کتاب کا وجود نہیں پایا گیا" کتنا غلط اور سفید جھوٹ ہے۔ میرا ارادہ اس مضمون میں اس سے زیادہ لکھنے کا نہ تھا۔ لیکن لگے ہاتھوں ان دونوں حدیثوں پر بھی ایک سرسری نظر ڈالنا مناسب معلوم ہوا جن پر "دہلی کے علامہ" اخگر امرتسری نے جرح کی ہے۔ حدیث جابرؓ آٹھ رکعت والی پر حاشیہ کتاب سے جرح نقل کر دی ہے کہ اس کا پہلا راوی محمد بن حمید ضعیف ہے (مولوی عبدالتواب ملتانی کے حاشیہ نے جو اس کتاب پر ہے درحقیقت الحدیث کو بہت نقصان پہنچایا کہ بلا تحقیق ثقہ راویوں کو مجروح لکھدیا۔ عفا اللہ عنہ) علامہ ذہبی نے اس روایت کو جعفر بن حمید سے روایت کیا ہے نہ محمد بن حمید سے۔ دیکھو میزان الاعتدال جلد دوم صفحہ ۲۸۰۔ پس محمد کے ضعف سے کچھ حرج نہیں جبکہ اس کا بھائی جعفر بھی اس کو یعقوب سے روایت کرتا ہے۔ دوسری جرح عیسیٰ بن جاریہ پر۔ فیہ لین کی ایسی کوئی قادح جرح نہیں ہے جبکہ ذہبی جیسے متشدد اس حدیث کو عیسیٰ بن جاریہ ہی کے ترجمہ میں نقل کر کے اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ دیکھو میزان الاعتدال صفحہ ۲۸۰ ج ۲۔ علاوہ بریں جابرؓ کی حدیث مذکورہ کو علامہ عینی حنفی نے بھی بحوالہ صحیح ابن خزیمہ وصحیح ابن حبان اپنی شرح بخاری میں نقل کیا ہے اور کوئی جرح نہیں کی ہے۔ دیکھو صفحہ ۵۹ ج ۳ بلکہ مولوی عبدالحی حنفی لکھنوی نے اس کو تعلیق الممجد میں اصح تسلیم کیا ہے۔ دیکھو حاشیہ موطا امام محمد صفحہ ۱۳۸ لہٰذا روایت جابرؓ اصح ہے اور اس میں اور صحاح کی حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔ صحابہؓ کی اصطلاح میں رات کی پوری نماز کو وتر بھی کہا گیا ہے اور قیام اللیل وصلوٰۃ رمضان وغیرہ بھی۔ جیسا کہ عنقریب میں اپنے دوسرے مضمون میں بتفصیل لکھوں گا انشاء اللہ۔ دوسری حدیث جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر سائب بن یزید سے مروی ہے اس پر آپ کی خودساختہ جرح یہ ہے کہ مروزی کو سائب بن یزید سے لقاء نہیں ہے۔ یہ ویسی ہی جرح ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے ایک دفعہ آپ نے لکھا تھا کہ امام مسلم کو محمد بن سیرین سے لقا نہیں ہے لہٰذا حدیث مسلم (پیش کردہ مولانا ثناء اللہ صاحب) منقطع ہو گئی۔ ایسی ہی باتیں حضرت اخگر کی علمیت کا پردہ فاش کرتی ہیں۔

جناب والا! امام مروزی نے کب کہا کہ میں نے سائب سے سُنا ہے؟ مروزی نے تو اس اثر کو بالاسناد سائب تک پہنچایا ہے۔ جس کو مقریزی نے اسی طرح حذف کر دیا ہے جیسے سائب کے دوسرے اثر بیس والے سے پوری سند محذوف ہے جس کو علینی نے شرح بخاری میں مروزی سے سائب تک بالاسناد نقل کیا ہے۔ سنئے! مروزی نے اثر مذکور کو ابن اسحاق سے انہوں نے محمد بن یوسف سے انہوں نے سائب سے روایت کیا ہے۔ فاندفع الایراد وحصل المراد۔ (عاجز محمد ابوالقاسم بنارسی)

(اہلحدیث امرتسر ۱۲ صفر ۱۳۴۳ھ)

سوال: نماز تراویح کے متعلق رمضان شریف میں کوئی حدیث قولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جس سے بیس رکعت تراویح ثابت ہو۔ نیز ہمارے پاس ایک کتاب جس کا نام فقہ المتین فی نور المبین ہے جس میں کہ دو احادیث جو کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی ہیں۔

۱۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی التراویح عشرین رکعۃ یغفر اللہ لہ عشرین الف ذنوبہ واعطی لہ اجر عشرین شہیدًا فکانما زاد عشرین واعتق عشرین رقبۃ. دوسری حدیث عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من صلی عشرین رکعۃ من التراویح قبل الوتر اعطی اللہ لہ عشرین مدینۃ فی الجنۃ فکل مدینۃ میسرۃ شہر وکل شہر من ثلثین ایام وکل یوم مقدار سنۃ

ان ہر دو احادیث سے بیس رکعت تراویح ثابت ہوئی ہیں اور ان احادیث کا راوی کوئی نہیں۔

براہ مہربانی ہر دو احادیث کا حوالہ تحریر کیا جاوے اور ان احادیث کی صحت وغیرہ بھی تحریر کریں۔ اور جس کتاب میں یہ احادیث درج ہیں۔ اس کا مصنف مولوی حکیم نور محمد سکنہ چاندپور ڈاکخانہ مانکتالہ ضلع شیخوپورہ ہے۔ اور مائی عائشہ صدیقہ رض والی حدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو کہ ما صلی فی رمضان ولا غیرہ پر اعتراض یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث تہجد کے بارے میں ہے کیونکہ اس میں غیرہ کا لفظ آیا ہے۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ محدثین اس حدیث کو تہجد کے باب میں لائے ہیں۔ قیام رمضان میں نہیں لکھا۔ اور غنیۃ الطالبین میں بھی بیس رکعت پڑھنے کی روایت ہے۔ یہ حدیث کس درجہ کی ہے۔ سب علمائے اہلحدیث توجہ فرما کر جواب باصواب سے سرفراز فرمائیں۔ اور اگر اخبار "اہلحدیث" کسی حنفی عالم کے پہنچے تو وہ بھی مدلل جواب تحریر کریں اور جواب نرم الفاظ میں دیں۔

جواب: یہ حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ آج تک کسی مستند کتاب میں نہیں دیکھیں۔ اور حنفی مذہب کے ذمہ دار علماء نے بھی نقل نہیں کی ہیں۔ غنیۃ الطالبین میں ترمذی سے بیس کا قول نقل کیا ہے مگر ترمذی میں مختلف اقوال ملتے ہیں۔ حتیٰ کہ اکتالیس رکعت کا قول بھی ملتا ہے۔ ایک حق پسند کے لئے یہ بات قابل غور ہے کہ جماعت تراویح جو آج اسلامی ممالک میں مروج ہے یہ خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جاری ہوئی تھی۔ خلافت اولیٰ کے زمانے میں اس کا نام نشان تک نہیں پایا جاتا۔ جس خلیفہ راشد کے حکم سے جاری ہوئی تعداد کے متعلق بھی اسی کا ارشاد دیکھنا چاہیئے ورنہ کہا جائے گا کہ خلیفہ ثانی کا فعل تو قابل شکریہ ہے مگر حکم قابل رد تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ خلیفہ ثانی کا حکم مؤطا امام مالک میں موجود ہے کہ آپ نے ابی بن کعب کو حکم دیا تھا کہ نماز تراویح با جماعت وتر سمیت گیارہ رکعت پڑھائیں۔ چنانچہ جماعتی حیثیت سے اسی پر عمل ہوتا رہا۔ مگر انفرادی حیثیت سے کوئی زیادہ بھی پڑھ لیتا تھا۔ جس کی مختلف تعداد صحیح ترمذی میں اکتالیس تک ملتی ہے۔ مگر جماعتی انتظام کے ماتحت صرف گیارہ رکعتیں پڑھی جاتی تھیں۔ چنانچہ حنفیہ کی معتبر کتاب فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ مسنون تعداد تو آٹھ[1] رکعت ہی ہے مگر نوافل کی حیثیت سے بیس[2] رکعت بھی جائز ہیں۔ وللتفصیل مقام اٰخر۔

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۲۵ نومبر ۱۹۳۶ء)

سوال: یہ جو زمانہ حال کے نام نہاد اہل حدیث ہیں یہ لوگ یقیناً بدعتی ہیں۔ نماز میں اپنے امام کے پیچھے جواب آیات دیتے ہیں حالانکہ حدیث میں قاری بدون نماز قاری ہی کو جواب

۱؎ صفحہ ۲ ملاحظہ ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتا ہے (سن قد؟ منکو) جو یہ جواب امام کے پیچھے دیتے ہیں یہ کہیں ثابت ہی نہیں ہے یہ لوگ ایسی بدعات کے خود مرتکب ہیں۔

جواب: حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے نماز میں سورہ الرحمٰن پڑھی تو فَبِاَیِّ آلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ۔ پر صحابہؓ کو خاموش پاکر فرمایا کہ تم سے اچھا جواب تو جنوں نے دیا ہے۔ صحابہؓ کے عرض کرنے پر فرمایا کہ انہوں نے کہا تھا لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعْمَتِکَ نُکَذِّبُ رَبَّنَا فَلَکَ الْحَمْدُ گو یا یہ تعلیم تھی صحابہ کرامؓ کو کہ تم بھی اسی طرح سوال قرآنی کا جواب دیا کرو۔ اسی واسطے شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے لکھا ہے کہ قرآنی سوال سورہ والتین وغیرہ کا جواب دینا جائز ہے۔ (۱۳ مئی ۱۹۳۸ء)

سوال: حدیث میں اتنا ہی وارد ہوا ہے کہ ایک مہینہ تک آنحضور علیہ السلام بعد از رکوع قنوت پڑھا کرتے تھے اس کے بعد یہ کہنا ثابت نہیں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت بعد از رکوع پڑھا ہو یہ اہل حدیث نہیں ہیں۔ بلکہ آج سے ان کا نام اہل ہوا یاد رکھ لیں۔

جواب: مخالف بھی مانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت بعد از رکوع پڑھی اور جس کام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا وہ سنت ہے تاوقتیکہ ممانعت کا حکم ثابت نہ ہو۔ (۱۳ مئی ۱۹۳۸ء)

سوال: اور جو خطبہ جمعہ کا ترجمہ کرتے ہیں بالکل بے بنیاد ہے۔ حدیث میں یا قرون صحابہؓ میں کہیں یہ ثابت نہیں ہے جو لوگ جمعہ میں ان کے ساتھ نماز جمعہ میں شامل ہو جاتے ہیں اپنی نماز کو ضائع کر دیتے ہیں ان لوگوں سے الگ رہو یہ لوگ اہل ہوا ہیں اہل حدیث نہیں۔ اور دعویٰ سے کہتا ہے کہ میں ان سب مسائل میں ان کا جھوٹا ہونا ثابت کروں گا۔

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعظ کیا کرتے تھے (یذکر الناس) اور نصیحت تب ہی ہوتی ہے جب سامعین سمجھیں۔ اگر غیر زبان مثلاً عربی میں خطبہ ہو تو پنجابی یا کشمیری یہی کہیں گے۔

زبان شوخ من ترکی است من ترکی نمی دانم

باقی جماعت کو برا کہنا یہ کوئی بات نہیں۔ فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ الآیہ

(۱۳ مئی ۱۹۳۸ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ اذان میں جو اللہ اکبر چار بار کہتا ہے ان کو ایک آواز میں دو بار ملا کر نہ کہے بلکہ ہر ایک اللہ اکبر کو اپنی پوری آواز سے علیحدہ علیحدہ کہے اور بکر کہتا ہے کہ اللہ اکبر جو چار بار وارد ہے۔ پہلی آواز میں دو کو ملا کر کہے اور دوسری آواز میں دو کو ملا کر کہے پس گذارش ہے کہ زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا۔ مدلل جواب دیں۔

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے اذا قال المؤذن اللہ اکبر فقال احدکم اللہ اکبر اللہ اکبر۔ یعنی جب اذان دینے والا اللہ اکبر اللہ اکبر کہے پھر کوئی تم میں سے جواب میں ایسا ہی کہے تو جنت میں جاوے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤذن ہر دو کلمات کو ملا کر کہے۔ اللہ اعلم! (۲۷ مئی ۱۹۳۸ء)

سوال: صبح کی نماز ہر روز اول وقت پڑھنے میں چند اشخاص تہجد خواں سنتیں پڑھ کر شریک ہوتے ہیں اور لمبی قرارت کرنے میں پہلے تنگ ہوتے ہیں اور مسبوق ہر روز سنتیں بعد نماز پڑھتے ہیں۔ ان کی ہر روز سنتیں فوت ہو جانے کو مدنظر رکھ کر باقی نمازیوں کا انتظار کرکے میانہ وقت میں نماز بہتر ہے کہ صبح صادق کے ہوتے ہی موجودہ اشخاص کے ساتھ جماعت کر لینا بہتر ہے۔

جواب: نماز ہر حالت میں اول وقت پڑھنی افضل ہے۔ دیر سے آنے والوں کو جماعت میں شامل ہونے کی ترغیب دیں۔ ہاں اول وقت پڑھنے والے اس حدیث کا خیال رکھیں۔ جس میں اتنی انتظار کا حکم ہے کہ کھانا کھانے والا اور صاحب حاجت قضائے حاجت سے فارغ ہو کر نماز میں شامل ہو سکے۔ اس کی مقدار آج کل کے لحاظ سے پندرہ بیس منٹ ہے سست نمازیوں کی انتظار میں نماز کو دیر سے پڑھنا گناہ ہے۔ اللہ اعلم۔ (۱۰ جون ۱۹۳۸ء)

سوال: قرآن پاک کے اندر خداوند تعالیٰ کو مخاطب کرنے کے لیے آدم علیہ السلام سے لے کر امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی نے لفظ یا کے ساتھ مخاطب کیا ہو تو دلیل قرآن پاک سے دیکھئے اور تمام قرآن پاک میں پیغمبروں کو ان کی امت نے لفظ یا کے ساتھ ندا کیا جس کا ثبوت قرآن پاک سے ملتا ہے۔ اس لئے لفظ یا کے ساتھ اس وقت بھی امتِ رسول اپنے پیغمبر کو پکار سکتی ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ نماز کے اندر پانچ وقت لفظ یا کے ساتھ مخاطب کرتی ہے۔ السلام علیک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایھا النبی جب تک نہ کہے اس وقت تک نماز نہ ہوگی بلکہ فاسد ہو جائے گی۔ جب رسول اللہ کو خدا کی خاص عبادت میں شامل کیا تو ہر وقت اور ہر آن یا کے ساتھ رسول اللہ کو ندا کر سکتے ہیں۔ جواب تحریر فرمائیں۔

جواب: کافر لوگ بھی پیغمبروں کو ان کی زندگی میں "یا" سے خطاب کرتے تھے۔ جیسا ارشاد ہے: یَا اَیُّھَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّکْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ (سورۃ حجر) یَا نُوْحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَاَکْثَرْتَ جِدَالَنَا۔ (سورہ ہود) سائل کی بے خبری ملاحظہ ہو ایھا النبی میں تو خطاب یا کے ساتھ مانتا ہے حالانکہ اس جگہ "یا" نہیں بلکہ محذوف کو ملفوظ کا حکم دیتا ہے مگر قرآن مجید کی دوسری آیات بھول جاتا ہے۔ جن میں اسی طرح "یا" محذوف بحکم ملفوظ ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے (۱) قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ (۲) رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ (وغیر ذلک من الآیات) ان دونوں میں لفظ "یا" محذوف بحکم ملفوظ ہے۔ سائل کا یہ کہنا کہ جو ایھا النبی نہ پڑھے اس کی نماز فاسد ہے بے خبری پر دلالت کرتا ہے۔ صحیح بخاری میں استاد الحنفیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم (صحابہؓ) بعد انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے السلام علیك ایھا النبی کے السلام علی النبی پڑھا کرتے تھے (بخاری باب الاخذ بالیدین)۔ التحیات میں بنیت حکایت پڑھتے ہیں۔ بنیت حاضر ناظر نہیں۔ صرف اہل حدیث ہی کا یہ قول نہیں بلکہ حنفیہ کے اوّل امام مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں کہ جو شخص التحیات کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر جان کر ایھا النبی کہے وہ مشرک ہے، ہم رسول اللہ کو خدا کی عبادت میں شریک نہیں کرتے (لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا)

(۱۷ رجون ۱۹۳۸ء)

سوال: ایک شخص حنفی المذہب کہتا ہے کہ ایک وتر پڑھنا گمراہی ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست نہیں؟

جواب: ایک وتر پڑھنا حدیث شریف میں آیا ہے (بخاری شریف) جو شخص جان بوجھ کر حدیث کو گمراہی کہے وہ خود گمراہ ہے۔ امام احمد کا قول ہے کہ ایک رکعت وتر اثبت (زیادہ ثابت) ہے۔ نماز بحکم قرآن و حدیث ہر مسلمان کے پیچھے جائز ہے (۲۲ رجون ۱۹۳۸ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کے متعلق آپ کی تحقیق از روئے قرآن و حدیث کیا ہے کیا فاتحہ کے بغیر نماز ہو جاتی ہے۔

جواب: میں سورۂ فاتحہ کو امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری جانتا ہوں۔ از روئے قرآن و حدیث میری تحقیق ہے کہ فاتحہ کے بغیر منفرد ہو یا مقتدی کسی کی نماز نہیں ہوتی۔ (تفسیر ثنائی)۔ (۱۵ جولائی ۱۹۳۳ء)

الجواب: قراءت فاتحہ خلف امام فرض ہے۔ اور حدیث قراءت کی اعلیٰ درجہ کی صحیح و ثابت ہے۔ اور حدیث عدم قراءت کی ضعیف و غیر صحیح ہے۔ بلوغ المرام میں ہے

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا صلوٰة لمن لم یقرأ بأم القرآن. متفق علیه وفی روایة لابن حبان والدار قطنی لا تجزئ صلوٰة لا یقرأ فیها بفاتحة الکتاب یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں۔ اور ابن حبان اور دارقطنی کی روایت میں ہے کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز کافی نہیں۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور پر فرمادیا کہ جو شخص مقتدی ہو یا امام یا منفرد نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی پس ثابت ہوا کہ ہر نمازی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ اور یہ حدیث متفق علیہ ہے اس وجہ سے اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔ اور مقتدیوں کو خاص طور پر بھی سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کو فرمادیا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد و ترمذی وغیرہما میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ مت پڑھو مگر سورہ فاتحہ پڑھو اس واسطے کہ جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں۔ یہ حدیث بھی صحیح ہے بہت سے محدثین نے اس کے صحیح ہونے کی تصریح کی ہے۔ اور جتنی حدیثیں قراءت فاتحہ .... خلف امام کی ممانعت میں پیش کی جاتی ہیں ان میں جو حدیثیں صحیح ہیں ان سے ممانعت ثابت نہیں ہوتی ہے اور جن سے ممانعت ثابت ہوتی ہے وہ یا تو بالکل بے اصل ہیں یا ضعیف و ناقابل احتجاج علمائے حنفیہ میں سے صاحب تعلیق الممجد نے اس کی تصریح کردی ہے چنانچہ وہ لکھتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں لم یرو فی حدیث مرفوع صحیح النہی عن قراءۃ الفاتحۃ خلف الامام وکل ما ذکروہ مرفوعا فیہ اما لا اصل لہ واما لا یصح۔ (تعلیق الممجد ص۱۰۱) یعنی کسی حدیث مرفوع صحیح میں قرأت فاتحہ خلف امام کی ممانعت نہیں وارد ہوئی ہے اور ممانعت کے بارے میں علمائے حنفیہ جتنی مرفوع حدیثیں بیان کرتے ہیں یا تو وہ بے اصل ہیں یا صحیح نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوفہ والوں سے ایک قوم کے سوا باقی تمام لوگ قرأت فاتحہ خلف امام کے قائل وفاعل ہیں عبداللہ بن مبارک جو بہت بڑے محدث اور فقیہ ہیں فرماتے ہیں۔ انا اقرأ خلف الامام والناس یقرؤن الا قوم من الکوفیین (جامع ترمذی ص۴۱) یعنی میں امام کے پیچھے قرأت کرتا ہوں اور تمام لوگ امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں۔ مگر کوفہ والوں میں سے ایک قوم اور خود علمائے حنفیہ میں سے بعض لوگوں نے ہر نماز میں (سری ہو خواہ جہری) قرأت فاتحہ خلف امام کو مستحسن بتایا اور بعض لوگوں نے صرف نماز سری میں علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں۔ بعض اصحابنا یستحسنون ذالک علی سبیل الاحتیاط فی جمیع الصلوات وبعضہم فی السریۃ فقط وفقہاء الحجاز والشام انتہی[1] واللہ اعلم۔ کتبہ محمد عبدالرحمن المبارکفوری عفی اللہ عنہ۔

سید محمد نذیر حسین

(فتاویٰ نذیریہ ص۲۷۹)

الجمعیۃ کے مفتی صاحب کو جواب

اخبار الجمعیۃ دہلی میں مسئلہ تراویح کے متعلق ایک سوال کا جواب یوں دیا گیا ہے۔

آنحضرت صلعم نے مختلف مقدار کی تراویح پڑھی ہیں لیکن حضرت عمر فاروق رضی کی خلافت میں بیس رکعت کے پڑھنے پر صحابہ کرام کا اتفاق ہو گیا ہے اور آنحضرت صلعم کا فرمان ہے۔ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔ لہٰذا بیس رکعت تراویح کی پڑھنی سنت ہے۔ نائب مفتی حبیب المرسلین عفی عنہ۔

(الجمعیۃ ۲۴ اپریل ۱۹۳۸ء)

---

[1] تفصیلی مباحث کے لیے حضرت مولانا عبدالرحمن محدث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تحقیق الکلام کا مطالعہ فرمائیے ۱۲ منہ راز۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بیان میں مفتی صاحب نے حضرت عمرؓ کی بابت جو دعویٰ کیا ہے واقعی قابل قدر ہے اس کو قضیہ شرطیہ کی صورت میں واجب العمل سمجھتے ہیں کیا مفتی اور نائب مفتی صاحبان اس روایت کو بشکل صحت پیش کرنے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے جس سے ان کا یہ دعویٰ ثابت ہو کہ حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی) نے بیس رکعت تراویح کا انتظام فرمایا تھا۔ اس ضمن میں ہم ان کو ایک اور تکلیف دیتے ہیں کہ اپنے دعوے کی مثبت روایت پیش کرنے سے پہلے مؤطا امام مالکؒ اور قیام اللیل للمروزی میں وہ روایتیں بھی ملاحظہ فرمالیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے نماز تراویح کی آٹھ رکعتیں اور مع وتر گیارہ رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ اس کے بعد آپ اپنی روایت کو مذکورہ روایات کے ساتھ تطبیق دے کر مسلم پبلک کو مشکور فرمائیں۔ اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو یہ کام ہمارے سپرد کر دیں۔ ۵ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ (مفتی الجمعیۃ کا جواب ہماری نظر سے نہیں گذرا۔

(محمد داؤد راز)

سوال: نماز فجر کی جماعت کھڑی ہو تو آنے والا فجر کی سنتیں ادا کر کے جماعت میں شامل ہو یا بعد ادا کرے۔ از روئے حدیث شریف بیان فرمائیں۔

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةُ۔ جب نماز (جماعت) کھڑی ہو جاوے تو سوائے نماز فریضہ کے کوئی نماز نہیں ہوتی۔ دار قطنی کی ایک روایت میں ہے۔ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الَّتِيْ اُقِيْمَتْ جماعت کھڑی ہونے پر اس نماز کے سوا جس کی اقامت کہی گئی ہے کوئی نماز نہیں ہوتی

(۱۵ جولائی ۱۹۳۸ء)

سوال: زید ایک مسجد کا متولی ہے۔ اس نے عمرو کو جو کہ بالکل نو عمر ہے اس کی قرات بھی اچھی نہیں امام مقرر کیا۔ امام موصوف سے کل جماعت کے لوگ ناراض ہیں۔ مگر چونکہ متولی موصوف ایک رئیس آدمی ہیں اور امام صاحب کی تنخواہ وغیرہ کا سب انتظام کرتے ہیں۔ اس لئے لوگ صرف اوپر دل سے ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں اور لحاظ سے نماز بھی پڑھ لیتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں متولی صاحب کا امام مذکور کو رکھنا اور لوگوں کا اس طرح نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے اِنْ سَرَّكُمْ اَنْ تُقْبَلَ صَلٰوتُكُمْ فَلْيَؤُمَّكُمْ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخیارکم۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری نمازیں قبول ہوں تو اپنا امام اپنے سے بہتر بناؤ (طبرانی) دوسری حدیث میں آیا ہے۔ ثلث ثنة لا يجاوز صلواتهم اذانهم۔ تین آدمی ایسے جن کی نماز ان کے کانوں کے اوپر نہیں جاتی۔ فرمایا ان میں سے ایک امام قوم وهم له كارهون (ترمذی) قوم کا وہ امام جس سے مقتدی ناراض ہوں۔

صورت مسئولہ میں متولی کو چاہیئے کہ کوئی ذی علم جس کی قرأت بھی اچھی ہو امام مقرر کرے جسے مقتدی بھی پسند کریں۔ اور مقتدیوں کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنا ما فی الضمیر کھلے لفظوں میں ظاہر کریں متولی کو کیا خبر ہے وہ تو ظاہر پر عمل کرے گا۔ اللہ اعلم (۵ راگست ۱۹۳۸ء)

سوال: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ جمعہ میں خاموشی اختیار کرنے کے متعلق نہایت تاکید فرمائی ہے۔ از راہ نوازش آپ بیان فرمادیں کہ انسان پنکھا کا استعمال دوران خطبہ میں کرسکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ ایک صاحب اس پر مصر ہیں کہ خطبہ جمعہ میں پنکھے کا استعمال قطعاً ناجائز ہے۔ کیونکہ نبی صلعم نے فرمایا ہے۔ إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ أَنْصِتْ فَقَدْ لَغَوْتَ۔

دوسرے صاحب فرماتے ہیں کہ یہ گفتگو کے متعلق ہے۔ پنکھا وغیرہ اس سے خارج ہے۔ جواب مدلل تحریر فرمادیں۔

جواب: اپنی جسمانی راحت کے لئے خطبہ میں ایسی حرکت منع نہیں جس سے سماع میں خلل واقع نہ ہو۔ جیسے نماز میں صحابہ کرام شدت گرمی کے باعث کنکریاں لے کر ماتھے کے نیچے رکھ لیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم! (۱۲ راگست ۱۹۳۸ء)

سوال: کسی ضرورت سے یا لہو لعب میں عصر کی نماز فوت ہوگئی۔ اب سوال یہ ہے کہ اس عصر کی نماز کو قضا کیا جائے یا نہ اور مغرب کے قبل اس کا ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: نماز عصر کسی جائز وجہ کے باعث رہ گئی ہے تو اس کی قضا کرے مغرب کے قبل تو اس کا وقت ہے ہی۔ رہ گئی تو بعد نماز مغرب قضا کرے۔ اگر لہو ولعب کے باعث رہ جائے تو قضا کے علاوہ توبہ بھی کرے۔ نماز عصر کو یوں ضائع کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ من فاتته صلوة العصر فكانما وتر اهله وماله۔ جس کی نماز عصر فوت (قضا) ہوگئی گویا اس کا گھر بار برباد ہوگیا۔ اللہ اعلم! (۳۰ ستمبر ۱۹۳۸ء)

www.KitaboSunnat.com

سوال: کوئی شخص نماز جمعہ میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد شامل ہو تو آیا وہ نیت جمعہ کی کرے یا ظہر کی؟ مدراسی علماء کا فتوےٰ ہے جمعہ کے دوسرے رکوع کے بعد ملنے والا نماز ظہر کی پڑھے اور نیت جمعہ کرنے کو حکم دیتے ہیں۔ کیا نیت جمعہ واسطے نماز ظہر کے بس کر سکتی ہے؟ خریدار نمبر ۹۶۹۴،

جواب: حدیث شریف میں ہے کہ جمعہ کی ایک رکعت پاؤ تو جمعہ پڑھو ورنہ نماز ظہر کی نیت کرکے نماز ظہر پڑھو۔ (۱۹ مئی ۳۳ء)

سوال: بوقت جمعہ عمرو مسجد میں گیا۔ خطیب کو منبر پر خطبہ پڑھتے دیکھا۔ عمرو کی صبح کی نماز قضا ہو گئی تھی۔ وہ ایسے وقت میں تحیۃ المسجد پڑھے یا صبح کی قضا؟ جس وقت میں دو رکعت ہلکی نماز پڑھنے کی رخصت ہو صبح کی نماز کیوں نہ پڑھے؟ مہربانی فرماکر جواب سے سرفراز فرمائیں۔

جواب: اس وقت جس نماز کا وقت موجود ہو وہ پڑھے۔ قضا نماز پھر پڑھے۔

(۱۹ مئی ۳۳ء)

سوال: اگر وتر میں دعائے قنوت بھول جائے اور تشہد پڑھنے کے وقت یاد آئے تو اس حال میں کیا کرے؟

جواب: دعائے قنوت محدثین کے نزدیک فرض، واجب یا سنت مؤکدہ نہیں، اس لئے اس کے ترک پر کوئی مواخذہ نہیں۔ واللہ اعلم۔ (۱۹ مئی ۳۳ء)

تشریح دعائے قنوت پڑھنی وتر میں ضروری نہیں ہے نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں اس کے وجوب پر کوئی شرعی دلیل قائم نہیں ہے اور ایجاب کا حق اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی کو نہیں ہے۔ البتہ قصداً اس کا ترک کر دینا ٹھیک نہیں ہے وتر ادا ہو جائے گا لیکن وہ بات نہیں حاصل ہو گی جو دعا کے ساتھ ادا کرنے میں ہو گی۔ حنفیہ وجوب دعاء قنوت فی الوتر کے قائل ہیں صاحب ہدایہ نے ایک بے سند و بے ثبوت و بے اصل روایت پیش کر دی عفا اللہ عنہ۔ (از حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری مرسلہ مولانا عبدالرؤف صاحب جھنڈے نگری)

سوال: ایک مولوی صاحب کبھی کبھی صبح میں دعائے قنوت پڑھتے ہیں اس میں اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْ مَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْ مَنْ عَافَیْتَ الخ پڑھتے ہیں اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں لفظ مفرد سے پڑھنا اولیٰ و افضل و سنت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں الفاظ سے پڑھنا ثابت ہے اور اسی پر صحابہ نے عمل کیا۔ لہٰذا گذارش ہے کہ یہ قنوت جمع کے صیغے سے پڑھنا افضل ہے یا مفرد؟ صحابہؓ، خلفاءؓ و محدثینؒ کا اس میں عمل درآمد کیا رہا؟ (مسائل مذکور)

جواب: ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو امام بصیغہ مفرد دُعا کرے اس نے مقتدیوں کی حق تلفی کی حدیث مرفوع کے مقابلہ میں کسی امام یا کسی صحابی کا قول یا فعل پیش نہ کرنا چاہیئے حدیث کی سخت بے ادبی ہے۔ (۲۴ رجب ۱۳۳۲ھ)

تشریح دعاء قنوت بصیغہ جمع بھی حدیث میں وارد ہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِھِمْ وَانْصُرْھُمْ عَلٰی عَدُوِّكَ وَ عَدُوِّھِمْ اَللّٰھُمَّ الْعَنِ الْكَفَرَةَ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِكَ وَ یُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَیُقَاتِلُوْنَ اَوْلِیَاءَكَ اَللّٰھُمَّ خَالِفْ بَیْنَ كَلِمَتِھِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَھُمْ وَاَنْزِلْ بِھِمْ بَاْسَكَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّہٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَخْرَجَہُ الْاِمَامُ الْبَیْھَقِیُّ فِی السُّنَنِ الْكَبِیْرِ كَذَا فِی الْحِصْنِ الْحَصِیْنِ ص۵۶، ۵۷ ایسے اور بھی دعا بصیغہ جمع حصن حصین میں ثابت ہے۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ایک مقتدی اس وقت امام کے ساتھ شامل ہوا، جس وقت امام نصف سورہ فاتحہ پڑھ چکا تھا۔ اب بتلایئے کہ وہ مقتدی کس جگہ سے سورہ فاتحہ شروع کرے، نیز کیا وہ مقتدی امام کی ولا الضالین ختم کرے تو "آمین" کہے گا یا نہیں؟

جواب: مقتدی سورہ فاتحہ شروع سے پڑھے اور امام کے ساتھ آمین کہے کیونکہ اس وقت مقتدی پر دو حدیثوں پر ... عمل کرنا ضروری ہے، ایک حدیث فاتحہ دوسری حدیث اِذَا قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمین۔ یعنی امام جب ولا الضالین پڑھے تو تم آمین کہا کرو۔ آمین کہہ کر پھر اپنی فاتحہ پوری کرے۔ واللہ اعلم۔ (۷ رجولائی ۱۳۳۳ھ)

سوال: منبر پر عصا لے کر خطبہ پڑھتے ہیں خطیب لوگ۔ اس کی سند قرآن اور حدیث سے ثبوت درکار ہے۔ اور اگر ثبوت ہے تو کونسی حدیث میں ہے۔ بخاری،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم، مشکوٰۃ، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ یعنی کونسی حدیث سے ثابت ہے۔ یہ مسئلہ اخبار اہلحدیث میں شائع کر دیں۔ (محمد عبدالرزاق از برما)

جواب: آنحضرت صلعم بوقت خطبہ عصا یا کمان ہاتھ میں رکھا کرتے تھے کبھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ لیتے۔ مشکوٰۃ باب صلوٰۃ العیدین (۸ رجولائی ۱۹۳۳ء)

سوال: ہم نے گذشتہ جمعہ میں مولوی عبدالتواب صاحب غزنوی سے ایک حدیث سنی کہ حافظ قرآن جنت میں بغیر حساب جائیں گے اب وہ حفاظ جو تارک الصلوٰۃ ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟۔ کیا ان سے نماز کے متعلق سوال ہوگا یا نہیں۔ (عبدالقدوس بنگلوری)

جواب: تارک الصلوٰۃ کے لئے وہی حکم ہے فقد کفر یہ حکم تو کسی طرح ٹل نہیں سکتا (۲۳ رجنوری ۱۹۳۳ء)

سوال: اگر عیدین کے روز جمعہ پڑ جائے تو جمعہ کی نماز درجہ معافی میں ہے یا جمعہ کی نماز عیدین کی نماز کے بعد پڑھنا ہوگا۔

جواب: یہ حدیث واقعی ہے لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ حکم دیہاتیوں کے لئے ہے۔ شہریوں کے لئے جمعہ فرض ہے۔ محدثین کہتے ہیں جمعہ کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے پڑھنا جائز ہے میرا بھی یہی مسلک ہے۔ (۱۱ رجولائی ۱۹۳۴ء)

شرفیہ: یہ بعض محدثین کا مسلک ہے مگر دلائل میں کلام ہے بعض دلائل یہ ہیں۔

اجتمع عیدان علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم واحد فصلی العید اول النهار فقال یا ایها الناس ان هذا الیوم قد اجتمع لکم فیه عیدان فمن احب ان یشهد معنا الجمعة فلیفعل ومن احب ان ینصرف فلیفعل رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجة واحمد والحاکم من حدیث زید بن ارقم انه صلی اللہ علیه وسلم صلی العید ثم رخص فی الجمعة فقال من شاء ان یصلی فلیصل صححه علی بن المدینی ورواہ ابوداؤد والنسائی والحاکم من حدیث عطاء ان الزبیر فعل ذالك وانه سأل ابن عباس فقال اصاب السنة وقال ابن المنذر هذا الحدیث لا یثبت و ایاس بن ابی رملة راویه عن زید مجهول ورواہ ابوداؤد وابن ماجة والحاکم من حدیث ابی صالح عن ابی هریرة انه قال قد اجتمع فی یومکم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هذا عيدان فمن شاء اجزأه عن الجمعة وانا مجمعون وفي اسناده بقية رواه عن شعبة عن المغيرة الضبي عن عبد العزيز بن رفيع عن ابي صالح به وتابعه زياد بن عبد البكائي عن عبد العزيز بن رفيع عن ابي صالح وصحح الدارقطني ارساله لرواية حماد عن عبد العزيز عن ابي صالح وكذا صحح ابن حنبل ارساله ورواه البيهقي من حديث سفيان بن عيينة عن عبد العزيز موصولا مقيد باهل العوالي واسناده ضعيف ووقع عند ابن ماجة عن ابي صالح عن ابن عباس بدل ابي هريرة وهو وهم نبه هو عليه ورواه ايضا من حديث ابن عمر واسناده ضعيف ورواه الطبراني من وجه آخر عن ابن عمر ورواه البخاري من قول عثمان ورواه الحاکم من قول عمر بن الخطاب انتهى ما في التلخيص الحبير صـ ۱۴۵ حاشیہ قول عثمان پر لکھا ہے مقید باهل العوالی یعنی اذن اہل عوالی کو دیا تھا نہ سب کو۔ اور قول عمر پہ بدر کی تصحیح لکھی ہے مگر حاکم کی روایت کو ابن منذر نے تو کہا ہے لا یثبت فیه اور مجہول زید بن ارقم کی روایت میں ایاس بن ابی رملہ ہے جو مجہول ہے اسی لئے ابن منذر نے اس کے بارے میں لا یثبت کہا ہے اور عطا والی روایت میں اسباط بن نصر کو کثیر الخطا یغرب لکھا ہے (تقریب التہذیب) نیز اسی میں سلیمان بن مہران اعمش مدلس ہے اور روایت عن سے ہے اور عنعنہ مدلس کا مقبول نہیں کما فی اصول الحدیث اور عطا کی روایت ابن جریج سے بھی آئی ہے اور ابن جریج بھی مدلس ہے اور روایت عن سے ہے لہذا غیر مقبول ہے" کان یدلس ویرسل"۔ (تقریب التہذیب) اور ابوہریرہ والی روایت میں بقیہ بن ولید کثیر التدلیس من الضعفاء اور مغیرۃ الضبی بھی مدلس ہے اور روایت بھی عن سے ہے تحدیث نہیں نیل الاوطار میں عطا والی روایت کے بارے میں رجالہ رجال الصحیح لکھا ہے مگر اعمش اور جریج کی تدلیس اور معنعنہ کا جواب کچھ نہیں دیا لہذا اعتراض بحال رہا اور فعل ابن زبیر اور قول ابن عباس والی روایت کو نیل میں رجالہ رجال الصحیح لکھا ہے مگر تقریب میں اس کو بخاری کی معلق روایات میں لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے صدوق رمی بالقدر و ربما وهم من السادسة انتهی لفظ ربما وہم سے کثیر الوہم ثابت ہوتا ہے رب للتکثیر کثیر وللتقلیل قلیل اور یہ مقام بھی اسی قسم کا ہے اس لئے کہ عبداللہ بن زبیر کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت صدہا صحابہ موجود تھے پھر جب ابن زبیر نے جمعہ پڑھا باہر نکلے اور لوگوں نے تنہا تنہا اپنی نماز پڑھی کما فی روایۃ ابی داؤد اور کسی نے بھی ان کو مکان پر جاکر مطلع نہ کیا۔ ورنہ آنے کی وجہ دریافت کی اور انہوں نے بھی عید کی نماز پڑھ کر لوگوں کو اس امر پر مطلع نہ کیا اور پھر عصر کے وقت بھی ان سے دریافت نہ کیا حتی کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ طائف سے واپس آئے تب دریافت کرنے سے انہوں نے "اصاب السنۃ" کہا گویا سب کے سب صحابہ اور تابعین صدہا بلکہ ہزاروں کی تعداد سب ہی بے خبر تھے صرف ابن الزبیر اور ابن عباس ہی اتنے بڑے واقعہ سے خبردار تھے۔ وھذا من العجائب اس لئے اس مسئلہ میں محدثین کا اختلاف ہے امام شافعی و جماعۃ من المحدثین اس کے خلاف ہیں قال فی سبل السلام ذھب الشافعی و جماعۃ الی انھا (ای صلاۃ الجمعۃ) لا تصیر رخصۃ مستدلین بالدلیل وجوبھا عام لجمیع الایام وما ذکر من الاحادیث والآثار لا یقوی علی تخصیصھا لما فی اسانیدھا من المقال ثم قال صاحب السبل قلت حدیث زید بن ارقم قد صححہ ابن خزیمۃ ولم یطعن غیرہ فیہ فھو یصلح للتخصیص انتھی اقول قد نقلنا انہ ضعفہ ابن المنذر وقال لا یثبت وفی سندہ ایاس ابن ابی رملۃ مجھول کیف وقد نقل صاحب السبل ایضا قبلہ آنفا قد ضعف الامام الشافعی وجماعۃ من المحدثین ھذہ الاحادیث والآثار کما فی اسانیدھا من المقال انتھی فکیف یقول صاحب السبل لم یطعن غیرہ فیہ وکیف یصلح للتخصیص کلا وحاشا وقد قال اللہ تعالیٰ لا تقف ما لیس لک بہ علم ای لا علم لہ فیہ قطعًا لا یصلح للتخصیص اور وہ جو فتاوی میں ہے کہ حنفیہ کہتے ہیں یہ حکم دیہاتیوں کے لئے ہے الخ میں کہتا ہوں یہ حنفیہ ہی نہیں کہتے امام... شافعی اور ایک جماعت محدثین بھی یہی کہتے ہیں اور خود صحیح بخاری میں حضرت عثمان سے یہ امر مصرح ہے صحیح بخاری کتاب الاضاحی باب ما یوکل من لحوم الاضاحی وما یتزود منھا میں ہے فی اثناء حدیث فقال ابو عبید ثم شھدت مع عثمان ابن عفان فکان یوم الجمعۃ فصلی قبل الخطبۃ ثم خطب فقال یا ایھا الناس ان ھذا یوم قد اجتمع لکم فیہ عید ان فمن احب ان ینتظر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجمعة من اھل العوالی فلینتظر ومن احب ان یرجع فقد اذنت لہ قال ابو عبید ثم شھدت مع علی بن ابی طالب فصلی قبل الخطبة ثم خطب الناس فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھا کم ان تاکلوا لحوم نسککم فوق ثلاث الحدیث قال فی فتح الباری تحت ھذا الحدیث قولہ ومن احب ان یرجع فقد اذنت لہ استدل بہ من قال بسقوط الجمعة عمن صلی العید اذا وافق العید یوم الجمعة وھو محکی عن احمد واجیب بان قولہ اذنت لہ لیس فیہ تصریح بعدم العود وایضاً فظاھر الحدیث فی کونھم من اھل العوالی انھم لم یکونوا ممن تجب علیھم الجمعة لبعد منازلھم المسجد وقد ورد فی اصل المسئلة حدیث مرفوع انتھی ص۳۳۵ ج۲۳ میں کہتا ہوں اس سے واضح ہو گیا کہ چونکہ یہ دن عید الاضحی کا تھا اور اہل عوالی چار چار پانچ پانچ میل سے آٹھ آٹھ میل تک مدینہ منورہ آتے تھے اور جمعہ کی نماز بوقت ظہر مدینہ میں پڑھ کر آٹھ آٹھ میل تک جا کر قربانی کرنا اور پھر بطور مسنون قربانی کے گوشت سے کھانا کھانا بہت ہی تکلیف دہ تھا اس لئے حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو اجازت دی کہ تم جاؤ جا کر قربانی کر کے نماز پڑھنا جیسے جمعہ کی نماز بھی بار ہا وہیں پڑھا کرتے ہو پڑھنا اور پنج وقتہ جماعت بھی تو ہمیشہ وہیں کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ عوالی مدینہ سے مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلعم کے پاس باری باری جایا کرتے تھے جمعہ ہو یا ویسے ہی اخبار وحی کے معلوم کرنے کے لئے روزانہ نہیں جایا کرتے تھے باب التناوب فی العلم الخ عن عمر قال کنت انا وجار لی من الانصار فی بنی امیة بن زید وھی من عوالی المدینة وکنا نتناوب النزول علی رسول اللہ صلعم فھو ینزل یوما وانزل یوما فاذا نزلت جئتہ بخبر ذالک الیوم من الوحی وغیرھا واذا نزل فعل مثل ذلک الحدیث ص۱۹ ج۱ وایضاً فی ص۳۳۲ ج۱ وص۲۷ ج۲

پس ثابت ہوا کہ چونکہ اہل عوالی سب ہی ہر جمعہ کو نہیں آیا کرتے تھے بعض آتے اور بعض اپنی اپنی بستیوں میں پنج وقتی نماز اور جمعہ پڑھتے تھے پس انہیں کو آپ نے حکم دیا تھا کہ جاؤ قربانی میں بہت تاخیر ہو جائے گی تم اپنے گھروں میں اپنی بستیوں میں جمعہ پڑھنا اور ہم یہاں پڑھیں گے اور روایات مذکورہ بالا مرفوعہ اگر صحیح تسلیم کی جائیں تو ان کا مطلب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی یہی ہوگا پس اسقاط جمعہ غلط اور فرضیت پہلے ہی ادلہ قطعیہ سے ثابت ہے پھر وہ ایسے مشکوک و بے ثبوت دلائل سے کیسے ساقط ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔ لعل فیہ کفایۃ لمن لہ درایۃ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

(ابو سعید محمد شرف الدین دہلوی کان اللہ لہ)

سوال: زید اصرار کرتا ہے کہ جمعرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں قل یا ایھا الکافرون اور دوسری میں قل ھو اللہ احد ہمیشہ پڑھتے تھے بکر کہتا ہے کہ ہمیشہ ثابت نہیں ہاں اگر کوئی شب جمعہ کو پڑھے تو جائز ہے مداومت ثابت نہیں کیونکہ تسہیل القاری میں اس کو لکھا ہے کہ مغرب اور صبح کی سنتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے لہٰذا جو ثابت ہو تحریر کریں۔

(سلیمان داؤد جی پٹیل دریاؤ سورت)

جواب: سوال میں مذکور ہے کہ زید شب جمعہ کی مغرب کی فرض نماز میں مداومت سورہ مذکورہ کا مدعی ہے۔ باسنن میں خبر حدیث یہ ہے۔ عن جابر بن سمرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی صلوۃ المغرب لیلۃ الجمعۃ قُلْ یا ایھا الکافرون وقل ھو اللہ احد رواہ فی شرح السنۃ ورواہ ابن ماجۃ عن ابن عمر الا انہ لم یذکر لیلۃ الجمعۃ وعن عبد اللہ بن مسعود قال ما اُحْصِیْ مَا سَمِعْتُ .... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الرکعتین بعد المغرب وفی الرکعتین قبل صلوۃ الفجر قل یا ایھا الکافرون وقل ھو اللہ احد رواہ الترمذی ورواہ ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ الا انہ لم یذکر بعد المغرب انتھی مشکوۃ۔ پہلی حدیث کی سند میں سعید بن سماک راوی ہے وہ متروک الحدیث ہے۔ دوسری روایت ابن عمر کی وہ بھی صحیح نہیں اس کی سند میں راوی کی خطا ہے وہ معلول ہے تیسری روایت ابن مسعود کی وہ بھی صحیح نہیں اس کی سند میں عبد الملک ابن معدان ہے وہ غیر معتبر ہے قابل توثیق نہیں امام بخاری نے اس کی روایت کو مردود بتایا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اول تو زید کے دلائل ثابت نہیں لہٰذا اس کا مسئلہ سنیت پر اصرار غلط ہے۔ دوم اگر دلائل صحیح ہوتے تو مراد سنن مغرب تھے نہ کہ فرض مگر دلائل صحیح ثابت نہیں۔ لہٰذا دعوی زید کا غلط ہے بکر کا قول صحیح ہے۔ ہذا واللہ اعلم۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راقم ابو سعید محمد شرف الدین ناظم مدرسہ عربیہ پل بنگس دہلی - (اہلحدیث)
صبح کی سنتوں میں ..... تو سورہ کافرون اور سورہ اخلاص پڑھتے مگر مغرب کا عمل مختلف تھا کبھی چھوٹی سورتیں کبھی لمبی سورتیں پڑھتے اس کا مفصل ذکر آپ کتاب سفر السعادت میں دیکھئے جو عربی فارسی اردو تینوں زبانوں میں ملتی ہے۔
(۴ رمضان ۱۳۶۵ھ)

تشریح: صبح کی سنتوں میں بھی عمل مختلف تھا کبھی یہ کبھی اور چنانچہ صحیح مسلم میں ہے عن ابن عباس رض قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی رکعتی الفجر فی الاولیٰ قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا الآیۃ التی فی البقرۃ وفی الآخرۃ منھما آمنا باللہ واشھد بانا مسلمون انتہی ص ۲۵۱ ج ۱ واخرجہ ایضاً ابوداؤد والنسائی نیل الاوطار ص ۱۸ ج ۳ پس دوام ثابت نہ ہوا جواز میں کلام نہیں ۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: سنت یا نفل نماز بکر پڑھ رہا ہے زید کہتا ہے کہ اقامت ہوگئی سلام پھیر لیجئے اس طرح کہنا جائز ہے۔

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا التی اقیمت لہا، اس حدیث کے ماتحت اگر کوئی ایسا کہے تو حرج نہیں (۲۸ شوال ۱۳۵۰ھ)

سوال: نماز جمعہ کے لئے خطیب دوسرا ہو سکتا ہے اور امام دوسرا۔

جواب: خطیب صاحب کو نماز جمعہ پڑھانے میں کوئی عذر ہو تو دوسرا شخص اس کی اجازت سے نماز پڑھ سکتا ہے بحکم قرآن مجید لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا (۲۶ نومبر ۱۹۳۷ء)

سوال: اکثر لوگ فجر کی نماز باجماعت چھوڑ کر دو سنتیں شروع کر دیتے ہیں اور پھر اکثر ایسا ہو جاتا ہے کہ جماعت کی نماز سے محروم ہو جاتے ہیں کیا یہ فجر کی دو سنتیں فرضوں کے بعد نہیں ہو سکتیں۔ (محمد حنیف کوہاٹ)

جواب: جب نماز باجماعت کھڑی ہو جائے تو پھر سنن نوافل پڑھنے جائز نہیں بعد نماز فرض سنتوں کا پڑھنا جائز ہے سنن ابی داؤد میں ہے عن قیس بن عمرو رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا یصلی بعد صلوٰۃ الصبح فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الصبح رکعتان فقال الرجل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انی لم اکن صلیت الرکعتین اللتین قبلہما فصلیتہما الآن فسکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی قیس بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو دیکھا جو بعد نماز صبح دو رکعت نماز پڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا صبح کی نماز دو رکعت ہے تو اس مرد نے کہا میں نے صبح کی دو سنتیں نہیں پڑھی تھیں۔ اس وقت وہ میں نے پڑھی ہیں آپ چُپ رہے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص فجر کی نماز میں امام کے ساتھ شامل ہو جائے تو بعد نماز صبح سنتیں پڑھ لے۔ واللہ اعلم

(اہلحدیث ج ۴۴ ع ۱۹) تشریح

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب جماعت نماز فجر کی کھڑی ہو جائے اس وقت دو رکعت سنت فجر کی پڑھ لے یا شامل جماعت ہو جاوے اور اگر شامل جماعت ہو گیا تو بعد نماز فرض کے طلوع آفتاب سے قبل نماز سنت کو پڑھے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اس وقت سنت نہ پڑھے جماعت میں شامل ہو جاوے بموجب فرمودہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ۔ ترجمہ جس وقت جماعت نماز کی کھڑی ہو جائے تو اس وقت سوائے نماز فرض کے اور کوئی نماز نہیں ہے۔ دوسری حدیث نوزاد مسلم بن خالد عن عمرو بن دینار فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ قیل یا رسول اللہ لا رکعتی الفجر قال لا رکعتی الفجر اخرجہ ابن عدی بسند حسن۔ اور بخاری میں عبداللہ بن بحینہ سے روایت ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی رجلا وقد اقیمت الصلوٰۃ صلی رکعتین فلما انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الصبح اربعا الصبح اربعا۔ عن ابن عمر انہ ابصر رجلا یصلی رکعتین والمؤذن یقیم فحصبہ وقد روی عن عمرؓ انہ کان اذا رای رجلا یصلی وھو یسمع الاقامۃ ضربہ عن طریق عطیۃ قد رأیت ابن عمرؓ قضاہما حین سلم الامام۔ اور قیس سے روایت ہے۔ خرج

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقیمت الصلوۃ فصلیت معہ الصبح ثم انصرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوجدنی اصلی فقال مهلا یا قیس اصلاتان معا قلت یا رسول اللہ انی لم اکن رکعت رکعتی الفجر قال فلا اذا۔
قیس سے روایت ہے کہ قیس نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف فرما ہوئے اور نماز فجر کی جماعت کھڑی ہوئی تو میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز فرض پڑھی۔ بعد سلام پھیرنے کے حضرت نے مجھ کو نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا ٹھیر جا اے قیس کیا تو دو نمازیں اکٹھی پڑھتا ہے میں نے عرض کیا کہ میں نے دو رکعت سنت فجر کی نہیں پڑھی تھی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ایسا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں ان روایات مذکورہ بالا سے وقت کھڑی ہو جانے جماعت فرض کے شامل ہو جانا جماعت میں ضرور ہے اور پڑھنا سنتوں کا بعد جماعت کے قبل طلوع آفتاب کے یہ بھی ثابت ہو گیا اگر کوئی بعد طلوع آفتاب کے سنتیں پڑھے گا تو بھی درست ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ محمد عبید اللہ و عبد الحق [محمد عبید اللہ ۱۲۹۱] اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ نص است و بمقابلہ تعلیمات قیاسیہ باطل است۔

[فقیر عبد الحق] [میر احمد پشاوری] واقعی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ مانع جواز پڑھنے سنت کے ہے مگر بعد فرضوں کے بلاشبہ درست ہے [حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ] قد ثبت فی الصحیحین وغیرهما انہ اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ وزیادۃ الا رکعتی الفجر لا اصل لها قالہ البیهقی ونقل عنہ فی المحلی شرح الموطا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ ابو محمد عبد الرؤف البهاری۔ [عبد الرؤف ۱۳۰۲]

الجواب صحیح والرای نجیح نمقہ محمد یٰسین الرحیم آبادی عفی عنہ۔ مجیب صاحب نے بہت ہی عمدہ جواب دیا ہے۔ حقیقت میں اقامت اذائے سنت فجر ناجائز و نادرست از رو ئے حدیث صحیح السند کے ہے اور کتب فقہ میں بھی اس طرح سنت پڑھنے کو کہ جس طرح آجکل فی زماننا جہال پڑھتے ہیں یعنی قریب صف کے اندر مسجد میں ممنوع لکھا ہے اور فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اس طرح سے جیسا کہ آج کل مروج ہو رہا ہے سنت فجر پڑھتے ہیں بہت سخت مکروہ ہے اور وہ بڑے اجہل ہیں اور ہدایہ میں الکافی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں لکھا ہے کہ سنت فجر وقت اقامت مسجد میں ممنوع ونادرست ہے اگر پڑھے تو خارج از مسجد پڑھے اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی حنفی نے عمدۃ الرعایہ صفحہ ۲۳۸ و تعلیق الممجد صلاۃ میں بعد اللتیا والتی خوب واضح کرکے لکھا ہے کہ از روئے احادیث صحیحہ مرفوعہ سنت فجر وقت تکبیر نہ پڑھنی چاہیے فقط واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ العاجز ابو محمد عبدالوہاب الغنجابی نزیل الدہلی | خادم شریعت رسول الاداب ابو محمد عبدالوہاب ۱۳۰۰ |

الجواب صحیح محمد طاہر سلہٹی ۱۳۰۴ھ۔ اکثر جاہل لوگ جو وقت اقامت فرض صبح کے سنتیں پڑھتے ہیں یہ درست نہیں بیں جماعت میں شامل ہونا چاہیے۔ عبداللطیف حنفی واعظ جامع مسجد دہلی۔

| سید محمد نذیر حسین / عبداللطیف ۱۲۹۵ | خادم شریعت رسول الثقلین محمد تلطف حسین ۱۲۹۲ | سید محمد عبدالسلام غفرلہ ۱۲۹۹ |

الجواب صحیح

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کروٹ پر لیٹنا بعد سنت فجر کے فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب۔ بینوا توجروا۔ (۱)

الجواب: جاننا چاہیے کہ سنت فجر کے بعد داہنی کروٹ پر لیٹنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور ترک بھی ثابت ہے تو یہ فعل مستحب ہوا کیونکہ مستحب اسی فعل کو کہتے ہیں جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑ دیا ہو۔ عن عائشۃ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی رکعتی الفجر اضطجع علی شقہ الایمن رواہ البخاری عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی فان کنت مستیقظۃ حدثنی والا اضطجع حتی یوذن بالصلوۃ رواہ البخاری۔ پس معلوم ہوا کہ اس فعل کو فرض یا واجب کہنا صحیح نہیں ہے اسی طرح اس فعل کو بدعت کہنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ جب آنحضرت سے ترک بھی ثابت ہے تو واجب یا فرض کیونکر ہو سکتا ہے۔ واجب وفرض کا ترک تو ناجائز ہے۔ چنانچہ بخاری نے عدم وجوب کے لئے ایک باب منعقد کیا ہے۔ باب۔ من تحدث بعد الرکعتین فلم یضطجع۔ اشارۃ بھذہ الترجمۃ الی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن

(۱) بعد سنت فجر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لیٹتے تھے الخ از حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم الحدیث ۱۴ رجب ۱۳۵۳ھ۔ تفصیلی جواب اوپر مرقوم ہے۔ (محمد داؤد راز)۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بید وم عليها وبذالك احتج الائمة على عدم الوجوب وحملوا الامر الوارد بذالك فى حديث ابى هريرة عند ابى داؤد وغيره على الاستحباب كذا فى فتح البارى۔ اور ابوداؤد وغیرہ میں جو بصیغہ امر ارشاد فرمایا ہے تو ضرور ہوا کہ اس امر سے استحباب مراد ہو ورنہ حدیث ماقبل سے تطبیق کیونکر ہوگی۔ اور اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فعل ثابت ہے تو بدعت کیونکر ہوسکتا ہے۔ پس جن بزرگان دین سے اس فعل کا انکار ورد ثابت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو یہ حدیث نہیں ملی ورنہ کوئی مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کا کیونکر رد کرسکتا ہے چہ جائیکہ بندگان دین۔ واما انكار ابن مسعودؓ الاضطجاع وقول ابراهيم النخعى هى ضجعة الشيطان كما اخرجهما ابن ابى شيبة فهو محمول على انه لم يبلغهما الامر بفعله كذا فى فتح البارى۔ اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ یہ فعل تہجد خواں کے ساتھ خاص ہے یہ بات بلادلیل ہے تخصیص بلادلیل نہیں ہوسکتی کما لا یخفی واللہ اعلم قد نمقہ العاجز محمد یسین الرحیم آبادی ثم العظیم آبادی عفی عنہ سیئاتہ۔ المجیب مصیب محمد حسین خان خورجوی۔

جواب ہذا صحیح ہے مستحب کو بدعت کہنا نہایت مذموم ہے۔

سید محمد نذیر حسین		
محمد عبدالسلام غفرلہ ۱۲۹۹	عبدالرؤف ۱۳۰۳ بہاری	ابومحمد عبدالحق ۱۳۰۵ لونانوی
خادم شریعت رسول الاداب ابومحمد عبدالوہاب ۱۳۰۰		الفنجابی الجھنگوی نزیل الدہلی
حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ	محمد طاہر ۱۳۰۴	سلہٹی فتاوی نذیریہ ص۳۱۹ تا ص۳۱۸

سوال: ایک شخص امام کے پیچھے چھٹی ہوئی بقیہ رکعتوں کی تکمیل کر رہا تھا کیا اس کی اقتدا کی جاسکتی ہے اور اس کو پہلی جماعت کا ثواب مل سکتا ہے۔

جواب: امام شافعیؒ کے مذہب میں جائز ہے بہت سے اہلحدیث بھی اس کے قائل ہیں ثواب دینا خدا کا کام ہے جتنا چاہے دے کوئی نیکی ضائع نہیں ہوتی۔ (اہلحدیث ۸ جمادی الاولیٰ)

تنقید: از حضرت الاستاذ مولانا شرف الدین صاحب دہلوی۔

مسبوق کی اقتداء جائز نہیں اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے سفر میں بسبب قضاء حاجت قافلہ سے مع مغیرہ بن شعبہ پیچھے رہ گئے جب قافلہ میں تشریف لائے تو عبدالرحمٰن بن عوف صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اور ایک رکعت ہوچکی تھی آپ کو معلوم کرکے عبدالرحمٰن پیچھے ہٹنے لگے تو حضور صلعم نے اشارہ کیا کہ پیچھے مت ہٹو پھر آپ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس کے پیچھے ایک رکعت پڑھ کر دوسری خود ادا کی اگر مسبوق کی امامت جائز ہوتی تو آپ ضرور آگے بڑھ کر امامت کراتے جیسے صدیق اکبر کی امامت کے وقت کیا تھا کہ وہ نماز میں کھڑے ہو چکے تھے حضور تشریف لائے اور وہ پیچھے ہٹ گئے اور آپ نے نماز امام بن کر پڑھائی یہ تبوک والی حدیث تو صحیح مسلم میں ہے مشکوۃ ص۵۲ اور صدیق اکبر والی صحیح بخاری میں ہے ص۹۴ ج ۱) اور بعض طلباء کو حدیث کے آخر کے جملہ قول مغیرہ فرکعنا الرکعۃ التی سبقتنا سے مغالطہ ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ اگر مسبوق کی امامت صحیح ہوتی تو آپ پہلے ہی سے امام بن جاتے کہ ساری جماعت سارے قافلہ کو حضورؐ کی امامت کا حظ حاصل ہوتا واذلیس فلیس فافہم۔ وتدبر رکعنا کا معنی یہ کہ میں نے اور حضور صلعم نے اپنی اپنی رکعت بقیہ الگ پڑھی۔

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

مسبوق کے پیچھے نماز پڑھنی حدیث سے مسکوت عنہ ہے اور اصل مسکوت عنہ میں جواز واباحت ہے پس جواز ثابت ہوگا۔ حررہ عبدالعزیز الملتانی عفی اللہ لہ

الجواب صحیح والرای نجیح	سید محمد نذیر حسین ۱۲۸۱	فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۸
سید عبدالسلام غفرلہ ۱۲۹۹	سید محمد ابوالحسن ۱۳۰۵	ابوسعید محمد حسین

سوال: عورتیں جب حیض سے ہوں یا نفاس سے ہوں۔ اور اس وقت کی جو نماز ان سے نہ پڑھی گئی ہو تو پاک ہونے پر قضا پڑھنی ہوگی۔ یا اس وقت کی ان کے واسطے قطعی معاف ہے اور روزے بھی جو انہی ایام میں فوت ہو گئے بعد پاک ہونے کے ان کے بارے میں کیا حکم ہے اور حیض ونفاس کے دنوں میں ذکر اذکار تسبیح یا درود شریف پڑھ سکتی ہیں یا نہیں۔

جواب: حائضہ عورت پر روزہ کی قضا لازم ہے۔ نماز معاف ہے اور درود وغیرہ سے منع کی کوئی قوی دلیل نہیں۔ ذکر اور درود پڑھ سکتی ہے۔ (۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ)

سوال: عورت اپنے مرد کے پیچھے یا ساتھ کھڑی ہو کر اقتدا کر کے نفل نماز تہجد پڑھ سکتی ہے یا اکیلے ہی پڑھنا چاہیئے اور تہجد کی نفل نماز قرات جہر سے پڑھ سکتے ہیں یا بلا جہر پڑھنا چاہیئے۔ اور دیگر نماز نفل جو کہ اکثر لوگ بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ اس کی سند صحیح حدیث میں ہے یا نہیں۔ اور بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے یا کھڑے ہو کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ نفل کس طرح پڑھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع کس پر رہا۔
جواب: عورت مرد کے پیچھے اقتدا کر سکتی ہے۔ مگر ساتھ نہ کھڑی ہو بلکہ صف کے برابر چھوڑ کر چاہے اکیلی ہو تو بھی پیچھے کھڑی ہو! تہجد کی نماز میں جہر بھی کر سکتے ہیں حدیث میں اس کی اجازت آتی ہے[1] نفل بیٹھ کر پڑھنے سے نصف ثواب ہوتا ہے۔ کھڑے ہو کر پڑھنے سے پورا۔ حدیث میں ایسا آیا ہے۔ (۲۸ ذی الحجہ ۳۹ھ)

سوال: جو سنتیں پنجگانہ میں فرائض سے پہلے پڑھی جاتی ہیں۔ ان کا گھر میں پڑھ کر مسجد میں جانا افضل ہے یا مسجد میں جا کر پڑھنا۔ اور فرائض کے بعد جو سنتیں ہیں ان کا ادا کرنا کس طرح ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے وقت میں اکثر گھروں میں پڑھی جاتی تھیں یا مسجد میں۔
جواب: یہ سنت گھر میں پڑھنی افضل ہیں۔ پہلی ہوں یا پچھلی حدیث[2] میں ایسا آیا ہے۔ (۲۸ ذی الحجہ ۳۹ھ)

سوال: دعائیں جو نماز فرائض کے بعد یا کل نماز کے خاتمہ پر پڑھی جاتی ہیں۔ ان میں استغفار بھی پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ اور توبہ استغفار کے لئے شب بیداری کا وقت افضل ہے۔ تو کیا ہر نماز کے بعد کس طرح ہے۔
جواب: استغفار ہر وقت کر سکتا ہے۔ ہر نماز کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہنا مسنون ہے۔ (۸ ذی قعدہ ۳۱ھ)

سوال: ہر دعا کے اول و آخر درود شریف پڑھنا چاہیے۔ اور سوائے وقت نماز کے بھی اللہ عزوجل سے طلب حاجات کے لئے دعا مانگتے وقت بھی اول و آخر دعا کے درود پڑھنا چاہیے۔ اور کیا ہر دعا کے وقت ہاتھوں کا اٹھانا افضل ہے۔ یا بغیر ہاتھ اٹھائے بھی۔ اور جب امام دعا مانگے تو مقتدی کے سوا طلب حاجات و بہتری اپنی اور کل مومن و مسلمانوں کی مانگ سکتا ہے۔ یا صرف آمین، آمین ہی کہے۔
جواب: دعا میں ہاتھ اٹھانا آیا ہے۔ لیکن اگر ایسے موقع میں دعا مانگتا ہے۔ جہاں ہاتھ نہیں اٹھا سکتا۔ مثلاً سجدے میں یا قعدے میں تو ایسی جگہ ہاتھ اٹھانا ضروری

---

[1] ترمذی شریف مترجم نولکشوری ج (۱) ص۱۲۰ پر یہ حدیث موجود ہے ۱۲ آزاد [2] مشکوٰۃ ج ا ص۱۰۵۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ امام کی دُعا پر مقتدی آمین کہے۔ اور اگر اس کی کوئی خاص حاجت بھی ہے۔ تو وہ الگ طلب کرے۔ منع نہیں۔ امام کی دعا میں شریک رہے۔ اور اپنی حاجت بھی طلب کرے۔ لکلی امن مانوی (۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ)

سوال: ظہر نماز فرض کے پہلے جو سنتیں مؤکدہ چار رکعت پڑھتے ہیں۔ یہ چار رکعت ایک نیت سے پڑھنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ یا کہ دو دو الگ الگ پڑھنے کا حکم ہے۔

جواب: دو نیت سے دو دو الگ الگ پڑھنی افضل ہیں۔ یہ حدیث کا مضمون ہے۔ (۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ)

سوال: ذکر تسبیح یا درود کا بہت بار پڑھنا۔ مثلاً سو یا دو سو یا اس سے کم زیادہ تو تسبیح کے دانوں سے گنتی شمار کے واسطے پڑھنا۔ اور بنیت بلا ریا کرے تو اس طرح حدیث شریف میں پتہ تسبیح کے دانوں پر گنتی کا ہے یا کہ کنکر وغیرہ پر شمار کیا جاتا تھا اب ہمارے واسطے یہ بدعت نہ ہوگا۔

جواب: حدیث شریف میں نہ دانہ دار تسبیح آئی ہے۔ نہ کنکریاں آئی ہیں البتہ انگلیوں کی گرھوں پر شمار آیا ہے۔

تشریح مولانا نے حدیث فعلی کے عدم ذکر کو بیان کیا ہے ورنہ حدیث نبوی تقریری اور آثار صحابہ سے کنکریوں، گٹھلیوں وغیرہ پر تسبیح کا ثبوت وارد ہے عن صفیۃ قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبین یدی اربعۃ الاف نواۃ اسبح بہا فقالت لقد سبحت بھذا الا اعلمك باكثر مما سبحت به فقالت علمنی فقال قولی سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِهٖ رواہ الترمذی والحاکم وصححہ السیوطی وعن سعد بن ابی وقاص مثل ھذا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی امرأۃ وبین یدیھا نوی او حصی تسبح به فقال الا اخبرك بما ھو ایسر علیك من ھذا الحدیث ثم ذکر الالفاظ المذکورۃ رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ و ابن حبان والحاکم وصححہ وحسنه الترمذی قال الامام الشوکانی والحدیثان یدلان علی جواز عد التسبیح بالنوی والحصی وکذا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالسبحۃ لعدم الفارق لتقریرہ صلی اللہ علیہ وسلم للمرأتین علی ذالک وعدم انکارہ والارشاد الی ما ھو افضل لاینافی الجواز وقد وردت بذالک آثار ذکر الآثار عن ابی صفیۃ مولی رسول اللہ صلعم وسعد ابن ابی وقاص وعن ابی ھریرۃؓ وابی الدرداء وعن علیؓ وغیرھم باسانید وعن کتب الحدیث فارجع الیہ نیل الاوطار ص ۲۶۶۔

خلاصہ یہ کہ تسبیح وغیرہ پر ذکر اللہ بلا کراہت جائز ہے [1] (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: زید کہتا ہے کہ رکوع سے اٹھ کر رفع یدین کرے اور جب تک سجدہ کیلئے تکبیر نہ ہو یا نہ کہے ہاتھوں کو اٹھائے رکھے اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ رسول صلعم نے تکبیر تحریمہ کے بعد سینہ پر ہاتھ باندھنے اور تکبیر عندالرکوع کے بعد گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ مگر رکوع سے اٹھ کر رفع یدین کا حکم ہے اور یہ حکم نہیں ہے کہ ہاتھ لٹکا کر کھڑے ہو جاؤ پس ہاتھ اس وقت تک اٹھے رہنے چاہئیں کہ سجدہ کے لئے تکبیر ہو کیونکہ حالت میں تغیر اسی وقت سے ہو سکتا ہے کہ تکبیر ہو یا سمع اللہ لمن حمدہٗ کہا جائے جب اسے کہا جاتا ہے سب رفع یدین کے بعد ہاتھ اس موقعہ پر لٹکا دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے ہمارے لئے اللہ رسول حجت ہیں نہ کہ لوگ۔ پس حدیث سے ثبوت مانگتا ہے کہ ہاتھ لٹکانے کا ثبوت حدیث یا آثار صحابہؓ سے دیا جائے۔ بینوا بالکتاب والسنۃ توجروا۔ (محمد رفیع دہلی)

جواب: ہاتھ چھوڑ دینے چاہئیں کیونکہ ہاتھ کی اصلی ہیئت یہی ہے جس جگہ باندھنے کا حکم ہو وہاں باندھیں گے جہاں کوئی حکم نہ ہو وہاں اصلی حالت پر رکھیں گے اسی لئے قعدہ میں باندھتے نہیں بلکہ رانوں پر رکھتے ہیں وہاں یہی حکم ہے۔ قومہ میں باندھنے کا حکم نہیں ملتا۔ اس لئے ہاتھ اصلی ہیئت پر لٹکتے رہیں گے۔ جب تک باندھنے والا مدعی اپنے دعوے کا ثبوت نہ دے۔ (۲۰ رمضان ۱۳۵۱ھ)

سوال: زید اہلحدیث ہے اور پابند شریعت۔ بفضلہ تندرست بھی ہے۔ زکام کی

---

[1] دانہ والی تسبیح پر تسبیح پڑھنے کی ممانعت سلف وخلف کسی سے منقول نہیں الخ۔
عاجز محمد ابوالقاسم بنارسی (اہلحدیث ۲ مئی ۱۹۱۲ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکایت ضرور کبھی کبھی ہو جاتی ہے۔ زید مذکور روزانہ تقریباً نصف میل یا ایک میل بازار لائبریری کا چکر لگاتا ہے اگر بازار نہ گیا تو گھر میں بیٹھ کر دن بھر لکھنے کا کام کیا کرتا ہے مگر نماز جب پڑھے گا تو بیٹھ کر۔ روزہ رمضان کی یہ حالت ہے کہ وہاں چاہا تو رکھا نہ چاہا نہ رکھا۔ بکر جو کہ اہلحدیث ہے اس نے کہا تمہارا یہ کام یعنی بیٹھ کر نماز پڑھنا اچھا نہیں ہے، باوجودیکہ بازار کا چکر لگاتے ہو، اور نماز بیٹھ کر پڑھتے ہو۔ زید برا مانتا ہے اور حسب دستور نماز بیٹھ کر پڑھتا ہے۔ روزہ کی بابت دریافت کیا جاتا ہے کہ روزہ ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں زید کہتا ہے کہ دوپہر کو بتلاؤں گا۔ بینوا توجروا۔

(سید عبدالغفار معروف بہ سید رضا)

جواب: اس قسم کے افعال خدا کے سپرد ہیں، فاعل اگر واقعی معذور رہے تو بری ہو گا۔ بہانہ سازی سے تو ماخوذ ہو گا۔ (۱ر فروری ۱۹۳۳ء)

سوال: ایک مسجد میں اتفاق کر کے صف سیدھی ہونے کے واسطے چند خط مستقیم کھینچ دیئے گئے ہیں اور صفوں کے درمیان فصل چار فٹ ایک انچ رکھا گیا ہے۔ زید کہتا ہے کہ مقتدیوں کو خط کے اوپر ایڑی رکھنا چاہیے اور بکر کہتا ہے کہ خط کے اوپر پیر کی انگلی رکھنی چاہیے۔ آیا فصل دو صفوں کے درمیان چار فٹ ایک انچ چاہیے یا کم و بیش؟ شریعت میں کیا حکم ہے؟ اور زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟ مدلل کتب حدیث سے تحریر فرمائیں۔ (سائل نامعلوم)

جواب: نشانہ لکیر پہ ایڑیاں رکھنی چاہئیں تاکہ صف سیدھی رہے۔ کیونکہ پاؤں چھوٹے بڑے ہوتے ہیں چار فٹ کا اندازہ صحیح ہے اس سے آدمی اچھی طرح سجدہ کر سکتا ہے۔ (۲۴ر مارچ ۱۹۳۳ء)

سوال: امام نے بھول کر چار کے بجائے پانچ رکعت پڑھ لیں اور مقتدیوں نے لقمہ بھی نہ دیا۔ بعد فراغت امام صاحب کو جتلایا گیا کہ آپ نے ایک زائد رکعت پڑھ لی ہے تو آپ نے جواب میں کہا۔ اگر لقمہ دیتے تو میں ایک رکعت اور پڑھ لیتا پھر سجدہ سہو کر لیتا۔ اس طرح سے چار فرض ادا ہو جاتے اور دو رکعت نفل ہو جاتیں۔ لیکن اب سجدہ ہی کرنا کافی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ امام مذکور کا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟۔ (عمر الدین از فتح آباد امرتسر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے پانچ پڑھنے والا ایک اور ملا لے۔ اس کے دو نفل ہوں گے۔ اگر پانچ پر سجدہ سہو کرے تو دو سجدے ایک رکعت کی طرح پانچویں سے مل کر دو رکعت کا ثواب دلوا دیں گے۔ انشاء اللہ۔ (۱۰ / مارچ ۱۹۲۲ء)

سوال: اگر امام نماز میں قرارت کرتا ہوا بھول جائے اور بھولی ہوئی آیت کو چھوڑ کر اس سے اگلی آیت پڑھ لے تو ایسا کرنے سے نماز درست ہو جائے گی یا نہیں؟

(سائل مذکور)

جواب: سہو قرارت میں بہت آسانی ہے۔ جو آیت پڑھے صحیح پڑھے۔ بھول کر درمیان سے رہ جائے تو معاف ہے۔ (۱۰ / مارچ ۱۹۳۳ء)

سوال: دو رکعت نماز تحیۃ المسجد کس طرح پڑھنی چاہیئے؟ اور یہ بھی فرمادیں کہ یہ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یا کسی صحابیؓ کا ہے۔

جواب: تحیۃ المسجد بہ نیت نوافل مسجد پڑھے جاتے ہیں رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے۔ (۱۰ / مارچ ۱۹۳۳ء)

سوال: مستورات کی نماز دوپٹہ کے بغیر ہو سکتی ہے کیا (عبد السلام نذیر)

جواب: بدن اور بال وغیرہ ننگے نہ ہوں دوپٹہ سے اگر یہ غرض پوری ہو جاتی ہے تو چادر کی حاجت نہیں پردہ کی ضرورت ہے۔ جس کپڑے سے ہو جائے۔

(۲۸ / ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ)

سوال: مستورات نماز مغرب وعشاء وصبح میں قرارت قرآن آواز سے پڑھیں یا چپ؟

جواب: مستورات اگر اکیلی یا مقتدی ہیں تو آہستہ پڑھیں گی اور اگر امام ہیں تو مردوں کی طرح جہری نمازوں میں جہر سے پڑھیں مرد اور عورت میں اس امر میں کوئی فرق نہیں۔ (۲۸ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ)

تشریح: جہری نمازوں میں مرد وعورت کا یکساں حکم ہے کہ بحالت امامت امام کو جہر مقتدیہ کو سرفاتحہ اور منفردہ کو اختیار ہے۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: فرضوں کی پچھلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد اگر کوئی سورت وغیرہ پڑھی جائے تو کیا سجدہ سہو لازم ہے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: فقہا ایسی صورت میں سجدۂ سہو کرنے کا حکم دیتے ہیں میرے ناقص علم میں سجدۂ سہو واجب ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ (۲ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ)

تشریح یہاں سجدۂ سہو کے لیے فقہا کا خیال صحیح نہیں مسئی الصلوٰۃ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے فرائض و آداب بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا ثم اقرأ بام القرآن وبما شاء اللہ ھذا لفظ المصابیح ولابی داؤد ولابن حبان بما شئت کذا فی بلوغ المرام ص۱۹ ومشکوٰۃ ج ۱ ص۷۵ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا ثم افعل ذالک فی صلاتک کلھا اخرجہ السبعۃ واللفظ للبخاری بلوغ المرام ص۱۹ ہمارے لیے محل استدلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی الفاظ مبارک ہیں جن سے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد کچھ اور بھی قرآن شریف سے پڑھنا ثابت ہوا لہٰذا سجدہ سہو کا حکم فقہا دیتے ہیں باطل ہے (ابو سعید محمد شرف الدین دہلوی)

سوال: دریافت طلب امر یہ ہے کہ بسم اللہ بالجہر والسر میں قوی دلائل از روئے حدیث شریف کس طرف ہیں۔

جواب: میرا دونوں پر عمل ہے جہر قوی ہے واللہ اعلم صحیح مسلم میں روایات جہر بکثرت ہیں۔ (۱۹ محرم ۱۳۵۸ھ)

شرفیہ اس میں غلطی سے معاملہ برعکس ہو گیا ہے صحیح مسلم شریف میں جہر کی نہیں بلکہ عدم جہر کی روایت ہے اور جس میں جہر ہے وہ نماز میں نہیں ہے سورہ کوثر کے نزول کے وقت آپ نے بسم اللہ پڑھی تھی اس میں نماز کا ذکر نہیں ہے اور عدم کی روایت انس سے ہے ملاحظہ ہو مسلم ج ۱ ص۱۷۲ اور بلوغ المرام میں ہے۔ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابا بکر وعمر کانوا یفتتحون الصلوٰۃ بالحمد للہ رب العالمین متفق علیہ زاد مسلم لا یذکرون بسم اللہ الرحمن الرحیم فی اول قراءۃ ولا فی اخرھا وفی روایۃ لاحمد والنسائی وابن خزیمۃ لا یجھرون ببسم اللہ الرحمن الرحیم وفی اخری لابن خزیمۃ کانوا یسرون وعلی ھذا یحمل النفی فی روایۃ مسلم خلافا لمن اعلھا انتھی ما فی بلوغ المرام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس ثابت ہوا کہ اکثریت و اولویت سری کی ہے۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: عیدین میں نماز و خطبہ ختم ہونے کے بعد امام کا مع مقتدی دعا مانگنا یا مقتدی کا فرداً فرداً۔ الگ الگ دُعا مانگنے کا حکم ہے یا دُعا مانگنے کی مطلق ممانعت ہے

جواب: عیدین میں بوقت خاص دعا کا ذکر میرے ناقص علم میں نہیں ہاں عام طور پر دعا کا حکم اور ثبوت ملتا ہے۔ میری سمجھ سے یہ امر باہر ہے کہ ایسے امر کی بابت اتنی کرید کیوں کی جاتی ہے (۲۵ محرم ۱۳۴۲ھ)

شرفیہ اصل بات یہ ہے کہ حدیث نبوی ہے الدعاء هو العبادة الحديث رواه احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجه وغيره وصححه الترمذی وايضا قال صلى الله عليه وسلم الدعاء مخ العبادة رواه الترمذی وفی ادب المفرد للبخاری بلفظ اشرف العبادة الدعاء انتهى (تنقیح الرواة ص ۹۶ ج ۲) نماز کے بعد وقت مبارک اور قبولیت دعا کا ہے اس لئے شیطان ایسے لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے تاکہ اس کے وسوسوں میں مبتلا ہو کر یہ دعا مانگنے سے محروم ہو جائیں اس لئے ایسے لوگ بیچارے مجبور ہیں یہ کرید میں رہتے ہیں اور شیطان کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیطانی وساوس سے سب کو محفوظ رکھے اور ایسے لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے آمین۔

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: کیا حکم ہے ایسے شخص کے حق میں جو چند ایک نمازیوں کی موجودگی میں طنزاً کیا استہزاءً یا حقارتاً رفع الیدین کے بارے میں کہے کہ یہ لوگ روتے پیٹتے ہیں اور ساتھ ہی حقارت کے طور پر ہاتھ سے اشارہ بھی کرے جواب مدلل ہو۔ حافظ عبداللہ

جواب: شخص مذکور جہالت کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے اسے انکار ہے تو کیا حضرت پیر جیلانی ؒ کی کتاب غنیۃ الطالبین بھی اس نے نہیں دیکھی۔ اسے سیکھے اور آئندہ ایسی جہالت کے الفاظ نہ کہے ورنہ ایمان کا خطرہ ہے۔

(۱۱ مئی ۱۹۳۲ء)

تشریح، از قلم حضرت مفتی مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز۔ اہل حدیث کا مذہب ہے کہ نماز میں رکوع کرتے ہوئے اور اس سے سر اٹھاتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے دونوں ہاتھ مثل تکبیر تحریمہ کے کانوں تک اٹھانے مستحب ہیں۔ کیونکہ صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح الصلوۃ واذا کبر للرکوع واذا رفع راسہ من الرکوع فعلھما کذالک (متفق علیہ)۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے تب بھی ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے۔"

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع یدین کرنے میں کسی فریق کو اختلاف نہیں، حنفیہ بھی مانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا۔ مگر منسوخ کہتے ہیں لہٰذا ہمیں زیادہ ثبوت دینے کی اس موقع پر حاجت نہیں بلکہ فریق ثانی کے ذمہ ہے کہ وہ نسخ کا ثبوت دیں۔ اس لئے بجائے مزید ثبوت دینے کے حنفیہ کرام کے دعویٰ نسخ کی پڑتال مناسب ہے۔

اس دعویٰ پر حنفیوں کی سر دفتر دو حدیثیں ہیں ان میں سے بھی ایک اول اور ایک دوم درجہ کی ہے اول سر دفتر حدیث روایت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے جو ترمذی میں ہے جس کے الفاظ معہ ترجمہ یہ ہیں۔ قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ (ترمذی) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں سے کہا میں تم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بتلاؤں؟ یہ کہہ کر انہوں نے نماز پڑھی تو سوائے اول مرتبہ کے رفع یدین نہ کی۔" اس سے معلوم ہوا کہ رفع یدین منسوخ ہے۔ جب ہی تو ایسے بڑے جلیل القدر صحابی نے رفع یدین نہ کی اس کا جواب یہ ہے کہ ابن مسعودؓ کی حدیث سے نسخ ہونا ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ ممکن ہے ابن مسعود کے نزدیک جیسا کہ ہمارا مذہب ہے رفع یدین ایک مستحب امر ہے جس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا۔ علاوہ اس کے یہ کیونکر ممکن ہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک امر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بروایات صحیحہ ثابت ہو وہ صرف کسی صحابی کے نہ کرنے سے منسوخ قرار دیا جاوے حالانکہ وہ حدیث بقول عبداللہ بن مبارک جیسے جلیل القدر محدث کے ثابت بھی نہیں۔ اگرچہ بتحقیق امام ترمذی حسن ہے تو بھی صحیح کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ خصوصاً جس حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کا اس پر عمل عام طور پر ثابت ہے تو دعوی نسخ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ غور سے سنیئے!

عن ابی حمید الساعدی سمعته وهو فی عشرة من اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول انا اعلمکم بصلوة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الی ان قال ثم یقرأ ثم یکبر ویرفع یدیه حتی یحاذی بهما منکبیه ثم یرکع الی ثم سلم قالوا صدقت هکذا کان یصلی (رواه ابوداؤد والدارمی والترمذی وقال هذا حدیث حسن صحیح)

ابوحمید ساعدی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دس صحابہ کی مجلس میں دعوٰی کیا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تم سے بہتر جانتا ہوں اور ان کے کہنے پر اس نے بتلائی تو رکوع کرتے ہوئے اور سر اٹھاتے ہوئے دونوں وقت رفع یدین کی اور ان دسوں صحابہ کرامؓ نے تصدیق کی کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔

یہ روایت اور دس صحابہؓ کی تصدیق ملانے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ جن روایتوں میں آیا ہے کہ کسی ایک آدھ صحابی نے رفع یدین نہیں کی ان کی نماز کے ضروری ضروری ارکان خصوصاً قومہ جلسہ اعتدال وغیرہ (جن میں عموماً لوگ سستی کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ حدیث مسئ الصلوٰۃ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ۔۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی بعض لوگ ارکان صلوٰۃ میں سستی کرتے تھے ان کی نسبت حاضرین کو تنبیہ کرنی مقصود ہوتی ہے تاکہ امور مستحبہ کا بیان بھی۔

علاوہ اس کے اگر کسی امر جو سرور کائنات علیہ افضل التحیۃ والصلوٰۃ سے ثابت ہو کسی ایک آدھ صحابی کے نہ کرنے سے نسخ ہو سکتا ہے تو یہی ابن مسعودؓ رکوع کے وقت چونکہ تطبیق

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے۔ دونوں ہاتھوں کو زانوؤں پر نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ان کا یہ مذہب ثابت ہے بلکہ اپنے شاگردوں کو اس فعل کی تاکید مزید کیا کرتے تھے تو لامحالہ اس وقت جبکہ انہوں نے رفع یدین نہ کی ہوگی۔ زانوؤں پر ہاتھ بھی نہ رکھے ہوں گے۔ کیونکہ دوسری روایتوں سے ان کا مذہب یہی ثابت ہوتا ہے تو پس چاہیئے کہ رکوع کے وقت زانوؤں پر ہاتھ رکھنے بھی منع ہوں حالانکہ کسی کا مذہب نہیں اور تو کسی کا کیا ہوتا خود حنفیہ کا بھی نہیں بلکہ اگر اس قسم کی روایات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے اول دفعہ کے رفع یدین نہیں کی تو بھی نسخ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سنت خاص کر مستحب امر کے لئے دوام فعل ضروری نہیں۔ دوام تو موجب وجوب ہے بسنت یا مستحب تو وہی ہوتا ہے ... کہ فعل مرۃ وترک اخری (کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑا ہو) جس کو اہل معقول کی اصطلاح میں مطلقہ عامہ کہنا چاہیئے اور یہ تو ظاہر ہے کہ مطلقہ عامہ کی نقیض نہیں ہوتا۔ دوسری دلیل نسخ پر ہے جسے آج کل بڑے زور سے بیان کیا جاتا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ جس کے الفاظ مع مطلب یہ ہیں۔

مالی اراکم رافعی اید یکم کانہا اذناب خیل شمس (مسلم) "رسول پاک نے صحابہ کو نماز میں ہاتھ اٹھاتے دیکھا تو فرمایا کیا سبب ہے کہ تم اس طرح ہاتھ اٹھاتے ہو۔ گویا وہ مست گھوڑوں کی دمیں ہیں"۔

کہا جاتا ہے کہ اس حدیث سے رفع یدین کا نسخ ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اندر ہاتھ اٹھانے سے منع فرمایا ہے تو ہر قسم کا رفع یدین نماز کے اندر ہوگی منع ہوگی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ روایت مجمل ہے مفصل خود اس شبہ کا جواب دیتی ہے۔ چنانچہ جابر بن سمرہ کہتے ہیں صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکنا اذا سلمنا قلنا بایدینا السلام علیکم فنظر الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما شانکم تشیرون بایدکم کانہا اذناب خیل شمس اذا سلم احدکم فیلتفت الی صاحبہ ولا یؤمی بیدہ۔

(مسلم باب الامر بالسکون فی الصلوۃ)

میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو ہماری عادت تھی کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب ہم اخیر نماز کے سلام پھیرتے تو اپنے ہاتھوں سے اشارہ کر کے السلام علیکم کہا کرتے۔ آنحضرت ﷺ نے ہمیں دیکھا تو فرمایا تمہیں کیا ہوا کہ ایسے اشارے کرتے ہو گویا مست گھوڑوں کی دُمیں ہیں۔ جب کوئی سلام دیا کرے تو وہ اپنے ساتھی کی طرف صرف دیکھا کرے اور اشارہ نہ کیا کرے"!

پس یہ مفصل روایت ہی کافی جواب دے رہی ہے کہ بات کچھ اور ہے حضورؐ نے اس بے محل رفع یدین سے منع فرمایا ہے جو سلام کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے نہ کہ عندالرکوع والی رفع یدین سے علاوہ اس کے نسخ میں تقدم تاخر قطعی ہونا چاہیئے جو یہاں پر نہیں بھلا اگر یوں کہدے کہ یہ روایت (بشرطیکہ اس کو رفع یدین عندالرکوع سے تعلق ہو) خود ابن عمر کی روایت مذکورہ سے منسوخ ہے کیونکہ ابن عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ رفع یدین بعد انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کرتے رہے تو اس کا جواب شاید قائلین نسخ پر بہم سے زیادہ مشکل ہو اخیر میں اپنے بھائیوں کو فخر المتاخرین استاد الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس اللہ سرہ کا اس مسئلہ میں فیصلہ سنا کر بحث ختم کرتے ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا ہے۔ وَالَّذِیْ یَرْفَعُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّنْ لَّا یَرْفَعُ فَاِنَّ اَحَادِیْثَ الرَّفْعِ اَکْثَرُ وَاَثْبَتُ (حجۃ اللہ البالغہ اذکار وھیأت)

یعنی جو لوگ رکوع کو جاتے ہوئے اور سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرتے ہیں وہ نہ کرنے والوں سے مجھے زیادہ پیارے ہیں چونکہ رفع یدین کی حدیثیں تعداد میں زیادہ ہیں اور ثبوت بھی پختہ۔ مزید بحث رفع یدین کی دیکھنی ہو تو رسالہ تنویر العینین مصنفہ مولانا شاہ اسمٰعیل شہید قدس سرہ یا ہمارا رسالہ آمین رفع یدین مطالعہ کریں۔ (اہلحدیث کا مذہب ص ۵)

سوال: زید کہتا ہے کہ عید الاضحیٰ کی نماز تمام دنیا میں چھ تکبیروں کے ساتھ ادا کی جاتی ہے گیارہ تکبیروں کے ساتھ ادا کرنے کا کہیں حکم نہیں۔ اگر حکم ہو تو وہابیوں کی کتابوں میں ہو گا۔ قرآن و حدیث سے اطلاع فرمائیے کہ گیارہ تکبیروں کے ساتھ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں آئی ہیں۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کبر فی العیدین فی الاولیٰ سبعا قبل القراءۃ وفی الاخرۃ خمسا قبل القراءۃ رواہ الترمذی مشکوٰۃ باب صلوٰۃ العیدین

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں پانچ تکبیریں پڑھیں معلوم نہیں زید کے نزدیک یہ کتابیں سارے اہل سنت کی ہیں یا خاص وہابیوں کی ہیں (۷ محرم ۱۳۴۳ھ)

نوٹ:۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ و عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی عیدین کی نماز بارہ تکبیر دل سے پڑھا کرتے تھے۔ تکبیر تحریمہ ان کے علاوہ ہے، امام شافعیؒ کا بھی یہی مذہب ہے ملاحظہ ہو مشکوٰۃ ج اصلے ۱۲ (راز)

تعاقب[1]: کسی سائل نے سوال کیا تھا "دعائے قنوت پڑھنی فجر کی نماز میں ہمیشہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں یا کسی خاص زمانہ کے لئے حکم ہے"! جواب اس کا یہ نکلا تھا" جو کام پیغمبر اسلام علیہ السلام سے ایک دفعہ بھی ثابت ہوا اگر وہ موقت نہیں جیسے نماز عید وغیرہ تو اس فعل کا روزانہ کرنا بھی جائز ہے بحکم لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ گو باصطلاح علماء فرض واجب یا سنت مؤکدہ نہیں لیکن اگر فساد ہو یا فساد کا اندیشہ ہو تو ترک بہتر ہے جیسا حدیث شریف میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ کعبہ کے دو دروازے کردوں مگر جدید مسلمانوں کی دل شکنی کا اندیشہ ہے اس لئے ترک کرتا ہوں" جناب مفتی صاحب وہ تو جدید مسلمان نہیں پھر بھی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے جب یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے سنی تو ایسا ہی کردیا یعنی کعبے کے دو دروازے بنا دئے آیت لقد کان لکم الخ سے نیز حدیث من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول کی ہر سنت پر عمل کرنا امت پر لازمی ہے اور خاص کر قنوت کے بارے میں بلوغ المرام میں ہے " في الصبح فلم يزل يقنت حتى فارق الدنيا"؟ اس حدیث سے ہمیشہ قنوت فجر کی نماز میں پڑھنی ثابت ہے۔

(ابوالقاسم بونت ضلع بالیسر)

جواب: آنحضرتؐ نے قنوت صرف ایک مہینہ پڑھی ہے۔ بلوغ المرام کا لفظ حتیٰ فارق الدنیا صحیح نہیں۔ نیل اور سبل السلام میں مفصل ہے آپ نے لکھا ہے کہ وہ لوگ جدید الاسلام تھے ہم قدیم الاسلام ہیں صحیح ہے لیکن ان جدید کا ایمان ہم قدیم کے ایمان

---

[1] مسئلہ متعلقہ معہ تعاقب وجواب اسی بیان میں موجود ہے۔ (مرتب)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے قوی تر تھا تاہم اندیشہ کیا تو ہمارے زمانے میں اندیشہ قوی ہے عبداللہ بن زبیر نے جب عمل کیا اس وقت اندیشہ رفع ہو گیا تھا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آج سلطان ابن سعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز حدیث بابین پر کیوں نہیں عمل کرتے ؟ محض اندیشہ سے ؟ حضرت شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ میں رفع یدین عندالرکوع کے حق میں سنیت کے قائل ہیں مگر اندیشہ فساد کا لحاظ رکھتے ہیں۔ بایں ہمہ میں کہتا ہوں کوئی شخص ان سب مراحل سے بلند تر ہو کر عمل بالسنہ کرنا چاہیے تو کرے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ (۱۲ اگست ۱۹۳۲ء)

تعاقب: از مولانا حاجی یونس خان صاحب دتا ولی۔

کسی سوال کے جواب میں لکھا گیا تھا کہ امام شافعی کا مذہب ہے کہ امام عصر کی نماز پڑھ رہا ہو اور مقتدی کی ظہر باقی ہو تو ظہر کی نیت سے امام عصر کے پیچھے کھڑا ہو جاوے اس پر موصوف تعاقب فرماتے ہیں۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت نہیں کہ ظہر کے پڑھنے والے مقتدی نے عصر پڑھنے والے امام کے پیچھے اقتدا کی ہو بلکہ اصل جواب یہ ہے عصر کی جماعت میں بنیت عصر شریک ہو کر ظہر کی نماز بعد کو پڑھے یہ دلیل کافی نہیں کہ امام شافعیؒ نے اجازت دی ہے حدیث شریف میں آیا ہے اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الَّتِیْ اُقِیْمَتْ)

مفتی اہلحدیث - امام شافعیؒ کا قول امتناعی صورت میں پیش کیا تھا برہانی صورت میں نہیں کیونکہ محدثین کے نزدیک غیر نبی کا قول و فعل دلیل نہیں حدیث پیش کردہ جناب کا مطلب ہے کہ تکبیر ہونے پر وہی جماعت کھڑی ہونی چاہیے جس کی تکبیر ہوئی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ امام اور مقتدی کی نیتیں مختلف نہ ہوں جبکہ متنفرض (نماز فرض والے) کے پیچھے متنفل کی بالاتفاق جائز ہے بلکہ اہلحدیث کے نزدیک متنفل کے پیچھے متفرض کی مکتوبہ نماز جائز ہے امید ہے جناب بھی ان دونوں صورتوں کے قائل ہوں گے۔ انشاء اللہ

(۲۳ صفر ۱۳۵۱ھ)

سوال: حمام میں ننگے بدن نماز کے لئے وضو ہو جاتا ہے یا نہیں۔

جواب: ننگے بدن وضو ہو جاتا ہے۔ (۵ رجب ۱۳۵۳ھ)

لے صفحہ ۳۲۳ پر ملاحظہ فرمائیے نقطہ نماز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: جمعہ کے لیے امام خطبے پہ کھڑا ہو تو سنتیں پڑھنی چاہئیں یا نہیں۔

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے جب تم خطبے کی حالت میں آؤ تو دو رکعت نماز پڑھ لیا کرو۔ (صحیح مسلم)۔ (۲۵ رجب ۱۳۴۳ھ)

سوال: مسبوق کو جس قدر نماز جماعت کے ساتھ مل جاوے وہ اس کے لیے اول یا آخر کی نماز گنی جاوے تاکہ قرأت وغیرہ میں امتیاز ہو۔

جواب: حدیث میں آیا ہے اقض ما سبقک یعنی جو کام تم سے پہلے امام کر چکا ہے وہ پورا کر دیا کرو۔ وہ پہلی رکعت پڑھ چکا ہے اس لیے مسبوق جب کھڑا ہو تو پہلی پوری کرے۔ بعض علماء پچھلی کا حکم کرتے ہیں یہ بھی جائز ہے مگر الفاظ حدیث بظاہر پہلی کی طرف رہنما ہیں۔ (۲۰ مارچ ۲۵ء)

سوال: کوئی صاحب محتلم یا کہ صاحب جنب صبح کے وقت سورج نکلنے سے کچھ قبل نیند سے بیدار ہو کر پانی نہ ملا کر غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر نماز ادا کرنے کو سورج طلوع ہونے کے خوف سے ایسے تنگ وقت میں تیمم کر کے نماز فرض وغیرہ ادا کرے۔

جواب: غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر باوضو نماز پڑھے ایسی صورت میں تیمم کا حکم نہیں ہے۔ (۱۹ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ)

سوال: عورتیں جماعت کر کے مرد و عورتوں کی امامت کرانے نکاح کا ایجاب و قبول کرانے اور جانور ذبح کرنے کا حکم شرعاً رکھتی ہے یا نہیں۔

جواب: عورت مردوں کی امام نہیں ہو سکتی صرف عورتیں ہوں تو ایک عورت امام ہو کر جمعہ عید وغیرہ کی جماعت کرا لے تو جائز ہے نکاح میں کسی جانب سے ولی نہیں ہو سکتی وکیل ہو سکتی ہے جانور بھی ذبح کر سکتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے[1] (ربیع الاول ۲۸ھ)

سوال: ناپاکی کی حالت میں جانور ذبح کرنا انگریزی اردو لیبہ ہندی وغیرہ پڑھنا پان و حقہ وغیرہ نوش کرنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب: ناپاکی کی حالت میں جانور ذبح کر سکتا ہے انگریزی وغیرہ بھی ضرورت ہو تو پڑھنی جائز ہے پان بے تمباکو تو بالکل جائز ہے تمباکو[2] اور حقہ اچھا نہیں۔ (۲۷ ربیع الاول ۲۵ھ)

---

[1] اس مسئلہ پر ایک بہترین مقالہ مرقومہ مولانا ابو الطیب عطاء اللہ امرتسری اہلحدیث ۱۹ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ میں ملاحظہ فرمایئے (راز)

[2] بہت ہی برا ہے یاکلون فی بطونہم نارا کا نقشہ ہے بعض کا حقہ تو بیت الخلا کا نقشہ ہوتا ہے مگر نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

www.KitaboSunnat.com

سوال: نماز کی حالت میں کوئی سلام کرے تو جواب دینا چاہیے کہ نہیں۔

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے اِنَّ فِی الصَّلٰوۃِ لَشُغُلًا یعنی نماز میں شغل ہوتا ہے اس لئے سلام کے جواب میں صرف ہاتھ اٹھا دینا آیا ہے (۲۴ جمادی الاول ۱۳۴۸ھ)

سوال: قراءت کتنی آیت فرض ہے ایک یا تین۔ ایک بھی پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔

جواب: فقہاء نے لکھا ہے کہ تین آیت خورد اور ایک آیت طویل فرض ہے قرآن مجید میں صرف اتنا آیا ہے۔ فاقرؤا ما تیسر من القرآن جس قدر پڑھنا تمہیں آسان ہو پڑھ لیا کرو۔ (۲۳ جمادی الاول ۱۳۴۸ھ)

نوٹ: چونکہ دین نے آسانی کو ہر جگہ ملحوظ رکھا ہے۔ اس لئے یہ حکم ہے۔ ورنہ نماز میں قراءت قرآن جس قدر بھی ہو سکے بہتر اور کار ثواب ہے۔ فقط "راز"

سوال: اہلحدیث کی مسجد میں حنفی لوگ بھی امام کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں احناف لوگ امام اہلحدیث کے پیچھے آٹھ رکعت تراویح ادا کر کے باقی بارہ رکعت اپنے مذہب کے مطابق کسی امام کے پیچھے اس مسجد میں باجماعت پڑھتے ہیں کیا اہلحدیث ان کو منع کر سکتے ہیں؟

جواب: اہلحدیث ان کو منع نہیں کر سکتے کریں گے تو گنہگار ہوں گے تراویح کی رکعات مسنونہ آٹھ ہی ثابت ہیں تاہم باقی نوافل سے تو کم نہیں خصوصاً اس حال میں کہ بہت سے ائمہ اسلام کا یہی مذہب ہے پس بند کرنا گناہ ہے۔ (۳ شعبان ۱۳۴۸ھ)

سوال: دیہات کی مساجد میں نماز جمعہ ہونی چاہیے یا نہیں الخ

جواب: حنفی مذہب میں منع ہے حدیث کی رو سے جائز ہے۔ (۱۷ شوال ۱۳۴۸ھ)

سوال: جوتا پہن کر نماز پڑھنے کا جو ارشاد ہے اس سے کونسی جوتی مراد ہے؟ ملکی جوتی یا کپڑے کی۔

جواب: اپنے ملک کی جو پاک ہو اس میں بے شک نماز پڑھ لے۔ دلیل حدیث مرقوم (صلوا فی النعال خالفوا الیہود)۔ (ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ)

سوال: نماز ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے مقتدی کو صرف سورہ فاتحہ پڑھنا چاہیے یا؟

---

[1] یہ چیز برادران احناف ہی کو مبارک ہو جو اپنی مساجد سے آمین بالجہر و رفع یدین کرنے والے نمازیوں کو نکال کر اپنی گندی ذہنیت کا ثبوت پیش کیا کرتے ہیں!! اللہ ان کو ہدایت کرے آمین۔ س آ ف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ اور سورت ملا کر پڑھنا چاہیئے بغیر سورۂ فاتحہ کے مقتدی کی نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ نماز مغرب اور عشاء اور فجر میں مقتدی صرف سورہ فاتحہ پڑھے اور نماز ظہر اور عصر میں مقتدی کو سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت ملا کر اوّل دو رکعت میں پڑھنا چاہیئے اور دو رکعت میں صرف سورہ فاتحہ آیا یہ بات صحیح ہے یا غلط۔ جواب عنایت فرمادیں۔

جواب: سورہ فاتحہ کی تو تاکید مزید ہے ایک حدیث میں فصاعداً کا لفظ آیا ہے اس کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے بعض علماء نے سوائے فاتحہ کے اور سورت بھی مراد لی ہے اس لئے اگر اور سورت بھی پڑھے تو جائز ہے خاکسار کے نزدیک ضروری جیسی فاتحہ ضروری ہے (۲۳ رجمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۹۳۲ء)

سوال: آلہ آواز جس کو انگریزی میں لاؤڈ اسپیکر کہتے ہیں وعظ اور خطبہ میں استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں (سی۔ اے حمزہ از پالگھاٹ)

جواب: لاؤڈ اسپیکر رکھنا جائز ہے وہ انسانی آواز ہے جو بلند ہوا کرتی ہے (۵ مارچ ۱۹۴۹ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ علمائے کرام! امور مندرجہ ذیل کی اباحت و جواز یا حرمت کے متعلق تشریح فرمادیں۔ نیز ان کے مسائل کے بارے میں علمائے دین کا اگر کوئی فتویٰ ہو تو وہ بھی تحریر فرمادیں۔ جوابات مختصر و نمبر وار ہوں۔ بینوا توجروا۔

۱۔ موجودہ دور کی ایجادات (جن کے استعمال سے ارکان اسلام کی ادائیگی میں خلل کا اندیشہ نہیں) سے فائدہ اٹھانا کیسا ہے؟

۲۔ بدعت اور سنت میں کیا فرق ہے اگر زمانہ نبوی کے بعد کی ہر نئی چیز یا نیا کام بدعت ہے تو مسلمانوں کی عہد نبوی کے بعد کی اشیاء کا استعمال کیسا ہے اور ہر چیز میں اصل اباحت ہے۔ اس کی وضاحت فرمادیں۔

۳۔ مسلمانوں کو زمانہ نبوی سے مختلف زبان۔ لباس۔ خوراک ذرائع تجارت و طریقہ معاشرت اختیار کرنے کے جواز کی کیا دلیل ہے؟

۴۔ دیگر قومیں اپنے خیالات و عقائد و مذاہب کی اشاعت کے لئے لاؤڈ اسپیکر استعمال کرتی ہیں تاکہ ان کی آواز دور تک زیادہ سے زیادہ لوگوں کے کانوں میں پہونچ سکے اور کچھ عرصہ سے مسلمان بھی اپنے مذہبی جلسوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اگر اسے جمعہ و عیدین کے خطبات میں بھی استعمال کیا جائے تاکہ خطبوں کی افادیت وسیع تر ہو سکے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو کیا یہ ناجائز ہے؟ اور کیا لوگوں کا ایسے جلسوں میں جانا بند کر دیا جائے جہاں علماء کے وعظ کے لئے لاؤڈ اسپیکر لگا ہوا ہو۔ (سائل محمد خلیل مئوی)

جواب منجانب مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مدرس وخطیب جامع مسجد اہلحدیث گوجرانوالہ

الجواب وباللہ التوفیق۔ ۱؎ ایجادات سے استفادہ بلاکراہت درست ریل سیارہ۔ تار۔ ٹیلیفون لاؤڈ اسپیکر وغیرہ اسی نوعیت کی اشیاء ہیں۔ جہاں تک اسلام اور دین کی اشاعت میں استفادہ ممکن ہو ان کا استعمال بلانکیر درست ہے۔

۲؎ سنت اور بدعت میں فرق ایک مبسوط بحث ہے جس کے لئے شاطبی کی الاعتصام اور سید اسمٰعیل شہید کے رسالہ متعلقہ احکام تجہیز وتکفین کی طرف رجوع فرمائیں۔ مختصر اتنا سمجھ لیجئے کہ بدعت کا تصور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد الحدیث۔ یعنی جو شخص امور دین میں اضافہ کرے اور دین کی متعین مقدار پر اضافہ کرے اسے بدعت فرمایا گیا ہے۔ ایجادات حالیہ عن راسہا دین ہی نہیں۔ اس لئے ان سے استفادہ قطعاً بدعت کی تعریف میں نہیں آسکتا بلکہ ان کا تعلق انتم اعلم بامور دنیاکم سے ہے۔ یہ دنیوی چیزیں ہم افادہ دینی امور میں استعمال کر سکتے ہیں۔ سامان حرب میں دنیا بدل چکی ہے۔ آج پرانے ہتھیاروں سے لڑنا اپنی موت کے محضر پر تصدیق کے مرادف ہے۔

۳؎ زبان۔ لباس۔ خوراک طریقہ تجارت میں اسلام کی اساسی ہدایات کو پیش نظر رکھ کر ساری چیزیں استعمال ہو سکتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کل والبس ما شئت ما اخطاتك اثنتان سرف ومخیلة (بخاری) کبر واسراف سے بچتے ہوئے ہر چیز استعمال فرما سکتے ہیں۔ الحلال بیّن والحرام بیّن وسکت عن اشیاء من غیر نسیان۔ البتہ طریقہ معاشرت ایک عام لفظ ہے معلوم نہیں آپ کی کیا مراد ہے ہندوستان کے موجودہ حالات کے پیش نظر اس سے مراد ہندوانہ لود و باش ہے تو یہ درست نہیں۔ اوضاع واطوار میں دینی اوضاع کی پابندی ضروری ہے۔ دوسرے اوضاع کی طرف رجحان ذہنی شکست کی دلیل ہے۔

۴؎۔ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال تقاریر اور خطبوں میں یقیناً درست ہے ہم لوگ تو یہاں نماز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اسے استعمال کرتے ہیں۔ بنا بریں اس کے خلاف موہوم خطرات کے علاوہ کوئی شرعی دلیل میری نظر سے نہیں گزری سنا ہے بعض علماء دیوبند نے نماز میں استعمال کی مخالفت کی ہے۔ میری نظر سے ان کے دلائل نہیں گذرے۔ والسلام۔ محمد اسمٰعیل مدرس و خطیب جامع مسجد اہلحدیث گوجرانوالہ

جواب از مولانا عبد الجبار صاحب کھنڈیلوی جے پوری شیخ الحدیث مدرسہ احمدیہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ

الجواب - جواب۱ موجودہ دور کی ایجادات جن کا شرعاً استعمال کرنا نادرست نہ ہو وہ استعمال کر سکتے ہیں لقولہ تعالیٰ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا الایۃ یعنی جو چیزیں زمین میں پیدا کی گئی ہیں وہ سب تمہارے فائدہ کے لئے ہیں۔ دوسری آیۃ میں فرماتا ہے وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ الایۃ یعنی اللہ تعالیٰ وہ وہ سواریاں اور چیزیں پیدا کرے گا جن کا تم کو علم نہیں ہے اس آیۃ میں آئندہ کی ایجادات موٹر، ہوائی جہاز۔ ٹینک ریڈیو وغیرہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے

جواب۲ بدعت وہ عمل ہے جو دین میں ثواب سمجھ کر کیا جائے۔ ہر نئی ایجادات بدعت نہیں لقولہ علیہ السلام من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد۔ الحدیث رواہ البخاری۔ یعنی بدعت وہ امر ہے جو ہمارے دین میں نیا نکالا جائے جیسے بدعت سید میلاد و بدعات محرم و بدعت تقلید وغیرہ اور سنت وہ کام ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً و عملاً کیا ہو اور اس کو امت کے لئے دین قرار دیا ہو اور آپ کا اسوۂ حسنہ ہو۔ لہٰذا مطلق نئی چیز بعد نبوت بدعت نہیں۔

جواب۳۔ ہر ایک لباس خوراک و ذرائع تجارت و طریقہ معاشرت جو شرعاً منع نہ ہوں اور ان سے تشبہ کفار لازم نہ آئے درست ہے لقولہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ یعنی اے ایمان والو جو پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ ہیں ان کو اپنے پر حرام مت کرو اور حکم خدا سے تجاوز نہ کرو اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ دوسری آیت میں فرماتا ہے۔ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا الآیۃ اسلام کسی ہیئت لباس و خوراک و ذرائع تجارت و طریقہ معاشرت ملکی سے نہیں روکتا ہے بشرطیکہ وہ شرعاً کسی صورت ممانعت خاص کے تحت نہ ہو۔ اسلام نے کسی خاص ہیئت لباس و خوراک خصوصی و ذرائع تجارت و طریقہ معاشرت کو محدود و معین نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے۔ ہاں تشبہ بالکفار و النسوان و اسبال وغیرہ سے منع نہیں کیا ہے۔ اس کا خیال رہے۔
جواب علیم۔ لاؤڈ اسپیکر کو امداد صوت کے لیے استعمال کر سکتے ہیں شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے جس جلسہ و وعظ میں لاؤڈ اسپیکر لگا یا گیا ہو اس میں شرکت کر سکتے ہیں۔ کوئی وجہ ممانعت کی نہیں ہے۔ بیت اللہ میں بھی بفتویٰ علماء لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ نماز و خطبہ ہوتا ہے۔ لاؤڈ اسپیکر سے مقصود صرف آواز خطیب وہ واعظ پہنچانا ہے یہ کوئی باجا نہیں ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ ابو محمد عبدالجبار الکھنڈیلوی الجیفوری المدرس بدار العلوم الاحمدیۃ السلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ۔ (نور توحید لکھنؤ ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۱ء)[1]

سوال: لاؤڈ اسپیکر پر خطبہ دینا اور امام کا قراءت نماز ادا کرنا جائز ہے یا ناجائز نیز اگر کوئی ایسا کرے تو اس کی اور جماعت کی نماز ہو سکتی ہے یا نہ۔ (عبدالخالق سری نگر)

جواب: نیک نیتی سے جائز ہے وَاللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ۔

(۱۹ جمادی الاخر ۱۳۷۰ھ)

شرفیہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سب سے بڑا مجمع حجۃ الوداع کا تھا اس میں آپ نے عید کے دن خطبہ فرمایا۔ تو آپ تقریر فرماتے تھے اور حضرت علیؓ آپ کے ترجمان اور مبلغ تھے۔ عن رافع بن عمرو المزنی قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخطب الناس بمنی حین ارتفع الضحیٰ علی بغلۃ شہباء وعلی رضی اللہ عنہ یعبر والناس بین قائم وقاعد انتہٰی سنن ابی داؤد ص۲۷۰ وقال فی التنقیح رجالہ موثقون واخرجہ ایضا النسائی ج ص۱۳۵ سنت تو یہ تھی مگر چونکہ اب کل جدید لذیذ کی بلا عموم البلوی ہے اور بعض اصحاب نے جدل سے اباحت بتائی ہے۔ خیر سنت نہ سہی اباحت ہی سہی مگر یہ امر امام کو نماز میں جائز نہیں اس لیے کہ خطبہ میں تو مقصود اسماع سامعین ہے یعنی سب کو سنانا مقصود ہے اور نماز میں قراءت یا تکبیر میں بعض کا اسماع کافی ہے اس لئے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور کی علالت کے وقت آپ امام تھے اور صدیق اکبرؓ مکبر تھے ثابت ہوا کہ آپ کی آواز پست تھی۔ تکبیر بھی سب کو نہ سنی جاتی تھی اور حجۃ الوداع میں تکبیر کا ثبوت

---

[1] حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری نے بھی مدلل طور پر جواز کا فتویٰ دیا ہے ملاحظہ ہو نور توحید لکھنؤ ۱۲ (مرتب)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ثابت ہوا کہ امام کی قرارت و تکبیر کا سب کو سننا ضروری نہیں لہٰذا بلا ضرورت ایک چیز کو مقصد بنانا نماز میں لاؤڈ اسپیکر لگانا تشریع جدید ہے نیز آگے چل کر خطرہ ہے کہ لوگ مقتدی اور امام اپنے اپنے گھروں میں اس کی اقتدار کرکے مساجد کو معطل کر دیں اور نماز کھیل بن جائے۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

لاؤڈ اسپیکر کے جواز پر علمائے اسلام کا عام طور پر اتفاق ہو چکا ہے عدم جواز کے قائلین اس کا ثبوت نہیں دے سکے اور نہ ہی اس کے عدم جواز یا کراہت پر کوئی دلیل ملتی ہے (مفتی اہلحدیث سوہدرہ پنجاب پاکستان ۲۴ اگست ۱۹۵۱ء)

سوال: رکوع میں ملنے سے رکعت ہوتی ہے یا نہیں۔

جواب: اختلافی ہے دوبارہ پڑھنی اچھی سمجھتا ہوں (۱۰ شعبان ۱۳۶۲ھ) صرف اچھی ہی نہیں سورہ فاتحہ مقتدی کو بھی پڑھنی فرض ہے ایسے ہی قیام فرض ہے پس جب دو رکن فوت ہوگئے تو رکعت قطعاً نہ ہوگی۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

جواب دیگر۔ از حضرت مولانا مفتی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ قدیم الایام سے یہ مسئلہ اختلاف فیہ چلا آرہا ہے۔ خاکسار رکوع میں مل کر رکعت دہرا لیا کرتا ہے کیونکہ دو رکن قیام اور قرارت فاتحہ کے فوت ہو جانے سے شک ہوتا ہے کہ رکعت نہیں ہوگی جس قوی دلیل سے ان دو کاموں کی رکنیت ثابت ہے اس قوت سے رکوع میں رکعت کا پورا ہونا ثابت نہیں کسی کے پاس ثبوت ہو تو اطلاع دیں مگر یہ یاد رہے کہ ان دو رکنوں کے ثبوت میں قرآن مجید بھی ہے۔ (۱۵ جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ)

شرفیہ۔ شک نہیں کرنا چاہیے قطعاً رکعت نہیں ہوتی اس لئے کہ دو فرض قیام و رکن فوت ہو جاتے ہیں (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ایک شخص جمعہ کے روز گھر سے مسجد میں آتے ہی چار رکعت صلاۃ التسبیح پڑھتا ہے اور دو رکعت سنت کو جمعہ سے پہلے نہیں پڑھتا آیا اس کو دو رکعت سنت پڑھنا ضروری ہے یا صلاۃ التسبیح۔

جواب: صلاۃ التسبیح کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں اور دوگانہ مسجد کا ثبوت صحیح روایت سے ہے یہاں تک کہ خطبہ کی حالت میں بھی پڑھ لینے کا حکم ہے (۲ ذی قعدہ ۱۳۴۳ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح: صلاۃ التسبیح کی حدیث سنن ابی داؤد اور ابن ماجہ اور طبرانی و صحیح ابن خزیمہ و مستدرک حاکم میں مختلف طرق و الفاظ سے مروی ہے اور ابن خزیمہ اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور بعض محدثین نے بھی اس کی تصحیح کی ہے جس کی تفصیل الترغیب والترہیب منذری میں ہے لکھا ہے کہ محدثین کی ایک جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے پس عدم صحت کا حکم ثابت نہیں۔ اختلاف چیزے دیگر است، تحقیق چیزے دیگر۔ اور خطبہ جمعہ کے وقت صرف دو سنتوں کے پڑھنے کا حکم ہے۔ زائد کا نہیں وہ بھی تخفیف کے ساتھ۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: اہل حدیث کے کسی پرچہ میں میں نے دیکھا ہے کہ برہنہ سر نماز پڑھنے کے جواز میں کوئی حدیث ہے براہ کرم اس حدیث کو نقل فرمائیں کہ کس کتاب میں ہے اس کا حوالہ بھی لکھ دیا جائے تو منت ہے۔

جواب: قال ابوھریرۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صلی فی ثوب واحد فلیخالف بین طرفیہ بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ایک کپڑے میں نماز پڑھے ستر عورت ڈھانپ کر باقی ادھر ادھر کاندھوں پر ڈال لے اس حکم میں سر ڈھانپنے کا ذکر نہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ سر ننگے نماز جائز ہے۔ اللہ اعلم (۱۰ صفر ۱۳۵۲ھ)

تشریح: ستر سر مرد کو واجب نہیں مگر بحکم خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ الآیۃ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر پر عمامہ رکھنے سے عمامہ سنت ہے اور ہمیشہ ننگے سر کو نماز کا شعار بنانا بھی ایجاد بندہ ہے اور خلاف سنت گا ہے چنیں کا حکم اور ہے شعار کا اور پس اول جائز ثانی ایجاد۔ ۱۲- (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: موذن کا اذان دیتے وقت کان میں شہادت کی انگلیاں دے کر ہاتھوں کو خوب ہلانا اور سامنے کو لفظ اشھد ان محمدا رسول اللہ کے سنتے وقت ہر دو ہاتھوں کی انگلیوں کو جوڑ کر آنکھوں سے بوسہ لینا جائز ہے۔

جواب: موذن کا کانوں میں انگلیاں رکھنا تو ثابت ہے سننے والے کا انگوٹھوں کو چومنا ثابت نہیں اس لئے یہ بدعت قابل ترک ہے (۲۳ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ)

سوال: مغرب کی نماز کا وقت بعد غروب آفتاب کب تک ہے یعنی بلا قضا

صدر الدین بردوان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب : مطابق حدیث جب تک سرخی رہے (۱۴ رجمادی الثانی ۱۳۳۵ھ)۔
بلوغ المرام فاروقی ص ۲۲ ۱۲ مر آف

سوال ، نماز کے وقت سینے پہ ہاتھ باندھنا یا زیر ناف ان دونوں میں سے کون صحیح ہے۔

جواب : سینے پر[1] ہاتھ باندھنے کی روایت صحیح ہے بلوغ المرام ص ۱۹ وتخریج زیلعی ملاحظہ ہو۔ (۱۴ رجمادی الثانی ۱۳۳۵ھ)

سوال : بغیر غسل جنابت کے کھانا کھاسکتا ہے یا نہیں۔

جواب : بلا خوف کھاسکتا ہے جائز ہے (۱۴ رجمادی الثانی ۱۳۳۵ھ)

سوال : مسجد میں سونا اور بود وباش کرنا رات کو جائز ہے یا نہیں۔

جواب : صحیح بخاری کی ایک روایت عبداللہ بن عمر کی ہے کہ جب تک میں مجرد تھا مسجد میں سویا کرتا تھا اس روایت کے مطابق مسجد میں سونا جائز ہے لیکن دنیادی کام کاج یا دنیوی امور کی باتیں کرنے کی اجازت نہیں بلکہ سخت منع ہے۔ (۱۹ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ)

سوال : زید کہتا ہے کہ بغیر اجازت مؤذن کے اذان کہنی درست نہیں ہے چاہے وقت میں دیر ہو جائے۔

جواب : ایسا کہنے کی دلیل زید کے پاس کوئی نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ امام کے ہوتے ہوئے امامت کوئی... نہ کرائے مؤذن مقرر ہوتے ہوئے اذان کوئی نہ کہے لیکن وقت پر کوئی موجود نہ ہو تو دوسرا کوئی شخص یہ کام کرے حدیث شریف میں آیا ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دفعہ کسی کام میں دیر ہوئی تو ایک صحابی نے جماعت کرائی اور آپ دوسری رکعت میں اس کے پیچھے کھڑے ہوئے۔
(۱۹ رجمادی الثانی ۱۳۳۵ھ)

تشریح : یہ واقعہ سفر کا ہے صبح کی نماز تھی اور عبد الرحمٰن ابن عوف نے جماعت کرائی آپ نے ایک رکعت اس کے پیچھے پڑھی۔ صحیح مسلم مشکوٰۃ ص ۵۳ ص ۵۴ ۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

---

[1] مفصل بحث صفحہ ۲۷۳ پر دیکھیے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال - دھوپ میں جو پانی گرم ہو جاتا ہے اس سے وضو اور غسل کرنا جائز ہے یا نہیں
جواب : ایک روایت میں دھوپ سے گرم شدہ پانی کو غسل میں استعمال کرنے سے منع آیا ہے العلم عند اللہ - (۱۸ رجب ۱۳۳۵ھ)

ایک روایت نہیں کئی روایتیں ہیں مگر کوئی بھی صحیح نہیں بعض موضوع بعض ضعاف قابل عمل کوئی بھی نہیں - ملاحظہ ہو التلخیص الکبیر ص ۔ ج ۱ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال : آمین بالجہر امام کے پیچھے بلند آواز سے ایک رکعت میں ایک دفعہ کہنی سنت ہے یا تین دفعہ اگر آپ کی نظر سے اس کی بابت کوئی صحیح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گذری ہو تو مہربانی سے پرچہ میں ضرور شائع کریں - (محمد شفیع دہلی)

جواب ؛ نماز میں بعد ختم فاتحہ آمین بالجہر ایک دفعہ کہنے کی روایات تو صحیح ہیں - تین دفعہ کہنے کی روایات مجمع الزوائد وغیرہ میں آئی ہیں مگر ان کی صحت معلوم نہیں اس لئے تین دفعہ آمین کہنا گو سنت نہیں لیکن بدعت یا حرام بھی نہیں یہ مسئلہ بالکل دعاء بعد جماعت کی طرح ہے یعنی بعد ختم جماعت ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں مگر در حقیقت روایات آئی ہیں اس لئے حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی کا فتویٰ ہے کہ ان روایات کی بنا پر اس فعل کو ہم بدعت یا منع نہیں کہہ سکتے مجمع الزوائد میں اس روایت کی نسبت لکھا ہے رجالہ ثقات بعض حضرات اس سے حدیث کی صحت لگا لیتے ہیں مگر انصاف یہ ہے کہ ثقات رجال سے صحت سند ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ صحت سند کے لئے اتصال وغیرہ بھی ضروری ہے جو بعض ثقات سے لازم نہیں آتا مختصر یہ کہ تین بار چھوڑ اگر ایک سو بار بھی ثابت ہو جائے تو کہنے میں حرج نہیں مقصود تو اتباع سنت ہے - (یکم جون ۱۹۳۷ء)

تشریح نماز میں تین آمین کا مسئلہ بہت عرصہ ہوا تخمیناً پچیس یا تیس سال یا کچھ کم و بیش کا ہوا یہ صدر بازار دہلی سے بعض اصحاب نے بنا یا تھا اور اسی زمانہ میں میں نے اس کا رد لکھ کر ایک رسالہ مسمی بہ الجرح المتین فی دلیل تثلیث التامین شائع کیا تھا جو "دہلی پرنٹنگ ورکس دہلی" میں طبع ہوا تھا اس کا حاصل یہ کہ یہ روایت صحیح نہیں اور بالفرض صحت منع بھی صحیح نہیں مفتی[1] کی غلط فہمی تھی اور ہے عدم سنت کو سنت

[1] مفتی صدر بازار دہلی مراد ہیں ۱۲ منہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنانا بھی جرم ہے فافہم وتدبر۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال : ایک شخص نے بازار شارع عام پہ ایک مسجد دوکانوں کے اوپر اس غرض سے تعمیر اور وقف کی ہے کہ .. شارع عام کے گذر راہ سے اہل اسلام کو فائدہ پہنچے اور دکانیں زیریں کی آمدنی بمصارف مسجد مذکور وقف بھی کردی اور کل دکانیں مسجد میں شامل ہیں ایسی صورت میں مسجد مذکور کیا حکم رکھتی ہے اور یہ مسجد شرعی مسجد کے حکم میں ہے یا نہیں۔ (محمد یاسین بستوی)

جواب : اس قسم کے کاموں میں نیت پہ مدار ہے سطح زمین سے آسمان تک سارا مسجد کے لئے وقف ہے اس کے نچلے حصہ کو بغرض فائدہ مسجد چھوڑ کر اوپر مسجد بنادیا ایسا ہی جائز ہے جیسا بعض حصہ مسجد کی زمین کا سوائے نماز کے کسی خاص غرض غسل وضو استنجا وغیرہ کے لئے علیحدہ کردینا جائز ہے حالانکہ بلحاظ حصہ زمین مرقومہ کے یہ بھی حصہ مسجد ہے پس صورت مذکورہ میں ایسا کرنا بلا کھٹکا جائز ہے (یکم رمضان)

تشریح درمختار میں ہے لو بنیٰ فوقه بيتا للامام لا يضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع ولو قال عنيت ذالك لم يصدق فقہ حنفی کی رو سے نیچے کی منزل کو واسطے مصارف مسجد کے کرایہ پر دینے کا جواز مستفاد ہوتا ہے انتہیٰ ملخصاً۔ کتبہ محمد عبد الرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ
(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۲۲)

فتاویٰ فروری ۱۹۲۴ء کے اہلحدیث میں درج ہے کہ "سفر میں نماز قصر کرنی فرض واجب نہیں جائز ہے پوری پڑھے تو افضل ہے۔ بلکہ روزے کے بارے میں بھی یہی درج ہے۔ تو فرمادیں قرآن شریف میں جہاں نماز قصر اور روزہ قضا کا حکم آیا ہے زاں بعد کوئی دوسری آیت سے ثابت ہوا یا حدیث شریف سے ثبوت ملتا ہے کہ سفر میں پوری نماز پڑھو اور روزہ رکھو تو افضل ہے۔ اگر ملتا ہے تو بروئے ثبوت اپنی مرضی پہ منحصر ہوسکتا ہے۔ اگر ثبوت نہ ملتا ہو تو خدا کے اس عطیہ کو جو قبول نہ کرے وہ شخص کیا ٹھیرے گا۔ ؟ (سائل حکیم الٰہ بخش ناظر بازار سلہٹ آسام)

جواب : احکام دو قسم پر ہیں عزیمت اور رخصت۔ عزیمت کے سلئے صیغے امر وغیرہ کے ہوتے ہیں۔ رخصت کے لئے لاجناح وغیرہ ہوتا ہے۔ قصر صلوٰۃ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیئے وَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ آیا ہے۔ مگر چونکہ یہ رخصت بھی مشروط ہے اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کے ساتھ اس لیے بعض صحابہ کو خیال ہوا کہ یہ رخصت بھی چونکہ مشروط ہے اور شرط اب نہیں رہی کیونکہ امن ہوگیا۔ اس لیئے انہوں نے عرض کیا (وقد امنا ہم امن میں ہوگئے ہیں تو کیا اب بھی یہ رخصت باقی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا خدا نے تم پر صدقہ فرمایا ہے اسے قبول کرو یعنی اس شرط کو شرط احترازی نہ سمجھو بلکہ بیان واقعی جانو۔ اس کا نتیجہ صاف ہے کہ صدقہ کا مفاد صرف یہ ہے کہ شرط احترازی نہیں بلکہ واقعی ہے۔ اس سے سابقہ بیان رخصت کی حقیقت میں تغیر نہیں آیا۔ ہاں جو اس رخصت کی شرط تھی اس کو کالعدم کردیا۔ فافهم فانه جلی۔ اسی طرح روزہ ہے جس کا سفر یا مرض میں رکھنا منع نہیں۔ اس کا التوا بھی رخصت ہے عزیمت نہیں۔ ۸ ستمبر ۲۵ء

هذا احد المسلكين للمحدثين ورجح فى النيل المسلك الثانى۔

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ایک شخص قرارت فاتحہ خلف الامام ورفع یدین و آمین بالجہر کا قائل ہے اس کے پیچھے حنفی المذہب کی نماز جائز ہے یا نہیں۔

جواب: یہ تینوں مسائل ائمہ ہدیٰ میں تو اختلافی ہیں مگر اکثر کے نزدیک مستحب ہیں اس لیئے ان مسائل پر عمل کرنے والے کے پیچھے نماز قطعاً جائز ہے درمختار وغیرہ میں یہ مسئلہ مصرح ملتا ہے مولانا رشید احمدؒ گنگوہی کا فتویٰ بھی یہی ہے۔

(۹ ر جمادی الاول ۱۳۵۲ھ)

فتاویٰ کیا اہل حدیث امام کے پیچھے نماز جائز ہے؟

اہل بدعت لوگ یہ مشہور کیا کرتے ہیں کہ حنفی علماء کا فتویٰ ہے کہ جماعت اہل حدیث کا کوئی فرد نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ بلکہ بس چلے تو اہل حدیث کو مسجد سے نکال دینا چاہیئے۔ ایسی باتیں مشہور کرکے اہل اسلام میں تفرقہ اندازی کیا کرتے ہیں اور جہلا ء یہ سن کر ان کے دام میں پھنس جاتے ہیں کہ تمام حنفی علماء کا یہ فتویٰ ہے۔ ہمارے ایک نامہ نگار نے قلمی استفتاء بھیجا ہے جس پر مولانا کفایت اللہ صاحب ناظم جمعیۃ العلماء ہند دہلی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سید سلیمان صاحب ندوی کے دستخط ثبت ہیں ہمارے بھائی کی درخواست ہے کہ اس کو بغرض افادہ عوام اخبار میں شائع کیا جائے چنانچہ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مفتی صاحب کے الفاظ میں بجنسہ درج کئے جاتے ہیں (۱) اہل حدیث کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں (۲) ان کے ہاں بچوں کی شادی بیاہ جائز ہے یا نہیں (۳) ان سے سلام کلام درست ہے یا نہیں؟ (۴) ان کو نماز جماعت سے نکال دینا جائز ہے یا نہیں (۵) اہل حدیث کو مارنا اور نماز سے روکنا کیسا ہے؟ (۶) آمین بلند آواز سے اور رفع یدین کا کیا حکم ہے؟ (۷) اہل حدیث ہمارے ساتھ اور ہم ان کے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (۸) ہماری حنفیوں کی صف میں کھڑا ہو کر کوئی شخص اونچی آواز سے آمین کہے تو ہمارے لئے موجب فساد نماز یا کراہت نماز کا سبب ہے یا نہیں؟ (سائل غالباً حنفی ہے)

الجواب: (۱) درست ہے (۲) درست ہے (۳) درست ہے۔ (۴) نماز یا جماعت سے روکنا جائز نہیں (۵) گناہ ہے اور سخت گناہ ہے (۶) آمین بالجہر اور رفع یدین اگرچہ حنفیہ کے نزدیک مسنون نہیں ورنہ وہ ترک نہ کرتے۔ تاہم ان افعال کو بنظر حقارت دیکھنا درست نہیں۔ کیونکہ بہت سے صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ ان کو سنت سمجھتے ہیں (۷) دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (۸) کسی کا حنفیوں کی جماعت میں شریک ہو کر آمین بالجہر کہنا حنفیوں کی نماز کے لئے نہ موجب فساد ہے نہ موجب کراہت نماز۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ یہ جوابات صحیح ہیں۔

(سید سلیمان ندوی)

مفتی: نیز قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی مالا بد میں رفع یدین کی بابت لکھتے ہیں کہ اکثر فقہاء و محدثین اثبات آں مے کنند۔ اور مولوی عبدالرحمن صاحب دیوبندی مرحوم مولانا عبدالحی صاحبؒ لکھنوی کے شاگرد تھے۔ ان کی روایت تھی کہ مولانا مرحوم رفع یدین کیا کرتے تھے۔

مولوی عبدالحق صاحب ملتانی، مولانا نوشاہ صاحبؒ دیوبندی مرحوم کے شاگرد ہیں ان کی روایت ہے کہ میں نے شاہ صاحب کو رفع یدین کرتے دیکھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح شاہ صاحب کے اور شاگردوں سے بھی سننے میں آیا ہے کہ فرمایا کرتے تھے۔ رفع یدین عمر میں کبھی کر لینا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ اس سنت کے متعلق سوال ہو باقی جوابات درست ہیں۔ (۱۸ر فروری ۱۹۳۸ء)

مولانا انور شاہ مرحوم (رفع یدین) کے منسوخ کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ اپنے شاگردوں کو فرمایا کرتے تھے کہ گاہے بگاہے اس پر عمل کر لینا چاہیئے تاکہ قیامت میں یہ سوال نہ ہو کہ اس سنت کو کیوں چھوڑا اس کے گواہ مولوی عبدالکبیر صاحب کشمیری حال امرتسری ہیں (اہلحدیث ۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ)

تشریح فتویٰ[1] مندرجہ اخبار اہلحدیث بابت ۱۰ر ذیقعدہ سنہ رواں سال سوال یہ ہے کہ جمعہ و عیدین کے خطبہ ہوتے وقت جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو۔ اس وقت کوئی شخص مسجد میں داخل ہوتے وقت السلام علیکم کہے تو اس کے جواب میں خطبہ سننے والے یا خطیب وعلیکم السلام کہتے ہیں یا نہیں؟

اس کا جواب مفتی صاحب مدظلہ العالی نے دیا ہے کہ "اگر امام خطبے میں قرآن پڑھ رہا ہو تو داخل ہونے والا..... السلام علیکم نہ کہے" الخ یہ جواب چونکہ بہت مجمل ہے لہٰذا تشریح و توضیح کے لئے ذیل کا مضمون ملاحظہ کریں۔

ناظرین کرام! اس مسئلہ میں کہ "اثناء خطبہ میں سلام کا جواب دینا یا چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا چاہیئے یا نہیں"؟ علماء کا اختلاف ہے۔ بعض جائز کہتے ہیں اور بعض ناجائز چنانچہ جامع ترمذی شریف میں ہے۔ واختلفوا فی رد السلام وتشمیت العاطس ورخص بعض اھل العلم فی رد السلام وتشمیت العاطس والامام یخطب وھو قول احمد واسحٰق وکرہ بعض اھل العلم من التابعین وغیرھم وذالك وھو قول الشافعی۔

یعنی سلام کا جواب دینے اور چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں

---

[1] تشریح طلب فتویٰ اسی تشریحی بیان میں آگیا ہے فقط۔ آ۔ آ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یرحمك الله کہنے کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ پس بعض اہل علم نے سلام کے جواب دینے اور عاطس کے جواب میں یرحمك الله کہنے کو جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو جائز بتایا ہے اور یہی قول امام احمد اور اسحٰق کا ہے۔ اور بعض اہل علم تابعین وغیرہم نے اس کو مکروہ کہا ہے اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے"۔

اور واضح ہو کہ بقول ابن العربی امام شافعیؒ سے بھی جواز کا قول منقول ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ نے کہا ہے کہ سلام کا دل میں جواب دینا چاہیے۔

(کذا فی تحفۃ الاحوذی ج(۱) ص۳۶۹)

جو علماء اثناء خطبہ میں سلام کے جواب دینے اور عاطس کے جواب میں یرحمك الله کہنے کو ناجائز بتاتے ہیں ان کا استدلال آیۃ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا، اور حدیث اذا قلت لصاحبك انصت فقد لغوت سے ہے چنانچہ علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے:۔

وقال اصحابنا اذا اشتغل الامام بالخطبۃ ینبغی للمستمع ان یجتنب ما یجتنبہ فی الصلوۃ لقولہ تعالیٰ فاستمعوا لہ وانصتوا وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قلت لصاحبك انصت الحدیث فاذا کان کذالك یکرہ لہ رد السلام و تشمیت العاطس انتھیٰ۔

یعنی ہمارے اصحاب (علماء احناف) نے کہا ہے کہ جب امام خطبہ دینے میں مشغول ہو جائے تو سننے والے کو چاہیے کہ ان کاموں سے پرہیز کرے جن سے وہ نماز میں پرہیز کرتا ہے بحکم آیت فاستمعوا لہ وانصتوا (جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور چپ رہو) اور بحکم حدیث اذا قلت لصاحبك انصت الخ (جب تم نے اثناء خطبہ میں اپنے ساتھی سے کہا کہ چپ رہ تو تم نے بیہودہ کام کیا) پس جب ایسا ہے تو اثناء خطبہ میں سلام کا جواب دینا اور عاطس کے جواب میں یرحمك الله کہنا مکروہ ہے۔

علمائے مجوزین اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آیت فاستمعوا لہ وانصتوا اور حدیث اذا قلت لصاحبك انصت الخ سے اثناء خطبہ میں سلام کے جواب نہ دینے اور عاطس کے جواب میں یرحمك الله نہ کہنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اُن میں "مکالمۃ الناس" (بات چیت) سے منع کیا گیا ہے۔ لہٰذا اثنارِ خطبہ میں بات چیت نہ کرنا چاہیئے۔ ہاں آہستہ زبان سے سلام کا جواب دینا یا عاطس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا جائز ہے۔ علمار حنفیہ نے بھی لکھا ہے کہ خطیب جب آیت یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا پڑھے تو اس وقت تمام سامعین کو آہستہ زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے خطبہ سننے میں خلل نہیں واقع ہوگا۔ اور حضرت مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب محدث مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی ص۳۶۶ ج (۱) میں تحریر فرمایا ہے۔

والا ولی عندی فی الجمع بین ھذہ العمومات المتعارضۃ ان یقال المراد بالنھی عن التکلم فی حال الخطبۃ الذی عن مکالمۃ الناس وکذا المراد بالانصات السکوت عن مکالمۃ الناس دون ذکر اللہ کما اختارہ ابن خزیمۃ فاذا سکت فی حال الخطبۃ عن مکالمۃ الناس ورد السلام سرًّا فی نفسہ او شمت العاطس سرًّا وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند ذکرہ یکون عاملا بکل ما ذکر من النھی والامر وھٰذا کما قال الحنفیۃ بجواز الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سرًّا فی نفسہ فی حال الخطبۃ عند قراءۃ الخطیب قولہ تعالیٰ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا قال العینی فی البنایۃ فان قلت توجہ علیہ امران احدھما صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا والآمر الاٰخر قولہ تعالیٰ واذا قرئ القرآن فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا قال مجاھد نزلت فی الخطبۃ والاشتغال باحدھما یفوت الآخر قلت اذا صلی فی نفسہ وانصت وسکت یکون آتیًا بموجب الامرین انتھٰی۔ ھٰذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ ابوالصمصام عبدالسلام المبارکپوری الاعظمی۔ عفا اللہ عنہ۔ ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۵۸ھ

(اہلحدیث امرتسر ص۲۵ یکم جنوری ۱۹۴۰ء)

سوال: اگر زمیندار بیوپاری۔ ملازم، کاریگر وغیرہ جس کی معاش کا ذریعہ دارالاقامت سے بیرونی ممالک میں ہے۔ اس کو علی الدوام اسی مقام پر جانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے آدمی کے لیے قصر نماز ادا کرنے کے لیے کیا حکم ہے۔ درمیانی مسافت کے دن قصر نماز لازم آتی ہے۔ یا اس سے زیادہ دن مسافری کے لئے ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: محدثین کے نزدیک بحکم حدیث تین روز کی نیت اقامت کرنے پر قصر کرنا جائز ہے چار روز کی کرے گا تو قصر جائز نہ رہے گا۔ گھر سے نکلتے ہی قصر کا حکم لگ جاتا ہے[1]

(۹ شعبان ۱۳۳۱ھ)

سوال: قصر نماز کی حالت میں ظہر اور عصر مغرب اور عشا، آپس میں جمع کر کے پڑھنی درست ہے یا نہ۔

جواب: سفر میں ظہر، عصر، مغرب، عشار کا جمع کرنا جائز ہے حدیثوں میں آتا ہے

(۹ شعبان ۱۳۳۱ھ)

سوال: فرضوں میں قصر کرنا لازم آتا ہے۔ یا سنتوں میں بھی قصر کرنا ضروری ہے بعض آدمی سفر کی حالت میں فقط فرضوں کی قصر کرتے ہیں۔ اور سنتیں مؤکدہ بھی نہیں پڑھتے کہتے ہیں۔ فرضوں میں قصر ہونے کی وجہ سے سنت کا ادا کرنا ساقط ہو جاتا ہے۔ اس لئے کیا حکم ہے۔

جواب: فرضوں کی رکعات کی کمی قصر ہے۔ سنتوں میں تاکید کم ہو کر بطور نفل رہ جاتی ہیں پڑھے ثواب ہے۔ (۹ شعبان ۱۳۳۱ھ)

سوال: امام مسجد کے لئے کن اوصاف سے متصف ہونا لازمی و لابدی ہے۔

جواب: آج کل جو امام مسجد کے کار مفوضہ ہیں ان کے لحاظ سے امام مسجد کے لئے احکام نماز کا جاننا ضروری ہے یعنی کیا کیا افعال ضروری ہیں۔ اور کن کن افعال سے نماز غلط یا فاسد ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ قراءت قرآن صحیح ہو۔ صلاحیت اعمال بھی ضروری ہے حدیث شریف میں آیا ہے۔ اجعلوا ائمتکم خیارکم۔ اپنا امام نیک لوگوں کو مقرر کیا کرو۔ (۲ ذی قعدہ ۱۳۳۰ھ)

سوال: امام مسجد کے فرائض کیا ہیں۔

---

[1] یہ بعض محدثین کا مسلک ہے جو حجاج کے بعد فراغت تین روز کی اجازت سے مستنبط ہے اور امام بخاری نے صحیح میں باب منعقد کیا ہے۔ باب ما جاء فی التقصیر وکم یقیم حتی یقصر ثم ذکر حدیث ابن عباس قال اقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسعۃ عشر یقصر فنحن اذا اقمنا تسعۃ عشر قصرنا فان زدنا اتممنا۔ انیس روز سے زائد سے اتمام ثابت ہے نہ کہ تین سے زائد ۱۲ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب : امام کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک مقتدیوں کی طرف سے یعنی جو کام ان کے سپرد ہوں ان کا انجام دینا۔ اس کا فرض ہے۔ اگر فرائض کی تصریح نہ ہو۔ تو امام لفظ سے یہی سمجھا جائے گا کہ نماز کا وقت پر پڑھانا۔ اس کا فرض ہے دوسری حیثیت اس کی نیابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے یعنی اپنی قابلیت و استعداد کے اندر اپنے مقتدیوں کو دین و دنیا کی فلاح و بہبود کی رہنمائی کرتے رہنا۔ (۲ ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ)

سوال : امام مسجد کی وجہ معاش کیا ہونی چاہیئے (امامت) جیسا کہ ابنائے زمان کا دستور ہے یا کوئی آزاد پیشہ۔

جواب : امام کی وجہ معاش اس کی اپنی محنت سے جو کچھ بھی ہو، اگر متولیان مسجد کی طرف سے بطور مشاہرہ یا بطور تحفہ کے کچھ ملے۔ تو اس کو قبول کرنا بھی جائز ہے۔ خلفائے راشدین کے وظائف مقرر تھے۔ لیکن آزاد پیشہ بہترین معاش ہے۔ (۲ ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ)

سوال : امام کا عزل و نصب کس کے ہاتھ میں ہونا چاہئے۔ موروثی یا خود ساختہ امام کے متعلق کیا حکم ہے۔

جواب : امام کا عزل و نصب نمازیوں کے اختیار میں ہے۔ اگر مسجد کا متولی کوئی خاص شخص مقرر ہو جس کو عزل و نصب کا اختیار دیا گیا ہو، تو اس کو اختیار ہوگا بغیر اختیار دئیے جانے کے کوئی متولی باپ کا بیٹا ہونے سے متولی نہیں ہو سکتا امام کا عہدہ موروثی نہیں۔ خود ساختہ امام پر قوم ناراض ہو تو امام معزول ہو سکتا ہے۔ (۲ ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ)

سوال : مسجد کے حریم قدس میں پیروان اسلام کی سیاسی۔ تعلیمی۔ تجارتی وغیرہ فلاح و بہبود کے متعلق تبادلۂ خیالات اور مشورہ باہمی کے لیے جلسے منعقد کرنے کے بارے میں کیا احکام ہیں۔

جواب : مسجد میں سیاسی۔ تعلیمی۔ تجارتی۔ یہ قسم کی تقریریں جائز ہیں۔ کیونکہ یہ سب کچھ قرآن مجید میں بطور تعلیم درج ہیں۔ البتہ تجارت کرنی مسجد میں منع ہے۔ تعلیم تجارت منع نہیں۔ (۲ ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ)

سوال : بازار میں نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہوتی تو کیوں۔ بسبب مجمع کثیر کے اس حالت میں ایک مصلی دکاندار کیا کرے۔ اگر بیرون بازار جائے تو اس کے سودے کا محافظ نہیں تو مجمع منتشر ہونے پر پڑھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: بازار سے مطلب غالباً وہ مکان ہے۔ جو بازار میں ہو۔ تو جواب یہ ہے کہ محض فرضیت ادا ہو جاتی ہے۔ جماعت اور مسجد کا ثواب نہیں۔ ۱۷ رجب ۱۳۴۲ھ

سوال: زید تاجر ہے۔ روزمرہ اسے بوقت ظہر سودا فروخت کرنے سے فرصت نہیں ملتی صورت موجودہ میں جمع تاخیر کر سکتا ہے۔

جواب: کر سکتا ہے۔ مگر خطرہ ہے۔ کہ آیت لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ کے تحت میں نہ آ جائے۔ (۱۷ رجب ۱۳۴۲ھ)

شرفیہ: صورت مذکورہ میں ہرگز جائز نہیں اس لئے کہ فرمان باری تعالیٰ ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا الایہ پ ۵ ع ۱۲۔ ہر نماز کا وقت معین ہے۔ ہاں جہاں اور جس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ثابت ہو وہاں جمع جائز ہے اس کے سوا جائز نہیں اور سفر میں بے شک جمع حقیقی ثابت ہے اور وہ قصر میں جمع صوری اور بس اگر یہ ہے تو جائز ورنہ باطل۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر میں کبھی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھی؟

جواب: کسی حدیث میں نہیں ملتا اللہ اعلم۔ (اہلحدیث ۵ مئی ۱۹۲۳ء)

سوال: کوئی شخص عورتوں کو عیدگاہ میں لے جانے کی کوشش کرے تو اس کی مخالفت کرنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ہرگز مخالفت جائز نہیں۔ (۵ مئی ۱۹۲۳ء)

سوال: جس مسجد میں سب لوگ جمع ہو سکیں اس مسجد میں نماز عیدین صحرا سے افضل ہے یا صحرا ہی میں افضل ہے۔

جواب: جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی وہاں ہی افضل ہے (" ")

سوال: عمارت مسجد میں مشرکین سے امداد لینی جائز ہے کہ نہیں نیز قربانی کی کھال فروخت کر کے اس کی قیمت عمارت مساجد میں لگانی جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: مشرک اگر محض للہ امداد دیں تو جائز ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے کعبہ شریف کی عمارت مشرکوں نے اپنی لاگت سے بنائی تھی قربانی کی کھال کا مصرف فقراء و مساکین ہیں حدیث شریف میں ایسا ہی آیا ہے۔ (اہلحدیث ۱۳ مئی ۱۹۳۲ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوٹ: محب مخلص حکیم عبد الرزاق صاحب قصوری اس پر تعاقب کرتے ہیں کہ سوال کے جواب میں فرمان الٰہی ہے قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ اور فرمان نبی صلعم لن استعین بمشرک ہمیشہ دینی کام میں استعانت کو منع ہے عمارت بیت اللہ شریف پر قیاس مع الفارق ہے بعد فتح کی کوئی آیت یا حدیث پیش فرمائیں۔ تو مقبول ہے۔

جواب: عدم قبول معطی کے حق میں ہے اس سے چندہ لینا ثابت نہیں ہوتا لن استعین بھی استعانت کو مانع ہے یعنی امداد خواہی نہ کرے لیکن دینے والا از خود دے تو بحکم حدیث شریف (اذا اعطیت بلا اشراف نفس فخذ) لینا جائز ہے بشرطیکہ مال حرام نہ ہو۔ فاندفع ما اورد (اہلحدیث ۱۹۰۰ء)

سوال: کیا اذان دینے والا شخص امام بن سکتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے۔ (سید عزیز اللہ بن حاجی سید نعمت اللہ مدراس)

جواب: حدیث میں ثابت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اذان دی اور جماعت کرائی تھی مؤذن کے پیچھے نماز درست ہے (۱۸ اگست ۱۹۳۲ء)

سوال: نماز تراویح دو دو رکعت پڑھنے کا حکم یا چار چار رکعت اگر نماز تراویح چار رکعت ایک سلام سے پڑھی جائے تو دو رکعت کے بعد عمداً قعدہ یعنی تشہد پڑھنے کے لئے بیٹھیں تو کیا یہ نماز صحیح ہوگی۔ (سائل مذکور)

جواب: حدیث شریف میں رات کی نماز دو دو رکعت آئی ہے مگر چار بھی آنحضرتؐ سے ثابت ہیں ایسا بھی آیا ہے کہ آنحضرتؐ نے آخر میں قعدہ کیا ایسے مسائل میں نزاع نہیں کرنی چاہئے (اہلحدیث ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ)

تتمہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان سوالات میں کہ زید کہتا ہے نماز تراویح کچھ نہیں بدعت ہے نہ وہ پڑھتا ہے اور نہ کسی کو پڑھنے دیتا ہے۔ جو آدمی نماز تراویح پڑھنے آتا ہے اس کو مسجد سے بھگا دیتا ہے نماز تراویح کو اول رات جماعت سے پڑھنا یہ سب کاموں کو بدعت کہتا ہے (۲) نماز فرض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بدعت ہے یا درست؟ (۳) مسجد میں محراب بنانا بدعت ہے جس مسجد میں محراب ہو قطعاً نماز نہ ہوگی، کہتا ہے درست ہے یا نہیں؟ (۴) صدقۃ الفطر غیر صالح یعنی جو لوگ تمام شرعی کاموں پر ایمان رکھتا ہے مگر عملاً کبھی نماز چھوڑتا ہے گاناسنتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشہ پیتا ہے وغیرہ اس قسم کے آدمی کو دینا درست ہے یا نہیں! (۵) رمضان میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تراویح وتہجد دونوں ساتھ پڑھتے تھے یا صرف تہجد۔ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کیا عمل تھا۔
بینوا بالدلیل توجروا۔

الجواب: (۱) زید غلط کہتا ہے، تراویح کی نماز سنت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے جیسا کہ صحاح ستہ کی حدیثوں سے پتہ چلتا ہے۔ بخاری ومسلم میں ہے عن ابی سلمة بن عبد الرحمن انه سأل عن عائشة رضی اللہ عنہا کیف كانت صلوٰة رسول الله صلی اللہ علیه وسلم فقالت ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة الخ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب وتمیم داری کو تراویح کی نماز پڑھانے کے لیے امام مقرر کر دیا تھا۔ چنانچہ موطا امام مالک میں ہے۔ عن السائب بن يزيد انه قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وتميما الداري ان يقوما للناس باحدى عشرة ركعة الخ اس نماز کو اول شب و وسط اور آخر شب میں، ہر طرح پڑھنا جائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر آخر شب میں پڑھی ہے ایک مرتبہ اول شب سے آخر تک بھی پڑھی ہے۔ اور صحابہ کرام آپ کے پیچھے جماعت سے پڑھتے تھے۔ فرض ہونے کے خوف سے آپ نے منع فرمایا جب آپ کا انتقال ہو گیا (صلی اللہ علیہ وسلم) تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جماعت سے نماز پڑھی ہے پہلے زمانے میں اس نماز کو قیام اللیل کہتے تھے بعد میں اس کو تراویح کہنے لگے نام کے بدلنے سے ماہیت نہیں بدلتی۔ اس کی نظیریں بہت سی ہیں اور تراویح پڑھنے والے کو مسجد سے نکال دینا سخت گناہ ہے اور نکالنے والا آیت وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ کا مصداق ٹھیرے گا۔

(۲) فرض نمازوں کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز بلکہ سنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ما من عبد بسط كفيه في دبر كل صلوٰة (الحدیث) رواه الحافظ ابو بكر بن السني عن الاسود العامري عن ابيه قال صليت مع النبي صلی اللہ علیه وسلم الفجر فلما انحرف رفع يديه ودعا الخ رواه الحافظ ابو بكر بن ابي شيبة عن محمد بن يحيى الاسلمي قال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رأيت عبد الله بن الزبير ورأى رجلا رافعا يديه قبل ان يفرغ من صلوة فلما فرغ منها قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلوته (رجاله ثقات كذا فى كتاب فضل المعانى لاحاديث رفع اليدين فى الدعاء -

(۳) بعض کے نزدیک بدعت ہے مگر راقم کے نزدیک جائز ہے اور جس مسجد میں محراب ہے اس میں نماز بلا کراہت جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۴) دے سکتے ہیں بشرطیکہ سفر یب، مسکین، ضرورتمند مستحق ہو۔ زکوٰۃ تالیف کی حیثیت سے جب کہ غیر مسلم کو دے سکتے ہیں تو مسلم فاسق کو بدرجہ اولیٰ دینا جائز ہے۔

(۵) اس کا جواب پہلے سوال کے جواب میں آچکا ہے اگر عشاء کے بعد قیام اللیل کر لیا جائے تو یہ تراویح ہے اور سو جانے کے بعد وسط یا آخر شب میں قیام اللیل کرے تو یہ تہجد ہے اور دونوں طرح جائز ہے۔ جب اول شب میں پڑھ لیا تو آخر شب میں تہجد پڑھنا چاہیے اور اگر آخر شب میں پڑھا تو وہی تراویح اور وہی تہجد ہو جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم (راقم احقر عبد السلام عفرلہ مدرس مدرسہ حاجی علی جان دہلی۔ اخبار محمدی دہلی۔ ۱۵ دسمبر ۱۹۴۲ء)

سوال : زید کا گھر گائے بیل بھینس کے گوبر سے لیپا جاتا ہے اور زید کے سب گھر والے وضو کرنے کے بعد بغیر جوتے کے اس لیپی ہوئی جگہ پر ننگے پیر پھرتے ہیں پھر اسی وضو سے دوبارہ بغیر پیر دھوئے نماز پڑھ لیتے ہیں تو کیا اس میں کچھ کراہت تو نہیں ہے اور کیا ایسے گوبر سے لیپی ہوئی جگہ پر صرف رومال یا جانماز بچھا کر نماز پڑھنا جائز ہے کیا مسلمانوں کو اپنے گھر گوبر سے لیپنا جائز ہے۔ (سائل مذکور)

جواب : گوبر سے لیپنا نہ چاہیے لیکن لپے ہوئے خشک پر سوکھے پیر چلنے سے پیر ناپاک نہیں ہوتے اس پر جانماز بچھا کر پڑھ سکتے ہیں۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث ۵ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ)

سوال : علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں اللہ اور اس کے رسول صلعم کا کیا حکم ہے کہ ایک شخص مسمیٰ زید کہتا ہے کہ مقتدی ہو کر سینہ پر ہاتھ باندھنا اور مقتدی ہو کر رفع الیدین کرنا اور مقتدی ہو کر آمین بالجہر کہنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے ہرگز ثابت نہیں ایک دو وقت مقتدی ہونے کے باوجود بھی آپ نے ان افعال مذکورہ سے

www.KitaboSunnat.com

کسی ایک کو بھی نہیں کیا۔ بکر کہتا ہے اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے آپ کو اچھا نمونہ بنا کے آپ کے نقش قدم پہ چلنے یعنی آپ کی پوری اتباع کر لینے کی بہیں تاکید شدید مطابق آیت کریمہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کی ہے۔ علاوہ ازیں حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔ حدیث شریف" صلوا کما رایتمونی اصلی" تم نماز پڑھو جس طرح کہ مجھ کو نماز پڑھتا ہوا دیکھتے ہو یعنی تم میرے نماز جیسی نماز پڑھو پس ہر ایک امام اور مقتدی کے لئے آپ کا یہ حکم شامل ہے اور عام ہے اس سے کوئی مستثنیٰ ہو نہیں سکتا اب میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ ان دو شخصوں یعنی زید و بکر میں سے کس کا کہنا شرع شریف کے مطابق ہے نصوص شرعیہ کے ساتھ ارقام فرمائیں۔ العاجز عبد الرزاق عفی عنہ مدرس ہنش خوار محلہ سید واڑی قصبہ چن پٹن ضلع بنگلور)

دیوبندی جواب زید کہتا ہے کہ بحالت اقتدار سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ان امور مذکورہ کا صدور کہیں ثابت نہیں من ادعی فعلیہ البیان اور حضور کا عدم رفع یدین و عدم جہر بالا میں حدیث سے ثابت ہے دیکھو ترمذی شریف ان افعال کا ذکر نا بھی اسوۂ حسنہ اور صلوا کما رایتمونی اصلی میں داخل ہے۔ اور تاریخ فعل و عدم فعل کی کسی کو معلوم نہیں تاکہ ایک دوسرے کو ناسخ و منسوخ کہا جائے اب البتہ ترجیحات ہیں لہٰذا مناقشہ فضول ہے۔ (ریاض الدین مفتی دار العلوم دیوبند)

اہلحدیث کسی فعل کے سنت یا مستحب ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا اس پر یہ سوال کہ حالت امامت میں کیا حالت اقتدار میں بے حاجت ہے۔ اس سوال کی صحت نہ قرآن و حدیث سے ہوتی ہے نہ کتب اصول سے کیونکہ علمائے اصول نے کہیں یہ شرط نہیں لگائی کہ فعل نبوی اقتدار میں ہو یا امامت میں بس جو فعل ثابت ہے وہ ہر حال میں قابل اتباع ہے عدم رفع اور عدم جہر کی روایات صحیح نہیں۔ درصورت صحت بطریق علم اصول مسئلہ بالکل صاف ہے کیونکہ مسنون امر کی تعریف یہ ہے کہ اس کو رسول اللہ صلعم نے کبھی ترک بھی فرمایا ہو پس ترک نبوی ماہیت سنت میں داخل ہے کیونکہ متبع سنت کے لئے اس فعل کا ترک کرنا اتباع سنت نہیں بلکہ نقص ثواب ہے مثلاً ہر نماز کے لئے وضو مامور بہ ہے لیکن وضو ہونے کی صورت میں ترک وضو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے نماز پڑھنی جائز ہے مگر وضو کرنے کا ثواب نہیں ٹھیک اسی طرح ترک رفع ترک ثواب ہے ترک فعل سنت نہیں فافہم (۹ صفر ۱۳۵۱ھ)

شرفیہ: سوال میں جو صورت بتائی ہے کہ اقتدار میں حضور صلعم سے فلاں فلاں امور ثابت نہیں لہٰذا وہ قابل عمل نہیں اس پر خدشہ ہے کہ حضور صلعم سے بحالت اقتدار نماز کی تفصیل بھی ثابت نہیں مثلاً پہلے تحریمہ پھر ثنا، پھر پہلا رفع یدین پھر قیام و قراءت پھر رکوع پھر رکوع کی تسبیحات پھر قومہ پھر قومہ کا ذکر سمع اللہ لمن حمدہ یا صرف ربنا لک الحمد پھر دو سجدے اور تسبیحات پھر قعدہ اولیٰ اخریٰ اور تشہد و درود وغیرہ پھر ان امور کا جواب جو ہوگا وہی امور مثلاً رفع یدین ثلاثہ وغیرہ کا ہوگا اصل یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ سے قول سے یا فعل سے کسی امر کا ثبوت عمل کے لئے کافی ہے تاوقتیکہ اس کی نفی ثابت نہ ہو اور یہاں تعارض ہے نہیں اس لئے کہ تعارض میں مساوات شرط ہے جو یہاں مفقود ہے اور بغرض تسلیم قول سائل جب تعارض نہ ہوا تو پھر دونوں صورتیں قابل عمل نہ رہیں لہٰذا فریقین کا عمل غلط ہوا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کیا بیہودہ استدلال ہے لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: وہ جگہ جو نماز پڑھنے کے لئے وقف کر دی گئی ہے اور جس پر زمانہ دراز سے نماز پڑھی جاتی ہے (یعنی وہ مسجد ہے) اس کو توڑ کر اس پر دکانیں بنوانا اور پھر ان دکانوں پر مسجد تعمیر کرنا مذہب اسلام میں جائز ہے یا نہیں۔ یہ دکانیں کرایہ پر دی جاتی ہیں جس میں غیر مذہب کے لوگ خرید و فروخت کرتے ہیں۔

جواب: جو مکان شرعی مسجد بن جائے اس پر دکانیں یا (سوائے سجدگاہ کے) اور کچھ بنانا جائز نہیں اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ (اہلحدیث ۱۰ جولائی ۱۹۳۱ء)

سوال: بحالت ادائے نماز مرد بالغ کون کون عضو بدن کا چھپائے رکھنا لازمی ہے یعنی سر کا حصہ کس قدر ڈھکا ہو ہاتھ اور ٹانگیں کہاں سے کہاں تک ڈھکی ہوں فی زمانہ قمیص اور کرتہ کی آستینیں ایسی قطع کرائی جا رہی ہیں کہ کہنی کھلی رہتی ہے ایسی قمیص یا کرتے کو پہن کر جس سے کہنی کھلی رہے نماز میں کوئی نقص پڑتا ہے یا نہیں۔ (شفیق الحسن از شہر ...)

جواب: کہنی کھلی ہو یا سر ننگا ہو نماز جائز ہے حدیثوں میں اس کا ثبوت ہے۔ (اہلحدیث ۱۰ جولائی ۱۹۳۱ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: ہمارے یہاں ایک نیا طریقہ جاری ہو رہا ہے کہ ہر نماز میں جماعت کے بعد ہر نمازی ایک دوسرے سے مصافحہ کرنے کے بعد مسجد سے باہر نکلے آیا یہ طریقہ عہد رسالت میں جاری تھا۔ یا زمانہ خلافت راشدہ میں جاری کیا گیا تھا؟ آیا اس کی کوئی اہمیت بھی ہے یا محض منگھڑت بدعت ہے (شفیق الحسن از شہر بریلی)

جواب: نہ زمانہ رسالت میں نہ عہد خلافت میں اس کا ثبوت ہے نہ فقہ یا حدیث کی کسی کتاب میں یہ حکم ملتا ہے اس لئے بدعت ہے ہاں چلتے ہوئے واپسی کا سلام کہے چلا جائے (اہلحدیث ۱۰ جولائی ۱۹۳۱ء)

سوال: جمعہ میں ایک شخص خطبہ پڑھائے اور دوسرا شخص نماز پڑھاوے (اور ایسا کبھی کبھی کرتے ہیں) تو ایسا کر سکتے ہیں اس کے ثبوت میں کوئی صحیح حدیث ہے اگر نہیں ہے تو ایسا کرنا بدعت ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب: ضرورت ہو تو جائز ہے منع پر کوئی دلیل نہیں نہ اس کی مثال ملتی ہے اس لئے معفو عنہ ہے۔ (اہلحدیث ۲۱ اگست ۱۹۳۱ء)

سوال: خطبہ کی اذان کس جگہ دی جائے۔

جواب: مسجد ہی میں ہوتی تھی جیسے پنجوقتہ البتہ پہلی اذان اونچے منارہ پر کہلائی جاتی تھی۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

سوال: خطبے میں بزبان دیسی وعظ کہنے کی اجازت ہے یا نہیں۔

جواب: ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔ (۲۱ اگست ۱۹۳۱ء)

سوال: زید بحالت نماز سجدہ تلاوت کر لیتا ہے مگر غیر نماز کبھی نہیں کرتا کیا یہ فعل درست ہے (شیخ قاسم علی)

جواب: محدثین سجدہ تلاوت فرض واجب نہیں کہتے زید نے اگر یہ مذہب اختیار کیا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ (اہلحدیث ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

اگرچہ فرض واجب نہیں مگر ترک سجدہ پر دوام خلاف سنت ضرور ہے اور اس میں شائبہ فمن راغب عن سنتی الحدیث کا ہے لہٰذا اس پر دوام برا ہے۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: گھر میں یا جنگل میں یقین قبلہ ٹھیک خط عربی پر نہ ہو بلکہ بین المغربین ہو تو کیا نماز درست

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگی ؟ مسجد بنانے کے لیے یقین قبلہ کا قاعدہ کیا ہے ۔ (سائل مذکور)

جواب : ہندوستان میں سمت قبلہ بین المغربین ہی ہے گھر ہو یا جنگل اسی اصول پر مسجد بنتی ہے ۔ (اہلحدیث ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

سوال : ارسال یدین سے نماز پڑھنے کی دلیل امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کیا ہے ۔ (سائل مذکور)

جواب : امام مالکؒ کی کسی کتاب میں دلیل نہیں ملی غالباً وضع کے عدم ثبوت سے ارسال سمجھا ہوگا ۔ اللہ اعلم ۔ اہلحدیث ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

سوال : حالت خطبہ میں بوجہ گرمی کے پنکھا کر لینا جائز ہے یا نہیں ؟ زید کا خیال ہے ایسا کرنا آداب مجلس کے خلاف ہے ۔ (ایم عبدالقدوس خریدار نمبر ۲۰۸۷)

جواب : ایک حدیث میں آیا ہے بعض صحابہ گرمی میں مٹھی میں مٹی بھر لیتے اور سجدہ کرتے وقت ماتھے کے نیچے رکھ لیتے تاکہ ماتھے کو آرام پہنچے ۔ اس حدیث سے اگر استنباط کیا جائے تو پنکھے سے آرام حاصل کرنا جائز معلوم ہوتا ہے ۔ (اہلحدیث ۱۳ نومبر ۱۹۳۱ء)

اس مسئلہ میں ۱۳۲۲ھ میں کتبخانہ مولانا شمس الحق صاحب ڈیانوی سے جب میں ان کے پاس ٹھہرا ہوا تھا کچھ آثار صحابہ یا تابعین میں نے قلمی کتابوں سے نقل کئے تھے جو اس وقت موجود تھیں ۔ دہلی میں کتب میں رہ گئے ان سے جواز ثابت ہوتا تھا واللہ اعلم ۔

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال : ایک مسجد کا مال یا سامان یا روپیہ اگر فاضل ہو اور دوسری مسجد میں اس کی ضرورت ہو تو لگ سکتا ہے یا نہیں ؟ ۔ مسجدیں دونوں عام چندے سے تعمیر ہوئی ہیں اور متولی بھی دونوں مسجد کا ایک ہی شخص ہے ۔ (سکریٹری انجمن فلاح المسلمین) ۔

جواب : مساجد کا سامان کسی مسجد سے مخصوص نہیں تو دوسری میں منتقل کرنا جائز ہے ۔ اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ ۔ (۲۹ جنوری ۱۹۳۲ء)

سوال : رکوع وسجدہ کے درمیان اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اور اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ کو لوگ آہستہ پڑھتے ہیں ۔ دونوں طرح ثابت ہے یا نہیں ؟ (سائل مذکور)

جواب : ایک مرتبہ بلند آواز سے پڑھنا ثابت ہے عموماً آہستہ ۔ (۲۹ اپریل ۱۹۳۲ء)

سوال : فرض نماز کے بعد دعا میں مناجات فارسی یا اردو اشعار کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: جس عبارت کا مضمون صحیح اور معنی سے رقت پیدا ہو اس کا پڑھنا جائز ہے۔ بناوٹ اور تکلف نہ ہو۔ (۱۳ مئی ۱۹۳۰ء)

سوال: ہم جب حنفیوں کی مسجد میں نماز ادا کرنے جاتے ہیں تو وہ لوگ پاؤں سے پاؤں نہیں ملاتے بلکہ اگر ہم ملاتے بھی ہیں تو وہ لوگ اپنی طرف اپنے پاؤں کھینچ لیتے ہیں۔ اگر ہم گھر ہی اپنے اہل وعیال کے ساتھ جماعت کرلیں تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نماز مسجد میں پڑھنی بہتر ہے۔ پیر ملانے پر اگر کوئی ناراض ہو تو گناہ اس کو ہے۔ چاہئے کہ جماعت کھڑی ہونے کے وقت پیر ملالیا کریں جو لوگ رکوع کے وقت ملانے کی کوشش کرتے ہیں ان کو چاہیئے کہ کھڑے ہوتے ہی ملالیا کریں۔ واللہ اعلم (۱۳ مئی ۱۹۳۰ء)

سوال: لوگ کہتے ہیں کہ نماز وتر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے بعض مولوی دو رکعت نفل پڑھتے ہیں تو نفل پڑھنے کا کیا ثبوت ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ نفل صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی لئے مخصوص تھے تو پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ اور صرف آپ کے لئے خاص ہونے کی دلیل ہے۔ مدلل جواب دے کر شکوک دور کریں۔ (عبدالقیوم بنارس)

جواب: حدیث میں آیا ہے کہ رات کی آخری نماز وتروں کو کیا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد وتروں کے نفل پڑھی، اسی لئے اختلاف پیدا ہوا۔ میرے ناقص فہم میں وتروں کے بعد نفل پڑھنے جائز ہیں، اور جس حدیث میں آخر نماز وتر کرنے کا ارشاد ہے اس میں وتر سے مراد نماز تہجد ہے۔ یہ معمولی وتر نہیں۔ جیسا حدیث شریف میں ہے یا اھل القرآن اوتروا یعنی تہجد پڑھا کرو، پس معنی حدیث کے یہ ہیں کہ آخر رات کو تہجد پڑھا کرو۔ اس تہجد میں وتر ساتھ پڑھے جائیں تو بعد وتروں کے نفل پڑھ سکتا ہے کیونکہ وہ نفل بھی تہجد میں داخل ہیں۔ واللہ اعلم (۲۹ محرم ۱۳۴۶ھ)

سوال: نماز پڑھتے ہوئے امام سورت بھول گیا۔ اور پیچھے سے کوئی لقمہ دیوے۔ تو لقمہ نہیں لیتا نماز سے سلام پھیر دیتا ہے۔ تین آیت سے زیادہ پڑھ گیا۔ تو بھی کہتا ہے کہ شروع ٹھیک ہے۔ سجدہ سہو کی حاجت نہیں۔ جواب سے ممنون ومشکور فرماویں۔

جواب: امام بھول جائے۔ تو اسے بتا دینا چاہیئے۔ جائز ہے۔ امام کو قبول کرنا چاہیے قرارت میں بھول لینے پر سجدہ سہو کرنا ضروری نہیں۔ (۲۵ رجمادی الاول ۱۳۴۶ھ)

تشریح: امام قرارت میں کچھ بھول جائے تو مقتدیوں کو بتانا لازم ہے جو امام کو لقمہ لینا لازم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جو امام لقمہ نہیں قبول کرتا وہ شرعی حکم سے بے خبر ہے یا دیدہ و دانستہ شرع کا مخالف ہے قابل امامت نہیں کہ رسول اللہ صلعم کی سنت کا خلاف دانستہ کرتا ہے حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم نماز میں قرات بھول گئے آیت چھوٹ گئی تو آپ نے ابی بن کعب صحابی کو فرمایا جب تو نماز میں تھا تو پھر مجھ کو کیوں نہ یاد دلایا یہ دونوں حدیثیں سنن ابی داؤد باب الفتح علی الامام فی الصلوٰۃ ص۱۳۸ ج (۱) میں ہیں۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: مستورات کو نماز پڑھنے کے وہی طریقے ہیں جو مردوں کے لئے ہیں۔ یا ان کے لئے بعض جداگانہ حکم ہے مثلاً اکثر عورتیں نماز میں فرداً فرداً ہی پڑھا کرتی ہیں۔ تو ان کو نماز فرائض کے واسطے تکبیر کہنی چاہیے۔ جیسا کہ مرد تکبیر کہہ کر پڑھا کرتے ہیں یا عورتوں کو تکبیر ہی کے بغیر فرض نماز پڑھنا چاہیے اگر تکبیر کہہ کر پڑھنا چاہیے۔ تو بلند آواز سے یا خفیہ طور سے۔

جواب: عورتیں نماز میں مثل مردوں کے ہیں۔ سوا ان حکموں کے جو مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً پردہ میں فرق جماعت مردوں سے پیچھے کھڑا ہونے میں تکبیر کہنے میں فرق نہیں آیا۔ عورتیں اگر جماعت کرائیں تو بیشک کہیں۔ (۱۶ جمادی الاوّل ۳۹ھ)

سوال: بیوی اگر شوہر کے ساتھ فرض نماز پڑھے تو بیوی کو تکبیر کہنی چاہیے۔ یا شوہر ہی تکبیر کہے۔ اور نماز پڑھائے۔

جواب: بیوی تکبیر (اقامت) کہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (۲۳ جمادی الثانی ۳۹ھ)

سوال: جس مکان میں پانچ سات عورتیں ہوں۔ اگر یہ سب یا تین چار مل کر گھر میں ہی جماعت سے نماز پڑھا کریں تو کیا ثواب واجر نمازکی مستحق ہوں گی۔ یعنی جماعت کا ثواب ملے گا۔ یا نہیں یا فرداً فرداً ہی پڑھنا بہتر ہے۔

جواب: بیشک ثواب ملے گا لا یضیع اجر المحسنین (۲۳ جمادی الثانی ۳۱ھ)

سوال: آلت پیشاب گاہ کو سہواً یا قصداً ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں۔

جواب: بغیر کپڑے کے لگنے تو احتیاطاً وضو کرے یہ مذہب ارجح ہے۔ (۱۲ صفر ۳۱ھ)

شرفیہ: مس ذکر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا وضو کرنا فرض ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مس ذکرہ فلیتوضأ رواہ ابن ماجۃ والاثرم وصححہ احمد وابو زرعۃ وایضاً قال صلی اللہ علیہ وسلم من افضی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیدہ الی ذکرہ لیس دونہ ستر فقد وجب علیہ الوضوء رواہ احمد و ابن حبان فی صحیحہ وقال حدیث صحیح سندہ عدول نقلتہ وصححہ الحاکم وابن عبد البر واخرجہ البیہقی والطبرانی فی الصغیر وقال ابن السکن ھو اجود ما روی فی ھذا الباب انتھی ما فی نیل الاوطار (ص۱۷۱ ج۱)

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: عید کی نماز میں کتنی بار تکبیر جائز ہے اور رفع یدین کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صحیح ترین طریقہ نماز عید کا بعد تکبیر اول کے سات تکبیریں زائد سنت ہیں دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے ہی پانچ تکبیریں زائد سنت ہیں ہر تکبیر کے بعد رفع یدین کرنا سنت ہے تکبیر تحریمہ کے ساتھ نماز میں داخل ہو چکا ہے۔ اس لئے ہاتھ باندھ لینے چاہئیں اور زائد تکبیریں کہنے کے وقت رفع یدین کرنی چاہیئے اس رفع یدین کو حنفیہ بھی مانتے ہیں۔

(۲ صفر ۱۳۵۸ھ) عید کی نماز میں رفع یدین کرنا حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ سے بحوالہ سنن بیہقی و ابن منذر تلخیص الحبیر ص۱۴۲ ج ۱) میں ہے۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: دیہات میں جمعہ پڑھنا جائز ہے کہ نہیں (شیر علی)

جواب: جمعہ دیہات میں وجوباً و فرضاً پڑھنا چاہیئے اس لئے کہ ادلہ مثبت وجوب جمعہ عام ہیں، جیسے قولہ علیہ السلام الجمعۃ واجب علی کل محتلم الحدیث رواہ ابوداؤد والنسائی شروط جمعہ جن سے دیہات کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے ثابت نہیں ہیں (واللہ اعلم۔ (۱۶ شعبان ۱۳۵۳ھ)

تشریح: جمعہ اہل دیہات پر بھی فرض ہے اس لئے کہ آیت شریفہ یاایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ الآیۃ میں شہری دیہاتی سب ہی شامل ہیں ایسے ہی حدیث نبوی لینتھین اقوام عن ودعھم الجمعات .... او لیختمن اللہ علیٰ قلوبھم الحدیث (صحیح مسلم) اس میں سب لوگ شامل ہیں دیہاتی بھی شہری بھی سوائے عورت بچے مریض غلام کے سب پر جمعہ واجب یعنی فرض ہے (ابوداؤد مشکوٰۃ ص۱۲۱ ج۱)۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا اور مدینہ کے درمیان ایک بستی دگاؤں میں جمعہ پڑھا (سنن بیہقی و ابن سعد) ایک مرسل میں ہے جمع فی سفر وخطب (مصنف عبدالرزاق) اور جواثا میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسلم نے جمعہ نہیں پڑھا تھا بلکہ آپ کے زمانہ میں صحابہؓ نے پڑھا تھا (صحیح بخاری ص۱۲۲ ج ۱)
حضرت عمرؓ نے عمال کو خط لکھا ان تجمعوا حیث ما کنتم اخرجہ سعید بن منصور انتہیٰ روایات مذکورہ ملاحظہ ہوں (التلخیص الحبیر ص۱۳۲ ج ۱) و ص۱۳۳۔

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: پانی ناپاک کس طرح ہوتا ہے اور اس کے پاک کرنے کا کیا حکم ہے کیا ابتدائے اسلام میں تا خلافت راشدہ ۴۰ سال تک آب نوشی کے چاہات نہ تھے اگر تھے تو ان میں کوئی چیز مثلاً چوہا چڑیا یا بلی کتا گرتا تو کس طرح پاک کرتے تھے اور اگر کوئی میلا کپڑا گرتا تھا تو کس طرح پاک کرتے تھے۔ (شجاع الدین پنشنر)

جواب: پانی جتنا بھی ہو پاک ہے جب تک اس میں کوئی ناپاک چیز اتنی نہ گرے جس سے اس کی بو یا مزہ یا رنگ بدل جائے زمانۂ نبوت میں پانی کے کنوئیں تھے مگر ایسے جانور گرنے سے ناپاک نہ سمجھے جاتے تھے یہ رائے پچھلوں کی ہے وہاں وہی قانون تھا جو مذکور ہوا۔ (۲۱ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ)

تشریح سوال چہ فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ اگر سگ در چاہ افتاد چہ حکم است بینوا۔ (یعنی جس کنویں میں کتا گر جائے اس کے لئے کیا حکم ہے)

الجواب: حکم چاہ مذکور آنست کہ اگر آب آں چاہ از افتادن سگ متغیر نہ شدہ است بلکہ برحال خود است آں چاہ طاہر است واگر بو یا مزہ یا رنگ متغیر شدہ است نجس است عن ابی سعید الخدری قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الماء طھور لا ینجسہ شیء اخرجہ الثلاثۃ وصححہ احمد کذا فی بلوغ المرام وفیہ ایضاً عن ابی امامۃ الباھلی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الماء لا ینجسہ شیء الا ما غلب علی ریحہ وطعمہ ولونہ اخرجہ ابن ماجۃ وضعفہ ابو حاتم وللبیہقی الماء طاھر الا ان تغیر ریحہ او طعمہ او لونہ بنجاسۃ تحدث فیہ انتہیٰ الخ (الراقم ابومحمد عبدالحق اعظم گڑھی عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

(فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص۲۰۲)

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ کنواں وغیرہ محض کتا گر جانے سے ناپاک نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کا بو یا مزہ یا رنگ تبدیل نہ ہو احادیث سے یہی چیز ثابت ہے اور اسی پر علمائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا اجماع ہے سبل السلام میں ہے اجمع العلماء علی ان الماء القلیل والکثیر اذا وقعت فیه نجاسة فغیرت له طعما اولونا اوریحا فهونجس فالاجماع هو الدلیل علی نجاسة ما تغیر احد اوصافه لا هذه الزیادة انتهٰی۔ عبداللہ بن عمر کی روایت میں اتنی تفصیل اور آتی ہے اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث وفی لفظ لم ینجس اخرجه الاربعة وصححه ابن خزیمة۔ یعنی جب پانی دو قلہ ہو تو جب تک اس کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے ناپاک نہیں ہوتا۔ دو قلوں کا اندازہ عرب کی جیسی بڑی بڑی مشکوں سے ۱۰۔۱۲ مشک پانی کا ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے حوالۂ مذکور ملاحظہ ہو۔ محمد داؤد راز

سوال : مجھے نوکری کے باعث ظہر کے وقت ہمیشہ فرصت رہتی ہے عصر میں فرصت نہیں ملتی کیا ظہر کے وقت عصر ملا کر پڑھنے کی اجازت ہے (عبدالحفیظ)

جواب : واقعی اگر وقت عصر نہیں ملتا ظہر کے ساتھ جمع کر لیا کریں صحیح بخاری میں ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر عصر اور مغرب وعشاء جمع کی تھیں اللہ اعلم۔

(۵ دسمبر ۱۹۳۰ئ)

شرفیہ : حوالہ صحیح ہے مگر استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ صحیح بخاری کی یہ حدیث مجمل ومختصر ہے اس سے گو بظاہر جمع حقیقی معلوم ہوتی ہے حالانکہ یہ جمع صوری ہے اور صوری بھی جمع تقدیم نہیں جمع تاخیر ہے سنن نسائی میں یہی حدیث اسی راوی سے مطول ومفصل ہے۔ دونوں حدیثیں ملاحظہ ہوں۔ صحیح بخاری کی حدیث یہ ہے باب تاخیر الظهر الی العصر عن عمرو بن دینار عن جابر بن زید عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیه وسلم صلی بالمدینة سبعا وثمانیا الظهر والعصر والمغرب والعشاء فقال ایوب لعله فی لیلة مطیرة قال عسی انتهٰی ج ۱ ص۷۷ سنن نسائی کی حدیث یہ ہے عن عمرو عن جابر بن زید عن ابن عباس قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیه وسلم بالمدینة ثمانیا جمیعا وسبعا جمیعا اخر الظهر وعجل العصر واخر المغرب وعجل العشاء انتهٰی ص۹۸ ج ۱ مطبوعہ مجتبائی دہلی اور دوسری نسائی کی روایت میں جو ثمان سجدات لیس بینهما شیئ انتهٰی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ لیس بینهما شیئ کثیر من الزمان۔ التنوین للتعظیم لان الروایة

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاولی مبینۃ للمراد فاندفع ما اورد خلاصہ یہ کہ ایسی صورت میں اگر جمع صوری تاخیر مل سکے توفیہا ورنہ ملازمت ترک کرنی لازم ہے۔ اس لئے کہ جس ملازمت سے فریضہ الٰہیہ کی ترک لازم ہو وہ ملازمت واجب الترک ہے۔ اللہ تعالیٰ رزاق ہے اور صورت پیدا کرے گا۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال : عشاء کی نماز کے بعد تراویح پڑھی جارہی ہیں۔ جو شخص اوپر سے آیا ہے وہ پہلے فرض ادا کرے تو قرآن شریف کی قرارت اس کے کانوں میں پڑتی ہے۔ جیسے کہ فجر کی سنت پہلے اس لئے ادا نہیں کی گئی کہ جماعت ہو رہی ہے۔ بعد جماعت سنتیں ادا کر تو اس موقع پر کیا کرے؟ (نامعلوم)

جواب : جس نے فرض نماز نہ پڑھی ہو وہ تراویح میں مل کر فرض ادا کرے جیسے حضرت معاذ ؓ کے مقتدی کرتے تھے۔ یہ مسئلہ اہلحدیث کا ہے۔ حنفی مذہب کا نہیں۔ (جنوری ۱۳ء)

یہ مسئلہ معاذ ؓ والی حدیث پر قیاس کیا گیا ہے مگر یہ قیاس صحیح نہیں اس لئے کہ معاذ کی نماز گو نفل ہے مگر نیت تھی کہ میں فرض پڑھ رہا ہوں اور اقامت بھی فرائض کی تھی اور یہ صورت بالکل صحیح ہے اور جب امام تراویح کی نیت پڑھ رہا ہے اور اقامت فرائض بھی نہیں تو یہ قیاس مع الفارق ہے ایسے ہی ایک وقتی فرض پڑھ رہا ہے اس کے پیچھے قضائی کی نیت سے فرض پڑھنا ثابت نہیں سب کی دلیل حدیث نبوی اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلاۃ الا التی اقیمت رواہ الطبرانی فی الاوسط التلخیص الحبیر ص۱۱۱ وکنوز الحقائق للمناوی بر حاشیہ جامع صغیر ج ۱ مصری۔ یہ قیاس در قیاس باطل ہے۔ واللہ اعلم۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

تعاقب | مسئلہ تعمیر عیدگاہ۔ مسئلہ ہذا ایک تعاقب کنندہ نے بحوالہ چند روایات جن میں سے ایک درج ذیل ہے ثابت کیا کہ عیدگاہ میں تعمیر ناجائز اور خلاف سنت ہے بایں دلیل کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نمازگاہ کو تشریف لے گئے اور فرمایا کہ یہ جگہ ہمارے جمع ہونے کی ہے اور پانی مانگنے کی اور دعا کرنے کی اور عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ ادا کرنے کی ہے پس اس جگہ پر اینٹ رکھ کر کچھ نہ بنایا جائے۔ الفاظ خط کشیدہ سے صرف یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برائے نماز عید مخصوص فرمایا اور اس جگہ تعمیر رہائشی یا خیمہ لگانے سے منع فرمایا۔
یہ غرض اس صورت میں بھی حاصل ہے اگر حسب ضرورت حد بندی اور برائے حفاظت عیدگاہ کی چار دیواری بنا دی جائے اس میں کوئی ذاتی یا اخلاقی گناہ نہیں، تعمیر سے مقصد حفاظت اور آرام مصلیان مدنظر ہے چند سال کا عرصہ ہوا کر بھٹنڈا کی عیدگاہ غیر محفوظ ہونے کے سبب مسافروں نے گدھے اور مویشی باندھنے شروع کر دیئے۔ سال بعد جگہ کی غلاظت سے صاف کرانے کے لئے روپیہ صرف کرنا پڑتا۔ آخر دیوار پردہ بنانے کے لئے چندہ جمع کرنے کی ضرورت پڑی۔ لودھیانہ کی مسجد میں قبلہ رخ صرف ایک دیوار مع محراب ہے جو عیدگاہ اور قبرستان کو جدا کرنے کے لئے بنانی پڑی، باقی رقبہ میں درختوں کی لائنیں ہیں، موسم گرما میں نمازیوں کو بڑا آرام ملتا ہے اور بکثرت نمازی اسی وجہ سے جمع ہوتے ہیں، اس کا بھی کوئی حرج نہیں اور نہ گناہ ہے نہ کسی حدیث مرفوع کے خلاف واللہ یعلم المفسد من المصلح
(شیخ قاسم علی لودھانوی) ۵/ اگست ۳۲ء

پہلے یہ حدیث یا روایۃ بسند صحیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتب معتبرہ عند المحدثین سے ثابت کی جائے پھر استدلال یا معنوی بحث کا موقعہ ہے ورنہ قبل از مرگ واویلا کی مثال ہے مجھے تو اس کی صحت نہیں ملتی اور ملتی کیا ثابت ہی نہیں بے سروپا ہے۔ ۱۲
(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: موجودہ مصحف کے خلاف ترتیب سورت کا پڑھنا نماز میں جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً کسی نے پہلی رکعت میں سورہ کہف کو پڑھا، دوسری میں سورہ یونس کو پڑھا یا پہلی رکعت میں لایلف قریش الخ اور دوسری میں الم ترکیف الخ ایسی صورتوں میں نماز ہوگی یا نہیں
(محمد رحمت اللہ علی خریدار نمبر ۱۰۴۴۲)

جواب: حضرت عمرؓ نے صبح کی نماز میں ایک رکعت میں سورہ کہف اور دوسری میں سورہ یوسف پڑھی کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ لہٰذا جائز ہے۔

سوال: کیا کعبہ شریف میں نمازی کے آگے سے گذرنا جائز ہے؟

جواب: حرم مکہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے الخ مفصل فتویٰ ص ۳۸۷ پر ملاحظہ ہو۔

تشریح: ہاں آیا ہے مگر وہ حدیث صحیح نہیں نیل الاوطار ص ۶ ج ۳) امام بخاری نے اپنی صحیح میں اسی روایۃ کے عدم صحت کی طرف اشارہ کیا ہے حیث قال باب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السنۃ بمکۃ وغیرھا ص۲ ج (۱) نیز جس روایۃ سے استدلال کیا جاتا ہے اس میں یہ نہیں ہے کہ لوگ نمازی کے سجدہ کی جگہ سے گذرتے تھے صرف آگے گذرنا مبطل یا مانع نہیں جب تک کہ سجدہ گاہ سے کوئی نہ گزرے واذلیس فلیس ۱۲۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: کیا عہد نبوی میں مسجد پختہ بنی تھی یا نہیں؟ اگر نہیں تو اب کوئی مسلمان خانہ کعبہ و مسجد اقصیٰ وغیرہ پر (جو آپ سے پہلے کی تعمیر شدہ ہے) قیاس کر کے مسجد پختہ بنا سکتا ہے؟

(عبد الغفار رضوی)

جواب: پختہ مسجد حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بمشورہ اصحاب کرام بنی تھی۔ اس وقت بھی چہ میگوئیاں ہوئی تھیں تو حضرت عثمانؓ نے جواب میں فرمایا تھا کہ میں نے پختہ مسجد اس لئے بنوائی ہے کہ حدیث میں آیا ہے۔

من بنی مسجدا للہ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ (یعنی جو کوئی اللہ کے لئے مسجد بنائے خدا اس کے لئے بہشت میں گھر بنائے گا) اس حدیث کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس لئے پیش کیا کہ اس کے معنی میں عموم جانا۔ یعنی یہ سمجھا کہ کوئی مسجد بنائے ویسا ہی اس کا گھر بنے گا۔ خام بنائے تو خام پختہ بنائے تو پختہ۔

اس دلیل کو سب حاضرین نے سنا اور خاموش رہے۔ ثابت ہوا کہ پختہ مسجد اسی حدیث سے ثابت ہے۔ (۳۰ رمضان ۱۳۵۱ھ)

سوال: زید کہتا ہے کہ عید کی نماز کھلے میدان میں پڑھنے کا حکم ہے۔ الا در صورت عذر۔ بکر کہتا ہے عید گاہ میں بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔ اب زید کھلے میدان میں جا کر عید پڑھتا ہے خواہ اس کے ساتھ ایک آدمی بھی نہ ہو۔ عید گاہ میں نہیں پڑھتا۔ کیا زید کو ایسا کرنا جائز ہے؟

(سائل مذکور)

جواب: اس میں شک نہیں کہ نماز عید کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمارت یا دیوار نہ بنوائی تھی اسی لئے جہاں تک ہو سکے ویسا ہی چاہیئے لیکن زمانہ بدلنے سے قوانین بدل جاتے ہیں آج ایسے افتادہ زمین کے خراب یا مقبوضہ غیر ہو جانے کا اندیشہ ہے تو رفع فساد اور دفع مضرت کے لئے بنا دی جائے تو جائز ہے۔ واللہ یعلم المفسد من المصلح۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوٹ: امرتسر میں عیدگاہ اہلحدیث محاط بدیوار ہے۔ (۱۰ رمضان ۱۳۵۱ھ)

سوال: سجع کے ساتھ دعا کرنے کا منع (بحدیث ابن عباس جو فتح الباری پ۲۶ ص۲۴ مطبع انصاری) ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب: جو دعا سجع حدیثوں میں آئی ہو یا کسی کے کلام میں ملتی ہو اس کا پڑھنا منع نہیں جیسے اَللّٰھُمَّ اسقنا غیثا مغیثا مریعا نافعا الخ ۔ اللّٰھم لا عیش الا عیش الاخرۃ فاغفر الانصار والمھاجرۃ۔ (حدیث) حالت دعا میں سجع بنانے سے منع وہ ہے جو مشغول ہو جائے کیونکہ اس سے دل دعا کی طرف نہ رہے گا بلکہ سجع کی تلاش میں رہے گا۔ (۲۲ ستمبر ۳۲ء)

سوال: گذشتہ سال ۱۹۳۱ء میں حج کے دنوں میں مدینہ شریف میں مسجد نبوی کے اندر میرے ساتھ دیگر اشخاص کو بھی اتفاق ہوا اور دیکھا گیا جب کوئی شخص بھول کر کسی نمازی کے سامنے سے گذرتا جب اس قدر نزدیک ہوتا کہ گذرنے والے کو نمازی کا ہاتھ پہنچ جائے تو پکڑ کر ہٹا دیتا۔ مگر حرم بیت اللہ میں کوئی نہیں رکتا اور نہ کوئی روکتا ہے۔ (سائل خریدار نمبر ۱۱۰۴۱)

جواب: حرم مکہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حرم کعبہ میں لوگ آگے سے گذر جاتے تھے اب بھی ایسا ہی ہوتا ہے (۱۱ نومبر ۳۳ء) اس کی تشریح بقلم محشی ص۷۸۶ پر دیکھو۔

سوال: سفر میں عورتوں یعنی مستورات کے متعلق نماز قصر کا حکم ہے۔ سفر پیدل میں اور ریل وغیرہ سواری میں تفصیل ہو (سائل محمد عنایت اللہ مدراس)

جواب: جو مردوں کا حکم ہے یعنی قصر جائز ہے۔

سوال: جناب! سیر میں مرقوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم... ایک رکعت سے تیرہ رکعتوں تک طاق کے عدد میں نماز گذارتے تھے۔ امام ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں وتر ایک رکعت نماز جائز نہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں طاق ایک رکعت جائز ہے اس کا باعث کیا ہے؟ صریح طور سے صحیح حدیث کی سند کے ساتھ لکھیں اور جب وتر نماز ہو چکتی ہے تو صبح صادق تک دوسری نماز نفل وغیرہ نہیں ادا کرنا۔ وتر کے نماز نفل ہو چکی اکثر لوگ کہا کرتے ہیں پھر آپ ہی وتر کے بعد شفع الوتر دو رکعت نماز بیٹھ کے گذارتے ہیں۔ دیگر امام ابو حنیفہؒ کے ہاں جو نماز تکبیر تحریمہ بیٹھ کر باندھی جاوے گی وہ نماز جائز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں حالانکہ چند لوگ عشاء میں آخری نفل نماز بیٹھ کر باتکبیر کہتے ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب: وتر ایک رکعت جائز ہے۔ امام احمد کا قول تو یہ ہے کہ الواحد اثبت۔ جو امام کسی بات کے منکر ہیں نہ اس لئے منکر ہیں کہ ان کو اس کی روایت نہیں ملی۔ وتر کو خاتمہ نماز کرنے کی روایت آئی ہے اور بعد وتر دو رکعت پڑھنے کا ثبوت بھی ہے۔ لہٰذا دونوں جائز ہیں۔ بے عذر بیٹھ کر نفل پڑھنے سے نصف ثواب ہے ان مسائل کی تفصیل سفر السعادۃ اور اس کی شرح میں ہے۔

سوال: وقت ظہر یا عصر ہر ایک مسجد کی پابندی وقت میں ادا ہو چکی۔ دس پندرہ منٹ کے اندر اور پانچ دس اصحاب جمع ہو گئے۔ کیا دوسری جماعت جائز ہے؟ (سائل مذکور)

جواب: جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلکہ آپ کے حکم سے جماعت ثانیہ ہوئی۔ (ترمذی)۔

سوال: رفع یدین کے متعلق عورت کیا حکم رکھتی ہے؟ (سائل مذکور)

جواب: وہی حکم ہے جو مرد کو ہے یعنی سنت ہے نماز وغیرہ افعال شرعیہ میں جو افعال مردوں کے ہیں جب تک ان کی خصوصیت کا ثبوت نہ ہو عورتیں بھی ان میں شریک ہیں۔

سوال: وتر میں دعاء قنوت عورت کس طرح ادا کرے اور کون سی دعاء قنوت پڑھے؟ (سائل مذکور)

جواب: جو مرد پڑھیں اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ۔

سوال: عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک وقت قحط آیا تو اس وقت عباس رضی اللہ عنہ وفات پا چکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چند لوگوں کو جمع کر کے عباس رضی اللہ عنہ کے روضہ پر جا کر توسل چاہ کر دعا مانگی فوراً بارش ہوئی۔ (سائل مذکور)

جواب: زندوں کا وسیلہ تو اس طرح جائز ہے کہ ان کو کہا جائے آپ ہمارے لئے دعا کریں۔ مردوں کا اس طرح جائز نہیں کیونکہ وہ سنتے نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو زندگی میں کہا تھا کہ آپ ہمارے ساتھ چلئے بارش کے لئے ہم آپ کے ساتھ دعا مانگیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضور کے ساتھ مانگا کرتے تھے۔ اب آپ کے ساتھ مانگتے ہیں۔ یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دعا کی اور باقی لوگوں نے آمین کہی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: ہندی زاد جرشریف میں مذکور ہے (حدیث) جب ایک شخص نماز پڑھتا ہے تو اپنے والدین کے حق میں دعا نہیں مانگتا تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی اسی شخص کے اوپر پھینکی جاتی ہے۔ کیا اخری قاعدہ میں دعاء ماثورہ جو مذکور ہے پڑھ لینا کافی ہے یا نماز کے ختم کے بعد الگ دعا مانگنا چاہیئے؟ (سائل مذکور)

جواب: حدیث مذکور تو مجھے یاد نہیں البتہ قعدہ اخیر میں رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ کافی ہے۔

سوال: اسی زواجر میں مرقوم ہے (حدیث) جو عورت نماز ادا کرتی ہے۔ اپنے خاوند کے حق میں دعا نہیں مانگتی تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی اسی پر پھینکی جاتی ہے۔ نماز کے قیام میں ہو۔ قعدہ میں ہو کوئی دعا نہیں خاوند کے حق میں مانگنے کے لیے۔ کیا نماز کے باہر دعا مانگنا ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب: یہ حدیث بھی مجھے یاد نہیں نہ میں یہ فتوے[1] دے سکتا ہوں کہ خاوند کے حق میں دعا مانگنا جزو نماز ہے۔

سوال: عورت مرد میں ایک شب خلوت یا ہمبستری ہوئی صبح صادق سے پیشتر اس عورت کو حیض جاری ہوا کیا عورت غسل کرے یا نہیں۔ اور حیض کی حالت ایک دو تین دن کے اندر ہی اس عورت نے وفات پائی تو غسل کس طرح دیں؟ (سائل مذکور)

جواب: مرنے کے بعد جیسا اور لوگوں کو غسل دیا جاتا ہے اس کو بھی ویسا ہی دیں اور بس۔

سوال: صبح کی نماز میں دعاء قنوت پڑھیں یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب: بوقت ضرورت پڑھے تو ہرج نہیں اللہ اعلم۔

سوال: ایک شخص پابند صوم وصلوٰۃ بلکہ فطرہ وقربانی بھی ادا کرتا ہے۔ شرک بھی نہیں کرتا صرف سود کھاتا ہے اور علاوہ سود کے کاشتکاری و دیگر کاروبار بھی ہے۔ ایسے شخص کی دعوت قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(مصلح الدین از جیرا مبالی ڈاکخانہ ہمت آباد ضلع دیناجپور)

جواب: شخص مذکور اگر جائز کمائی سے کھلائے تو بے شبہ جائز ہے۔ سود سے کھلائے تو بے شبہ ناجائز ہے، ملے جلے میں سے کھلائے تو مشتبہ۔

(۲۱ شوال ۱۳۴۲ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطبہ جمعہ بجواب "حمایت اسلام" لاہور

اخبار حمایت اسلام لاہور میں ایک سوال چھپا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ علمار کرام توجہ فرمائیں۔

"حمائت اسلام" کے کسی صفحہ پر یہ عنوان "خطاب ترکی زبان میں" یہ خبر مندرج ہے کہ قسطنطنیہ کے پانچ علمار کی ایک جمعیت نے بزبان ترکی کی عیدین اور جمعہ کے ۵۱ خطبے طیار کئے ہیں جن کو آئندہ خطیب مساجد میں پڑھیں گے۔ ان خطبات عالیات میں آیات واحادیث حمد وشکر کے بعد مسلمانوں کو شرعی احکام کی بناء پر اس امر کا جوش دلایا گیا کہ وہ ہوائی کمیٹی یتیم خانوں۔ شہداء کے بچوں۔ جمعیت حمائت اطفال۔ اور جمعیت ہلال احمر وغیرہ نیک کاموں کی طرف متوجہ ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ وزیر دینیات کی منظوری کے بعد عنقریب ہی سرکاری فرمان جاری کر دئے جائیں گے کہ تمام قلمرو سے ترکیہ میں متذکرہ خطبے پڑھے جائیں۔ اس خبر سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔ (۱) علمار ترکیہ کے نزدیک خطبوں کا اس زبان میں ہونا لازمی اور لابدی ہے جس کو سامعین سمجھ سکیں (۲) خطبات میں ضروریات کا بیان ضروری جزو ہے، ہم اپنے علمار کرام کی خدمت اقدس میں بصد آداب ونیاز گذارش کرتے ہیں کہ وہ اس امر پر غور فرمائیں کہ وہ ان دونوں باتوں میں سے ایک یا دونوں ہی اپنے ملک میں رائج کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ خیال ہے کہ یہاں خطبہ اردو زبان میں ہونا چاہیئے یا عربی میں۔ اس کا تعلق عالموں سے ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان مادی زبان میں زیادہ سہولت سے سمجھ سکتا ہے معاملہ بالکل صاف ہے ہمارے دینی پیشوا اگر تھوڑی سی توجہ بھی مبذول فرمائیں تو وہ چند ہفتوں میں ایسے خطبات طیار فرما سکتے ہیں جو قوم کو موجودہ مشکلات کے حل اور ضروریات کی تکمیل پر راغب ومائل کر سکتے ہیں۔ امید ہے کہ دیگر علمار کرام بالعموم اور جمعیت علمار بالخصوص ہماری عاجزانہ اور عامیانہ درخواست کو اپنی توجہ مبارک سے مشرف فرمائیں گے۔" (حمایت اسلام ۱۲ جنوری ۱۹۲۶ء صفحہ ۵)

اہلحدیث: مسلمانوں کی خوش قسمتی سے خطبہ کے متعلق بھی اختلاف پیدا ہو چکا ہے کہ اس میں دیسی زبان میں وعظ کہنا جائز ہے یا نہیں۔ حالانکہ خطیب کی ہیئت کو قبلہ کی طرف پیٹھ اور سامعین کی طرف مُنہ۔ ہاتھ میں عصا۔ سر وقار کھڑے ہو کر ایصال المقاصد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایھا الناس کہنا۔ اس پر شریعت کا یہ حکم کہ اثنائے خطبہ میں خاموش رہ کر سنتے رہو جو بولے وہ سخت گناہگار۔ قطع نظر اور دلیل کے یہ صورت کذائی ہی بتا رہی ہے کہ خطیب کا خطبہ بغرض تفہیم ہے۔

اس شہادت اور قرینہ حالیہ کے بعد ہم اسوۂ حسنہ (سنت نبویہ) پر نظر کرتے ہیں تو وہاں ایک عجیب طریق خطبہ کا پاتے ہیں۔ حدیث صحیح میں وارد ہے۔ کانت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبتان یقرأ القرآن ویذکر الناس (مشکوٰۃ باب الخطبہ) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خطبے ہوتے تھے اُن میں آپ قرآن شریف پڑھتے اور لوگوں کو وعظ فرماتے تھے"

یہ حدیث اپنا مضمون بتلانے میں صاف اور صریح ہے جو کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں۔ صاف الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے کہ خطبہ میں حضور علیہ السلام قرآن مجید پڑھ کر وعظ فرماتے تھے۔

یہ تو ہر ایک واقف اور ماہر قرآن پر واضح ہے کہ قرآن مجید میں ہر ضرورت کو پورا کیا گیا اور ہر مرض کی دوا بتائی گئی ہے۔ پس خطیب کو چاہیے جیسا موسم اور جیسی ضرورت ہو اُسی کے مطابق قرآن مجید سے حکم اور حکمت کی آیات پڑھ کر خطبہ میں وعظ فرمائیں اور بس۔ چنانچہ اہل حدیث کی مساجد میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ بہت سے علماء کرام نے سال بھر کے خطبے بھی بنائے ہیں۔ لیکن جن خطیبوں نے قرآن شریف بامعنے پڑھا ہو ان کو کوئی ضرورت نہیں سہ

ما قصہ سکندر و دارا نخواندہ ایم ؏ از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

ایڈیٹر صاحب "حمایت اسلام" سے امید ہے کہ اس جواب کو اپنے پرچہ میں نقل کریں گے۔ (۲۳ رجب ۱۳۴۵ھ)

(از مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازیپوری)

مذاکرہ علمیہ بابت ترجمہ خطبہ

مذاکرہ علمیہ بابت مسئلہ وعظ جمعہ مندرجہ اہلحدیث ۱۲ ج ۹ مورخہ ۵ صفر ۱۳۳۱ھ۔ اس مسئلے میں جہاں تک مجھے معلوم ہے یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ میں قرآن مجید پڑھتے اور تذکیر فرماتے یعنی وعظ کہتے۔ جابر بن سمرہؓ سے صحیح مسلم میں مروی ہے کانت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبتان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یجلس بینهما یقرأ القرآن ویذکر الناس۔ الحدیث اور میری نظر سے یہ کہیں نہیں گذرا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ کے بعد وعظ کہتے اور لوگوں کو اس کے لیے ٹھہراتے اور صیغہ امر آیت کریمہ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانتَشِرُوا میں ویسا ہی ہے جیسا کہ آیت کریمہ فاذا احللتم فاصطادوا میں ہے یعنی اباحت کے لیے وجوب کے لیے نہیں ہے پس بعد نماز جمعہ ہر شخص کو مباح ہے کہ چلا جائے یا ٹھہرا رہے نہ چلا جانا ہی واجب نہ ٹھہر جانا ہی واجب اور نہ کوئی ان میں سے ممنوع۔ وعظ وتذکیر بعد نماز جمعہ کا وہی حکم ہے جو اور وقتوں کا ہے تو جس طرح اور وقتوں میں وعظ وتذکیر جائز ہے اسی طرح بعد نماز جمعہ بھی جائز ہے۔ تو اگر کوئی شخص بعد نماز جمعہ محض جواز کے خیال سے وعظ کہے اور دوسرے لوگ وعظ سننے کے لیے ٹھہر جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن جو شخص اس وعظ میں شامل نہ ہو اور بعد نماز جمعہ چلا جاوے اس کو زجر کرنا البتہ بیجا اور ناجائز ہے۔ واللہ اعلم۔ (کتبہ محمد عبداللہ۔ از دہلی)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس امر میں کہ خطبہ جمعہ وغیرہ میں واسطے سمجھانے عربی نہ جاننے والوں کے خطبہ عربی کا اردو یا پنجابی یا فارسی میں حسب حاجت ترجمہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: اقول وباللہ احول ماہران شریعت پر مخفی نہیں کہ خطبہ لغت عربیہ میں وعظ ونصیحت کو کہتے ہیں جیسا کہ عبارات کتب لغت سے ظاہر ہے الخطیب والمخاطبة والتخاطب المراجعة فی الکلام ومنه الخطبة والخطبة لکن الخطبة تختص بالموعظة والخطبة لطلب المرأة انتهی ما فی مفردات القرآن للامام راغب بن الحسین مختصرا خطبة بالضم۔ کلام کہ در ستائش خدا ونعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم وموعظت خلق باشد ونثر مسجع انتهی ما فی منتهی الارب الوعظ والموعظة هو مقترن بتخویف وقال الخلیل وهو التذکیر بالخیر فیما یرق به القلب قال الله عز وجل یعظکم لعلکم تذکرون وقال قد جاء تکم موعظة من ربکم الی اخر ما فی مفردات القرآن۔ پس یہ ثابت ہوئی کہ خطبہ وعظ کو کہتے ہیں اور غرض وغایت درس وعظ قرآن مجید وحدیث شریف سے یہ ہے کہ سامعین وعظ سن کر اس سے پند پذیر وعبرت گیر ہوں اور مطلب ومعنی آیت وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لهم الذی اختلفوا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیہ ومعنی آیۃ وانزلنا الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور وغیرھا
کے اسی پر دال ہیں کہ سامعین غیر عربی دان کو بدون سمجھانے معنی اور واقف کرنے اس کے
عبارت درس و وعظ سے کچھ حاصل نہیں اسی لحاظ سے خدائے تعالیٰ نے فرمایا وما ارسلنا من
رسول الا بلسان قومہ لیبین لھم الآیۃ - وبیان مستلزم تفہیم وتفہم کو ہے اور بغیر قصد تفہیم و
تفہم کے درس و وعظ معری عن المقصود ہوگا - کما لا یخفی علی المتامل اما یا بالنسبۃ الی
عامۃ الخلق فھو انہ تعالیٰ ذکر انہ ما بعث رسولا الی قومہ الا بلسان اولئک
القوم فانہ متی کان الامر کذلک کان فھمھم لاسرار تلک الشریعۃ و
وقوفھم علی حقائقھا اسھل وعن الغلط والخطا ابعد انتھی ما فی التفسیر الکبیر
مختصرا قولہ لیبین لھم ما امروا بہ فیتلقونہ منہ بیسر وسرعۃ انتھی ما
فی تفسیر ابی السعود (الی ان) ثم ینقلوہ ویترجموہ لغیرھم انتھی ما فی البیضاوی
اور فرمایا سورہ نحل میں ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینھی
عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون قولہ لعلکم تذکرون لیس المراد
منہ الترجی والتمنی فان ذلک محال علی اللہ تعالیٰ فوجب ان یکون معناہ ان اللہ تعالیٰ
یعظکم لارادۃ ان تتذکروا طاعۃ انتھی ما فی التفسیر الکبیر لعلکم تذکرون طلبا
لان تتعظوا بذلک انتھی ما فی تفسیر ابی السعود - پس ان تفاسیر سے صاف ظاہر و واضح
ہوا کہ بدون سمجھنے معنے کے تذکر و اتعاظ متعذر و دشوار ہے بنابر اس کے ترجمہ وعظ و درس
خطبہ کا غیر عربی داں کے واسطے ضرور چاہئے اور وعظ و خطبہ بدون ترجمہ کے واسطے سامعین
غیر عربی داں کے برائے نام ناکام و غرض ناتمام ہوگا - کیونکہ درس و وعظ خطبہ واسطے تفہیم و
تفہم سامعین کے موضوع و مقرر ہے تاکہ سامع بوجھ و سمجھ کر متنبہ ہو جاوے اور براہ راست آجاوے
اسی نظر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حج و جمعہ وغیرہ میں فرمایا فلیبلغ الشاھد
الغائب اور بے سمجھ کیا پہنچاوے گا - قاضی بیضاوی نے لیبین لھم کے تحت تصریحاً لکھ دیا
فیتفقھوہ ثم ینقلوہ ویترجموہ لغیرھم محض اس لئے کہ جب تک واعظ و
خطیب کا وعظ و بیان سامعین کے مرکوز خاطر نہ ہوگا محض لغو و بیکار رہوگا کیونکہ جو غرض شارع
کی اس خطبہ و وعظ سے تھی وہ فوت ہوگئی کما لا یخفی علی المتامل المتفطن اگر کوئی کہے کہ نماز میں بھی
قاری کو چاہئے کہ مقتدی کے واسطے ترجمہ قرارت کا کرے تاکہ وہ اس کے معنے سمجھ بوجھ لے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ قرآن کا پڑھنا امام و مقتدی دونوں پر نماز میں واجب ہے حسب ارشاد خداوند کریم کے فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ۔ پس امر وجوبی صیغہ فاقرءوا سے واضح ہو کہ ہر نمازی کو خواہ امام ہو یا مقتدی نظم قرآن کو خاص عربی منظوم کا نام ہے جو بنقل و تواتر ہم تک پہنچا۔ پڑھنا ضرور و لابد ہے اور زبان فارسی وغیرہ میں ترجمہ اس کا نماز میں کرے تو منقول خاص متواتر باقی نہ رہے گا کیونکہ اس پر اطلاق قرآن کا نہ ہوگا تو خلاف مامور کا لازم ہوگا۔ پس اسی سبب سے ترجمہ قرآن کا نماز میں پڑھنا ممنوع و محظور ہوگا۔ کما لا یخفی علی ماہری الشریعۃ علاوہ ازیں نماز ذکر ہے اور خطبہ تذکیر ذکر اور تذکیر کا حکم ایک کب ہو سکتا ہے۔ احناف کرام نے بھی خطبہ کو بزبان عربی منحصر نہ رکھا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین اس پر متفق ہیں و بعض حنفیہ نے لکھا ہے کہ صاحبین نے وقت عجز جائز رکھا نہ بلا عجز۔ لیکن قول امام اعظم صاحب کا معتمد ہے۔

تتمہ لم یقید الخطبۃ بکونہا بالعربیۃ اکتفاء بما قدمہ فی باب صفۃ الصلوۃ من انہا غیر شرط ولو مع القدرۃ علی العربیۃ عندہ خلافا لہما حیث شرطاہا الا عند العجز انتہی ما فی الشامی قولہ وشرطا عجزہ المعتمد قولہ ای الامام ابی حنیفۃ انتہی ما فی الطحطاوی۔ اور ہر گاہ نص مذکور مساعد ترجمہ کا واسطے غیر عربی دان کے ہوا تو پھر اگلے پچھلے سے ہم کو باک نہیں۔ تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون۔ واللہ اعلم وہو الموفق للصواب فلیعتبروا اولوا النہی والالباب۔ سید محمد نذیر حسین۔ سید محمد عبد السلام۔ سید محمد ابوالحسن۔ ہذا الجواب صواب بلا مریۃ فیہ واما احتجاج المانعین للجواز بانہ لم ینقل الینا عن احد من السلف انہ ترجم بلسان الاعاجم فمنقوض بانہ لا یلزم من عدم النقل عدم الثبوت علی ان ما رواہ مسلم عن جابر بن سمرۃ من انہ کانت للنبی صلعم خطبتان یجلس بینہما یقرأ القرآن ویذکر الناس وفی روایۃ یعظہم صریح فی الجواز فان اثر الوعظ و التذکیر فی بلاد العجم لا یمکن حصولہ الا بالترجمۃ۔ عبد التواب

چونکہ خطبہ میں شارع کی طرف سے کوئی تعیین کلمات کی وارد نہیں ہوئی بلکہ فقط حمد و ثناء بما ہو اہلہ اور تذکیر بالقرآن اور امر بالمعروف وارد ہوا ہے اور تذکیر عوام اہل ہند کو بغیر ترجمہ کے ممکن نہیں اس لیے بموجب دلائل فتوے بالا خطبہ میں ترجمہ قرآن کا کرنا اور وعظ کہنا اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امر بالمعروف کرنا زبان ہندی میں جائز ہے فقط۔ حررہ محمد تغمدہ اللہ الصمد بالرحمۃ والفضل المؤید

خادم شریعت رسول الاداب ابو محمد عبد الوہاب

مقصود شارع کا شریعت خطبہ سے صرف پند و موعظت ہی ہے پس جب خطبہ اس مقصود سے خالی ہوگا تو حقیقت میں وہ خطبہ ہی نہیں ہوا، ہی برائے نام بطور رسم سمجھا جائے گا بیشک خطبہ میں واعظ جس زبان میں حاجت پوری کر سکتے ہیں کریں۔ جو لوگ خطبہ میں وعظ بزبان عجمی کرنے سے باوجود دواعی شدیدہ کے منع کرتے ہیں وہ مقصود خطبہ سمجھنے سے بے خبر ہیں فقط حررہ محمد ابراہیم بن مولوی احمد ساکن جزیرہ حبشان۔ جواب بہت ہی صحیح ہے ۔ عبد الرحمٰن بن عبد الکریم۔

جواب خطبہ جمعہ کا ہو خواہ کسی اور محل کا مقصود صرف وعظ و تذکیر ہے ۔ پس اگر یہ وعظ تذکیر صرف عربی عبارت سے ہو سکے اور اس کو اکثر مخاطبین و حاضرین مجلس سمجھیں تو عربی پر اکتفا کرنا اولیٰ ہے اور اگر اکثر مخاطب عربی نہ سمجھیں تو اس کا ترجمہ ہندی میں اور دوسری زبانوں میں جو مخاطب سمجھیں ضروری ہے صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ سے روایت ہے کانت للنبی صلعم خطبتان یجلس بینھما یقرأ القرآن ویذکر الناس۔ نووی نے شرح مسلم میں کہا ہے۔ فیہ دلیل للشافعی فی انہ یشترط للخطبۃ الوعظ والقراءۃ ۔ جو لوگ ہندیوں میں جو عربی نہ سمجھتے ہوں صرف عربی خطبہ کو اکتفا کرنے کو واجب جانتے ہیں اور ترجمہ کرنے کو ناجائز کہتے ہیں وہ خطبہ کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور مقصود شرع سے بے خبر ہیں اس باب میں ایک مفصل اشاعۃ السنۃ شائع ہوگا اس لیے اس مقام میں زیادہ تفصیل نہیں ہوئی ۔ (ابو سعید محمد حسین)

ان الحکم الا للہ اگر کوئی شخص اس طور پر خطبہ پڑھے کہ اس میں عبارات عربی مثل آیات قرآنی اور احادیث اور ادعیہ ماثورہ کچھ نہیں ہوں تو یہ صورت جائز نہیں ہے اور اگر ایسا نہیں کرے بلکہ عبارات عربیہ کو بھی پڑھے اور اس کے بعد اس کا ترجمہ کر دے تاکہ عوام الناس کو اس سے فائدہ پہنچے یہ صورت جواز کی ہے ۔ صحیح مسلم میں ہے۔ کانت للنبی صلعم خطبتان یجلس بینھما یقرأ القرآن ویذکر الناس ۔ جب تک ترجمہ نہیں کیا جائے گا۔ تو عوام الناس کیونکر سمجھیں گے اور تذکیر کا اختصاص بھی آنحضرت صلعم کے ساتھ اس مقام میں کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے ۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کافی ووافی ہے ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔ حررہ ابو الطیب محمد المدعو بشمس الحق العظیم آبادی عفی عنہ ۔

ابو طیب محمد شمس الحق	محمد اشرف عفی عنہ	ابو عبد اللہ محمد ادریس

فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۳۷۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح: خطبہ جمعہ کا مقصد حاضرین نمازیوں کی زبان میں ان کو اللہ و رسول کی باتیں قرآن پاک و احادیث صحیحہ سے سنانا ہے جس پر یہ حدیث دال ہے عن جابر بن سمرۃ قال کانت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبتان یجلس بینھما یقرأ القرآن ویذکر الناس رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۱۲۳ ج (۱) اور یہ بدیہی امر ہے کہ تذکیر بلا تفہیم سامعین نہیں ہو سکتی اس لئے جو لوگ عربی زبان سے ناواقف ہیں عربی سے ان کی تفہیم کا حق ادا کرنا ناممکن ہے جب تک آیات قرآنی کا مطلب خود ان کی زبان میں ان کو نہ سمجھایا جائے لہٰذا ایسا خطبہ جس کو سامعین سمجھ ہی نہ سکیں فضول ہے اور خلاف شرع بھی کیونکہ شارع علیہ السلام کا جو مقصد عظیم ہے وہ فوت ہو جاتا ہے لہٰذا دیسی زبان میں سمجھانا لازم ہے اور خلاف اس کا باطل۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: کوئی شخص فرض نماز ادا کرے اور سنت موکدہ یا غیر موکدہ ترک کر دے تو خدا کے پاس اس ترک سنت کا کیا مواخذہ ہوگا۔

جواب: سنتوں کی وضع رفع درجات کے لئے ہے۔ ترک سنن سے رفع درجات میں کمی رہتی ہے مواخذہ نہیں ہوگا انشاء اللہ (۱۰ اکتوبر ۱۹۱۲ء)

تشریح: ترک سنن کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ گاہے گاہے ترک ہو جائیں دوسری صورت یہ کہ ہمیشہ ترک کی جائیں اس کی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ انکار سے ہے تو وہ اس حدیث کا مصداق ہوگا۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم من رغب عن سنتی فلیس منی متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۲۷ ج (۱) — دوسری حدیث میں ہے۔ ستۃ لعنتھم ولعنھم اللہ و کل نبی یجاب الی قولہ والتارک لسنتی مشکوٰۃ ص ۲۲ ج (۱) دوسری صورت یہ کہ دوامی ترک بہ سبب تساہل ہو یہ آیۃ شریفہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی (پ ۳ ع ۱) کے خلاف ہے نیز دوسری حدیث میں ہے عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اول ما یحاسب العبد یوم القیامۃ من عملہ صلاتہ فان صلحت فقد افلح وانجح وان فسدت فقد خاب وخسر فان انتقص من فریضتہ شیئ قال الرب تبارک وتعالی انظروا ھل لعبدی من تطوع فیکمل بھا من الفریضۃ ثم یکون سائر عملہ علی ذالک الی آخرہ رواہ ابوداؤد وسکت علیہ ھو والمنذری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورواہ ایضاً ابوداؤد من روایۃ تمیم الداری رواہ باسناد صحیح وفی الباب عن انس عند الطبرانی فی الاوسط والضیاء فی المختارۃ قال فی السراج حدیث صحیح قالہ شیخ کذا فی تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۳ ۔
اور ایسے لوگ شاذو نادر ہی ہوں گے جن کے فرائض میں کسی قسم کی کمی نہ ہو لہٰذا ترک سنن دوامی طور پر یا اکثری ہو سبب باعث خسران ہے اعاذنا اللہ منہ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: قرآن مجید میں جو بعض آیتوں کے آخر میں یا بیچ میں لا۔ ج۔ ط۔ م وغیرہ نشان منقوش ہیں اصول میں اس کی کیا دلیل ہے اور اس کے موافق تلاوت قرآن کرنی جائز ہے یا نہیں۔

جواب: ان الفاظ کی پابندی لازم نہیں کوئی پابندی کرے تو زیادہ سے زیادہ جائز ہے۔ (۲۰ مارچ ۱۹۲۵ء)

تشریح: یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بعض مقام ایسے بھی ہیں کہ وہاں پابندی لازم ہے اور ترک سے معنی بدل جاتے ہیں مثلاً فَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ پ ۲۳ ع ۴ بہرحال عدم سے پابندی عام طور پر بہتر ہی ہے ہاں یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ قراء کی پابندی یا علم تجوید کا ثبوت حدیث سے نہیں تو جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ کی ترکیب و ترتیل و اوقاف وغیرہ بھی تو سارے قرآن کی حدیث سے کما حقہ ثابت نہیں اور کسی سورت یا چند آیات کے بیان سے سارے قرآن کی ترکیب و ترتیل و اوقاف وغیرہ کا ثبوت نہیں یہ تو قیاس ہوگا پھر اس کا یقین کیا کہ یہ قیاس صحیح ہے لہٰذا جس طریق سے تراکیب ہم تک پہنچی ہیں اس کی پابندی لازم ہے الا جہاں دلیل سے خلاف ہوگا وہاں پابندی نہ ہوگی اور بلا دلیل محض قیاس صحت نہ ہوگا اور علم تجوید کا انکار سخت غلطی اور بداہت کا انکار ہے جسے کوئی معقول پسند نہیں کرے گا۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: وضو میں گردن کا مسح کرنا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں۔

جواب: گردن کا مسح کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ (۹ محرم ۱۳۴۷ھ)

سوال: ظہر احتیاطی کیا ہے وہ کب پڑھنی چاہیے۔

جواب: ظہر احتیاطی یہ ہے کہ جمعہ کے دوگانہ کے بعد چار رکعتیں [redacted] نیت سے پڑھتے ہیں کہ جمعہ اگر جائز نہ ہو تو یہ چار رکعتیں ظہر کی ہو جاویں یہ بدعت ہے اس کا ثبوت قرآن و حدیث

www.KitaboSunnat.com

سے نہیں فقہ کی معتبر کتاب درمختار میں بھی منع لکھا ہے۔ (۲۸ رمضان ۱۳۳۲ھ)

نوٹ: ۱۲ مارچ ۱۹۲۵ء کے اہلحدیث میں حضرت مرحوم کے اس فتویٰ پر مولانا محمد شفیق صاحب نے ایک طویل تعاقب فرمایا اور آیات قرآنیہ کی روشنی میں اس پر عالمانہ تنقید فرمائی ہے۔ حضرت مرحوم نے مولانا محمد شفیع صاحب کے تعاقب پر جو فاضلانہ نوٹ دیا ہے وہ درج ذیل ہے۔

اتباع نبی ہر طرح فرض ہے اس میں کوئی کلام نہیں مراتب احکام کا لحاظ بھی اتباع میں داخل ہے کیا مسواک اور فرض نماز دونوں باتباع نبی نہیں کئے جاتے لیکن ایک کا ترک جائز ہے بلکہ ہم روزانہ (فی وقت ما) کرتے ہیں مگر دوسرے (نماز) کا نہیں کرتے تو کیا اتباع سنت کے یہ معنی ہیں کہ مسواک کا ترک کسی حال میں جائز نہیں اب سنیے میری دلیل۔ عن ابی ھریرۃ قال اتی اعرابی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال دلنی علی عمل اذا عملتہ دخلت الجنۃ فقال تعبد اللہ ولا تشرک بہ شیئا وتقیم الصلوۃ المکتوبۃ (متفق علیہ) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا اللہ کی عبادت کرنے سے تو جنت میں داخل ہو جائے گا۔

ھذا ما ادعیت فالحمد للہ فافھم (۱۲ مارچ ۱۹۲۵ء) اسی فتویٰ پر دوسرا تعاقب از قلم مولانا عبید اللہ صاحب اہلحدیث ۲۶ جون ۱۹۲۵ء میں ملاحظہ فرمایئے۔ چونکہ حضرت الاستاذ مولانا شرف الدین صاحب دہلوی نے حق تنقید ادا کر دیا ہے اور حضرت مفتی مرحوم بھی بہترین فاضلانہ نوٹ ان تنقیدات پر حوالہ قلم فرما چکے ہیں اس لئے ان تنقیدی مضامین کو حسب ارشاد حضرت مولانا شرف الدین صاحب مدظلہ چھوڑ دیا گیا ہے ۱۲۔ محمد داؤد راز۔

سوال: وضو میں برائے مسح کان اور سر کے لئے علیحدہ علیحدہ پانی لینے کا کیا حکم ہے۔

جواب: حدیث شریف میں ہے الاذنان من الراس یعنی کانوں اور سر کو پانی ایک ہی کافی ہے۔ (۱۲ صفر ۱۳۴۰ھ) ھذا احد الوجھین والثانی بالماء الجدید لنفیہ الاحادیث المختلفۃ ولعل الراجح الثانی والبسط فی المفصلات کالنیل وغیرہ ۱۲ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: بحکم شرع مسافر کس کو کہتے ہیں کیسے شخصوں پر مسافر کی تعریف صادق آسکتی ہے

جواب: مسافر اس کو کہتے ہیں جو اپنے وطن سے نکل کر کسی دوسری بستی کو جائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی کم سے کم حد بحکم حدیث شریف تین میل ہے جو شخص گناہ کا سفر کرے وہ سفری رعایت کا حقدار نہیں مگر علماء حنفیہ اس کو بھی رعایت دیتے ہیں مثلاً کوئی شخص چوری کرنے جائے تو اس کو مسافر قرار دیتے ہیں لیکن محدثین اس کو شرعی مسافر نہیں کہتے پس شرعی مسافر وہ ہے جو کسی جائز غرض کے لئے وطن سے نکلے چاہے کسب معاش ہو یا کوئی اور وجہ۔ (۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ) حد سفر و مسائل قصر وغیرہ کی تحقیق پیشتر حوالہ قلم کی جا چکی ہے وہاں ملاحظہ ہو۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: بعض حنفی دو مثل سایہ کے بعد عصر کی نماز پڑھتے ہیں اگر اہلحدیث بھی جو اسی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں دو مثل پڑھ لیا کریں تو کیا حرج ہے۔

جواب: ایسی صورت میں حنفیوں کو سمجھانا چاہئے کہ فقہ کی معتبر کتاب درمختار میں بھی امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ایک مثل لکھا ہے بلکہ لکھا ہے کہ بموجب حدیث جبرئیل امام صاحب نے ایک مثل کی طرف رجوع کیا ہے نیز آج کل بیت اللہ شریف میں ایک ہی مثل پر عمل ہے اس لئے ہندوستان کے حنفیوں کو بھی ایک ہی مثل پر نماز عصر پڑھنی چاہئے اتنا کہہ سن کر بھی اگر اثر نہ ہو اور علیحدگی میں تفرقہ کا اندیشہ ہو تو بحکم مصلحت دو مثل پڑھ لیا کریں[1] (۱۳ شعبان ۱۳۳۱ھ)۔

سوال: دیوار پر یا ثابت ڈلا ہو اس پر تیمم کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے یا نہیں چونکہ دیوار یا ڈلے پر ضرب لگانے سے ہاتھوں کو مٹی کچھ بھی لگ جاتی ہے۔

جواب: جس جگہ مٹی لگ سکے تیمم جائز ہے دیوار ہو یا ڈلہ کچھ ہو۔ (۲۳ جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ)

سوال: فی زمانہ کثرت سے رواج ہے کہ مسلم حصول انعام کے لیے مثلاً آپ شلاً فٹ بال کھیلا کرتے ہیں اور کھیلنے کے باعث عصر و مغرب کی نماز ترک کر دیتے ہیں پر قضا نماز پڑھ لیتے ہیں کیا یہ جائز ہے۔ (محمد مصطفیٰ)

جواب: نماز قضا کر کے پڑھنا بلا وجہ اچھا نہیں ہے کھیلنے والوں کو چاہئے کہ پہلے

---

[1] مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں۔ وھو مسلک الشافعی واحمد ابن حنبل وابی یوسف ومحمد ابن الحسن رحمہم اللہ وھو روایۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ قال الامام الطحاوی وبہ ناخذ الخ تعلیق الصبیح ج۱ ص۳۲۷۔ ۱۲ (محمد داؤد راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افسروں سے تصفیہ کرلیں کہ نماز کے وقت کھیل کو چھوڑ دیں گے وہ اگر نہ مانیں تو ظہر کے ساتھ عصر ملالیں یا عصر کے ساتھ ظہر ملا کر جمع پڑھ لیں (۱۹ رجمادی الاخر ۱۳۶۲ھ)

تعاقب: آپ کے جواب پر کونسی قرآنی آیت یا حدیث صراحۃً یا اجمالاً دلالت کرتی ہے؟ تتبع احادیث سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ حاجت کے وقت حضر میں جمع بین الصلوٰتین دفع حرج کے لیے جائز ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی ملحوظ رکھی گئی ہے کہ جمع بین الصلوٰتین ان کی عادت مستمرہ نہ بن جائے چنانچہ باب ماجاء فی الجمع بین الصلاتین کی پہلی حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب الفتح میں لکھتے ہیں قد ذھب جماعة من الائمة الی الاخذ بظاھر ھذا الحدیث فیجوز الجمع فی الحضر للحاجة مطلقاً لکن بشرط ان لا یتخذ ذالک عادة رضامندی افسران کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کو ہم حاجت اور ضرورت کہہ کر نماز کو جمع کرنے کا حکم دیں اس کے علاوہ عام طور سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس قسم کے کھیل کھیلنے والے حضرات کھیل میں مشغولیت کے باعث اوقات صلاۃ کا قطعاً لحاظ نہیں کرتے ایسی حالت میں اگر ان کو جمع بین الصلوٰتین کا حکم دے دیا جاوے تو یقینی امر ہے کہ وہ اوقات صلاۃ سے صرف غفلت ہی نہیں بلکہ جمع بین الصلوٰتین ان کی عادت بن جائے گی (ش۔م اعظمی از جامعہ دارالسلام عمرآباد)

الجواب: جو شخص ملازمت کی صورت میں افسران کی خفگی کی پرواہ نہیں کرتا وہ بیشک وقت پر نماز پڑھے اور جو اس کو برداشت نہیں کر سکتا وہ بحکم الا ان تتقوا منھم تقاة اور بخاری شریف کی حدیث جمع بین الصلاتین پر عمل کرے تو جائز ہے ھذا ما عندی والعلم عند اللہ (۱۰ رجب ۱۳۶۲ھ)

سوال: نماز پنجگانہ کا حکم قرآن میں کہاں ہے۔

جواب: اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اس آیت سے پنجگانہ نماز کا ثبوت علماء دیا کرتے ہیں اس کا ترجمہ ہے زوال سورج کے وقت نماز پڑھو رات کے اندھیرے تک یعنی عشاء تک چار نمازیں ہوئیں قرآن الفجر سے مراد صبح کی نماز ہے تفصیل حدیثوں میں آئی ہے (۱۲ صفر ۱۳۰۰ھ)

سوال: عیدگاہ میں منبر لے جانا کیسا ہے۔

جواب: عیدین میں منبر لے جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں (۱۲ فروری ۱۹۲۹ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: ٹخنے سے نیچے پائجامہ رکھنے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں۔
جواب: ٹخنے سے نیچے پائجامہ رکھنا منع ہے مگر نماز یا وضو باطل نہیں ہوتا
(۸ ۲ / رجادی الثانی ۱۳۳۶ھ)
تعاقب: حدیث شریف سے جو کہ مشکوٰۃ شریف کے باب الستر میں ہے صاف واضح طور سے ثابت ہوتا ہے کہ ٹخنے کے نیچے پائجامہ رکھنے سے نماز اور وضو دونوں باطل ہو جاتے ہیں وہ حدیث بایں الفاظ ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال بینما رجل یصلی یسبل ازارہ قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذھب فتوضأ فذھب و توضأ ثم جاء فقال رجل یا رسول اللہ مالک امرتہ ان یتوضأ قال انہ کان یصلی وھو مسبل ازارہ فان اللہ لا یقبل صلاۃ رجل مسبل ازارہ رواہ ابوداؤد۔ اس حدیث کو امام مسلم بھی اپنی صحیح میں لاتے ہیں چنانچہ جناب حاجی سید محمد معظم صاحب اپنی کتاب "دستور المتقی معروف بہ صلوٰۃ النبی کے صـ۲۹ میں تحریر فرماتے ہیں ٹخنوں سے نیچے پائجامہ پہننے والوں کو از سر نو وضو کرنا چاہیئے ایسا شخص ایک دن آنحضرتؐ کے سامنے نماز پڑھ رہا تھا آپ نے اس کی نماز تڑوا کر از سر نو وضو کرنے کا حکم فرمایا۔
اکوٹہ راجپوتانہ)۔ (اہلحدیث ۲۹ ر ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ)

سوال: مسلمان تین طریق سے نماز پڑھتے ہیں اول بطریق اہلحدیث یا شافعی یا حنبلی، دوم بطریق حنفی، سوم بطریق مالکی یا شیعی ارسال ید سے کیا تینوں طریق پر نماز ہو جائے گی؟ اگر نہیں تو صحیح طریقہ کونسا ہے؟ اختلاف کب سے شروع ہوا؟ بانی کون تھا؟ خصوصاً طریقہ حنفیہ کا بلا رفع الیدین و آمین بالجہر۔ افسوس جمع احادیث سے اتنا فائدہ بھی نہ ہوا کہ نماز بطریق صحیح بلا اختلاف معلوم ہو جاتی۔ (قاسم علی لدھیانوی)
جواب: حدیث شریف میں ہے صلوا کما رایتمونی اصلی (میری طرح نماز پڑھو) اس حدیث کے موافق جو فرقہ مطابق سنت صحیحہ کے پڑھے گا اس کی صحیح ہوگی۔ سنت صحیح کیا ہے؟ اس کی تحقیق آسان ہے کتب حدیث باب صفۃ الصلوٰۃ سامنے رکھ کر دیکھ لیں جس کی نماز اس باب کے مطابق ہوگی وہ صحیح ہوگی۔ اختلاف صحابہ کرامؓ کے ملکوں میں انتشار ہونے سے پیدا ہوا ہے۔ حنفی طریقہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت پر مبنی ہے جس میں رفع یدین وغیرہ کا ذکر نہیں۔ حنفی عدم ذکر سے عدم شئے سمجھتے ہیں اہلحدیث وغیرہ عدم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر سے عدم شے نہیں سمجھتے یہ نتیجہ فہم کا ہے اس معمولی اختلاف سے آپ جمع احادیث پر افسوس کرتے ہیں تو اہل قرآن کے اختلاف پر کیا کہیں گے جو آج باوجود قرآن موجود ہونے کے اشد اختلاف میں پھنسے ہوئے ہیں ایک فریق پانچ پڑھتا ہے تو دوسرا تین ایک فریق دو رکعتیں پڑھتا ہے تو دوسرا ایک، ایک فریق دو سجدے کرتا ہے تو دوسرا ایک اسی طرح اشد ترین اختلافات ان اہل قرآن میں ہیں جو قرآن مجید کو یکجا جمع پاتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن مفصل اور مبین ہے۔ اصل یہ ہے کہ اختلافِ فہم بھی ایک حد تک موجب اختلاف عمل ہوتا ہے۔ جو اپنی حد پر رہے تو قابلِ معافی ہے (۸ جولائی ۱۹۳۲ء)

تشریح:۔ از قلم حضرت مولانا حمید اللہ صاحب سراوی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

رفع الیدین کی بات یوں ہے کہ تکبیر تحریمہ میں اور رکوع جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متفق علیہ حدیث سے ثابت ہے لفظ یہ ہیں عن ابن عمرؓ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح الصلوٰۃ واذا کبر للرکوع واذا رفع راسہ من الرکوع متفق علیہ سبل السلام مطبوعہ فاروقی جلد اول صفحہ ۱۰۴۔ اور یہ بات پہلے الحمد کے مسئلے میں بیان ہو چکی ہے کہ متفق علیہ حدیث کا درجہ صحت و قوت میں سب سے اعلیٰ ہے اس لئے علی بن مدینی نے کہا ہے کہ رفع الیدین کی حدیث سب کے اوپر حجت ہے کیونکہ اس کی سند میں کسی کو کوئی موقع کسی طرح کے عذر کا نہیں ہے دیکھو تلخیص صفحہ ۸۱۔ اور رفع الیدین کی حدیث صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیہقی میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دار قطنی میں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد میں اور حضرت عبد اللہ بن زبیر و عبد اللہ بن عباس و ابوموسے الاشعری و براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دار قطنی و نسائی و ابن ماجہ و بیہقی وغیرہ میں آئی ہیں دیکھو تلخیص صفحہ ۸۲۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترمذی جلد دوم کتاب الدعوات صفحہ ۱۹۹ میں آئی ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس قدر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رفع الیدین کی حدیث کے راوی ہیں غالباً کسی حدیث کے اتنے راوی نہ ہوں گے۔ ابن منذر نے کہا کہ اہلِ علم نے اس بات میں اختلاف نہیں کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع الیدین کیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں سے سترہ شخص سے رفع الیدین کی روایت آئی ہے۔ بیہقی نے تیس کی شمار کی ہے۔ حاکم نے کہا کہ اس روایت پر عشرہ مبشرہ کا اور دیگر بڑے بڑے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا اتفاق ہوا ہے۔ اور بخاری نے بیان کیا ہے کہ حسن بصریؒ اور حمید بن ہلال نے کہا ہے کہ تھے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے ان میں سے کسی ... کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا۔ بخاریؒ کہتے ہیں کہ کسی صحابیؓ کی بابت یہ ثبوت نہیں ہوتا کہ وہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ اور بیہقی نے اس حدیث میں یہ لفظ بھی روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ وفات تک اسی طور نماز پڑھتے رہے یہ سب بیان تلخیص صفحہ ۸۱، ۸۲ و نیل الاوطار جلد دوم صفحہ ۸۰ میں ہے۔ آپ صاحبوں نے جو فرمایا کہ جب روایت عدم رفع اس کا تو حال یہ ہے کہ عدم رفع میں بہت اعلیٰ درجہ کی روایت ترمذی والی ہے جس کو امام ترمذی نے حسن بھی کہا ہے سو اس کا مقابلہ ایک تو یہ ہے کہ خود ترمذی نے اسی باب میں عبداللہ بن مبارک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رفع یدین کی حدیث ثابت ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ والی حدیث عدم رفع یدین کی ثابت نہیں ہوئی پھر ترمذی نے اس پر کچھ کلام نہیں کیا دیکھو ترمذی جلد ا صفحہ ۳۶۔ دوسرے یہ کہ ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور امام احمد بن حنبل اور ان کے استاد یحییٰ بن آدم اور بخاری اور ابوداؤد اور دارقطنی اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو ضعیف اور غیر ثابت کہا ہے دیکھو تلخیص صفحہ ۸۳۔ پس ایک دو امام کا قول اتنے اماموں کے مقابلے میں اور وہ بھی ایسے جو ترمذی کے استادوں کے استاد ہیں مستند نہیں ہو سکتا۔ اور دوسری روایت محمد بن جابر کی سند سے ہے سو اس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کوئی شئی نہیں ہے۔ اور ابن جوزی نے کہا کہ موضوع ہے دیکھو تلخیص صفحہ ۸۳۔ غرض عدم رفع کی کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس کو دو چار حفاظ وائمہ حدیث نے بھی صحیح کہا ہو اور دوسروں نے اس پر جرح نہ کی ہو۔ اور جب یہ حال ہے تو سنت یہی ہوا کہ رفع الیدین کیا جاوے اور اگر کوئی نہ کرے تو بوجہ دوسری جانب کی روایات ضعیف کے اس پر کچھ اعتراض نہ کیا جاوے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ سب روایات نسخ کے سو نسخ کی یہ بات ہے کہ معتمد و مستند حفاظ وائمہ حدیث میں سے کسی نے رفع الیدین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حدیث کو منسوخ نہیں کہا ہے اور جس حدیث کو حنفی صاحب اس کا نسخ بتلاتے ہیں وہ التحیات کے بعد سلام کے بارے میں ہے۔ اس کو اس کے نسخ سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ جیسا کہ محمد بن اسمٰعیل امیر نے اور امام نووی نے اور حافظ ابن حجر نے کہا ہے۔ دیکھو سبل السلام جلد اول صفحہ ۱۰۴ و صحیح مسلم مع نووی جلد (۱) صفحہ ۱۸۱۔ اور تلخیص صفحہ ۸۲ اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جو اس رفع الیدین کو حدیث مسلم مالی اراکم رافعی ایدیکم الخ سے منسوخ بتلاتے ہیں ان کو علم کا کوئی حصہ نصیب نہیں ہوا۔ چونکہ تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ وہ حدیث تشہد کے بعد سلام پھیرنے کے بارے میں ہے دیکھو تلخیص صفحہ ۸۳ پر الخ

حررہ عبیداللہ عفی عنہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ) فتاویٰ نذیریہ ج (۱) صفحہ ۲۵۹) [1]

شرفیہ: جس روایت سے حنفی استدلال کرتے ہیں یعنی ابن مسعود کی روایت اس روایت میں تو پوری نماز ہی نہیں بیان کی گئی پھر ناقص شے سے استدلال چہ معنی اوّل تو روایت سند کے لحاظ سے صحیح نہیں دوم اس میں صرف اتنا ہے کہ ابن مسعودؓ نے کہا میں تم کو رسول اللہ کی نماز پڑھ کر دکھاؤں پھر جب شروع کی تو اوّل رفع یدین ایک مرتبہ کیا پھر آگے قیام قراءۃ رکوع سجود قومہ جلسہ قعدہ تسبیحات وغیرہ کچھ بھی نہ کیا تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ حضور صلعم کی نماز بس اسی قدر تھی باقی قیام قراءت رکوع سجود وغیرہ سب منسوخ۔ اور اگر یہ مطلب کہ صرف رکوع و قومہ کے علاوہ رفع یدین کا نسخ مقصود تھا تو معلوم ہوا یہ امر صرف ابن مسعودؓ ہی کو معلوم تھا باقی ساری دنیا تمام صحابہؓ تابعینؒ ان کے خلاف تھے یہ امر بداہۃً باطل ہے اور اگر یہ بات ہے کہ رفع یدین اوّل ایک مرتبہ ہے بار بار یعنی دو [illegible] تو اہل حدیث بھی اوّل میں ایک ہی بار کرتے ہیں پھر بوقت رکوع پھر بوقت قومہ پس اس سے تو ہر صورت سے [illegible] (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: کسی مسجد میں وقت معینہ پر مصلیوں نے نماز با جماعت ادا کر لی۔ پیچھے سے چند نمازی اور بھی مسجد میں آئے۔ تو وہ لوگ نماز جماعت سے ادا کریں یا فرداً فرداً پڑھ لیں۔ اور اگر نماز جماعت بنا کر پڑھیں۔ تو اس موقع پر اقامت کہنی چاہیے یا نہیں اس کے خلاف بعض علماء فرماتے ہیں۔ کہ اقامت ضروری نہیں ہے۔

---

[1] یہ مضمون ایک طویل سوال کے جواب میں سے تفصیل کے لیے حوالہ مذکور دیکھو ۱۲ منہ راز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: جماعت ثانیہ بلکہ ثالثہ رابعہ بھی جائز ہے۔ ترمذی میں حدیث ہے۔ آنحضرت صلعم کے سامنے جماعت ثانیہ ہوئی۔ تکبیر حاضرین کو جمع کرنے کے لئے ہے۔ کہے تو مستحب ہے (۲۵ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ)

علمائے کرام سے چند سوال

(۱) ستاروں کے ذریعہ سے جہت قبلہ کا متعین کرنا بدعت ہے یا نہیں؟ (۲) عین کعبہ قبلہ ہے یا جہت؟ اگر جہت کعبہ قبلہ ہے جیسا کہ جمہور علماء کا خیال ہے تو جہت سے کیا مراد ہے؟ جہت کا سارا حصہ مراد ہے یا حصہ وسطی؟ (۳) دور والوں کے لئے جہت کعبہ قبلہ ہے تو یہ حکم عذر پر مبنی ہے یا نہیں؟ اگر عذر پر مبنی ہے تو دفع عذر کے بعد جہت ہی قبلہ رہے گی یا عین کعبہ قبلہ ہوگا؟ (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہؓ علم ہیئت سے واقف تھے یا نہیں؟ اور وہ لوگ تعیین کعبہ کس طرح کرتے تھے؟ تمام علماء سے عموماً اور مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری اور مولانا عبدالنور صاحب دربھنگوی سے خصوصاً التماس ہے کہ مسائل مذکورہ پر روشنی ڈالیں (حافظ عبداللہ)

اہلحدیث: توجہ الی القبلہ میں بہت وسعت رکھی گئی ہے۔ فولوا وجوھکم شطرہ سے جہت ہی سمجھی جاتی ہے۔ حدیث ما بین المشرق والمغرب قبلۃ بھی وسعت جہت بتاتی ہے۔ واللہ اعلم۔ باقی کے لئے اور علماء کے جواب کا انتظار ہے۔ (۳۰ محرم ۱۳۵۴ھ)

جواب طلب سوالات

ہم کو بدعتیوں نے بہت ستایا ہے کہتے ہیں ان سوالات کے جوابات ہم کو دے دو وہ سوالات درج ذیل ہیں [illegible] کر کے ان کے جوابات بذریعہ اخبار اہلحدیث دیویں۔ (محمد علی مدراس)

(۱) کیا رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ [illegible] آمین زور سے کہتے رہے؟

(۲) کیا رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دم اخیر تک تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کرتے رہے۔

(۳) کیا رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دم اخیر تک امام کے پیچھے سورۃ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاتحہ پڑھتے رہے۔

(۴) کیا رسولِ خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دم اخیر تک سینہ پر ہاتھ باندھتے رہے الیٰ آخرہ۔

اہلحدیث: ان سوالوں کے جوابات پہلے بھی دیئے گئے ہیں یہ سوالات نہیں بلکہ جگتیں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سوال کرنے والے کو یہ بھی خبر نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں امام کون ہوتا تھا آپ لوگ جانتے ہیں کہ امام خود آنحضرت ہوتے تھے پھر تیسرے سوال کا جواب ہم یا کوئی شخص کیا دے سکتا ہے غور سے دیکھئے تیرا سوال یہ ہے "کہ کیا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتے تھے"! قربان جائیں اس فہم و فراست کے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل کے نزدیک آنحضرت مقتدی تھے اور امام کوئی اور تھا جس کے پیچھے آپ نماز پڑھا کرتے تھے اسی لئے ہم نے کہا کہ یہ سوال کوئی سوال نہیں بلکہ جہالت کی جگتیں ہیں اب جوابات سنئے۔

(۱) بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصال تک آمین بالجہر کرتے رہے کتاب ابن ماجہ میں روایت ہے کہ آنحضرت آمین بالجہر کرتے رہے آپ کی آمین سُن کر پہلے صف والے آمین کہتے پھر دوسری والے پھر تیسری والے علیٰ ہذا القیاس ساری مسجد گونج اٹھتی یہ سارے الفاظ فعل دوام پر دلالت کرتے ہیں۔

(۲) کتاب ترمذی میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک صحابی دس اصحاب میں بیٹھ کر کہتے ہیں کہ میں آنحضرت کی نماز تم سے زیادہ جانتا ہوں جب بتائی تو اس میں رفع یدین بھی کی ان سب نے کہا "بیشک تو سچ کہتا ہے آنحضرت نے ایسی ہی نماز پڑھی"۔ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصال تک رفع یدین کرتے رہے۔

(۴) بے شک آنحضرت نے سینہ پر ہاتھ رکھے جس کا ثبوت صحیح ابن خزیمہ کی روایت ہے پھر اس فعل سے منع نہیں فرمایا۔ ثابت ہوا کہ یہ فعل وصال تک کیا" فریق ثانی کو تسلیم نہیں تو دکھاتے کہ کب منع فرمایا۔ (اہلحدیث ۲ رجب ۱۳۴۶ھ)

الحمد للہ کہ فتاویٰ ثنائیہ کی کتاب الصلوٰۃ ختم ہوئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس خدمتِ دین کو قبول فرما کر حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم کی روح کو اس کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثواب پہنچائے اور حضرت محشی استاذنا مولانا مولوی ابوسعید شرف الدین صاحب دہلوی مدظلہ، و دیگر حضرات علماء جن کے تشریحی مضامین اس میں درج ہوئے ان سب کو جزائے خیر عطا فرما کر ان سب کے لئے اور مؤلف کے لئے اس کو باقیات الصالحات کا درجہ عطا فرمائے اور اس میں جو لغزش بھول چوک سہو نسیان خطا ہو گئی ہو اسے معاف کرے۔

کیونکہ بنیاد شریعت صرف قرآن و سنت ہے ؎

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفےٰ بر جان مسلم داشتن

ناچیز محمد داؤد راز عفی عنہ
(۲۳؍ رجب المرجب ۱۳۷۲ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب سوم

روزہ اور اس کے متعلقات

حضرت العلامہ مولانا مفتی ثناء اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز اپنے اخبار گوہر بار میں عموماً سالانہ رمضان المبارک کے استقبال کے لیے خطبۂ مسنونہ درج فرمایا کرتے تھے۔ میں نے بھی مناسب جانا کہ کتاب الصیام فتاویٰ ثنائیہ کی افتتاح اسی مبارک نامہ یعنی خطبہ سے کی جائے امید کہ ناظرین حضرت مرحوم کے حق میں دعائے مغفرت کریں گے اور ناقل کو بھی اپنی نیک دعاؤں میں بالخصوص ماہ مبارک میں شریک رکھیں گے فقط۔ (محمد داؤد راز)

خطبۂ رمضان

ناظرین اہل حدیث مسلمانوں کی ایک مستقل جماعت ہے اس لیے ان کو ہر سال خطبۂ رمضان شریف بغرض اوارسنت سنایا جاتا ہے نیز جو نئے افراد خریداروں میں داخل ہوتے ہیں ان کو بھی پہنچ جاتا ہے۔ خطبۂ مسنونہ یہ ہے:

عن سلمان الفارسی قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اخر یوم من شعبان فقال یا ایھا الناس قد اظلکم شھر عظیم شھر مبارک شھر فیہ لیلۃ خیر من الف شھر جعل اللہ صیامہ فریضۃ وقیام لیلۃ تطوعا من تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر کان کمن ادی فریضۃ فیما سواہ ومن ادی فریضۃ فیہ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ وھو شھر الصبر والصبر ثوابہ الجنۃ وشھر المواساۃ وشھر یزاد فیہ رزق المؤمن من فطر فیہ صائما کان لہ مغفرۃ لذنوبہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعتق رقبته من النار وكان له مثل اجره من غير ان ينتقص من اجره شي قلنا يا رسول الله ليس كلنا نجد ما يفطر به الصائم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يعطي الله هذا الثواب من فطر صائما على مذقة لبن او تمرة او شربة من ماء ومن اشبع صائما سقاه الله من حوضي شربة لا يظمأ حتى يدخل الجنة وهو شهر اوله رحمة واوسطه مغفرة واخره عتق من النار ومن خفف عن مملوكه فيه غفرله واعتقه من النار (مشکوٰۃ) ص۱۷۳ روى البيهقي في شعب الايمان -

یعنی سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ہم کو سنایا فرمایا اے لوگو تم پر ایک بہت ہی عظیم الشان بابرکت مہینہ آیا ہے۔ وہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں کی رات سے بھی افضل ہے۔ خدا نے اس مہینے میں روزے رکھنے فرض کئے ہیں اور رات کو قیام کرنا نفل قرار دیا ہے۔ جو کوئی اس مہینے میں نفل نیکی کا کام کرے وہ ایسا ہوگا کہ اس نے اور دنوں میں گویا فرض ادا کیا اور جو اس مہینہ میں فریضہ ادا کرے وہ ایسا ہوگا کہ اور دنوں میں گویا اس نے ستر فریضے ادا کئے۔ وہ ماہ رمضان صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے وہ باہمی سلوک اور مروت کا مہینہ ہے وہ ایسا مہینہ ہے کہ مومن کا رزق اس میں بڑھ جاتا ہے (یعنی روزہ دار اس دنیا میں بھی خوب کھاتا ہے اور قیامت کے روز بھی اس کی برکت سے خوب نعمتیں پائے گا) جو کوئی اس مہینے میں روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے گناہوں کی بخشش ہوگی اور آگ سے نجات ملے گی اور اس کو روزہ دار جتنا ثواب ملے گا یہ نہیں کہ روزہ دار کی افطاری کے لئے بہت کچھ سامان چاہیے۔ اس لئے ہم (صحابہ) نے عرض کی حضور ہم میں سے ہر ایک مقدرت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کی افطاری کرا سکے۔ حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس کو بھی دے گا جو روزہ دار کو دودھ کی تھوڑی لسی یا پانی پلا دے (کیونکہ خدا کے یہاں نیت کا اجر ہے) جو کوئی روزہ دار کو ٹھنڈا شربت پلائے یا پیٹ بھر کر کھانا کھلائے خدا اس کو میرے حوض کوثر سے شربت پلائے گا۔ جس کی وجہ سے وہ سارے محشر میں جنت میں داخل ہونے تک کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ یہ ماہ رمضان ایسا ہے کہ اس کا شروع حصہ رحمت ہے۔ درمیانی حصہ بخشش ہے آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے۔ جو کوئی اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہینے میں اپنے کارکن کے کام میں تخفیف کرے یعنی معمول سے کام کم کرائے خدا اس کو بخش دے گا۔ اور اس کو جہنم کے عذاب سے نجات دے گا۔

مدیر۔ خاکسار مدیر کی اُمید بے جا نہ ہوگی کہ ناظرین اہلحدیث افطار صیام کے وقت جملہ برادری ناظرین اہل حدیث کو عموماً اور خاکسار خادم مدیر کو خصوصاً ملحوظ رکھ کر حسن خاتمہ اور دفع ہم وغم کی دعا کریں۔ اللّٰھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا واجرنا من خزی الدنیا وعذاب الاخرۃ۔ ۵ر نومبر ۱۹۳۷ء۔

اللّٰھم اغفر له وارحمه واکرم نزله ووسع مدخله وادخله الجنة الفردوس برحمتك یا ارحم الراحمین آمین۔ (راز)

روزہ کی حکمت

(از مولوی عبدالرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ کوٹ رادھاکشن ضلع لاہور)

الحمد للہ! جملہ اہل اسلام کو ماہ رمضان مبارک ہو۔ خاکسار جیسا ہیچمدان ماہ رمضان کی فضیلت کو لکھے تو کیا لکھے جب کہ اس بابرکت ماہ میں از روئے آیہ کریمہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ فرقان حمید جیسی کتاب مبین کا نزول ہو۔ گویا اس پاک مہینے میں خداوند عالم نے اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں پر اپنی برکات کبیرہ اور انعامات کثیرہ کے باب کھلوا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس مبارک مہینے میں اللہ تعالیٰ کی جس قدر برکتیں اس کے بندوں پر نازل ہوتی ہیں اتنی کسی اور مہینے میں نازل نہیں ہوتیں۔ صوفیائے کرام نے ماہ رمضان کو تنویر القلب کے لئے مفید لکھا ہے کہ اس میں کثرت سے مکاشفات ہوتے ہیں اور نماز تزکیہ نفس کرتی ہے۔

الحمد للہ! اسلام نے ماہ رمضان کے اس عالمگیر فیض کو مد نظر رکھتے ہوئے اسی ماہ میں روزوں کا انضباط کیا۔ جب کہ روزہ تمام عملیات کے ثوابات سے زیادہ ثواب رکھتا ہے اور بلحاظ اپنی نوعیت کے جملہ عبادات الٰہیہ سے بے نظیر ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ روزہ تزکیہ نفس کے حق میں اکسیر اور عذاب دوزخ سے نجات دلانے کے لئے ڈھال کا حکم رکھتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے اَلصِّیَامُ جُنَّةٌ یعنی ماہ رمضان کے روزے انسان کے لئے عذاب دوزخ سے بچانے کیلئے تو ڈھال ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انسان روزہ رکھنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام قسم کے گناہوں سے مخلصی پا لیتا ہے۔ اگر روزہ کے حقیقی معنوں پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت بخوبی ذہن نشین ہو جائے گی کہ روزہ انسان کو کس طرح تمام گناہوں سے پاک و صاف کر دیتا ہے روزہ کو عربی زبان میں صوم کہتے ہیں اور صوم کے معنے عربی لغت میں رکنے، خاموش رہنے اور بلند ہو نے کے ہیں۔ وجہ یہ کہ صایم کو حالت صوم میں اکل و شرب اور جماع وغیرہ سے رکنا پڑتا ہے۔ اور گلہ و غیبت، واہیات و خرافات سے اور دیگر ہر قسم کے لاطائل امورات سے اجتناب کرنا لازمی امر ہوتا ہے۔ ورنہ اس کا روزہ خدا کے ہاں کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ بلندی کے معنے اس لئے کہ روزہ خدا کی بارگاہ میں تمام عبادتوں سے زیادہ بلند درجہ رکھتا ہے پس ثابت ہوا کہ روزہ دار کو روزہ کی مذکورہ بالا پابندیاں واقعی ایک زاہد و پارسا بنا دیتی ہے۔ اور یہ روزہ کا ایک بڑا بھاری معجزہ ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں خود اللہ تعالیٰ نے روزہ کی علت غائی یوں بیان فرمائی۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ یعنی حکم ہوا تم پر روزہ کا جیسے کہ حکم تھا تم سے پہلی قوموں پر (پھر فرمایا) روزہ رکھنے کا امر اس لئے نازل ہوا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ اللہ اکبر خداوند کریم کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو محض متقی بنانے کی خاطر روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ القصہ روزہ ہمارے لئے بیشمار فوائد رکھتا ہے جن کی تفصیل کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ہم نہایت اختصار سے اس کی خوبیاں و حکمتیں ذیل میں لکھ کر دشمنان اسلام کو یہ دکھاتے ہیں کہ ہمارا اسلامی روزہ کتنی بڑی حکمت پر مبنی ہے

(۱) انسانی فطرت اس بات کو چاہتی ہے کہ نفس ہمیشہ عقل کے ماتحت رہے۔ چونکہ روزہ میں نفس کی کسی خواہش کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی، بلکہ اس کی ہر تمنا کو دبانا روزہ دار کا فرض اولین ہوتا ہے لہٰذا نفس امارہ عقل کی ماتحتی میں بخوشی کام کرنے لگ جاتا ہے۔

(۲) انسان احسان فراموش واقع ہوا ہے۔ ہم دن رات اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاتے پیتے ہیں لیکن شکر گذاری کا نام تک نہیں لیتے۔ اور یہ امر مسلمہ ہے کہ اگر کسی کی کوئی محبوب و مرغوب چیز کچھ عرصہ تک گم رہے تو اس کو اس کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ یہی حال روزہ دار کا ہے۔ سارا دن کھانا پینا متروک ہونے کی وجہ سے اس کو شام کے وقت قدر معلوم ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حقیقی شکر گذار رہتا ہے

(۳) چونکہ انسان کو روزہ میں بھوکا پیاسا رہنا پڑتا ہے۔ اس لئے اس میں مساکین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقراء کے ساتھ حقیقی مروّت وہمدردی کرنے کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ جن امراء نے کبھی بھوک پیاس دیکھی ہی نہیں وہ غرباء کے احوال سے کب آشنا ہو سکتے ہیں بقول حافظ ؎

کجا دانند حال ما سبکساران ساحل ہا

(۴) عشق ومحبت کے اس تقاضے کو ایک عاشق بخوبی جانتا ہے کہ جب یادِ معشوق اس کو بیقرار کردیتی ہے تو وہ کھانے پینے کو ترک کردیتا ہے۔ دنیا کی دلکش سے دلکش چیزیں موجود ہوتی ہیں مگر عاشق کا دل کسی کو بھی نہیں چاہتا۔ یہی حال روزہ میں روزہ دار کا ہے حکم الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے اس کی محبت اور جبروت وعظمت حضرت انسان کو اکل وشرب کا صحیح تارک بنادیتی ہے کیا اس سے زیادہ کوئی اور عشق ومحبت ہو سکتی ہے جب کہ حضرت انسان محض اللہ تعالیٰ کے لئے ماہ رمضان کے آنے پر معاً ان نعمائے الٰہی کو ترک کردیتا ہے جن کو کہ وہ اس سے پہلے دن رات کھانے پینے کا عادی تھا۔

(۵) علم النفس کے ماہرین اس مسئلہ کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ قدرت نے انسان میں قوا اس ترکیب سے رکھے ہیں کہ ایک قوت کی مدد سے دوسری قوت تربیت پاتی ہے اگر اس قدر اصول وقانون پر روزہ کی حقیقت کو دیکھا جائے تو روزہ میں سو بات کی ایک بات جو نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ جب حالت روزہ میں حکم اللہ کے مطابق حلال چیزوں کو چھوڑ دینے کی طاقت ترقی پالیتی ہے پھر اس کی مدد سے حرام اشیاء کو ترک کرنے کی قوت خود بخود ہی تربیت پاجاتی ہے کیونکہ یہ تو غیر ممکن ہے جو شخص خوف الٰہی سے حالت روزہ میں حلال اشیاء کو ترک کردینا اپنا فرض سمجھتا ہے وہ حرام چیزوں اور دیگر ہر قسم کے امور ممنوعہ کو نہ چھوڑے۔

(۶) چونکہ روح اور جسم میں ایک خاص تعلق ہے اس لئے اطباء نے جہاں جسم کو سال میں ایک دفعہ مسہل دیا جانا ضروری خیال کیا ہے وہاں طبیب حقیقی نے بھی روح کے لئے سال کے بعد ایک بار روزہ کا مسہل فرض کیا تاکہ مواد فاسدہ اور غلیظ خلطیں جمع ہو کر جسم وروح کو خراب نہ کریں۔

(۷) مخالفینِ اسلام اکثر اوقات یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ مسلمان روزہ رکھ کر یونہی بھوکے پیاسے مرا کرتے ہیں بھلا اس میں کیا فائدہ ہے سو عرض ہے کہ بھوکا وپیاسا رہنا حضرت انسان کے لئے زحمت نہیں بلکہ رحمت ہے۔ حکماء سے جاکر پوچھ لیجئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا کہ انسان کو کئی ایک بیماریاں ایسی لاحق ہوتی ہیں جن کا علاج صرف بھوک پیاس ہی ہوتا ہے اور بس۔

(۸) جس طرح جسمانی صحت کے لئے اطباء نے بھوک پیاس کو مفید خیال کیا ہے ایسا ہی زاہدوں اور عابدوں نے بھوک کو تزکیہ نفس وصفائی قلب کے لئے اکسیر ثابت کیا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں۔

(الف) الجوع سید العمل۔ یعنی بھوک تمام عملوں کی سردار ہے۔

(ب) الجوع مخ العبادۃ۔ یعنی بھوک تمام عبادتوں کا مغز ہے۔

(ج) الجوع طعام الانبیاء یعنی بھوک نبیوں کی خوراک ہے۔

(د) طھروا قلوبکم بالجوع لتنظروا الی عظمۃ اللہ تعالیٰ۔ یعنی تم اپنے دلوں کو بھوک سے صاف کرو تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت وجبروت کو دیکھ سکو۔[1]

الغرض بھوک وپیاس تزکیہ نفس کے لئے ایک کامل ذریعہ ہے جس کا نبیوں کے علاوہ رشیوں اور منیوں نے بھی اعتراف کیا ہے۔ (۱۲ جون ۲۵ء)

سوال: بچہ کو دودھ پلانے کے زمانہ میں کیا رمضان کے روزے کی قضا لازم ہے؟ یا فدیہ ادا کرنے سے فرض کی ادائی ہوسکتی ہے؟ اگر دوسرے رمضان تک روزے کی قضا پوری نہ کرسکے بوجہ کمزوری بچہ یا اندیشہ علالت تو ایسی صورت میں فدیہ ہوسکتا ہے اگر ہوسکتا ہے تو اس کی مقدار کیا ہوگی؟

جواب: مرضعہ کو ضعف شدید ہو۔ مقوی غذائیں کھانے سے بھی جس کی تلافی نہ ہوسکے تو روزہ ملتوی کردے۔ اگر بچہ شیر گائے پی سکے تو اس کا دودھ چھڑا دے۔ قال اللہ تعالیٰ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَن تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اگر وہ بہت کمزور ہے تو طعام مسکین فدیہ دیدے یعنی روزانہ ایک سائل کو کھانا کھلا دے۔ پ ۲ ع ۱۴۔ (اہلحدیث ۱۴ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ)

سوال: زید کہتا ہے کہ رمضان وغیر رمضان میں ماسوا گیارہ رکعتوں معہ وتر کے آنحضرت سے ثابت نہیں۔ بایں وجہ شب قدر نوافل پڑھنا جائز نہیں۔ بلکہ سو جاسکتے ہیں۔ بکر کہتا ہے

---

[1] راقم مضمون نے ان روایات کو بغیر حوالہ ہی نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (محمد داود راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ امر صحیح ہے مگر شب قدر جس کے فضائل حدیثوں میں کثرت سے موجود ہیں منجملہ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک رات کی عبادت ہزار راتوں کے برابر ہے۔ خصوصاً رمضان میں نوافل کا درجہ فرائض کے برابر ہے اس لئے نوافل کا پڑھنا ازبس ضروری ہے۔ کیا شب قدر میں تراویح کے علاوہ علیحدہ علیحدہ نوافل پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (ایک خریدار)

جواب: نوافل پڑھنے کے لئے کوئی وقت مخصوص نہیں ہے حدیث شریف میں عام ارشاد ہے کہ بندہ نفل پڑھنے سے خدا کا مقرب ہو جاتا ہے اس لئے تراویح کے علاوہ ہر رات نفل پڑھنے جائز ہیں بحکم مَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ شب قدر ہو یا دوسری طاق راتیں ہوں اس کام کے لئے سب برابر ہیں بحکم حدیث إنما الاعمال بالنيات صورت مسئولہ بھی جائز ہے منع کی کوئی وجہ نہیں۔ اللہ اعلم (اہلحدیث ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ)

سوال: زید سے بوجہ مرض پندرہ روزے چھوٹ گئے تھے۔ بربنائے لاعلمی بیوی زید مذکور نے کل بقیہ روزے خود رکھ لئے۔ اب زید سوال کرتا ہے کہ آیا مجھے کیا حکم ہے کیا روزے رکھنے ہی پڑیں گے یا معاف ہیں یا مسکینوں کو طعام دینے سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔ (خریدار)

جواب: صورت مرقومہ میں زید کی طرف سے روزے کوئی دوسرا نہیں رکھ سکتا تندرست ہے تو ہر حالت میں اسے رکھنے پڑیں گے اور اگر ضعیف ہے تو پندرہ روزوں کے بدلے پندرہ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ بحکم قرآن مجید فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ (پ۲)

(اہلحدیث ۲۰ رمضان ۱۳۶۲ھ)

شرفیہ: یہ حکم پیر فرتوت یعنی بوڑھے پھونس کے لئے ہے مرد ہو یا عورت کذا قالہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کما فی صحیح بخاری۔ یہ اس کے لئے ہے جس کی روزے پر قوی ہونے کی قطعاً امید نہیں اور کے لئے نہیں ہے۔ بحکم فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ بعد صحت و قوت قضا کرنا لازم ہے۔ (ابوسعید شرف الدین)

سوال: حاملہ یا مرضعہ روزہ ترک کردے (ترمذی) قضا کا ذکر نہیں وَالْعَافِيَةُ تُغْتَمَنُ مُسْكِتٌ نیز ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ زیر نظر رکھتے ہوئے جواب عطا فرمائیں۔ (سائل مذکور)

جواب: حاملہ اور مرضعہ بیمار کے حکم میں ہیں اس لئے فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ کا حکم ان کو بھی شامل ہے۔ (اہل حدیث، ۱۳ رمضان ۱۳۶۲ھ)

تشریح: دودھ پلانیوالی اور حمل والی عورت اگر روزہ نہ رکھ سکے تو وقت پر روزہ توڑ کر بعد کو قضا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں۔ اس بارے میں بہت سے احادیث اور آثار وارد ہیں ان میں سے کچھ دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے عن انس بن مالک الکعبی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ وضع من المسافر شطر الصلوۃ والصوم عن المسافر وعن المرضع والحبلی رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ۔ انس بن مالک الکعبی سے مروی ہے انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ نے مسافر سے نصف نماز اٹھایا ہے اور روزہ مسافر اور دودھ پلانے والی اور حمل والی عورت سے اٹھایا۔

آیۃ کریمہ اور حدیث میں بالتصریح یہ بات ظاہر ہے کہ مسافر کو بعد مقیم ہو جانے کے روزہ قضا کرنا چاہیے اور جب مرضع کا عطف مسافر پر ہے اور حمل کا مرضع پر تب مرضعہ اور حاملہ کو بھی مسافر پر قیاس کیا جائے گا۔ موطا امام مالک میں حاملہ کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں قال مالک واھل العلم یرون علیہا القضاء کما قال اللہ عزوجل فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ویرون ذلک مرضا من الامراض مع الخوف علی ولدھا۔ امام مالک نے کہا اور اہل علم روایت کرتے ہیں کہ حاملہ پر روزہ کی قضا ہے جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا مسافر پس گنتی ہے دوسرے دنوں سے۔ روایت کرتے ہیں کہ وہ جمیع امراض سے ایک مرض ہے ساتھ خوف کرنے اولاد اپنی سے یعنی حاملہ بمنزلہ مریض کے ہے اور مریض کو جب بعد المرض روزہ فوت شدہ کو قضا کرنا چاہیے تو اسی طرح حاملہ کا بھی حال ہے۔ تفسیر خازن میں آیت مذکورہ کے تحت میں ارقام فرماتے ہیں "الحامل والمرضع اذا خافتا علی ولدیھما افطرتا وعلیھما القضاء والکفارۃ" یعنی حمل والی اور دودھ پلانے والی جب اپنی اولاد پر خوف کریں تو افطار کریں اور ان دونوں پر قضا اور کفارہ ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ بخاری شریف کے جزء اٹھارہویں میں ارشاد فرماتے ہیں وقال الحسن وابراھیم فی المرضع والحامل اذا خافتا علی انفسھما او ولدھما تفطران وتقضیان۔ یعنی دودھ پلانیوالی اور حمل والی کے بارہ میں حسن بصری اور ابراہیم نے کہا کہ وہ دونوں اگر اپنے نفس پر یا ان کی اولاد پر خوف کریں تو افطار کرلیں۔ اور بعد کو وہ روزہ قضا کریں۔ اسی کے ماتحت میں ابن حجر فتح الباری میں حسن بصری سے روایت کرتے ہیں قال المرضع اذا خافت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی ولدھا افطرت واطعمت والحامل اذا خافت علی نفسھا افطرت وقضت وھی بمنزلة المریض (ترجمہ) حسن بصریؒ نے کہا دودھ پلانے والی جب خوف کرے اپنی اولاد پر تو افطار کرے اور مسکین کو کھانا کھلا دے اور حاملہ جب اپنے جی پر خوف کرے تو افطار کرے اور بعد کو قضا کرے اور وہ بمنزلہ مریض کے ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ حاملہ بمنزلہ بیمار کے ہے۔ اور بیمار کے بارہ میں خداوند کریم صاف فرماتا ہے فعدة من ایام اخر یعنی مریض اگر رمضان شریف میں روزہ نہ رکھ سکے تو پیچھے کو قضا کرے۔ علامہ شمس الحق صاحب فاضل عظیم آبادی عون المعبود شرح ابی داؤد میں حدیث مذکورة الصدر کے تحت بیان فرماتے ہیں۔ الحامل والمرضع یفطران ابقاءً علی الولد ثم یقضیان ویطعمان من اجل ان افطارھما کان من اجل غیر انفسھما۔ حاملہ اور مرضعہ ان کی اولاد کو باقی رکھنے کے لئے افطار کریں پھر قضا کریں اور کھانا کھلائیں۔ اس لئے کہ ان دونوں کا افطار غیر کے لئے ہے۔ اب رہا وہ قول جو کہ سبل السلام میں ابن عباس اور ابن عمر سے مروی ہے کہ الحامل والمرضع انھما یفطران ولا قضاءً حامل اور مرضعہ کے بارہ میں عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر نے فرمایا کہ وہ دونوں افطار کریں اور ان پر قضا نہیں ہے۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ آیت قرآنی اور حدیث نبوی رہتے ہوئے قول صحابی ہمارے لئے حجت نہیں ہے الخ (راقم محمد عزت اللہ غفرلہ المدرس ازجہال گنج ۸ ؍ ۲ ؍ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ)

سوال: زید بیسویں رمضان کو صبح کی نماز پڑھ کر اعتکاف میں بیٹھ گیا۔ آیا اس کا یہ فعل سنت کے مطابق ہے؟ (عبد الحمید از قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ)

جواب: اکیسویں شب مغرب کے بعد اعتکاف بیٹھ جانا چاہیئے۔ یہی سنت ہے۔ (اہلحدیث ۹ رشوال ۱۳۶۵ھ)

شرفیہ: حدیث صحیح میں نماز صبح کے بعد ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد ان یعتکف صلی الفجر ثم دخل معتکفہ متفق علیہ کذا فی بلوغ المرام یہ ہوگا کہ بیسویں کی صبح کی نماز کے بعد اعتکاف میں بیٹھ جائے۔ تاویل لغو ہے۔ (ابو سعید شرف الدین)

تشریح: از قلم حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدرس مدرسہ میاں صاحب مرحوم دہلی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے روزہ کی نیت کرنی ضروری ہے۔ فرضی روزہ کی نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے فجر سے پہلے اس کی نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں ہوتا۔ (ترمذی شریف) نیت کہتے ہیں ارادۂ قلب کو زبان سے کوئی مروجہ لفظ بصوم غد وغیرہ کہنے کی کوئی دلیل قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ روزہ رکھنے کے لئے سحری کھانا باعث برکت اور ثواب عظیم کا موجب ہے۔ مومن کے لئے بہترین سحری کھجور ہے یعنی کھجور ضرور کھانی چاہیے۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ جا بجا مساجد میں سحری کی اذان کا اہتمام کیا جائے۔ جو اذان فجر سے کچھ وقت پہلے ہو۔ کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سحری اور نماز پڑھنے کا درمیانی وقفہ پچاس آیات پڑھنے کے برابر ہوتا تھا۔ اگر سحری کھاتے ہوئے صبح کی اذان ہو جائے تو اپنے لقمہ اور حاجت کو جلدی پورا کر لینا چاہیے (مشکوٰۃ، ترمذی) روزہ کی حالت میں غیبت۔ چغلی جھوٹ سے بچو۔ فحش بے حیائی۔ بدگوئی سے احتیاط کرو۔ جو شخص جھوٹے قول عمل اور عقیدہ کو نہیں چھوڑتا۔ اللہ کو اس کے روزہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی روزہ دار سے لڑنے جھگڑنے لگے تو روزہ دار کو چاہیے کہ اس کی بات کا کوئی جواب نہ دے بلکہ کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔ احتلام ہو جانے سے۔ خود بخود قے آنے سے۔ مسواک کرنے سے۔ سرمہ۔ تیل لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا (ترمذی شریف) سورج غروب ہوتے ہی افطاری کا وقت ہو جاتا ہے۔ روزہ تر کھجوروں سے اگر تر نہ ملیں تو خشک سے ورنہ پانی سے افطار کرنا سنت ہے۔ حدیثوں میں روزہ کھولتے وقت یہ دعا پڑھنی آئی ہے:۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ (مشکوٰۃ المصابیح) اس دعا میں چند الفاظ وبک آمنت وغیرہ لوگوں نے بڑھا رکھے ہیں حالانکہ وہ بے ثبوت ہیں۔ ایک مسلمان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھلائے ہوئے اور بتائے ہوئے الفاظ بس کافی ہیں۔ دین میں ایجاد اور زیادتی کا نام ہی تو بدعت اور غلو ہے۔ خدا ہر مسلمان کو ان دونوں چیزوں سے محفوظ رکھے۔ روزہ کھولنے کے بعد یہ دعا بھی سنت ہے۔ ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ (ابوداؤد شریف) جو شخص کسی روزہ دار کو کھانا کھلائے تو روزہ دار کہے اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰئِكَةُ (ابن ماجہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں رات کو گیارہ رکعتیں نفل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی تراویح معہ وتر پڑھا کرتے تھے۔ یہی سنت اور زیادہ اجر فضیلت کا موجب ہے۔ اس کے علاوہ زیادہ رکعتیں مقرر کرلینا۔ ہمیشہ بیس رکعت پڑھنا اور سنت سمجھنا خلاف ہے۔ یہ کسی حدیث نبوی سے بہ سند صحیح کہیں ثابت نہیں۔

رمضان شریف کے آخری عشرہ کی طاق راتوں (۲۱-۲۳-۲۵-۲۷-۲۹) میں سے ایک شب قدر ہوتی ہے۔ اس میں بکثرت تلاوت قرآن - ذکر الٰہی تسبیح تہلیل اور خدا کی عبادت نہایت شوق و ذوق سے کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔ شب قدر میں گنا ہگاروں کی گریہ و زاری۔ توبہ استغفار عباد کی رغبت دیکھنے کے لیے مسلمانوں سے ملاقات اور مصافحہ کرنے کے لیے جبرئیل علیہ السلام معہ فرشتوں کے زمین پر آتے ہیں۔ مزاروں، خانقاہوں، یا جس گھر میں نشے کی چیز ہو۔ نشہ باز شخص ہو۔ باجے اور تصویریں ہوں۔ وہاں فرشتے نہیں جاتے۔ شرابی۔ ماں باپ کا نافرمان مسلمانوں سے بغض و بیر رکھنے والا اس رات میں بھی بخشش سے محروم رہتا ہے اس رات میں یہ دعا پڑھنی سنت ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (مشکوٰۃ) اعتکاف کرنا نہایت ثواب کی بات ہے۔ مرد و عورت دونوں کیلیے اعتکاف کرنا جائز ہے۔ اکیسویں شب مسجد میں رہ کر نماز صبح کے بعد اعتکاف کی جگہ داخل ہونا چاہیے اور مسجد کے گوشہ میں خلوت اختیار کر کے ذکر الٰہی تسبیح تہلیل تلاوت قرآن، احادیث کا مطالعہ وغیرہ عبادات صبح و شام ہر وقت کرتے رہیں۔ پاخانہ پیشاب یا اور کسی ضرورت شدید کے بغیر مسجد سے باہر نہ نکلیں۔ اعتکاف عید الفطر کے چاند ہونے تک کریں۔ (بخاری، ابن ماجہ)

صدقۃ الفطر روزوں کی طہارت ہے۔ ہر مسلمان مرد و عورت چھوٹے بڑے امیر غریب آزاد و غلام لونڈی پر کھجور۔ کشمش۔ پنیر۔ گیہوں۔ جو کا ایک صاع (جو بحساب انگریزی تقریباً پونے تین سیر ہوتا ہے) واجب و فرض ہے۔ یہ نماز عید سے پہلے ادا کرنا چاہیے۔ نماز کے بعد دینے سے صدقۃ الفطر ادا نہ ہوگا۔ فطرہ میں غلہ دینا افضل صورت ہے۔ قیمت بھی جائز ہے۔ اور گیہوں کا آدھا صاع بھی درست ہے (بلوغ المرام)

لوگوں میں رمضان کے آخری جمعہ کو رسم الوداع مروج ہے اور وہ اس دن روزہ چھوڑ کر حلیم وغیرہ کھانے کے لیے گاؤں سے شہروں میں آتے ہیں۔ حالانکہ خدا و رسول نے کہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا حکم نہیں فرمایا۔ مسافر و مریض اور حائضہ کو ایام سفر میں مرض اور حیض میں روزہ معاف ہے۔ مگر دوسرے دنوں میں قضا واجب ہے۔ حاملہ۔ مرضعہ۔ دائم المریض بوجہ تکلیف روزہ نہ رکھ سکے تو ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔ میت کے فوت شدہ روزے اس کے وارث رکھ لیں۔ یا ہر روزہ کے عوض مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ صدقۃ الفطر زکوٰۃ کی طرح نظام کے ماتحت بیت المال میں جمع ہونا چاہیئے۔ جہاں بیت المال قائم نہیں ہے وہاں اس کا عمل میں آنا ضروری ہے تاکہ وقتاً فوقتاً دینی امور کی انجام دہی اور قوم کے غرباء و فقراء۔ اہل حوائج پر امام اس بیت المال کو خرچ کرتا رہے۔ دراصل اسلام کا اہم مقصد زکوٰۃ اور صدقات نکالنے سے یہی ہے کہ وہ ایک جگہ جمع ہوں اور پھر قوم کی مفلسی و ناداری پر خرچ کر کے قوم کو بحال کیا جاوے زمانہ خیر میں زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر کی ادائیگی کے لیے امام وقت اور بیت المال کا قیام نہایت ضروری سمجھا گیا تھا۔ فقط والسلام۔

(۱۰ اگست ۱۹۴۵ء)

سوال: رمضان شریف میں سحری کھانے کے لئے اذان دے سکتے ہیں یا نہیں اگر دیں تو سنت کے خلاف ہوگا یا نہیں؟ (دین محمد ساکن جبوڑ دعا)

جواب: اذان دے سکتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ صبح صادق سے پہلے اذان اس لئے دیتے ہیں کہ تم نماز تہجد کے لیے اٹھ سکو۔ (اہلحدیث شوال ۱۳۶۵ھ)

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ روزہ دار اگر بطور علاج دوائی کا ٹیکہ لگوا لے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ دوائی کا دخول براہ دہن معدہ میں نہیں ہے۔ اور اگر اسی طرح تمباکو منہ میں رکھا جائے اور اس کا رس باہر تھوک دیا جائے تو پھر بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ دوسرا شخص کہتا ہے کہ جس طرح دوائی کے کھانے پینے سے روزہ فاسد ہوتا ہے اسی طرح ٹیکہ سے بھی فاسد ہو جاتا ہے۔ دونوں میں سے کون حق پر ہے؟۔ (فقیر محمد اشرف از قلعہ میاں سنگھ)

جواب: صورت مرقومہ میں تمباکو سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ ٹیکہ سے نہیں کیونکہ تمباکو کا اثر تھوک کے ذریعے بے خبری میں معدہ میں ضرور جاتا ہے جس کو انسان روک نہیں سکتا۔ اللہ اعلم۔ اہلحدیث۔ ۲۔ شوال ۱۳۶۵ھ)

سوال: اگر کوئی آدمی اپنی عورت سے روزہ کی حالت میں مباشرت کرتا ہوا محتلم ہو گیا تو اس کا روزہ رہا یا نہیں؟۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اس کے بدلے میں ساٹھ روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث ۷، ۲ صفر ۱۳۶۵ھ)

سوال: اگر نماز عید کا خطبہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے ادا کیا جائے تو اس کے جائز یا ناجائز ہونے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ (غلام نبی سرینگر)

جواب: جائز ہے۔ ہمارے ہاں عیدگاہ میں یہی ہے، سب جگہ یہ آلہ لگایا جاتا ہے۔ (اہلحدیث ۲۳ شوال ۱۳۶۵ھ)

سوال: صحابہ کرام میں کسی صحابی نے بیس رکعت تراویح پڑھی ہیں کہ نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب: انفرادی طور پر بعض صحابہ نے بیس بھی پڑھی ہیں۔ چالیس بھی پڑھی ہیں مگر جماعت آٹھ ہی کی ہوتی تھی۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی نے تراویح کے امام کو حکم دیا تھا کہ آٹھ رکعت تراویح وتر مجموعہ گیارہ رکعت پڑھائیں۔ چنانچہ وہ ایسا ہی کرتے تھے۔ یہ مضمون مؤطا امام مالک اور قیام اللیل مروزی میں بتصریح ملتا ہے۔ اللہ اعلم (اہلحدیث ۲۳ شوال ۱۳۶۵ھ)

مفصل بحث کتاب الصلوٰۃ میں گذر چکی ہے۔ (راز)

سوال: نابینا حافظ قرآن کی امامت نماز فرض اور تراویح کرانی جائز ہے یا ناجائز؟ چونکہ اس کے متعلق تین گروہ ہیں۔ ایک کہتا ہے تراویح ہو سکتی ہے۔ فرض نہیں ہو سکتی۔ دوسرا گروہ کہتا ہے۔ تراویح بھی فرض بھی دونوں ہو سکتے ہیں۔ تیسرا گروہ کہتا ہے نہ فرض ہو سکتے ہیں نہ تراویح ہو سکتی ہے۔ نابینا حافظ کی امامت ہی کسی صورت میں درست نہیں ہے۔

(حکیم اللہ بخش جالندھری بگڑا۔ بنگال)

جواب: نابینا کے پیچھے ہر نماز جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ام مکتوم نابینا رضی اللہ عنہ کو امام پنجوقتہ بنایا تھا۔ (اہلحدیث امرتسر ۲۳ جنوری ۱۹۳۱ء)

سوال: حافظ قرآن کو جو تراویح میں قرآن شریف ختم کرتے ہیں گویا انجن جوڑ دیتے ہیں۔ انجن بھی اس رفتار پر کہ اخیر کے درجہ پر چلاتے ہیں۔ پیچھے لقمہ دینے والا کوئی حافظ موجود نہ ہو تو ایسی حالت میں نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب: قرآن مجید کو آہستگی سے پڑھنا چاہئے خدا نے فرمایا ہے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا جو لوگ اتنا جلدی پڑھتے ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنی ایک رسمی چیز ہے اصلی نہیں۔ (اہلحدیث امرتسر ۲۳ جنوری ۱۹۳۱ء)

سوال: رمضان المبارک میں تراویح اور تہجد دونوں ہیں یا تہجد کے بدل تراویح؟

(سائل مذکور)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: اگر تراویح پہلے وقت میں پڑھے تو صرف تراویح ہے۔ پچھلے وقت پڑھے تو تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث امرتسر ۲۲ جنوری ۱۹۳۱ء)

سوال: روزہ دار بدن کو تیل یا آنکھ میں سرمہ اور دوائی لگا دے تو روزے میں تو کوئی نقص نہیں آتا؟ (سائل مذکور)

جواب: تیل وغیرہ بیشک سے کوئی حرج نہیں۔ کھانا پینا اور جماع منع ہے۔ اللہ اعلم۔ (۲۲ جنوری ۱۹۳۱ء)

سوال: اہل حدیث مع بنگلور کے لئے نماز عید ادا کرنے کے لئے حکومت موجودہ کی طرف سے زمین عطا کی گئی ہے۔ اس کی حدود اربعہ آہنی خار دار تاروں سے محصور کی گئیں اور جانب مشرق ایک دروازہ پتھروں سے بنایا گیا ہے۔ بعض اہلحدیث کہتے ہیں کہ جانب مغرب قبلہ رخ ایک دیوار جس پر چھوٹی چھوٹی مناریں ہوں (جو علامت نماز گاہ اہل اسلام ہے) بنا دی جائے تاکہ یہ زمین ہمیشہ کے لئے بحق اہلحدیث محفوظ و مطمئن رہے تو آئندہ کا خوف ہے کہ حکومت موجودہ اس عطا کردہ زمین کو بوجہ عدم علامات نماز گاہ اہل اسلام بحق سرکار ضبط کر لے۔ گو بعوض اس کے کوئی دوسری زمین عطا کر دے۔

اس تجویز کے بعض اہلحدیث مخالف ہیں کہ یہ بدعت ہے، سنت کے خلاف ہے اس پر بعض اہل حدیث جو مجوز ہیں کہتے ہیں کہ حدود اربعہ کو محفوظ کرنا اور دروازہ بنانا بھی تو خلاف سنت ہے یہ جائز اور وہ بدعت کیوں ہے؟ براہ کرم اس کا جواب اہلحدیث میں شایع فرمائیں۔ (حاجی دی کے عبد اللطیف عفی عنہ)

جواب: بدعت نہیں، بلکہ بضرورت جائز ہے۔ بدعت اس کام کو کہتے ہیں جس کو شریعت نے کار ثواب نہ کہا ہو اور عامل اس پر ثواب کی نیت کرے۔ صورت مرقومہ ایسی نہیں بلکہ نیت رفع مضرت ہے۔ امرتسر کی عیدگاہ اہلحدیث میں بھی امتیازی صورت بنی ہوئی ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ

(اہلحدیث امرتسر ۸ اپریل ۱۹۳۲ء)

سوال: خواہ مخواہ ستائیسویں کو ہی لیلۃ القدر مقرر کرنا اور حنفیوں کے مطابق صرف اسی دن کو شب قدر منانا خلاف سنت ہے یا نہیں۔ اور راتوں کو چھوڑ کر؟ جواب خلاصہ اور مدلل ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: بعض احادیث میں ایسے نشان آئے ہیں جن سے ستائیسویں رات کو ترجیح حاصل ہوتی ہے اس لئے رواج ہوگیا۔ مگر اصح یہی ہے کہ سب طاق راتوں میں تلاش چاہیئے۔ (۲۷ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مارچ ۱۹۳۱ء)

سوال: زید کہتا ہے کہ رمضان المبارک کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنے کے لئے جاگنا سنت ہے خواہ وعظ کی مجلس میں شریک ہوکر جاگے یا گھر میں عبادت کرے۔ وعظ بھی عبادت ہے۔ بکر کہتا ہے کہ شرع اسلام نے ہر وقت کے لئے ایک عبادت اور ہر عبادت کے لئے ایک طرز مقرر کیا ہے لہٰذا ہر عبادت اپنے مقررہ طرز پر ادا کی جائے تو عبادت ہے ورنہ بدعت۔ نیز سنت نبوی اور آثار صحابہؓ سے کہیں ثبوت نہیں ملتا کہ ان راتوں میں رات رات بھر وعظ ہوئے ہوں۔ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو فرمایا کہ اٹھو اور اللہ کی عبادت کرو۔ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ راتوں کو ضرورت کے وقت بات کرنا جائز ہے نہ کہ وعظ کا ثبوت نکلتا ہے ہم بھی اگر اپنے اہل بیت کو ان راتوں میں اٹھا کر عبادت کرنے کو کہیں تو سنت نبوی پر عمل ہوتا ہے اور موجودہ مجالس وعظ اس رات کی عبادت نہیں بلکہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان ایک حجاب ہے جو لیلۃ القدر کی برکتوں سے محروم رکھتا ہے اور مجالس میں جاگنے والوں سے پوچھو کہ کبھی کسی نے لیلۃ القدر دیکھا۔ ہمارا مہربانی کتاب و سنت کی روشنی میں بتایا جائے کہ ان دونوں میں کون حق پر ہے۔ (محمد رفیع از دہلی)

جواب: وعظ کہنا یا وعظ سننا بھی عبادت ہے۔ حدیث شریف میں ہے تدارس ساعۃ من اللیل خیر من احیائہا۔ یعنی شب ایک گھڑی علمی بات چیت کرنا ساری رات کی عبادت سے اچھا ہے۔ اس حدیث سے ہمارا دعویٰ ثابت ہے کہ وعظ گوئی یا وعظ شنوی سب عبادت ہے۔ پس زید کا قول صحیح ہے۔ اللہ اعلم (اہلحدیث ۱۲۵ رمضان ۱۳۵۱ھ)

سوال: تراویح میں ایک شخص تو حافظ قرآن سناتا ہے لیکن سامعین جماعت میں کوئی حافظ سامع نہیں اگر ایسے وقت کوئی ناظرہ قرآن شریف صف اول میں بیٹھ کر سنتا رہے اور لوٹاتا رہے، اور وقت رکوع و سجود شریک جماعت ہوجایا کرے تو از روئے شرع جائز ہے یا ناجائز۔؟ (محمد عثمان ماستی)

جواب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام تراویح میں امام ہوتا تو قرآن مجید دیکھ کر پڑھتا تھا اور حضرت عائشہ اس کی اقتدار میں نماز پڑھتی تھیں اس واقعہ پر قیاس کیا جائے تو صورت مرقومہ جائز ہے۔ اللہ اعلم۔ (۱۰ ۱۳ جنوری ۱۹۳۱ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: حضور اکرم صلعم نے تین یوم نماز تراویح باجماعت مع الوتر صحابہ کرام کو پڑھائی یا وتر اس وقت آپ نے نہیں پڑھا اور کیا نماز تراویح اور تہجد ایک نماز ہے یا علیحدہ علیحدہ؟

جواب: نماز تہجد تو سارے سال میں ہوتی ہے تراویح خاص رمضان میں ہے اگر کوئی شخص پہلے وقت میں تراویح نہ پڑھے آخر وقت میں پڑھے تو نماز تہجد بھی ہو جائے گی اور تراویح بھی زیادہ کرید کرنے کی ضرورت نہیں آنحضرت علیہ السلام نے جن تین دنوں میں قیام رمضان کیا تھا ان میں وتروں کا ذکر مجھے نہیں ملتا۔ اللہ اعلم (۲۴ رمضان ۱۳۶۴ھ) اس کے متعلق گذارش ہے کہ وتروں کا ذکر صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان میں حضرت جابرؓ کی روایت سے ان الفاظ کے ساتھ ملتا ہے۔ عن جابر انه صلی الله علیه وسلم صلی بهم ثمان رکعات والوتر ثم انتظروه فی القابلة فلم یخرج الیهم (سبل جلد نمبر ۲ ص ۱۳ قیام اللیل ص ۹۱ معجم صغیر طبرانی ص ۱۰۸ وغیرہ)

(ابو الحسنات علی محمد سعیدی صدر وی فیروز پوری ۱۳ شوال ۱۳۶۴ھ)

سوال: پندرہویں شب شعبان کو کیا شب قدر کا کوئی ثبوت ہے اس شب کو ثواب جان کر تلاوت۔ یا عبادت کرنا کیسا ہے؟۔ (عبد الماجد بریلی)

جواب: اس رات کے متعلق ضعیف روایتیں ہیں اس دن کوئی کار خیر کرنا بدعت نہیں ہے! بلکہ بحکم انما الاعمال بالنیات موجب ثواب ہے۔ اللہ اعلم (۵ رمضان ۱۳۶۳ھ)

سوال: شام کے وقت آسمان پر ابر ہو گیا بہت انتظار کے بعد یقین کیا کہ سورج غروب ہو گیا ہو گا اور روزہ افطار کر دیا گیا تو پھر سورج نے دکھائی دی اور چھپ گیا۔ اب روزہ دار دوبارہ روزہ رکھیں یا وہ روزہ غلطی والا ہی کافی ہے۔ (عبد العزیز جالندھری)

جواب: ایک روزہ قضا کرے کیونکہ اَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ کی تعمیل نہیں ہوئی عدم تعمیل غلط فہمی کی وجہ سے ہے۔ اس لئے کفارہ نہیں ہے۔ اللہ اعلم (۵ رمضان ۱۳۶۳ھ)

سوال: زید بیسویں رمضان کو صبح کی نماز پڑھ کر اعتکاف بیٹھ گیا۔ آیا اس کا یہ فعل سنت کے مطابق ہے؟ (عبد الحمید از قلعہ میاں سنگھ۔ ضلع گوجرانوالہ)

جواب: اکیسویں شب مغرب کے بعد اعتکاف بیٹھ جانا چاہیئے۔ یہی سنت ہے۔
(۹ شوال ۱۳۶۵ھ)

سوال: رمضان میں زید خشکی کے راستے جا رہا تھا۔ چار پانچ کوس تک ایسے پہاڑ پر ہو کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راستہ تھا جہاں بجز پتھر کے دوسری چیز گھاس پانی مٹی نہ تھی۔ جس سے افطار کرے زید نے اپنی رائے سے بیوی سے ملاپ کیا اور بیٹی کا بوسہ لیا۔ سوال یہ ہے کہ تینوں کا روزہ ہوا یا نہیں اور شرعاً تینوں پر کیا حکم صادر ہے؟

جواب: جماع اکل و شرب کی طرح مفطر ہے اس لئے کوئی حرج نہیں بیٹی کا بوسہ اگر شفقت پدری کی نیت سے لیا تو خیر اگر بدنیتی سے لیا تو سخت مجرم ہے روزہ صحیح ہوگا۔

(۲ محرم ۱۳۳۶ھ)

سوال: سال تمام میں حرام روزے کتنے اور کونسے ہیں؟

جواب: دونوں عیدوں کے روزے حرام ہیں۔ (۲ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ)

شرفیہ: ایام تشریق میں بھی روزہ رکھنا منع ہے قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ایام التشریق ایام اکل و شرب و ذکر اللّٰہ عز وجل' رواہ مسلم۔ یعنی ایام تشریق ذی الحجہ کی ۱۱۔۱۲۔۱۳ تواریخ کھانے پینے اور یاد الٰہی کے دن ہیں۔

(ابوسعید شرف الدین)

سوال: رمضان المبارک میں اعتکاف اگر ایک ہی شخص محلے کا کرے تو کیا سب کی طرف سے کافی ہے۔

جواب: حنفیہ کے نزدیک اعتکاف سنت کفایہ ہے ان کے نزدیک تو ایک کا بیٹھنا سب سے کفایت کرتا ہے مگر اس دعوے کی دلیل میرے ناقص علم میں نہیں اس لئے اس کو عین سنت جانتا ہوں آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی ساری بیویاں مع آنحضرتؐ کے اعتکاف بیٹھتی تھیں۔ گو آپؐ نے ان کو اٹھا دیا تھا مگر اس کی وجہ کچھ اور تھی۔ (۲۳ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ)

سوال: اعتکاف کا پردہ نہیں ایسا کہ اندر سے باہر کا آدمی نظر آدے، ہونے سے اعتکاف ہوگا یا نہیں؟

جواب: پردہ سے غرض یہ ہے کہ بیٹھنے والا گوشہ نشین رہے۔ باریک کی وجہ سے کوئی اسے دیکھے یا وہ کسی کو دیکھے کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اعتکاف نشین مرد ہو عورت نہ ہو۔

(۲۶ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ)

سوال: ایک لڑکا ۱۴ برس کا جس پر ایک ماہ کا روزہ باقی تھا انتقال کر گیا اب کیا کیا جاوے۔

جواب: لڑکا اگر بیماری ہی میں مرگیا ہے تو روزے معاف ہیں اگر اچھا ہو کر اس نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روزے نہیں رکھے تو فی روزہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں فدیۃ طعام مسکین۔ حالت شیر خوارانی میں بھی روزہ رکھنے کا حکم نہیں بعد فراغت روزہ رکھے اگر بوجہ ضعف نہ رکھ سکے تو فی روزہ ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ (۴ ذی الحجہ ۳۳ھ)

شرفیہ: یہ صحیح نہیں ہے۔ بعد صحت روزے ہی رکھنے ہوں گے اور اگر قبل صحت مر جائے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات وعلیہ صیام صام عنہ ولیہ متفق علیہ اور ضعف کے باعث فدیہ کی دلیل بھی معلوم نہیں ہاں اس کے مرنے کے بعد ولی کو کھانا کھلانے کی ایک روایت ہے مگر وہ بھی مرفوع صحیح نہیں موقوف ہے۔ عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من مات وعلیہ صیام شہر رمضان فلیطعم عنہ مکان کل یوم مسکین رواہ الترمذی وقال والصحیح انہ موقوف علی ابن عمر انتہی (مشکوٰۃ ص۱۷۸ جلد ۱۔ (ابوسعید شرف الدین)

سوال: آنحضرت نے فرمایا ہے کہ رمضان المبارک میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے بند ہو جاتے ہیں تو مبارک ماہ میں کافر و مشرک کو مرنے سے کچھ فائدہ پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور فاسق و فاجر کو بھی عذاب قبر سے نجات ملتی ہے یا نہیں کیونکہ مسلم ایماندار کے لیے تو ہر حال میں نجات کی صورت ہوتی ہے۔

جواب: کافر ہو یا مشرک، مومن ہو یا فاسق بعد موت اعمال کے نتائج مرتب ہوں گے نہ کہ رمضان کے۔ دوزخ کے دروازہ بند ہونے سے کافر عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ خدا کے ہاں عذاب کئی ایک قسم کے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا۔ (۱۷ شوال ۱۳۴۳ھ)

شرفیہ: یہ بند و کشاد دوزخ و جنت صرف مومن صائم کے لئے ہے نہ کہ کافر مشرک و نافرمان کے لئے۔ ورنہ شیطان بھی تو ہے۔ فافہم و تدبر۔

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ایک شخص بہت بوڑھا ضعیف ہے۔ روزہ رکھنے کی بالکل طاقت نہیں اور مفلس بھی بیحد ہے فدیہ دینے کی بھی طاقت نہیں کیا ایسے شخص پر روزہ اور فدیہ معاف ہے۔

جواب: (از مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری) بہت بوڑھا شخص غیر متحمل نادار مفلس محض پر روزہ بھی فرض نہیں اور کفارہ بھی نہیں آیت لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی دلیل ہے اصاب من اجاب۔ (خاکسار شریف احمد حسین پوری)

الجواب صحیح، کتبہ محمد عبداللہ غازی پوری۔

الجواب صحیح عبدالجبار عمر پوری

جواب صحیح ہے۔ عاجز محمد مسلم عفی عنہ میر ٹھی (۲۳ مئی ۱۹۱۲ء)

سوال: ہم لوگوں کو انتیسویں کا چاند نظر نہیں آیا۔ اس سے شعبان کی تیس گنتی پوری کر کے روزہ رکھا۔ اور قرب وجوار سے مثلاً دو میل سے لے کر چالیس میل تک کی خبریں چاند دیکھنے کی موصول ہوئیں۔ آپ فرمائیں ہم لوگ کس حساب پر طاق راتوں میں عبادت کریں اور کیا روزہ بھی قضا رکھنا ہوگا۔ (عبداللہ وزیر بانگرمو)

جواب: اگر قرب وجوار سے معتبر شہادتیں مل جائیں کہ چاند دیکھا گیا ہے تو آپ اسی حساب سے شمار رکھیں اور بعد میں ایک روزہ قضا کریں بہت دور کی شہادت آپ کے لئے حجت نہیں۔ واللہ اعلم (۱۱ نومبر ۱۹۳۵ء)

تشریح: سوال۔ (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ رویت ہلال کے لئے شرع شریف میں کوئی مسافت متعین نہیں ہے؟ اگر ہے تو کتنے میل کی؟

(۲) کیا مدراس کے مسلمان دہلی کی رویت کا اعتبار کر سکتے ہیں جب کہ دہلی ایک ہزار سے زیادہ فاصلہ پر واقع ہے۔ نیز دہلی اور مدراس کے غروب کے وقت میں نصف گھنٹہ کا فرق

(۳) کیا ریڈیو، تار، ٹیلیفون کی خبریں اور شہادتیں شریعت اسلامیہ میں قابل تسلیم ہیں۔

(۴) ریڈیو پر ایسا آدمی جو شہادت شرعی کے معیار پر صحیح اترتا ہو ہندوستان کے کسی حصہ سے اعلان کرے کہ میں نے بچشم خود چاند دیکھا تو کیا تمام ہندوستان کو عید کرنی جائز ہے؟ اسی پر ٹیلیفون، اور تار کو قیاس فرمائیں۔

(۵) کیا بارہ بجے دن کو چاند کی شرعی تحقیق ہو جائے اور شرعی شہادت کے ذریعہ ثابت ہو جائے کہ ۲۹ کو چاند ہوا تو ۱۲ بجے کے بعد روزہ توڑنا جائز ہے۔ بینوا توجروا۔

(سید عزیز اللہ از مدراس)

الجواب: دوسرے شہر کی رویت ہلال کے اعتبار میں مسافت یعنی میلوں کی تعیین کی کتاب وسنت میں کوئی نص صریح نہیں اسی لیے علمائے کرام کے اجتہادی اقوال اور مذاہب اس امر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مختلف ہیں اور سوائے قول اختلاف مطلع کے جس کی تحقیق آگے آتی ہے کوئی قول قابل وثوق نہیں۔ کریب کی روایت سے ابن عباس کے مجمل قول ہکذا امرنا سے بعض نے لکل اہل بلد رویتہم کے باب کو حدیث سمجھ لیا ہے جو بالکل غلط ہے۔ یہ تو اجتہادی قول ہے۔ اصل دلیل حدیث نبوی صوموا لرویته وافطروا لرویته (صحیح بخاری) ہے یہ خطاب عام ہے۔ کوئی مسلم کہیں چاند دیکھے چاند ہو گیا۔ عید الفطر وغیرہ کے لیے دو شخص کی رویت لازمی ہے اور روزہ رمضان رکھنے کے لیے ایک شخص کی شہادت بھی کافی ہے جس کی تفصیل سنن وغیرہ میں یہ بھی ہے کہ آخر رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ اونٹوں پہ سوار دور دراز سے ایسے وقت میں آئے کہ عید کی نماز کا وقت نہیں رہا تھا۔ یعنی بعد دوپہر وہ لوگ حاضر ہوئے تھے انہوں نے یہ شہادت دی کہ کل ہم لوگوں نے اپنے موضع یا شہر میں چاند دیکھا تھا تو آنحضرت نے اسی وقت لوگوں کے روزے افطار کرا دیئے اور دوسرے روز عید کی نماز پڑھائی۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دوسرے شہر کے لوگوں کی رویت ہلال کی شہادت کا اعتبار ہے بشرطیکہ دوسرے شہر کا مطلع اس شہر سے مختلف نہ ہو۔ مختلف مطلع یہ کہ مثلاً ایک شہر یا موضع میں دن ہے تو دوسرے میں رات ہے یا ایک جگہ ظہر کی نماز کا وقت ہے تو دوسرے میں عصر یا مغرب کا۔ اگر ایسا ہو تو پھر وہاں کی رویت دوسروں کے لئے کافی نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ یا اس کے متفق مطلع والے چاند نہ دیکھ لیں۔ اس پہ دلیل یہ ہے کہ مثلاً جس شہر یا موضع میں دوسرے شہر سے چند گھنٹے پہلے زوال ہوگا ان کو حکم ہے کہ ظہر کی نماز ادا کریں اور اس وقت دوسرے شہر والوں کو جن کا مطلع ان سے مختلف ہے اور ابھی وہاں زوال میں کئی گھنٹے باقی ہیں نماز ظہر پڑھنا منع ہوگا۔ اس لیے کہ ابھی یہاں زوال نہیں ہوا اور پہلوں کو نماز ظہر پڑھنا فرض ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مختلف المطالع کا حکم الگ الگ ہے۔ اگر دوسرے شہر والے پڑھنا بھی چاہیں تو اول تو ہر جگہ اس کا علم مشکل ہے اگر کسی طرح معلوم کر کے پڑھ بھی لیں تو پھر جب ان کے ہاں زوال ہوگا اگر وہ دوبارہ ظہر نہ پڑھیں تو اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس (الآیۃ) اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہوگا اور اگر دوبارہ پڑھیں تو اس میں یہ اشکال ہے کہ ایک دن رات میں چھ پانچ نمازیں فرض ہیں کم و بیش نہیں۔ اس صورت میں پانچ سے زائد کیا؟ بے شمار ہوں گی۔ اس لیے کہ چوبیس گھنٹے میں ہر وقت کہیں نہ کہیں ظہر عصر وغیرہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا وقت ہوتا ہے تو ہر وقت نماز فرض ہوگی تو اول تو ہر وقت کا علم محال۔ دوم پڑھنا بھی محال نیز اس صورت میں تکلیف بالمحال لازم آتی ہے اور یہ سب امور باطل ہیں۔ لہٰذا یہ صورت بھی باطل ہے اس سے ثابت ہوا کہ جن جن شہروں کے آپس میں مطالع مختلف ہوں ان کی رویت ہلال دوسروں کے لیے معتبر نہ ہوگی۔ ہاں جن کا مطلع ایک ہے ان کی رویت دوسروں کے لیے معتبر ہوگی۔ بعض فقہائے کرام نے اختلاف مطالع کی تعیین مسافت ایک مہینے کے راستے سے کی ہے۔ مگر یہ بھی اسی کریب والی اوپر کی روایت سے استنباط کی ہے۔ سو اول تو روایۃ کریب سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ چاند دیکھ کر فوراً وہاں سے چلے یا ٹھہر کر۔ نیز وہ کس تاریخ کو مدینہ منورہ پہنچے کتنے دن چلتے رہے۔ پھر ایک ماہ کے راستہ میں اجمال ہے کہ رفتار پیدل کی یا سواری کی۔ اس میں بہت بڑا فرق ہے پھر راستہ میدان صاف کا یا پہاڑی ٹیڑھا ترچھا یا دریائی۔ ہیر پھیر کا کبھی ان امور میں زمین آسمان کا فرق ہو جاتا ہے۔ تحقیق جدید سے معلوم ہوا ہے کہ مدینہ منورہ اور شام کے مطلع میں پندرہ بیس منٹ کا فرق ہے اور یہ اختلاف رویۃ ہلال کے حکم میں معتبر نہیں جس کی تحقیق آگے آتی ہے۔ مسافت کم میں بھی مدار شمس کے اختلاف مطالع کی نمازوں میں گھنٹوں کے اعتبار سے ان دیار میں بہت کمی بیشی ہے۔ متوسط اختلاف کا لحاظ کیا گیا۔ یعنی ظہر عصر یا مغرب کے وقت کا اختلاف جو عموماً تین گھنٹے سے کم نہیں ہوتا۔ لہٰذا جہاں دو شہروں کے طلوع وغروب میں تین گھنٹے کا اختلاف ہو وہ مختلف مطالع میں شمار ہوں گے اور جن کا اس سے کم ہو وہ اس سے خارج ہوں گے۔ جواب لکھا ہوا بوجہ علالت طبع رکھا ہوا تھا کہ اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۹ شعبان سنہ ۱۳۶۱ھ میں مولانا کا جواب بھی نظر سے گذرا کہ مسافت متعینہ کی روایت میرے علم میں نہیں۔ ہاں علم ہیئت سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ غالباً تیس میل کے فاصلہ پر اختلاف مطالع ہو جاتا ہے۔ امرتسر سے لاہور کا فاصلہ تینتیس ۳۳ میل کا ہے اتنے فاصلہ پر تین منٹ کا اختلاف ہے۔ اگر امرتسر میں چھ بجے سورج غروب ہوتا ہے تو لاہور میں ۶ بجکر ۳ منٹ پر ہوتا ہے۔ اس لیے اختلاف مطالع کی وجہ سے رویت قبول نہیں کی جائے گی" (انتہٰی) میں کہتا ہوں کہ اوپر کی سنن کی حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو دُور دَراز کے اونٹوں کے سوار آخر رمضان میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ہم نے کل اپنے شہر یا موضع میں چاند دیکھا تھا تو ان کے کہنے پر حضور صلعم نے بعد دوپہر روزہ افطار کرا کر دوسرے دن نماز عید پڑھنے کو فرمایا تھا وہ غالباً تیس میل یا اس سے بھی کم زائد ہی سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے تھے اس سے ثابت ہوا کہ اس قدر اختلاف مطالع کا شرع میں اعتبار نہیں۔ نیز اختلاف مطالع مدار شمس کے اختلاف سے بھی ہوتا ہے خواہ مسافت کم ہی ہو اور مطلقاً تینتیس میل مستلزم اختلاف مطالع نہیں تاوقتیکہ مدار شمس کا فرق نہ ہو نیز مکہ معظمہ اور جدہ کے درمیان کا فاصلہ پچاس میل کا ہے اور اب تک بھی معلوم نہیں ہوا کہ مکہ والوں نے جدہ والوں کی رویۃ ہلال کا اعتبار نہ کیا ہو یا بالعکس۔ نیز اگر ۳۳ میل کے اختلاف کا اعتبار ہوتا تو پھر اختلاف مطالع میں امت کا اختلاف ہی نہ ہوتا۔ اس لیے کہ یہ تو عموماً ہوا ہی کرتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ متواتر یا مشہور ہو جاتا اور اختلاف نہ رہتا۔ واذ لیس فلیس۔

نیز جب ۳۳ میل پر تین منٹ کا اختلاف مطلع ہے تو گیارہ میل پر ایک منٹ کا ہوگا۔ پھر اگر مطلقاً اختلاف مطلع کا اعتبار ہوگا تو گیارہ پر بھی ہوگا تو اوّل تو یہ اوپر کی سنن وغیرہ کی حدیث سے باطل ہے کہ اس سے زائد فاصلہ کی رویۃ ہلال کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتبار کیا۔ دوم اس سے مکہ والوں کو عرفات کے پہلے سرے سے جو گیارہ میل پر ہو رویۃ ہلال کا بھی اعتبار نہ ہوگا۔ اور یہ بالکل غلط ہے اس کا تو کوئی بھی قائل نہیں اس سے تو لازم آتا ہے کہ دہلی والے غازی آباد (۱۲) میل اور قطب (۱۱) میل وغیرہ کی رویت ہلال کا بھی اعتبار نہ کریں یہ بھی بالکل غلط ہے کوئی اس کا بھی قائل نہیں تو جب تک اختلاف مطالع کی حد شرع سے نہ ثابت ہو قابل قبول نہیں۔ کتاب وسنت سے صراحتاً ثابت ہو یا استنباطاً اور اوپر جو میں نے لکھا ہے وہ کتاب وسنت سے مستنبط ہے کہ اگر بالکل اختلاف مطالع کو نہ تسلیم کیا جائے مگر شرع سے اس کی کوئی حد نہ مقرر کی جائے تو ہر دو صورت میں تکلیف مالایطاق اور محال لازم آتا ہے جو باطل ہے جس سے شریعت محمدیہ پاک ہے لہٰذا جو کچھ اوپر کتاب وسنت کی روشنی میں لکھا گیا ہے وہی قابل قبول ہے اور بس

جواب ۲: کا جواب ۱ میں آگیا کہ دہلی اور مدراس کے طلوع وغروب میں چونکہ نصف گھنٹے کا فرق ہے جو تین گھنٹے سے کم ہے لہٰذا ان کو ایک دوسرے کی رویۃ ہلال کا اعتبار نہ ہوگا۔

www.KitabcSunnat.com

جواب ۳: تار کی خبر کو عموماً علمائے کرام واساتذہ عظام تسلیم نہیں کرتے اس لیے کہ تار کے کارکن اکثر بالکل کافر غیر مسلم ہوتے ہیں اور کافر کی خبر دیانات میں مقبول نہیں (در مختار وغیرہ) نیز یہ کہ رویۃ ہلال محض خبر نہیں اس میں شہادت اور نصاب شہادت اور مجلس قضا بھی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ خبر غائب ہے اس میں معرفت مخبر کی لازم ہے اور یہ امور نار کی خبر بالکل مفقود ہیں لہذا مردود ہے تو جواب یہ ہے کہ اول تو تمہارا کا یہ کلیہ کہ ہر امر دینی میں ہر کافر کی خبر کسی حالت میں بھی مقبول نہیں بچند وجوہ منقوض ہے وجہ اول یہ کہ کافر فاسق کی خبر کے عدم اعتبار کو آیت اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا الآیۃ پ۲۶ ع۱۳ سے استنباط کیا گیا ہے حالانکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اس سے کافر کی خبر مطلقاً تردید نہیں ہوتی بلکہ تحقیق پر موقوف ہے لہذا بعد تحقیق وثبوت مقبول ہوگی تو گویا من وجہ یہ آیت بھی دلیل قبول کی ہے۔ وجہ دوم قول باری تعالیٰ جل مجدہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ الآیۃ پ۷ ع۴ اس آیۃ سے کافر کی خبر شہادت بحالت سفر شرعاً ثابت ہے اس کی شہادت وخبر پر میت کی وصیت وادا ء دیون اس کے اور ترکہ کی تقسیم اس کی عورت کی عدت ونکاح ثانی ونماز جنازہ غائب اس کے بچوں پر حکم یتیم کا ثبوت اس کی ضمانت کا اسقاط وغیرہ موقوف ہیں، اور یہ امور دینی ہیں۔ خصوصاً نماز جنازہ غائب ووصیت تعمیر مسجد وغیرہ۔

وجہ سوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت ہجرت مدینہ منورہ ایک کافر کو اپنی سواری کی اونٹنیاں دے کر کہا کہ فلاں وقت لاکر ہم کو مخفی راستہ سے مدینہ پہنچا دو اس نے ایسا ہی کیا ہجرۃ امر دینی ہے اس میں رسول اللہ صلعم نے کافر کے قول وعمل کا اعتبار کیا اور حضور کا یہ امر دینی ہے (صحیح بخاری)

وجہ چہارم واقعہ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرک کافر کو جاسوس بناکر کفار کا حال معلوم کرنے کو بھیجا اس نے آکر خبر دی اس پر اعتبار کر کے حضورؐ نے صحابہؓ سے مقابلہ کرنے کے بارے میں مشورہ کیا (بخاری) اس سے بھی کافر کی خبر کا اعتبار ثابت ہوا۔ کہ یہ سفر حضورؐ کا عمرہ کیلئے تھا پھر جنگ کے بارے میں مشورہ کیا مگر جنگ کو ملتوی کیا گیا بہر حال عمرہ ہو یا جنگ کفار دونوں امر دینی ہیں خلاصہ یہ کہ کافر کی خبر دیانات میں بھی مطلقاً مردود نہیں بعد تحقیق وثبوت قرائن مصدقہ بعض امور میں بعض اوقات مقبول بھی ہے۔ مثلاً اگر کسی اعلیٰ افسر نے دہلی سے کانپور صاحب کو تار دے کر وہاں کے نائب کو بلایا کہ تم یہاں آجاؤ۔ اس نے فوراً جواب دیا کہ یہاں آج چاند ہوگیا ہے صبح مسلمانوں کی عید ہے۔ مجھے یہاں کا انتظام کرنا ہے۔ تو بتایئے اس کے صدق میں کسی کو شبہ ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ایسے ہی اگر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی نابینا یا ضعیف البصر کسی ایسے مقام میں قید ہو جہاں کفار کے سوا کوئی مسلم رویتہ ہلال کی خبر دینے والا نہ ہو تو وہ اگر کفار کی رویۃ ہلال پر روزہ رمضان و عید نہ کرے تو کیا کرے۔ ایسے ہی اگر اس کے مرنے کی خبر کفار دیں اگر اس کے مرنے کا اعتبار نہ کیا جائے تو اس کی زوجہ اور اس کے بچے کیا کریں۔ کیا زوجہ ساری عمر اس کے آنے کی منتظر رہے ایسے ہی اس کے ترکہ کی تقسیم اس کی زوجہ کی عدت و نماز جنازہ غائب کا کیا حکم ہوگا۔ ایسے امور میں اعتبار کیا جائے گا۔ جب قرآن و حدیث سے بعض امور دینی میں کفار کی خبر کا اعتبار ہے تار کی خبر بھی انہی بعض قسموں میں سے ہے۔ کہ بعد تحقیق مکرر سہ کرر تار دینے اور نیز مختلف مقامات سے دریافت کرنے سے اگر یقین یا ظن غالب اس کے صدق کا ہو تو قبول ورنہ مردود۔ لاکھوں روپے کے کاروبار مرنے و جینے کے حالات تار کی خبر پر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ کوئی بھی ان میں تردد نہیں کرتا اور نہ کبھی اس میں یہ سنا گیا کہ فلاں مقام میں رویتہ ہلال کی خبر میں تار والوں نے اہل اسلام کو جھوٹی خبر دے کر روزہ رکھا یا ہو یا عید کرائی ہو اور ان کو اس جھوٹی خبر دینے سے فائدہ ہی کیا ہے۔ ان کو تو ٹکوں سے کام ہے کسے باشد۔

حاجی لوگ سفر حج سے کسی حاجی کے مرنے کی خبر تار کے ذریعے دیتے ہیں اس پر عمل ہوتا ہے جنازہ غائب بھی پڑھا جاتا ہے۔ کوئی اعتراض نہیں کرتا یہ جنازہ امر دینی نہیں تو کیا ہے نیز اول تو تار کے کارکن سارے کافر ہی نہیں ہوتے بلکہ مسلم بھی ہوتے ہیں۔ نیز روپیہ زیادہ خرچ کر کے خالص مسلموں ہی کو ذریعہ خبر رسانی تار کا بنایا جا سکتا ہے۔ فافہم و تدبر۔ مولانا عبد الحی لکھنوی ؒ کے مجموعہ فتاویٰ جلد اول مطبوعہ یوسفی پریس لکھنو کے صفحہ ۲۸ میں ہے شہادت خطوط یا تار برقی پس چند فقہاء ایسے مقامات میں الخط یشبہ الخط لکھتے ہیں لیکن ایسی صورت میں کہ ظن حاصل ہو جائے اور شبہ قوی باقی نہ رہے۔ اور خبر تار یا خط بدرجہ یقین پہنچ جائے۔ اس پر عمل ہو سکتا ہے اور بحسب اقتضاء انتظام زمانہ حال اس پر حکم عام بھی دے سکتے ہیں۔ انتہیٰ!

منع کے دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ رویتہ ہلال کو اگرچہ فقہا نے من وجہ شہادۃ لکھا ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ یہ امر دینی ہے۔ لہٰذا روایۃ اخبار کے مشابہ ہے اس لئے اس میں شہادت اور نصاب شہادت اور خصوصیت حریت و ذکوریت وغیرہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی شرط یا ضروری نہیں۔ حتیٰ کہ غیر عادل یعنی مستور واحد کی رویت بھی کافی ہے تفصیل ہدایہ اور اس کے شروح وحواشی وغیرہ میں ہے۔ تیسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ اول تو قضا قاضی کی شرط کتاب سنت سے ثابت نہیں۔ دوم جب فقہا نے اس کو امر دینی اور مشابہ روایت اخبار رکھا ہے تو پھر قضا قاضی کی شرط بھی نہ رہی۔ سوم ہندوستان میں قضا کا محکمہ ہی نہیں اگر مفتی عالم کو قائم مقام قاضی ہی بنایا جائے۔ تو دیہات میں یہ بھی اکثر نہیں ہوتے اور حکم شرع کا عام ہے لہٰذا اشتراط باطل۔ شبہ ۴ کا جواب بھی ۳ میں آگیا کہ نصاب شرط نہیں اگر ہو بھی تو یہ بھی تار کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔ شبہ ۵ کا جواب یہ ہے کہ اوپر کی تحقیق سے مخبر کی معرفت بھی ہوسکتی ہے۔ مکرر سہ کرر دریافت کرنے سے اور ٹیلیفون کا معاملہ تو بالکل واضح ہے کہ اس میں ایک مسلم دوسرے مسلم سے باقاعدہ گفتگو کرسکتا ہے۔ اس کی آواز کو پہچان سکتا ہے شہادت وغیرہ سب امور طے ہوسکتے ہیں لہٰذا ٹیلیفون کے ذریعہ ثقہ کی روایت ہلال کی خبر معتبر ہے۔

جواب ۴) ریڈیو بھی اسی قسم سے ہے اگر اس کا حال معلوم ہے کہ ثقہ خبر دینا کرتا ہے اور آواز بھی اسی کی پہچانتے ہیں۔ تو معتبر ہے ورنہ نہیں اور تمام ہندوستان کو ریڈیو کی خبر پر عید کا جواب ۱ اور ۲ میں آچکا ہے کہ صرف متفق المطالع شہر اس پر عمل کریں گے۔ مختلف المطالع اس پر عمل نہ کریں گے مولانا نے اخبار میں لکھا ہے کہ اہل حدیث کے نزدیک دور دراز کی رویت ہلال حجت نہیں۔ یہ فیصلہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں ہوچکا ہے۔ انتہیٰ۔ میں کہتا ہوں کہ مولانا نے کچھ تفصیل نہیں کی صحابہؓ کا یہ کونسا فیصلہ ہے اور کس کس محدث کے نزدیک دور کی رویت حجت نہیں غالباً مولانا کی مراد اس سے روایت کریب میں عبداللہ بن عباس کا قول مراد ہے کہ کریب نے ملک شام سے آکر ابن عباس کو وہاں کی رویت ہلال کی خبر دی تو ابن عباس نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ اس پر کریب نے کہا کہ آپ امیر معاویہؓ کی رویت ہلال اور روزہ پر بھی اکتفا نہیں کرتے ابن عباس نے کہا نہیں کرتے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کل یا اکثر صحابہؓ کا فیصلہ نہیں صرف ابن عباسؓ کا مجمل قول ہے۔ جس کی تفسیر وتشریح مشکل ہے۔ ہکذا کے مشار الیہ کو بتایا جائے کہ کیا ہے اور اس کے ماقبل کیا کیا ہے جب تک اس کا مشار الیہ قطعی طور پر معین نہ ہو اس سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا اور اس کا مشار الیہ قطعاً معین ہو ہی نہیں سکتا۔ شائد کسی کو جامع ترمذی کے قول والعمل علی ہذا الحدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عند اہل العلم سے دعوی کرو کہ یہ صحابہؓ کا فیصلہ ہے۔ تو جواب صرف یہ ہے کہ یہ صرف ایک صحابی ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے پھر یہ بھی ثابت نہیں ہوا کہ ابن عباسؓ کے اس قول پر دوسرے صحابہؓ نے بھی عمل کیا یا نہیں۔ ہاں تین تابعی عکرمہؒ، قاسمؒ اور سالمؒ کا یہ مسلک ہے اور ایک محدث اسحاق کا اور ایک وجہ شافعیہ کی بھی ہے۔ جس کی تفصیل حافظ صاحب نے فتح الباری میں تحریر کی ہے۔ اس امر میں علمائے کرام کے چھ اقوال یا مذاہب ہیں پھر فیصلہ صحابہ چہ معنی۔ یوں کہیے کہ ایک صحابی کا قول ہے وہ بھی مجمل جس کی تشریح مشکل۔ نیل الاوطار میں صاف لکھا ہے کہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے صرف ابن عباس کا اجتہاد حجت نہیں ہو سکتا پس قصہ ختم صحیح وہ جو اوپر لکھا جا چکا ہے۔

جواب (۵): اس سوال سے اگر یہ غرض ہے کہ بارہ بجے دن کے دوسرے شہر سے خبر آئی کہ وہاں کل گذشتہ مغرب کو چاند دیکھا گیا تو اس کا جواب نمبر ۱ میں آ چکا ہے کہ بعد تحقیق و ثبوت متفق المطالع شہر سے خبر آنے پر بعد بھی روزہ افطار کیا جائے۔ اور اگر یہ غرض ہے کہ بارہ بجے دن کے کسی نے اپنے شہر میں چاند دیکھا تو اس میں سلف کے دو قول ہیں کہ آیا وہ چاند شب آئندہ کا ہے یا گذشتہ کا۔ راجح قول اول ہے[1]۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجیب ابو سعید محمد شرف الدین ناظم مدرسہ سعیدیہ عربیہ پل بنگش دہلی۔

"نور توحید" لکھنو ۱۰ و ۲۵ جولائی ۱۹۵۱ء

سوال: ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندریں صورت کہ جو خبر رویت ہلال بذریعہ تار کے آوے بمبئی وغیرہ سے اس کو معتبر جان کر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

جواب: جو خبر رویت ہلال کی بذریعہ تار کے آوے وہ لائق قبول نہیں ہے بیان اس کا یہ ہے کہ اگر وہ خبر رویت ہلال فطر ہے تو وجہ عدم مقبولیت اس کی یہ ہے کہ وہ خبر خبر محض نہیں ہے بلکہ شہادت ہے اور شہادت میں لفظ اشہد اور مجلس قاضی اور نصاب شہادت ضرور ہے کما ہو مصرح فی کتب الفقہ اور خبر تار میں ان سب امور کا تحقق غیر مسلم ہے ومن یدعی فعلیہ البیان۔ اور اگر خبر رویت ہلال صیام ہے پس اگرچہ یہ خبر خبر محض ہے شہادت نہیں ہے

[1] حضرت الاستاذ کے اس فاضلانہ فتویٰ پر بعض حضرات نے تعاقب فرمایا تھا۔ جس کا جواب اور مزید علمی تحقیقات خود حضرت استاذ موصوف کی قلم سے اخبار نور توحید لکھنؤ - ۱۰ / نومبر ۱۹۵۱ء میں ملاحظہ فرمایئے۔ فقط۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لیکن چونکہ اس خبر کی تبلیغ میں واسطہ کفار ہوتے ہیں اور خبر کافر کی دیانات میں معتبر نہیں ہوتی ہے اس لئے معتبر نہ ہوگی۔ درمختار میں مرقوم ہے خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات (انتہیٰ)۔ اور اگر بالفرض جملہ کارکنان محکمہ تار مسلمین و عدول ہوں تو بھی یہ خبر معتبر نہ ہوگی کیونکہ یہ خبر الغائب للغائب ہے اور خبر الغائب للغائب میں ضرور ہے کہ کوئی امر ایسا موجود دلالت کرے اس بات پر کہ یہ خبر اُس شخص کی ہے کہ جس کو ہم مخبر جانتے ہیں مثلاً جب کوئی کتابۃً خبر دے تو ضرور ہے کہ مکتوب لہ کاتب کے خط کو پہچانتا ہو۔ تدریب الراوی میں مرقوم ہے۔

الخامس یصح السماع ممن ھو وراء حجاب اذا عرف صوتہ ان حدث بلفظہ وعرف حضورہ بسمع ای مکان بیسمع منہ ان قرئ علیہ و یکفی فی المعرفۃ بذلک خبر ثقۃ من اھل الخبرۃ بالمشیخ (انتہیٰ)۔ اور بھی اس میں مرقوم ہے ثم یکفی فی الروایۃ بالکتابۃ معرفۃ ای المکتوب لہ خط الکاتب وان لم تقم البینۃ علیہ (انتہیٰ) اور مانحن فیہ میں تحقق کسی امر کا مانند معرفت صوت و معرفت خط کے مسلم نہیں ہے ومن یدعی فعلیہ البیان پس خبر تار غیر معتبر ٹھہری وہو المطلوب واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ (کتبہ محمد بشیر عفی عنہ)

اصاب من اجاب فیما اعلم واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ محمد بن عبدالعزیز الجعفری المدعو بشیخ محمد القاضی فی بھوپال۔

اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب انا العبد المتوانی السید عبدالباری وفقہ اللہ للخیر الجاری وصانہ عن التماری۔

اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب کتبہ ابوالعالیۃ محمد سلامت اللہ عفی عنہ الجواب صحیح۔ ذوالفقار احمد عفی عنہ۔ ہذا الجواب صحیح کتبہ محمد انور علی عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین (فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص۵۱۳)

سوال: اگر رمضان شریف ۲۹ دن کا ہو اور ایک پہلا روزہ ہم نے بوجہ چاند نہ دکھائی دینے کے کھا لیا اور ہمارے ۲۸ ہی ہوئے تو کیا ہم ۲۸ روزے کر کے عید کر لیں۔

جواب: اس صورت میں عید کر کے ایک روزہ قضا کرنا ہوگا کیونکہ مہینہ ۲۸ روز کا نہیں ہوتا۔ اللہ اعلم۔ (۲۸ شوال ۱۳۴۳ھ)

www.KitaboSunnat.com

تشریح: بابت رویت ہلال اور اختلاف مطالع۔ از مولانا محمد یحییٰ الاعظمی عالم فاضل پروفیسر عربی کالج رائے درگ۔

علم ہیئت کے اصول پر زیر نظر مسئلے کو مختصر ذکر کروں گا۔ ضمناً اختلاف رویت، رویت ہلال قبل از زوال و بعد زوال، تشکلات قمریہ، کسوف و خسوف وغیرہ بھی مذکور ہوں گے بطور مقدمہ اولاً یہ سمجھ لیجئے کہ سورج ایک آگ کا گولہ ہے اور اس کی روشنی ذاتی ہے۔ کسی دوسرے ستارے سے مستفاد نہیں۔ اور ہر حال میں پورا پورا روشن رہتا ہے اور اپنے ارد گرد ضیا پاشی کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ سورج کا طلوع و غروب ہمارے اعتبار سے ہے ورنہ ذاتی طور پر اُسے طلوع و غروب لاحق نہیں بخلاف چاند کے کہ اس کی روشنی ذاتی نہیں ہے بلکہ یہ تو محض ایک صاف شفاف جسم اور نیلگوں رنگ کا گولہ ہے اور سورج کی روشنی اس پر پڑنے کی وجہ سے چمک اٹھتا ہے سورج اوپر اور چاند نیچے ہے۔ سورج کی روشنی سے ہمیشہ چاند کا وہ نصف حصہ جو سورج کی طرف ہوتا ہے روشن رہتا ہے اور پچھلا نصف حصہ ہمیشہ تاریک اور بے نور رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چاند سورج کی نزدیکی اور اس سے دوری کی بنا پر گھٹتا بڑھتا دکھائی دیتا ہے۔ ثانیاً یہ کہ سورج فلک الافلاک کی حرکت سے ۲۴ گھنٹے میں ایک چکر پورا کر لیتا ہے۔ لیکن اپنی ذاتی حرکت سے تقریباً ۳۶۵ ¼ روز میں ایک دور پورا کرتا ہے (اسی کو ہم شمسی سال کہتے ہیں) بنا ءً علیہ اوسطاً ۵۹ دقیقہ ۸ ثانیہ ۲۰ ثالثہ روزانہ مغرب سے مغرب کی جانب علی توالی البروج حرکت کرتا ہے۔ اور چاند اپنی ذاتی حرکت سے بعد منہائی مائل وغیرہ ۲۷ ⅓ یوم میں ۲۷ (عند اہل ہند) یا ۲۸ (عند اہل مغرب و فارس) منزلیں طے کر کے اپنا ایک دور پورا کر لیتا ہے اور اوسطاً (۱۳) درجہ (۱۰) دقیقہ (۳۵) ثانیہ (۲) ثالثہ روزانہ مغرب سے مشرق کی جانب حرکت کرتا ہے اب اگر سورج کی روزانہ حرکت چاند کی روزانہ حرکت سے تفریق کر دی جائے۔

	درجہ	دقیقہ	ثانیہ	ثالثہ
حرکت چاند روزانہ	۱۳	۱۰	۳۵	۲
حرکت سورج روزانہ	۰	۵۹	۸	۲۰
باقی	۱۲	۱۱	۲۶	۴۲

تو باقی ماندہ مقدار حرکت چاند روزانہ سورج سے چاند کے فصل اور دوری کی مقدار ہوگی بنا بریں اجتماع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقی سے ۱۴ یوم ۱۸ گھنٹے ۲۲ منٹ بعد (۱۸۰) درجہ سورج سے دور اور ۲۹ یوم ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ بعد پھر اجتماع حقیقی ہو جائے گا اور زمانہ محاق کی مدت اوسطاً ۴۷ گھنٹے ۱۰ منٹ ہے ثالثاً یہ کہ رویت ہلال کا حساب نہایت ہی دقیق ہے کیونکہ اس کا دارو مدار قوس الرویہ کی تحدید پر ہے اور یہ سخت دشوار ہے اس لئے کہ جرم قمر کا اوج و حضیض کی وجہ سے مرکز عالم سے قریب ہوتے رہنا اور پھر دور ہوتے رہنا اس کی حرکت کا بطوء اور سرعت میں مختلف ہوتے رہنا اور اس کا خطِ استوا سے عرض میں کم و بیش ہوتے رہنا۔ خود شہروں کے عرض کا کم و بیش ہونا سورج سے مختلف دوری پر بھی بے موقع ہلال بنتے رہنا وغیرہ وغیرہ امور قوس الرویہ کی تحدید میں دشواری پیدا کرتے ہیں اور اس کا لازمی نتیجہ یہ بھی ہے کہ مختلف حالات میں ایک ایک شہر کے لئے سینکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں کروڑوں قوس الرویہ کا امکان ہے۔ بنا بریں متقدمین علماء فن نے قوس الرویۃ القمر کی بحث ہی کو حذف کر دیا ہے۔ ہاں متأخرین نے اس پر بحث کی ہے۔ والمتأخرون ذکروا فیہ کلاما مختلفھا اکثرہ لاطائل تحتہ لعدم انضباط واما الامر الاوسط الذی یعمل بہ اصحاب الزیجات وھو انہ اذا کان البعد بین النیرین فی الاقلیم الرابع اثنی عشرۃ درجۃ من دور الفلک فانہ یری (نہایۃ الادراک ص۲۳۴) اور متاخرین علمائے فن نے قوس الرویۃ کے بارہ میں مختلف باتیں لکھی ہیں۔ جن میں اکثر ضابطہ کے تحت نہ آسکنے کی وجہ سے بیفائدہ ہیں۔ البتہ اوسط قوس الرویۃ جس پر زائچہ بنانے والوں کا عمل ہے یہ ہے کہ جب اقلیم رابع میں چاند اور سورج میں ۱۲ درجہ کی دوری ہو جائے تو ہلال نظر آجائے گا۔ بنا بریں ہم نے بھی اوسط قوس الرویۃ ۱۲ درجے کو اختیار کیا ہے۔ ورنہ مختلف صورتوں میں اس سے بھی کم و بیش قوس الرویہ ہوا کرتی ہے۔ اور یہی قوس اختلاف مطالع کی مقدار ہے۔

رابعاً یہ کہ بوقت طلوع الشمس ونصف النہار وغروب شمس ونصف اللیل اور ان کے مابین غرض ۲۴ گھنٹے یومیہ کا ہر منٹ ہر سکنڈ اس کا متحمل ہے کہ اس وقت چاند قوس الرویہ پر پہنچ کر ہلال بن جائے اور یہ صرف احتمال ہی نہیں ہے بلکہ ایسا ہی نفس الامر میں واقع ہوا کرتا ہے۔ اور چاند کے سورج سے ہٹ کر قوس الرویہ پر پہنچ کر ہلال بن جانے کے لمحات مختلف مہینے، سال، صدی میں مختلف ہوا کرتے ہیں جس کو اہل تقویم چاند اور سورج

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی رفتار منضبط کے ماتحت حساب لگا کر ہر ماہ ایک متعین شہر کے لیے اس لمحہ کی تعیین کر دیتے ہیں اس سلسلہ میں سب سے عمدہ تقویم وہ ہے جو ناٹیکل المناک کے نام سے سال بسال رصدگاہ لندن سے شائع ہوا کرتی ہے۔ نیز یہ تقویم سیاروں کی حرکات یومیہ اور دیگر معلومات کا خزانہ ہے

اچھا اب آپ رویت ہلال کے وقت سے چاند کی کیفیت ملاحظہ فرمائیے کس قدر باریک اور سورج کے قریب ہوتا ہے پھر دوسرے دن شام کو دیکھئے تو آپ کو قدرے بڑا اور مشرق کی جانب دور نظر آئے گا۔ پھر تیسرے دن اور بڑا اور زیادہ جانب مشرق دوری پر معلوم ہوگا بات یہ ہے کہ چاند سورج سے جتنا دور ہوتا جاتا ہے اتنا ہی اس کا روشن حصہ ہماری طرف رخ کرتا جاتا ہے اسی طرح دیکھتے رہیے یہاں تک کہ چودھویں شب اور کبھی تیرہویں شب اور کبھی پندرہویں شب کو چاند سورج کے مقابل جانب مشرق ۱۸۰ درجہ یعنی نصف دور فلک کی دوری پر ہوتا ہے۔ اگر سورج مغربی افق میں اپنا سر چھپا رہا ہے تو چاند افق شرقی سے اپنی نورانی شعاعیں ہم پر پھینک رہا ہے۔ گویا آمنے سامنے برابر کی جوڑ ہے۔ اسی استقبال کی حالت میں ہم چاند کو بدر یا ماہ کامل اور اس تاریخ کو پورنماشی کہتے ہیں۔ اس وقت چاند کا نصف روشن حصہ پورے کا پورا ہمارے سامنے ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ اسی استقبال کے زمانہ میں اگر چاند، زمین اور سورج ایک خطِ مستقیم پر واقع ہو جائیں تو چاند گرہن ہو جائے گا۔ اس کے بعد پھر وہ یوماً فیوماً سورج کے قریب ہونے لگتا ہے اور ہم کو گھٹتا ہوا دکھائی دیتا ہے اس میں بھی وہی بات ہے مگر برعکس کیونکہ چاند کے سورج سے قریب ہوتے رہنے سے اس کا روشن حصہ ہمارے سامنے سے رخ پھرتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اٹھائیسویں یا انتیسویں شب کو سورج سے ۱۲ درجہ قریب پہنچ کر دو شب، اور کبھی ایک شب یا تین شب کے لیے ہماری نظروں سے یکسر غائب ہو جاتا ہے۔ اس اجتماع کو ہم محاق یا اوس کہتے ہیں۔ اس حالت میں چاند کا نصف روشن حصہ سورج کی طرف ہوتا ہے اور نصف پچھلا تاریک حصہ ہمارے سامنے۔ واضح ہو کہ اسی اجتماع میں اگر چاند اور سورج میں عرضاً بھی اتنا قرب ہو جائے کہ ہماری نگاہ بخطِ مستقیم چاند سے گذرتی ہوئی سورج پر پڑ جائے تو سورج گرہن ہو جائے گا۔ یاد رکھیے اسی زمانہ محاق میں جس کی مدت اوسطاً ۴۷ گھنٹے ۱۶ منٹ ہے ایک خاص لمحہ ایسا گزرتا ہے جس میں چاند اور سورج کا ایک خط طولی پر دوسرے لفظوں میں ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خط نصف النہار پر واقع ہو جانا ضروری ہے اور وہ وہ ساعت ہے جب کہ ابتدائے محاق سے ۲۳ گھنٹے ۳۸ منٹ گزر جائیں۔ پس اب یہیں سے رویت ہلال کا حساب شروع کیجئے۔

فرض کیجئے کہ جب افق شہر اعظم گڑھ سے جو ۸۲ درجہ ۱۳ دقیقہ طول البلد پر واقع ہے ۶ بجے آفتاب غروب ہوا۔ اور ۶ بجکر ۲۲ منٹ سے چند سیکنڈ پہلے چاند سورج میں اجتماع حقیقی ہو گیا اور ایک خط طول پر دونوں واقع ہو گئے۔ پھر رات بھر اور دن بھر حرکت کرتے رہے یہاں تک کہ ۲۳ گھنٹے ۳۸ منٹ بعد یعنی ۶ بجے سے چند سکنڈ پہلے چاند سورج سے ۱۲ درجے دوری پر مشرق میں پہونچ کر قوس الرویہ کے لباس سے آراستہ ہو گیا۔ پس یہی وہ اولین ساعت ہے کہ چاند ہلال بن کر فلک اول پر تاباں ہو جاتا ہے اور دنیا بھر کے انسانوں کی نگاہیں اس کے دیکھنے کی متمنی ہوتی ہیں۔ اگر ابر گرد و غبار، کہر اور دیگر اسباب رویت سے مانع نہ ہوں تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم کو یہ ننھا منا سا ہلال چمکتا ہوا نہ دکھائی دے۔

خیال فرمائیے یہ تو اعظم گڑھ کا مطلع قمر ہے اب اعظم گڑھ کے مغرب کراچی، مکہ معظمہ، قاہرہ، ٹیونس اور جزائر کناریا (جزائر خالدات) میں بسنے والے انسان سب کے سب بشرط رفع موانع اپنے اپنے مطلع سے ہلال دیکھیں گے۔ فرق یہ ہے کہ ہم اعظم گڑھ میں غروب کے وقت اگر ۶ بجے ہلال دیکھتے ہیں تو کراچی میں ۷ بجکر ۵ منٹ مکہ میں ۸ بجکر ۲۵ منٹ، قاہرہ میں ۹ بجکر ۷ منٹ، ٹیونس (افریقہ) میں ۱۰ بجکر ۵۲ منٹ اور جزائر کناریا (مغربی افریقہ) میں ۱۲ بجکر ۴۵ منٹ پر (اعظم گڑھ میں نصف شب گزر چکی ہے) بوقت غروب آفتاب ہلال نظر آئے گا۔ لیکن نسبتًہ مغربی شہر والے اپنے مشرق والوں سے ہلال بڑا اور سورج سے دور دیکھیں گے۔ اب چونکہ ہلال فلک پر موجود ہے اس لئے مذکورہ بالا شہروں کے باشندے اگر اپنی نگاہ کی تیزی سے دن ہی دن میں چاند دیکھ لیں تو کچھ عجب نہیں مگر یہ ان کے لئے سخت دشوار ہے۔

اچھا اب ذرا اور آگے بڑھو تو آپ کو نیویارک (امریکہ) میں چار بجکر ۲۹ منٹ اور واشنگٹن (امریکہ) میں ۷ بجکر ۳۰ منٹ پر (اعظم گڑھ میں طلوع شمس ہو چکا ہے) بوقت غروب آفتاب ہلال نظر آئے گا۔ مگر ان کا ہلال جزائر کناریا والوں سے بڑا اور سورج سے اور بھی دوری پر ہو گا۔ یہ لوگ اگر دن کو ہلال دیکھ لیں تو بعید نہیں مگر پھر بھی دشوار ہے۔

اب یہاں سے یہ مسئلہ بھی حل کر لیجئے کہ رویت ہلال قبل نصف النہار اور بعد نصف النہار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ممکن ہے کیونکہ ان اوقات میں ہلال فلک پر موجود ہے۔ اور اس کا آنے والی شب کا ہلال ہونا بھی ظاہر ہے۔

اچھا امریکہ سے گزرتے ہوئے اب ذرا اور آگے بڑھئے تو ٹوکیو (جاپان) میں ۲ بجکر ۴۱ منٹ (اعظم گڑھ میں دوپہر بعد کا وقت ہے) اور آگے بڑھئے تو ہانگ کانگ (چین) میں ۳ بجکر ۵ منٹ اور آگے بڑھئے تو شہر برما میں ۵ بجکر ۵ منٹ پر (اعظم گڑھ میں غروب کو ۵۵ منٹ باقی ہیں) غروب آفتاب ہوگا۔ اس وقت وہاں ہلال نظر آئے گا۔ اور ان لوگوں کا ہلال علی الترتیب کافی بڑا اور سورج سے کافی فاصلہ پر ہوگا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دن میں بہت آسانی سے ہلال دیکھ سکتے ہیں۔ خصوصاً برما کے باشندے کیونکہ ان کا ہلال سب سے بڑا اور سورج سے کافی (تقریباً ۲۲ ¾ درجہ) دوری پر ہوگا۔ لیکن اس ہلال کا بھی آنے والی شب کا ہلال ہونا ظاہر ہے۔ مگر غروب کے وقت جب اہل برما ہلال دیکھتے ہیں تو کوئی کہتا ہے۔ یہ تو کل کا ہے اور کوئی خیال کرتا ہے یہ تو پرسوں کا ہے۔ قربان جائیے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ فرماتے ہیں۔ نہیں نہیں تم کو دھوکہ ہو رہا ہے۔ یہ تو آج ہی کا ہلال ہے۔ عن ابی البختری قال خرجنا للعمرۃ فلما نزلنا ببطن نخلۃ قال ترائینا الھلال فقال بعض القوم ھو ابن ثلث وقال بعض القوم ھو ابن لیلتین قال فلقینا ابن عباس فقلنا انا رأینا الھلال فقال بعض القوم ھو ابن ثلث وقال بعض القوم ھو ابن لیلتین فقال ای لیلۃ رأیتموہ قال قلنا لیلۃ کذا وکذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدہ للرؤیۃ فھو للیلۃ رأیتموہ (مسلم ج۱ ص۳۴۸) ابوالبختری (تابعی) سے مروی ہے کہا ہم لوگ عمرہ کے لیے چلے۔ جب مقام بطن نخلہ میں پہنچے تو ہلال دیکھا۔ بعض لوگوں نے کہا۔ یہ تو پرسوں کا ہلال ہے اور بعض نے کہا کل کا ہے پھر ہم ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ملے اور واقعہ بیان کیا انہوں نے فرمایا اچھا یہ تو بتاؤ تم لوگوں نے کس رات ہلال دیکھا ہے۔ ہم لوگوں نے عرض کیا فلاں رات (یعنی ۳۰ کو) ہم نے ہلال دیکھا۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رویت ہلال کی مدت مقرر فرمائی۔ (ہلال کے چھوٹے بڑے ہونے کا اعتبار نہیں فرمایا) لہٰذا یہ ہلال جس رات تم لوگوں نے دیکھا اسی کا مانا جائے گا۔

حاصل کلام یہ کہ جب افق اعظم گڑھ پر وقت مقررہ میں ہلال کا وجود ہو چکا تو اب اس کے آگے مغرب میں جہاں تک بھی چلے جائیے کوئی ملک شہر و بستی ایسی نہ ہوگی جس کے افق پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہلال کا وجود نہ ہو یہ امر بات ہے کہ عارضی موانع سے وہاں کے باشندے نہ دیکھ سکیں۔ اسی کو اختلاف رویت کہتے ہیں اب اگر ہلال کا صحیح ثبوت مل جائے تو حکم شرع نافذ کیا جائیگا ورنہ نہیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے یہاں سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اہل مشرق کی رویت سارے کے سارے مغرب والوں کے حق میں ہلال کا قطعی ثبوت بہم پہنچاتی ہے اس لئے اگر مشرق سے ثبوت ہلال کی صحیح سند مل جائے تو بلا شبہ شرعی احکام نافذ ہوں گے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہلال کا چھوٹا بڑا ہونا کوئی چیز نہیں ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا۔

اب ہم اختلاف مطالع کی بحث سمجھانا چاہتے ہیں۔ بس پھر وہیں سے حساب شروع کیجئے جبکہ افق اعظم گڑھ پر ٦ بجنے سے ... سکنڈ پہلے چاند سورج سے ۱۳ درجے دور قوس الرویۃ پہ پہنچ کر ہلالی شکل میں نمودار ہوا۔ اب ذرا اعظم گڑھ سے مشرق کو چلئے۔ مگر ۱۲ درجے سے زیادہ نہیں جیسے پٹنہ۔ بھاگلپور، ڈھاکہ، سلہٹ منی پور (آسام) جب اعظم گڑھ میں ظہور ہلال ہوا تو وہ ہلال ان سب شہروں کے باشندوں کے افق کے اوپر ہے بلکہ قریب ان لوگوں کا ہلال ان کے افق سے قریب اور قریب تر ہونے کی وجہ سے ان کو نہ دکھائی دے گا۔ منی پوران سب شہروں میں سب سے دور اور اعظم گڑھ سے ۱۰ درجہ ۵۴ دقیقے فاصلہ پر ہے۔ ان کا ہلال تو بس افق سے اتنا قریب ہوگا کہ صرف ۵ منٹ باقی رہ کر افق سے غروب ہو جائے گا۔ اب ان شہروں کے باشندوں کو اگر ہلال کا صحیح ثبوت بہم پہنچ جائے تو احکام شرعی عائد ہوں گے اور یہ حکم ہماری تقریبی ۱۲ درجہ قوس الرویہ کی بنا پر اعظم گڑھ سے ۱۲ درجہ مشرق تک عائد ہوگا اور بس۔

اچھا اب ۱۲ درجہ مشرق سے بڑھ کر تیرہویں درجہ پر کھڑے ہو جایئے اب چونکہ اعظم گڑھ میں ہلال افق سے ۱۲ درجہ بلند ہے اور آپ اعظم گڑھ سے ۱۲ درجہ مشرق کو ہٹ کر تیرہویں درجہ پہ قدم رکھ چکے ہیں اس لئے چاند قوس الرویہ پہ پہنچنے کے ساتھ ہی آپ کے افق سے نیچے ہوگا۔ مثال میں شہر برما جو ۹۷ درجہ طول البلد پہ اور اعظم گڑھ سے ۱۳ درجہ ۴۷ دقیقہ مشرق کو ہے لے لیجئے جب افق اعظم گڑھ سے ظہور ہلال ہوا تو برما کے افق سے ایک درجہ ۴۷ دقیقے نیچے پہونچ چکا ہے اب باشندگان برما کے لئے رویت ہلال کسی بھی آلے اور رصد سے ممکن نہیں بس یہی اختلاف مطالع ہے اعظم گڑھ کے مطلع پہ ہلال ہے اور اہل برما کا مطلع ہلال سے خالی ہے اب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جتنا بھی مشرق (ہانگ کانگ، ٹوکیو، واشنگٹن) میں چلے جائیے رویت ہلال کسی کے لئے ممکن نہیں ہے کیونکہ ان کے مطالع ہلال سے خالی ہیں۔

یہاں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اہل مغرب کی رویت کا تمام مشرق والوں کے حق میں ہلال ثابت کردینا ضروری نہیں ہے بلکہ صرف ۱۲ درجہ مشرق (ہماری تقریبی قوس الرویۃ) تک یہ حکم قطعی طور سے لگایا جاسکتا ہے اور اس کے بعد نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اختلاف مطالع کی تحقیق کے لئے اوسطاً ۱۲ درجہ (ہماری تقریبی قوس الرویہ) کا فصل ضروری ہے جس کا ۸۳۳ میل ہوتا ہے۔

حکم: فقہائے حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک راجح اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ شرعی احکام میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ جس مقام پر سب سے اول ہلال دیکھا گیا ہے (جیسے اعظم گڑھ ہماری مثال میں) وہاں سے تمام مشرق کے باشندوں کے حق میں جا ہے وہ کتنی ہی دور کیوں نہیں ہلال کا حکم ثابت ہوگا (جیسے ہانگ کانگ، ٹوکیو، واشنگٹن) البتہ یہ ضروری ہے کہ ان مشرق والوں کو مغرب والوں کی رویت کا ثبوت یقینی اور شرعی طور پر مل جائے۔

درمختار میں ہے فیلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب (مغرب والوں کی رویت سے مشرق والوں پر احکام شرعی لازم ہوجاتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ مغرب والوں کی رویت کا ثبوت مشرق والوں کو باقاعدہ مل جائے۔

اب یہاں سے ایک غلطی صحیح کرلیجئے۔ صاحب درالمختار نے اختلاف مطالع کی ایک مثال اس طرح بیان کی ہے حتی لو رؤی فی المشرق ليلة الجمعة وفی المغرب ليلة السبت وجب اهل المغرب العمل بما رآه اهل المشرق اگر مشرق میں جمعہ کی رات کو ہلال دیکھا گیا اور مغرب میں شنبہ کی رات کو تو مغرب والوں پر مشرق والوں کی رویت کے مطابق عمل کرنا لازم ہوگا۔ ہم یہ تو کہنے کی جرأت نہ کریں گے کہ یہ شارح کی غلطی ہے خصوصاً جب کہ متن سامنے موجود ہے مگر یہ تو کہنے میں باک نہیں کہ ناسخ کا سہو قلم ہے عبارت یوں ہونی چاہیئے۔

حتی لو رؤی فی المغرب ليلة الجمعة وفی المشرق ليلة السبت وجب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی اھل المشرق العمل بہا راہ اھل المغرب اگر مغرب میں جمعہ کی رات کو ہلال دیکھا گیا اور مشرق میں شنبہ کی رات کو تو مشرق والوں پر مغرب والوں کی رویت کے مطابق عمل کرنا لازم ہوگا۔

فقہائے شافعیہ کے نزدیک راجح اور معتمد قول یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا جن کے مطالع پر ہلال ہے خود ان کی رویت یا شرعی ثبوت کے بعد ان پر احکام شرع کا انفاذ ہوگا اور جن کے مطالع ہلال سے خالی ہیں ان کے حق میں ہلال کا وجود معتبر نہ ہوگا۔ چاہے صحیح ثبوت ہی کیوں نہ مل جائے بلکہ مطلع کا اعتبار کیا جائے گا اور مطلع ہلال سے خالی ہے۔ علمائے اہلحدیث کا عمل بھی اسی پر ہے۔ واللہ اعلم۔

(اہلحدیث دہلی یکم فروری ۱۹۵۲ء)

سوال: فطرہ عید کتنا ہے ایک صاع یا آدھا صاع کا وزن ۸۰ تولہ سیر سے کتنا ہوتا ہے؟

جواب: حدیث میں پورا صاع مدنی آیا ہے جو آجکل کے حساب سے اڑھائی سیر ہوتا ہے بعض روایتوں میں نصف صاع بھی آیا ہے ہمارے ہاں کے علماء کا یہ دستور ہے کہ ارزانی میں پورا صاع بتاتے ہیں اور گرانی میں نصف صاع خدا قبول کرے۔

(۲۹ ذی قعدہ سنہ)

تشریح: جاننا چاہیے کہ صدقہ فطر از روئے آیہ کریمہ و احادیث صحیحہ کے فرض عین ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ (ترجمہ) فلاح پائی جس نے صدقہ فطر ادا کیا کیونکہ یہاں تزکی سے مراد از روئے حدیث مرفوع کے صدقہ فطر ادا کرنا ہے اور یہ آیت صدقہ فطر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ۔ ولابن خزیمۃ من طریق کثیر بن عبد اللہ عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن ھذہ الآیۃ فقال نزلت فی زکوۃ الفطر انتھی۔ ما فی نیل الاوطار للعلامۃ الشوکانی۔ اور ابی سعید خدری رضؓ اور ابن عمر رضؓ سے بھی یہی روایت ہے اور ابو العالیہ اور ابن سیرین بھی یہی کہتے ہیں اور اکثر لوگ ان کے سوا قال الامام البغوی فی تفسیر المعالم تحت ھذہ الآیۃ وقال الآخرون ھو صدقۃ الفطر روی عن ابی سعید الخدری فی قولہ تعالیٰ قد افلح من تزکی قال اعطی صدقۃ الفطر وقال نافع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كان ابن عمر اذا صلى الغداة يعني من يوم العيد قال يا نافع اخرجت الصدقة فان قلت نعم مشى الى المصلى وان قلت لا قال فالآن فاخرج فانما نزلت هذه الاية فى هذا قد افلح من تزكى الآية وهو قول ابى العالية وابن سيرين انتهى ملخصاً۔ اور صحیح میں یعنی بخاری اور مسلم میں اعرابی کے قصہ میں فلاح اس کے لیے ثابت ہوئی جو صرف فرائض ادا کرے اور صدقہ فطر ادا کرنے والے کو بھی افلح یعنی فلاح پائی فرمایا تو معلوم ہوا کہ صدقہ فطر بھی فرض ہے کما لایخفی علی الفطین۔ قال الحافظ ابن حجر عسقلانی فی فتح الباری شرح البخاری وقال الله تعالى قد افلح من تزكى وثبت انها نزلت فى زكوة الفطر وثبت فى الصحيحين اثبات حقيقة الفلاح لمن اقتصر على الواجبات انتهى۔ ان احادیث صحیحہ موجودہ میں سے ایک یہ ہے عن ابن عمرؓ قال فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكوة الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعير على العبد والحر والذكر والانثى والصغير والكبير من المسلمين وامر بها ان تودى قبل خروج الناس الى الصلوة رواه البخارى ومسلم یعنی روایت ہے ابن عمرؓ سے کہا فرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر ایک صاع خرما سے یا ایک صاع جو سے یا اس سے جو ان کے سوا اور کھانے کی چیزیں ہیں جن کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ آوے گا۔ ہر غلام و آزاد، مرد و عورت، لڑکے اور جوان پر مسلمانوں سے۔ اور حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ادا کیا جاوے صدقہ فطر پہلے اس سے کہ لوگ نماز کو نکلیں روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔ اس حدیث سے صراحۃً صدقہ فطر کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ حدیث میں لفظ فرض کا موجود ہے۔ اور فرض کے دوسرے معنی مراد لینا بغیر کسی قرینے صارفہ کے صحیح نہیں کیونکہ یہ معنی فرض کا حقیقت شرعیہ ہے کما تقرر فی الاصول اور اس کے سوا بہت سی حدیثیں ہیں ایک ہی پر اکتفا کیا تاکہ طول نہ ہو جاوے چنانچہ بخاریؒ نے صدقہ فطر کے فرض ہونے پر ایک باب منعقد کیا ہے مگر اس کی قضا نہیں ہے اور قاعدہ حکمیہ نہیں ہے کہ جو فرض عین ہے اس کی قضا لازم ہے۔ محض بے دلیل ہے۔ کما تقرر فی الاصول اور ہر مسلمان پر فرض ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔ خواہ مرد ہو خواہ عورت۔ خواہ لڑکا ہو خواہ جوان خواہ غلام ہو خواہ آزاد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہ امیر ہو خواہ غریب۔ جیسا کہ حدیث مذکورۃ الصدر سے واضح ہے کہ مطلق ہے۔ شرط صاحب نصاب ہونے کی نہیں بلکہ دار قطنی اور احمد کی روایت میں تصریح بھی آگئی ہے کہ فقیر پر بھی فرض ہے واستدل بقولہ فی حدیث ابن عباسؓ فطرۃ الصائم علی انھا تجب علی الفقیر کما علی الغنی وقد ورد ذلک صریحا فی حدیث ابی ہریرۃؓ عند احمد وفی حدیث ثعلبۃ ابن ابی صغیر عند الدارقطنی انتھی ما فی فتح الباری۔ مگر استطاعت ضروری ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا۔ ترجمہ نہیں تکلیف دیتا اللہ کسی کو لیکن اس کی طاقت کے موافق۔ لڑکے کا اگر مال ہو تو اس کا ولی اس میں سے صدقہ فطر نکالے اور اگر مال نہ ہو تو اس کی طرف سے اس کا باپ یا جس پر اس کا نفقہ واجب ہے ادا کرے یہی قول جمہور کا ہے۔ وجوب فطرۃ الصغیر فی مالہ والمخاطب باخراجھا ولیہ ان کان للصغیر مال والا وجبت علی من تلزمہ نفقتہ والی ھذا ذھب الجمھور انتھی ما فی نیل الاوطار قولہ الصغیر والکبیر ظاھرہ وجوبھا علی الصغیر لکن المخاطب عنہ ولیہ فوجوبھا علی ھذا فی مال الصغیر والا فعلی من تلزمہ نفقتہ وھذا قول الجمھور انتھی ما فی فتح الباری اور غلام کا مولا ادا کرے کیونکہ مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ مولی پر غلام کا صدقہ نہیں مگر صدقہ فطر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام کا صدقہ فطر مولیٰ ادا کرے قولہ علی العبد الخ ظاھرہ اخراج العبد عن نفسہ ولم یقل بہ الا داؤد وخالفہ اصحابہ والناس واحتجوا بحدیث ابی ہریرۃؓ مرفوعا لیس فی العبد صدقۃ الا صدقۃ الفطر اخرجہ مسلم ومقتضاہ انھا علی السید انتھی ما فی فتح الباری ملخصا بقدر الحاجۃ۔ حنفی مذہب میں صدقہ فطر واجب ہے صاحب نصاب پر یعنی جس کے پاس زکوٰۃ کا نصاب ہو اور لڑکے کا صدقہ صرف باپ ادا کرے اور سب باتوں میں موافق اسی کے ہے جو گذرا ہے۔ ہدایہ میں ہے۔ صدقۃ الفطر واجبۃ علی الحر المسلم اذا کان مالکا لمقدار النصاب فاضلا عن مسکنہ وثیابہ واثاثہ وفرسہ وسلاحہ وعبیدہ یخرج ذلک عن نفسہ ویخرج عن اولادہ الصغار ومما لیکہ انتھی ملخصا اور وقت ادائے صدقہ کا قبل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز عید الفطر کے ہے اور اگر کوئی دو یا تین روز یا زیادہ عید سے پہلے ادا کر دے تو جائز ہے اور بعد نماز عید کے اگر دے گا تو ادا نہ ہوگا کیونکہ آیت مذکورہ قد افلح من تزکی کے بعد وذکر اسم ربہ فصلی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ فطر نماز پر مقدم ہے۔ کیونکہ فصلی کو ساتھ فائے تعقیب کے ذکر کیا ہے جس سے تعقیب صلاۃ کی صدقہ سے مستفاد ہوتی ہے کما لا یخفی علی من لہ ادنی تامل۔ اور حدیث میں آیا ہے۔

وعن ابن عباس رضی قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوۃ الفطر طھرۃ للصائم من اللغو والرفث وطعمۃ للمساکین فمن اداھا قبل الصلوۃ فھی زکوۃ مقبولۃ ومن اداھا بعد الصلوۃ فھی صدقۃ من الصدقات رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ والدارقطنی والحاکم وصححہ کذا فی منتقی الاخبار والنیل وللبخاری وکانوا یعطون قبل الفطر بیوم او بیومین انتھی وفی موضع آخر والظاھر ان من اخرج الفطرۃ بعد صلوۃ العید کان کمن لم یخرجھا باعتبار اشتراکھما فی ترک ھذہ الصدقۃ الواجبۃ انتھی ما فی نیل الاوطار۔ اور جو چیز طعام یعنی قابل قوت ہے مثل گیہوں جو۔ پنیر۔ خرما ستو وغیرہ کے اس میں سے صدقہ فطر ادا کرنا صحیح ہے۔ عن عیاض بن عبداللہ بن ابی سرح العامری انہ سمع ابا سعید الخدری یقول کنا نخرج زکوۃ الفطر صاعا من طعام او صاعا من شعیر او صاعا من تمر او صاعا من اقط او صاعا من زبیب رواہ البخاری مقدار اس گیہوں سے آدھا صاع اور سب چیزوں سے ایک پورا صاع ہے۔ عن الحسن رضی قال خطب ابن عباس رضی فی آخر رمضان علی منبر البصرۃ فقال اخرجوا صدقۃ صومکم فکان الناس لم یعلموا فقال من ھھنا من اھل المدینۃ قوموا الی اخوانکم فعلموھم فانھم لا یعلمون فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ الصدقۃ صاعا من تمر او شعیر او نصف صاع من قمح الحدیث رواہ ابوداؤد۔ وقد نمقہ المبیبی محمد یسین الرحیم آبادی ثم العظیم آبادی عفی عنہ سیاتہ۔ لقد اصاب من اجاب ابو القاسم محمد عبدالرحمن اللاہوری اصاب من اجاب محمد حسین خان خورجوی ـــ یہ جواب صحیح ہے حررہ ابوالعلی محمد عبدالرحمن الاعظم گڈھی المبارکفوری ـــ جواب باصواب ہے۔ حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المجیب مصیب ۔ محمد فقیر اللہ ـــــ الجواب صحیح والرائے نجیح ۔ سید محمد نذیر حسین ۔ محمد شمس الدین ۱۳۱۵ ـــــ عبد الجلیل ابو محمد عبد الحق ۱۳۰۵ عبد الرؤف ۱۳۰۳ قد صح الجواب ابو محمد عبد الرؤف البہاری المالفوری عفی عنہ خادم شریعت رسول الاواب ابو محمد عبد الوہاب ۱۳۰۰ ـــــ خادم شریعت رسول الثقلین محمد تلطف حسین ۱۲۹۲ ۔ سید محمد عبد السلام غفرلہ ۱۲۹۵ ـــــ الجواب صحیح عبد اللطیف عفی عنہ

عبد اللطیف محمد طاہر ۱۳۰۱

وہ غریب مسلمان کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو، بہت ہی بھوکا ہو اس پہ یہ فطرہ کسی صورت سے نہیں ہے۔ اگر اس کو دو وقت کی فراغت حاصل ہو تو اس کو دینا چاہیئے ۔ یہ فطرہ خواہ اپنے خویش کو یا غیر کو دے جو فطرہ دے سکتا ہے اس پر فرض ہے ۔ حررہ محمد امیر الدین حنفی واعظ جامع مسجد دہلی ۔ محمد امیر الدین ۱۳۰۱

تنبیہ: ۔ جاننا چاہیئے کہ صاع جو حدیث میں آیا ہے وہ صاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اسے صاع حجازی کہتے ہیں۔ اسی صاع حجازی سے صدقہ وغیرہ ادا کرنا چاہیئے ۔ صاع عراقی سے نہیں کیونکہ صاع عراقی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صاع نہیں ہے ۔ چنانچہ اس کی تصریح کتب حدیث میں موجود ہے اور اجرا احکام اسی صاع سے ہونا چاہیئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ کا صاع ہے اور اس کا وزن سیروں کے حساب سے ہے ۔ جو مسک الختام شرح بلوغ المرام میں ہے پس صدقہ فطر بسیر پختہ لکھنؤ کہ نود و شش روپیہ است وروپیہ یازدہ ماشہ نصف صاع از گندم ایک آثار و شش چھٹانک وسہ ماشہ از جو دو چند آں یعنی دو آثار و نیم پاؤ و شش ماشہ و چہار رتی است یک سیر نیم پاؤ و نیم چھٹانک و یک تولہ وسہ ماشہ باشد انتہی اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیئے کہ اصل صدقہ فطر میں کیل یعنی پیمانہ تاپنے کا ہے اور وزن کے قدر کی جو حاجت پڑتی ہے تو صرف استظہارا و استیناسا لطلب حفظ الاحکام کما لا یخفی علی الماہر اور لامحالہ قدر وزن میں قدر قلیل اختلاف معلوم ہوتا ہے اور حقیقت میں مشکل ہی ہے۔ ضبط صاع کا ساتھ ارطال وغیرہ کے کیونکہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تھا اسی سے صدقہ فطر ادا کیا جاتا تھا وہ تو پیمانہ معروف و مشہور تھا اب اندازہ وقدر اس کا وزنا ہوتا ہے ساتھ مختلف ہونے اجناس صدقہ کے مثل حمص وذرہ وغیرہ کے تو ضرور ہے کہ ایسے پیمانہ سے صدقہ دینا چاہیئے کہ موافق صاع وپیمانہ رسول اللہ کے ہو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جو شخص اس کو نہ پائے تو لازم ہے کہ اس طرح سے ادا کرے کہ تیقن کامل ہو کہ یہ اس سے کم و ناقص نہیں ہوگا۔ مسک الختام میں لکھا ہے کہ احتیاطاً در صدقہ فطر دو سیر انگریزی گندم باید داد و صاع از جو دو چند آں یعنی دو سیر و یک و نیم چھٹانک و احتیاطاً از جو چہار سیر باید داد انتہی۔ پس مقدر کرنا صاع کو ساتھ پانچ رطل و ثلث رطل کے بہت اقرب الی الصواب ہے اور کہا صاحب روضہ نے وقد یشکل ضبط الصاع بالارطال فان الصاع المخرج به فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکیال معروف ویختلف قدرہ وزناً باختلاف جنس ما یخرج کالذرۃ والحمص وغیرھا والصواب ما قاله الدارمی ان الاعتماد علی الکیل بصاع معاثر بالصاع الذی کان یخرج به فی عصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن لم یجدہ لزمه اخراج قدر تیقن انه لا ینقص عنه وعلی ھذا فالتقدیر بخمسة ارطال وثلث تقریب کذا فی عون الباری لحل ادلة البخاری اور بعض علماء نے کہا ہے کہ صاع چار لپ یعنی چار لپ متوسط آدمی کا ہے اور یہ تجربہ بھی کیا گیا ہے پس صحیح اور موافق ہے صاع رسول اللہ کے ..... کذا فی القاموس وحکاہ النووی ایضا فی الروضہ۔ اور اہل پنجاب اس امر میں بہت اچھے اور خوب ہیں۔ کیونکہ ان کے یہاں پیمانہ مثل مد کے پڑوپی ہے اور مثل صاع کے ٹوپہ ہے اور وہ اسی پر اجراء احکام وغیرہ کرتے ہیں فقط واللہ اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب حررہ العاجز ابو محمد عبد الوہاب الفنجابی الجھنگوی ثم الملتانی نزیل الدہلی تجاوز اللہ عن ذنبه الخفی والجلی فی اواخر شہر اللہ الذی انزل فیه القرآن ۱۳۰۵ھ ۔ سید محمد نذیر حسین۔ سید محمد عبد السلام غفرلہ ۱۲۹۹ - محمد امیر الدین ۱۳۰۱　خادم شریعت رسول الثقلین محمد تلطف حسین۔ الخ۔

(فتاویٰ نذیریہ ج اول صفحہ ۵۱۷)

سوال: رمضان شریف کے مہینے میں بیوی کے پاس جاوے یا نہیں؟

جواب: رمضان شریف میں عورت سے ملنے کی اجازت قرآن شریف میں ہے۔ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ رمضان کی راتوں میں تمہارے لیے عورتوں کے پاس جانا حلال کیا گیا۔　(۲۷ جنوری ۱۹۲۳ء)

سوال: زید اپنی بیوی سے شب کو صحبت کرتا ہے اور سحری کھا کر روزہ رکھ لیتا ہے اور غسل نہیں کرتا، اور نہ نماز فجر میں شرکت کرتا ہے۔ سحری کھا کر سوجاتا ہے کیا اس کا روزہ ہوا یا نہیں (راقم عبد اللہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: ایسا کرنے سے زید گنہگار ہے لیکن روزہ ہو جائے گا۔ (۱۴ شوال ۱۳۶۴ھ)

سوال: ایک عورت کو ایک مہینے کا حمل ساقط ہوا۔ کیا اس عورت کو روزہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عورت مذکورہ کو جب تک نفاس کا خون جاری رہے وہ حائضہ کی طرح روزہ نہ رکھے۔ (۱۶ شوال ۱۳۶۵ ہجری)

سوال: صائم کی کسی شخص نے ضیافت کی ہو تو کیا صائم کو ضروری ہے کہ اس کے پانی یا روٹی سے روزہ افطار کرے جبکہ روزہ افطاری والے کی نیت بھی ایسی ہی ہے الخ

جواب: صورت ہذا میں روزے دار کو روٹی کھلانے والے کو افطاری کا ثواب ملے گا کیونکہ اس کی دعوت ہی بغرض افطار ہے وقال علیہ السلام الاعمال بالنیات واللہ اعلم۔ (۷ جنوری ۱۹۳۸ء)

سوال: روزہ دار ماں اپنے شیر خوار بچے کو دودھ پلا سکتی ہے یا نہیں۔

جواب: دودھ پلانا منع نہیں۔ پلانے والی اپنی طاقت دیکھ لے جیسے سحری کھانے کے بغیر روزہ رکھنا منع نہیں روزہ دار اپنی طاقت دیکھ لے۔ (۱۹ فروری ۱۹۳۲ء)

سوال: ایک آدمی رمضان شریف کو بھی گالی نکالتا ہے اور روزہ رکھنے والوں کو بھی اور جو آدمی اس کو کہے کہ بھائی تم بھی روزہ رکھو تو وہ بے تحاشہ شرع شریف کے بارے میں بکواس کرتا ہے ایسے آدمی کی نسبت کیا کیا جائے نماز کا تو وہ سرے سے منکر ہی ہے۔

جواب: سوال کے الفاظ اگر صحیح ہیں تو شخص مذکور بد دین بلکہ کافر ہے ایسے کلمات منہ سے نکالنے بالکل جائز نہیں۔ (۱۰ شوال ۱۳۳۹ھ)

سوال: روزے میں ایسے منجن سے دانت مانجھنا جس میں نمک اور سیاہ مرچ ملا ہوا ہو کیسا ہے؟

جواب: جس طرح تلخ مسواک کرنی جائز ہے یہ بھی جائز ہے۔ (۱۰ شوال ۱۳۳۶ھ)

سوال: جو شخص نماز عشاء بغیر جماعت کے ادا کرے اور علاوہ فرض کے سنت اور نفل بھی پڑھے تو اس شخص کو نماز تراویح کس وقت میں پڑھنی چاہیے؟ یعنی کیا وہ پہلے نماز عشاء کی بارہ رکعت پڑھ کر پھر تراویح پڑھ کر پھر وتر ادا اور اس کے بعد نفل ادا کرے؟

جواب: بعد نماز عشاء کے تراویح پڑھے یا بعد نیند بوقت سحری پڑھے ہر دو جائز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ (۱۷ شوال ۱۳۳۹ھ)

سوال: نماز تہجد محدثین کے نزدیک کے رکعت ہے۔

جواب: کم سے کم ۷ رکعت اور زیادہ ۱۱ رکعت یا ۱۳ ہے مع آخری نفلوں کے تیرہ رکعت سفر السعادت میں جمیع طریق جمع کیے گئے ہیں۔ (۱۷ شوال ۱۳۳۹ھ)

سوال: جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ لے وہ پھر آخر رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: پڑھ سکتا ہے۔ تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے۔ اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔ (۱۷ شوال ۱۳۳۹ھ)

سوال: عورتوں کو نماز تراویح پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز بلکہ سنت ہے مثل مردوں کے۔ (۱۷ شوال ۱۳۳۹ھ)

سوال: کیا دوربین کے ذریعے سے ۲۹ رمضان المبارک کو چاند دیکھ کر صبح کو روزہ رکھنا اور عید الفطر کرنا از روئے شرع شریف جائز ہے؟

جواب: دوربین سے چاند دیکھنا جائز ہے۔ دوربین موجود چیز دکھاتی ہے غیر موجود کو موجود نہیں کر سکتی۔ (۲۱ جون ۱۹۲۱ء)

سوال: ایک امام صاحب نے وعظ میں بیان کیا کہ اگر کوئی شخص بوقت سحری خاص طور پر نیت نہ کرے اور یہ زبان سے نہ کہے کہ لیے خدا میں کل روزہ رکھوں گا تو اس شخص کا روزہ ہرگز درجۂ قبولیت کو نہیں پہنچے گا اکثر لوگوں کو اعتراض ہے کہ خدا تو نیت کو دیکھتا ہے پھر زبان سے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ فتح الباری میں موجود ہے۔ مگر یہ کتاب یہاں موجود نہیں۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟

جواب: زبان سے نیت کرنے کی ضرورت نہیں۔ نیت دل سے ہوتی ہے فتح الباری میں اس نے یہ حدیث سنی یا دیکھی ہوگی من لم یبیت الصلٰوۃ (غالباً سہو کاتب ہے صحیح الصیام ہوگا۔ راز) فلا صیام لہ۔ یعنی جو شخص رات سے روزے کی نیت نہ کرے یعنی اس کو خیال نہ ہو کہ میں کل روزہ رکھوں گا اس کا روزہ نہیں ہوگا زبان سے بولنا مراد نہیں۔ (۹ ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ)

شرفیہ۔ حدیث مذکور مرفوع صحیح نہیں ہے۔ حضرت حفصہؓ کا اثر ہے قال الترمذیؒ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والنسائی الی وقفہ-بلوغ المرام ہاں ابن خزیمہ ابن حبان دارقطنی نے اسے مرفوع کہا ہے۔
(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: رمضان مبارک مہینے میں چوبیس کلاک کا روزہ رکھنا درست ہے یا نہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مغرب کے بعد کھانا کھاتے ہیں اور سو جاتے ہیں سحری کرتے نہیں صبح کو کام کاج کرتے ہیں اور روزہ دار کے موافق رہتے ہیں۔ مغرب ہو تو پھر کھانا کھاتے ہیں۔ ایسے بھوکے رہنے سے روزہ ہوتا ہے یا نہیں (میاں حسین پٹیل)

جواب: ایسے لوگ اگر روزہ کی نیت نہ کرے اس کا روزہ نہیں ہوگا۔ (۲۲ ذیقعدہ ۳۹ھ)

شرفیہ: سحری نہ کھانا حدیث نبوی تسحروا فان فی السحور برکۃ اور حدیث فصل ما بین صیامنا وصیام اهل الکتاب اکلة السحر رواہ مسلم کے خلاف ہے ۱۲۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: عورتیں جب حیض یا نفاس سے ہوں تو پاک ہونے پر نماز کی قضا کریں یا نہیں اور پاک ہونے پر روزوں کا کیا حکم ہے حیض کے دنوں میں ذکر اذکار درود شریف کا کیا حکم ہے؟

جواب: حائضہ اور نافسہ عورت پر روزہ کی قضا لازم ہے۔ نماز معاف ہے مگر ذکر اور درود وغیرہ سے منع کی کوئی قوی دلیل نہیں۔ ذکر اور درود شریف پڑھ سکتی ہے۔
(۲ ستمبر ۱۹۳۱ء) عبداللہ ودیا نگرم ضلع دیراگیام)

سوال: ایک آدمی باوجود بڑی مسجد کے محلہ کی چھوٹی مسجد میں اعتکاف بیٹھتا ہے۔ اور نماز مغرب کے بعد حقہ نوشی بھی کرتا ہے۔ اور بڑی مسجد گاؤں کی چھوڑ کر دوسرے گاؤں میں جو نصف میل کے قریب ہے نماز جمعہ ادا کرتا ہے۔ کیا اس کا اعتکاف صحیح ہے؟

جواب: جمہور علماء کے نزدیک اعتکاف ہر مسجد میں جائز ہے۔ اس لئے شخص مذکور کا اعتکاف صحیح ہے البتہ حقہ نوشی کرتا ہے یہ ممنوع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مفتر اشیاء سے منع فرمایا ہے۔ نیز حدیث شریف میں ضروری حاجت کے سوا جائے اعتکاف سے نکلنا منع فرمایا ہے اور اس غرض فاسد (حقہ نوشی) کے لئے باہر آنا اعتکاف کے لئے خارج ضرور ہے۔ واللہ اعلم (۹ دسمبر ۱۹۲۰ء)

شرفیہ: یہ صحیح ہے کہ نماز جمعہ فرض ہے اور اعتکاف سنت ہے اگر جمعہ ترک کرے تو ممنوع ہے اور نکلنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ لہٰذا جہاں جمعہ ہو وہیں اعتکاف لازم ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حقہ کشی کے باعث باہر نکلنے سے اعتکاف باطل ہو جاتا ہے السنۃ علی المعتکف ان لا یعود مریضا ولا یشھد جنازۃ ولا یمس امرأۃ ولا یباشرھا ولا یخرج لحاجۃ الا لما بد منہ رواہ ابوداؤد۔ اور حقہ تو جائز ہی نہیں ہے۔

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: عیدین کی نماز میں ہر تکبیر پر رفع یدین کرنا چاہیئے یا نہیں کرنا چاہیئے اور محدثین کا عمل کیا رہا ہے۔ (حافظ عبد الرزاق از رائے درگ)

جواب: کرنا چاہیئے حدیث لاترفع الایدی الا فی سبع مواطن گو ضعیف ہے مگر عمل اس پر ہے۔ حنفی مذہب میں بھی رفع یدین سنت ہے۔ (۱۲ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ)

سوال: ماہ شعبان کی تیس تاریخ کو اگر دن کا کچھ حصہ گزر کر مفتی کے فتوے سے ماہ رمضان کی پہلی تاریخ مقرر ہوئی تو اسی وقت کھانا پینا ناقص چھوڑ دینا واجب ہے؟ اگر کوئی شخص یہ خبر سن کر بھی کھانا وغیرہ عمداً نہ چھوڑے تو اس کے لیے کیا حکم ہے (ایکے از منگور)

جواب: صورت مرقومہ میں کھانا پینا چھوڑ دینا احترام صیام ہے روزہ نہیں ہے کیونکہ دن کا کچھ حصہ گزرنے پر شرعی روزہ نہیں ہوتا ماہ صیام کا احترام ہوتا ہے اگر کسی کا دل اس شہادت پر مطمئن نہ ہو تو اسے کچھ نہ کہا جائے مگر وہ بعد رمضان روزہ قضا کرے

(۵ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ)

سوال: یہاں بہت مدت سے یہ دستور ہے کہ ماہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو چندہ کر کے کچھ روشنی زیادہ کی جاتی ہے اور جس قدر مستورات اور مرد جمع ہوتے ہیں سب کو بعد نماز تراویح چاء پلائی جاتی ہے۔ اس کے بعد وعظ ہوتا ہے وعظ کے بعد شیرینی اور کھجور اور اجوائن سب کو تقسیم ہوتی ہے تو کیا یہ فعل سنت ہے یا بدعت۔

جواب: بہ نیت ولیمۃ القرآن جائز ہے۔ محض ریا اور فخر کے لئے جائز نہیں۔ واللہ اعلم۔ (۲۱ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ)

شرفیہ: صورت مذکورہ فی السوال ولیمۃ القرآن کی نہیں ہے اور یہ طریق مروجہ رسم ہے لہٰذا ترک ہی بہتر ہے۔ ورنہ بدعات ایسے ہی بنتی ہیں۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

تمت کتاب الصیام والحمد للہ اولا واخرا ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا۔ آمین۔ محمد داؤد راز۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب چہارم

کتاب الزکوٰۃ

افتتاحیہ

از قلم مقبول رب العالمین حضرت محمد سلیمان صاحب پٹیالوی مصنف رحمۃ للعالمین رحمۃ اللہ علیہ

علم الاقتصاد یا تمدن یا پولٹیکل اکانومی کا سب سے مشکل مسئلہ یہ ہے کہ افراد قوم میں بلحاظ فقر و دولت کیونکر ایک تناسب قائم کیا جائے۔

حکیم سولون کے عہد سے لے کر آج تک کوئی انسانی دماغ اس عقیدہ کی گرہ کشائی نہیں کر سکا یورپ میں نہلسٹ جن کا مقصد یہ ہے کہ جملہ املاک و امتیازات پر افراد قوم کا مساوی حق تعرف و یکساں حق ملکیت ہو نیشنلسٹ جن کا مقصد یہ ہے کہ اراضی سکنی و زرعی کی ملکیت و پیداوار کو شخصی قبضہ سے نکال لیا جائے۔ سوشلسٹ جن کا مقصد یہ ہے کہ اسباب معیشت پر سے شخصی ملکیت کو اٹھا دیا جائے اور جمہور کی ملک بنا دیا جائے فرقے اسی لئے پیدا ہو گئے ہیں کہ اس مسئلہ کا حل کر سکیں۔

املاک پر سے حق ملکیت مالکان کا اٹھا دینا اس قدر عملاً محال ہے کہ دنیا میں کبھی بھی اس کا رواج نہ ہو گا اسی لئے قرآن مجید نے اس بارہ میں پہلے سے فیصلہ کر دیا ہے وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ (سورہ نحل) ترجمہ۔ رزق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اللہ نے ایک دوسرے پر برتری دی ہے اور جن کو یہ برتری ملی ہے وہ اپنا حصہ ان لوگوں کو جن کے وہ مالک ہو چکے ہیں (اس لیے) واپس نہ کریں گے کہ سب آپس میں برابر ہو جاویں۔ اسلام نے جو مسلمانوں کو دنیا کی برترین متمدن قوم بنانا چاہتا ہے اس مسئلہ پر توجہ کی۔ اور اسے ہمیشہ کے لیے طے کر دیا۔ اور اسی کا نام فرضیت زکوٰۃ ہے۔

(۲) زکوٰۃ ۲ھ میں مسلمانوں پر فرض ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نیک اور رحیم دل پہلے ہی سے مسکینوں کا ہمدرد۔ غریبوں پر رحم کرنے والا۔ دردمندوں کا غمگسار تھا۔ اور اسلام میں شروع ہی سے مساکین اور غربا کی دستگیری پر مسلمانوں کو خصوصیت سے توجہ دلائی جاتی تھی۔ اور ان کی ہمدردی کو غربا کا رفیق بنایا جاتا تھا۔ اور مسلمان اس پاک تعلیم کی بدولت غربا و مساکین کے لیے بہت کچھ کیا بھی کرتے تھے۔ تاہم ایسا کوئی قاعدہ مقرر نہ تھا جس پر بطور "آئین وضابطہ" کے عمل کیا جاتا ہو۔ اس لیے دولتمند جو کچھ بھی کرتے تھے اپنی فیاضی اور نیک دلی سے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فرض اور اسلام کا ایک رکن کلمہ شہادت اور نماز کے بعد قرار دیا۔ زکوٰۃ درحقیقت اس صفت ہمدردی اور رحم کے استعمال کا نام ہے۔ جو انسان کے دل میں اپنے ابنائے جنس کے ساتھ قدرتاً و فطرۃً موجود ہے زکوٰۃ ادا کرنے سے ادا کرنے والے کو یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ مال کی محبت اخلاق انسانی کو مغلوب نہیں کر سکتی اور بخل امساک کے عیوب سے انسان پاک رہتا ہے اور یہ فائدہ بھی کہ غریب اور مساکین کو وہ اپنی قوم کا جزو سمجھتا رہتا ہے اور اس لیے بے حد دولت کا جمع ہونا بھی اس میں تکبر اور غرور پیدا نہیں ہونے دیتا۔

اور یہ فائدہ بھی ہے کہ غربا کے گروہ کثیر کو اس کے ساتھ ایک انس و محبت اور اس کی دولت و ثروت کے ساتھ ہمدردی و خیرخواہی پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اس کے مال میں اپنا ایک حصہ موجود و قائم سمجھتے ہیں۔ گویا دولتمند مسلمان کی دولت ایک ایسی کمپنی کی دولت کی مثال پیدا کر لیتی ہے۔ جس میں ادنیٰ اور اعلیٰ حصے کے حصہ دار شامل ہوتے ہیں۔

قوم کو یہ فائدہ ہے کہ بھیک مانگنے کی رسم قوم سے بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔ اسلام نے مساکین کا حق امرا کی دولت میں بنام زکوٰۃ اموال نامیہ یعنی ترقی کرنے والے مالوں میں مقرر کیا ہے جن میں سے ادا کرنا کبھی ناگوار نہیں گذرتا۔ اموال نامیہ میں تجارت۔ زراعت اور مواشی (بھیڑ۔ بکری۔ اور اونٹ۔ گائے) نقدیت۔ معادن اور دفائن شمار ہوتے ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب یہ دکھلانا ضروری ہے کہ جو نقد و جنس زکوٰۃ سے حاصل ہو۔ اس کے مستحق کون کون لوگ ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (سورہ توبہ) زکوٰۃ اور صدقات کا مال (۱) فقیروں اور (۲) مسکینوں کے لئے ہے (فقیروں اور مسکینوں کا فرق کتب فقہ میں دیکھو) (۳) تحصیلداران زکوٰۃ کے لئے (جن کی تنخواہیں ادا ہوں گی) (۴) اور اُن لوگوں کے لئے جن کی دل افزائی اسلام میں منظور ہو یعنی نومسلم لوگ (۵) اور غلاموں کو آزادی دلانے کے لئے (۶) اور ایسے قرضداروں کا قرضہ چکانے کے لئے جو قرض نہ اُتار سکتے ہوں۔ (۷) اور اللہ کے رستہ میں (یعنی دیگر نیک کاموں کے لئے اس کی تفصیل بھی کتب فقہ میں دیکھئے (۸) اور مسافروں کے لئے ہے۔

جن آٹھ مدات پر زکوٰۃ تقسیم کی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت سے ملک اور قوم اور افراد کی نوعی و شخصی ضروریات کو کیسی خوبی سے پورا کر دیا گیا ہے (رحمۃ للعالمین صفحہ)

شذرفیہ: نہلسٹ کا مقصد یہ ہے کہ جملہ املاک و امتیازات پر افراد کا مساوی حق تصرف و یکساں حق ملکیت ہو۔ سوشیالسٹ کا مقصد یہ ہے کہ اسباب معیشت پر سے شخصی ملکیت کو اٹھا دیا جائے اور جمہور کی ملکیت میں کر دیا جائے۔ نیشنلسٹ کا مقصد یہ ہے کہ اراضی سکنی و زرعی کی ملکیت و پیداوار کو شخصی قبضہ سے نکال لیا جائے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی خالقیت۔ رازقیت۔ الوہیت۔ وحدانیت و ارسال رسل وغیرہ صفات کے قائل نہیں جو ان کو قرآن مجید یا احادیث نبویہ سے قائل کیا جائے لہٰذا ان پر برہان عقلی پیش کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ کہ ان سب اقوال کا خلاصہ ہے کہ کسی شخص کا کسی امر ملکیت اراضی و اسباب معیشت وغیرہ کل شے میں شخصی حق تصرف نہیں صرف جمہور یا حکومت کا حق ہے جس کو جتنا چاہے دے باقی سب پر در تصرف بند ہے سو یہ قول بالکل خلاف عقل ہے کہ اولاً تو یہ مساوات اس امر پر موقوف ہے کہ تمام افراد قوم عقل ہمت خلق قوت کسب انتظام نفسانی خواہش وغیرہ امور نظام صالح میں یکساں ہوں اور تجربہ شاہد عادل ہے کہ یہ مساوات قطعاً ثابت نہیں۔ ان میں بے حد اختلاف ہے اگر اختلاف نہ ہو تو پھر حکومت کی ضرورت ہی نہیں رہتی حکومت ہی بیکار رہے اور یہ امر بھی بدیہی ہے لہٰذا مساوات ناممکن ہے۔ دوم جب امزجہ میں اختلاف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شدید ہے تو فساد فی الارض لازم ہے۔ پھر اگر جمہور یا حکومت نے جبراً ان کو دبا کر ان کی خواہشات سے روکا تو ان کا قانون مساوات ٹوٹ گیا کہ جبراً ان کے حق مساوات کو سلب کیا۔ ثابت ہوا کہ ان کا یہ قانون باطل ہے۔ اس لئے کہ اگر تمام افراد قوم امور مذکورہ بالا میں یکساں ہوتے تو واقعی ملکیت، املاک و حق تصرف تمام اشیاء میں مساوات کے مستحق ہوتے واذلیس فلیس۔ سوم اگر تمام افراد قوم کی رضامندی سے صحیح طور سے جمہور کا انتخاب یعنی ارباب حکومت کا ہو تب تو واقعی حکومت کا ان پر حکم بجا ہے۔ مگر جب ثابت ہو چکا کہ سب کے مزاجوں میں امور مذکورہ بالا میں اختلاف شدید ہے تو رضامندی سے سب کا اتفاق ناممکن ہے اور جبر سے ان کا قانون مذکورہ ٹوٹ جاتا ہے ؎

بات وہ منہ سے کہی ہے کہ بنائے نہ بنے ، بوجھ وہ سر پہ لیا ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے

چہارم املاک و اسباب معیشت میں ہر شخص کا سامان ضروری لباس مرکب مکان رہائش حتی کہ ملک منافعہ بضعہ یعنی تصرف زوجہ پر بھی ایک قسم کی ملکیت ہے۔ پھر کیا ہر شخص کو افراد قوم سے اختیار ہے کہ جب چاہے اشیاء مذکورہ میں سے جس شخص کا ان پہ قبضہ ہے وہ بھی اس پر قابض ہو جائے اور اپنے تصرف میں لائے حتی کہ اس کی زوجہ کو بھی اس لئے کہ ہر شخص کا ہر شئی میں حق تصرف مساوی ہے ترجیح کی کوئی وجہ نہیں پھر اگر حکومت روکے تو ان کے حق تصرف کو سلب کرنا ظلم ہے اور قانون بھی ٹوٹتا ہے اور اگر نہ روکے تو فساد فی الارض لازم ہوتا ہے۔ اسی فساد فی الارض کی اصلاح اور نظام صالح کے لئے اللہ تعالیٰ دنیا میں انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کرتا رہتا ہے اگر انسانی عقل ہی نظام صالح کے لئے کافی ہوتی تو پھر ارسال انبیاء کی ضرورت نہ ہوتی۔ واذلیس فلیس۔

پنجم اگر کوئی شخص اشیاء مذکورہ بالا میں سے جو ارباب حکومت کے تصرف میں ہیں ان میں بلا اجازت ان پر اپنا قبضہ کرے تو کیا ارباب حکومت اس کو روا رکھیں گے۔ اور گوارا کریں گے ہرگز نہیں اگر نہیں تو کیوں اس لئے ہر شخص کا افراد قوم میں سے ہر شئے پر خواہ کسی کی ہو، ارباب حکومت ہوں یا کوئی اور یکساں ہر شے میں حق تصرف مساوی ہے کسی کی تخصیص نہیں ورنہ ترجیح بلا مرجح ہے جو باطل ہے۔ ششم جب ثابت ہو چکا کہ تمام افراد کے مزاجوں اور خواہشوں میں اختلاف شدید ہے اور رضامندی سے قوانین مذکورہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر صحیح انتخاب ناممکن ہے تو پھر جمہور کی حکومت ہی خلاف عقل وصریح ظلم ہے کہ بلاوجہ وجیہہ سب پر حکومت کریں جب کہ ان کو کسی پر فوقیت کی کوئی وجہ نہیں تو یہ مساوات نہ ہوئی صریح ظلم اور بے انصافی اور مساوات کا ابطال ہوا۔ ہفتم اگر بالفرض ان قوانین مذکورہ بالا پر عمل کیا جائے تو پھر ہر شخص کی محرمات ابدیہ کے علاوہ اس کی زوجہ پر بھی ہر شخص کا حق تصرف ثابت ہوگا تو پھر حلال وحرام، حلال زادہ حرامزادہ میں کیا فرق ہوگا کچھ بھی نہ ہوگا کسی کی نسل صحیح نہ ہوگی۔ حرامزادگی کے علاوہ دیوثی کا بازار بھی گرم ہوگا۔ اخلاق حسنہ کا نام ونشان نہ ہوگا بدمعاشی سے فساد فی الارض کا دور دورہ ہوگا پھر ایسے ہی بدمعاشوں پر قیامت قائم ہوگی جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ کوئی ان سے پوچھے کہ جب اللہ تعالیٰ کی ہستی اور خالقیت وغیرہ شرائع کے قائل نہیں تو بتایئے آپ کی ماں بہن بیٹی بیوی وغیرہ میں کیا فرق ہے کہ بعض سے رفع حاجت یا خواہش نفسانی جائز اور بعض سے ناجائز اس پر کونسا برہان عقلی ہے بینوا ان کنتم صادقین۔ ہشتم جب یہ لوگ دہریہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت، خالقیت، رازقیت، قیامت وغیرہ کے قائل ہی نہیں تو پھر ان میں خدا ترسی یا رغبت ثواب یا خوف عذاب نہ ہوگا اور خواہشات نفسانیہ اور شہوات کا زور ہوگا تو وہ بلا خوف بدکاری بدمعاشی کریں گے چنانچہ ارباب حکومت ہی سب سے زائد حصہ اس میں لیں گے تو پھر مساوات کہاں رہے گی اور ابھی تجربہ کر کے دیکھ لیجیے جہاں اس کا چرچہ ہے وہاں رعایا کو حکومت نے قید کر رکھا ہے۔ املاک جبراً سلب کر لیے ہیں۔ ذرا کسی نے انکار کیا مار مار کر بھس بھر دیا۔ سخت سے سخت سزا قید وغیرہ دی۔ ان کی ساری آزادی سلب کر رکھی ہے جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور وہ بیچارے بے بس ہیں۔ نہم اول تو یہ لوگ حلال وحرام، جائز وناجائز کو جانتے ہی نہیں نہ یہ جانتے ہیں کہ انصاف وعدل کیا ہے اور بے انصافی وظلم کیا ہے اس لیے کہ ان امور کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جان سکتا کہ آپس میں ایک دوسرے کے کیا کیا حقوق ہیں کیا کیا مراتب ہیں عدل کیا ہے۔ ظلم کیا ہے عدل اور ظلم کا علم مراتب حقوق پر موقوف ہے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جو خالق الکل ہے ایسے ہی مساوات کا علم بھی اسی کو ہے اس لیے کہ یہ حقوق ومراتب ان کے علم پر موقوف ہیں اور یہ اسی وحدہ لاشریک لہ کو ہے۔ اسی لیے اس نے انبیاء کو بھیج کر ان پر کتب نازل کر کے سب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امور کی تفصیل بتا دی جو قرآن مجید میں ہے اور احادیث نبویہ میں۔ پس مساوات عقلی بھی اور شرعی بھی یہ کہ ہر ذی حق کو جس جس کو اللہ نے جو جو حقوق عطا کئے ہیں وہ ان کو دیئے جائیں یہ ہے انصاف اور مساوات۔ دہم یہ لوگ جن قوانین پر چلانا چاہتے ہیں کیا یہ تاریخ سے ثابت کر سکتے ہیں۔ جہاں کہیں بھی شبہ ہوگا وہاں صریح جبر و استبداد و ظلم ثابت ہوگا اور بس یہ قوانین کیا ہیں وسواس الشیاطین ہیں اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس کا علاج بتایا ہے پڑھو ﴿رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ﴾ وایضا ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ إِلَٰهِ النَّاسِ ۝ مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝﴾ تلك عشرة كاملة۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

روٹی کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے اسلام نے بڑے اہم پروگرام بنائے ہیں۔ جب سوسائٹی غیر منظم ہو تو خیرات پر زور دیا ہے اور ساتھ ہی زکوٰۃ کے ذریعے دولت کی بہتر تقسیم کی صورت پیدا کی ہے یہاں تک زور دیا ہے کہ قرب و جوار کے ننگوں اور بھوکوں کو کھانا کپڑا دینے کو اللہ تعالیٰ نے خود اللہ کو کھانا کپڑا دینے کے مرادف قرار دیا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ پوچھے گا " میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہیں دیا تھا۔ اس پر لوگ کہیں گے کہ اے اللہ تو تو بھوک سے بے نیاز ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تو بھوکا ہو۔ اللہ تعالیٰ کہے گا کہ میرے بندے بھوکے تھے تو گویا میں ہی بھوکا تھا ان کو تم نے کھانا نہیں دیا گویا مجھے نہیں دیا۔

اسی روٹی کے مسئلے پر زور دینے کے لئے الخلق عیال اللہ (خلق اللہ کا خاندان ہے) کا فلسفہ پیش کیا گیا یہاں ایک اور اصولی بات کی طرف اشارہ ضروری ہے۔ قرآن کی ایک آیۃ ہے ﴿وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا﴾ (زمین پر کوئی ذی حیات چلنے والا ایسا نہیں جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ پر نہ ہو) اس کا مطلب عام طور پر یہ لیا جاتا ہے کہ رزق کی فکر فضول ہے کیونکہ اس کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے۔ اس آیت کا رائج الوقت مطلب تو ظاہرا غلط ہے کیونکہ ۱۹۴۳ء کے بنگال کے قحط میں ۴۵ لاکھ آدمی بھوک سے مر گئے ان میں مسلم و مشرک نیک بد، عورت اور بچے سب ہی تھے۔ اور یوں بھی دنیا کے ہر گوشہ میں آج کل کھانا نہ ملنے سے لوگ مراہی کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو مطلب آیۃ کا لیا گیا وہ غلط تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر رزق کی ذمہ داری ضرور ہے مگر یہ ذمہ داری خلافت الٰہیہ کے ذریعہ پوری ہوتی ہے۔ اللہ نے انسان کو زمین پر خلیفۃ اللہ بنایا ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (ہم نے زمین پر اپنا نائب بنایا) پس زمین پر انسان کو خلافت الٰہیہ قائم کرنی چاہیئے۔ اس خلافت الٰہیہ پر رزق کی ذمہ داری آجاتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ ذمہ داری انسان پر بحیثیت مجموعی عائد ہوتی ہے۔ انسان کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ قوانین الٰہی کے مطابق اپنا نظام درست کرے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو بنی نوع انسان میں روٹی کا سوال حل ہو جائے گا اور ہر انسان کے رزق کی ذمہ داری قانون الٰہی کے مطابق پوری ہوتی رہے گی۔ لیکن اگر انسان نے بغاوت کی اور اللہ کے قوانین کے خلاف نظام طاغوتی بنانا شروع کر دیا تو یہ ذمہ داری پوری کرنے والی مشینری ٹوٹ جاتی ہے اور بھوک کی مصیبت عذاب بن کر نازل ہونے لگتی ہے۔ سوسائٹی کو سزا ملتی ہے۔ جن قوانین الٰہیہ پر چلنا رزق کے عام حصول کے لئے خلافۃ الٰہیہ کے اصول پر ضروری تھا ان کے توڑنے سے قحط واقع ہوتا ہے اور لوگ مرتے ہیں۔

قحط عموماً بلکہ ہمیشہ انسان کا بنایا ہوا ہوتا ہے جو قحط برسات کی کمی کے باعث پڑتا ہے اس کی ذمہ داری بھی حضرت انسان پر آتی ہے کیونکہ وہ آبپاشی کے دوسرے ذرائع یا نقل و حمل کے وسائل نہیں استعمال کرتا۔ تصور یہ ہے کہ انسان اپنی قسمت کا خود مالک ہے اللہ نے خلافت الٰہیہ کے قوانین بنا دیئے ہیں ان پر عمل کرنے کے بعد دنیا میں کوئی بھوکا نہیں رہ سکتا۔ جب سوسائٹی غیر منظم ہو یعنی روٹی کا مسئلہ الجھا ہوا ہو تو فوری امداد (ریلیف) کے لئے قرآن نے بھی اور حدیث نے بھی بھوکوں کو کھانا کھلانے کی اہمیت نماز سے زیادہ رکھی ہے قرآن کی مشہور آیت ہے۔ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ الخ پ ۲ ع ۶ (ترجمہ) ایمان یہ نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کر لو بلکہ ایمان تو یہ ہے کہ آدمی اللہ پر ایمان لائے اور یوم آخرہ ملائکہ اور کتاب اور نبیین پر اور اپنا مال اللہ کی محبت میں ذوی القربی والیتمی والمساکین مسافروں سائلوں اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے دے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے ... الخ) اس آیت میں نماز سے بھی پہلے عزیز و اقارب اور مساکین وغیرہ کو دینے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکم دیا گیا ہے اور نماز و زکوٰۃ سے بھی پہلے ان چیزوں کو ایمان بتایا گیا ہے۔

حدیث میں لفظ "بعث" کی تشریح ایمان ہی سے کی گئی ہے اس آیۃ میں ایمان کی تشریح میں نماز کو غربا و مساکین کی امداد سے بعد کا درجہ دیا گیا ہے اور زکوٰۃ کو بھی بعد میں رکھا گیا ہے اس آیۃ کی بنیاد پر حضرت ابوذر غفاری نے بہت ہنگامہ برپا کیا تھا۔ بعض صحابہ کی رائے تھی کہ جس شخص نے زکوٰۃ اپنے مال کی دیدی اور کچھ دے یا نہ دے اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ لیکن ابوذر اسی آیۃ کا حوالہ دیکر کہتے تھے کہ نہیں زکوٰۃ سے پہلے اسے ذوی القربیٰ مساکین وغیرہ کے مرحلوں سے گزرنا ہوگا۔ اگر اس نے اس دینے میں کمی کی تو اس کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

حضرت ابوذرؓ کا استدلال صحیح تھا یہ کھلی حقیقت ہے۔ دوسرے صحابہ کا استدلال احادیث پر مبنی تھا جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ زکوٰۃ دینے کے بعد سارا مال پاک ہوجاتا ہے اور اسے جمع کیا جائے تو وہ "کنز" نہیں کہلائے گا۔ اور کسے لئے کوئی گناہ نہیں ہوگا یہ استدلال صرف اسی حالت میں صحیح ہوسکتا ہے جب کہ ذوی القربیٰ، مساکین اور دوسرے گروہ احتیاج کی مصیبت میں نہ مبتلا ہوں۔ اگر یہ لوگ محتاج ہیں تو صرف زکوٰۃ کافی نہیں بلکہ انسان کو اس سے زیادہ بھی دینا پڑے گا۔ اور ایسا بھی ایک وقت آسکتا ہے کہ اسٹیٹ یا جماعت انسان کا سب کچھ چھین لے صرف فوری خرچ کے لئے چھوڑ دے۔ قرآن مجید کی آیت بالکل واضح ہے يَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ ...... اے رسول وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا دیدیں۔ ان سے کہدو کہ جتنا فوری ذاتی ضروریات سے زیادہ ہو وہ سب دے ڈالو گے۔

اس آیۃ میں روٹی کا مسئلہ حل کرنے کے لئے اور اس اصول کو قائم کرنے کے لئے کہ تمام ملکیت کی مالک دراصل قوم ہے ایک انتہائی علاج تجویز کیا گیا ہے۔ صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یکے بعد دیگرے سوالات کئے تھے کہ یا رسول اللہ جس کے پاس فلاں فلاں چیز ہو وہ بھی دے دے۔ آپ ہر مرتبہ یہی جواب دیتے رہے کہ ہاں وہ بھی دے دے۔ آخر صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسول ہم سمجھ گئے کہ ہمارا مالکانہ حق صرف ہماری فوری ضروریات پوری کرنیوالی چیزوں پر ہے۔ باقی سب اللہ کے لئے ہے اسلام روٹی کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ہر انتہائی اقدام کا حکم دیتا ہے۔ اگر کوئی اسٹیٹ روٹی کے مسئلہ کو حل نہیں کرسکتی وہ اسلامی اسٹیٹ کہلانے کی مستحق نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کیونکہ خلافت الٰہیہ کا پہلا فرض دنیا میں رزق کی ذمہ داری کو پورا کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے صرف اصول طے پائے تھے اتنا موقع نہیں ملا کہ تفصیلات طے پا جائیں۔ لیکن حضرت عمرؓ کے دور میں بعض تفصیلات کی تعیین ہوئی۔ لیکن تفصیلات ہر دور میں اصول کے تحت بدلا کرتی ہیں۔ آج کے حالات میں یہ تفصیلات اور ہوں گی یہ کام ارباب حل وعقد کا ہے کہ خلافت الٰہیہ کے مقصد کی تکمیل کے لیے جدوجہد کریں۔ پروگرام بنائیں اور ان پروگراموں پر عمل کرنے کے لیے عوام ذہن کو تیار کریں۔

روٹی کا مسئلہ اسلامی زندگی میں بنیادی مسئلہ ہے اور جو لوگ اسے اللہ پر چھوڑ کر پہلو تہی کرنا چاہتے ہیں وہ خلافت الٰہیہ کی مشینری کا کوئی تصور نہیں رکھتے۔ (ملخص)

(از قلم مولوی حافظ علی بہادر صاحب بمبئی (پیام اسلام)

سوال: زید زکوٰۃ نہیں دیتا۔ دریافت کرنے پر کہتا ہے کہ جو زیورات اس کے نزدیک ہیں اس کی عورت اس کو پہنا کرتی ہے۔ اس لئے استعمال میں آنے والے زیورات پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: میری ناقص تحقیق میں زیورات پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ اگر دے تو اچھا ہے۔ (اہلحدیث امرتسر ۲۴ نومبر ۱۹۳۸ء)

شرفیہ: وہ بعض سلف کا مسلک ہے۔ موطا میں دو اثر بھی ہیں۔ ایک عائشہ صدیقہؓ کا کہ وہ اپنی یتیم بھانجیوں کی متولی تھیں اور ان بچیوں کے زیور کی زکات نہ نکالتی تھیں۔ دوسرا عبداللہ بن عمرؓ کا ہے کہ وہ اپنی لڑکیوں اور لونڈیوں کے زیور سے زکات نہ نکالتے تھے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ان دونوں اثروں میں یہ تصریح نہیں کہ ان کے زیوروں کا نصاب پورا تھا یا نہیں یعنی بیس دینار تھا یا نہیں۔ ممکن ہے وہ نصاب سے کم ہوں پھر خصوصاً جب آثار مرفوع حدیث کے خلاف ہوں تو ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور یہ آثار خلاف حدیث مرفوع ہیں۔ کما سیاتی اور بعض اصحاب کو امام ترمذی کے قول سے بھی مغالطہ ہوتا ہے جہاں انہوں نے عمرو بن شعیب کی حدیث کو روایت کر کے کہا ہے۔ المثنیٰ ابن الصباح وابن لهيعة يضعفان في الحديث ولا يصح في هذا عن النبي صلى الله عليه وسلم شيء (انتهى) وسیاتی جواب قوله

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الترمذی عن الحافظ ابن حجرؒ قال فی بلوغ المرام عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده عن امرأة اتت النبی صلی الله علیه وسلم ومعها ابنة لها وفی ید ابنتها مسکتان من ذهب فقال لها اتعطین زکوٰة هذا قالت لا قال ایسرك ان یسورك الله بهما یوم القیامة سوارین من نار فالقتهما رواه الثلثة واسناده قوی وصححه الحاکم من حدیث عائشة انتهی وقال الحافظ ابن حجر ایضا فی التلخیص الحبیر بعد ذکر هذا الحدیث بلفظ ابی داؤد اخرجه من حدیث حسین المعلم وهو ثقة عن عمرو وفیه رد علی الترمذی حیث جزم بانه لا یعرف الا من حدیث ابن لهیعة وابن المثنی بن الصباح وقد تابعهم حجاج بن ارطاة ایضا قال البیهقی وقد انضموا الی حدیث عمرو بن شعیب حدیث ام سلمة وحدیث عائشة وساقهما وحدیث عائشة اخرجه ابوداؤد والحاکم والدارقطنی والبیهقی وحدیث ام سلمة اخرجه ابوداؤد والحاکم و من ذکر معهما ایضا وروی ایضا عن اسماء بنت یزید رواه احمد ولفظه عنها قالت دخلت انا وخالتی علی النبی صلی الله علیه وسلم وعلینا اساور من ذهب فقال لنا اتعطیان زکوته فقلنا لا قال اما تخافان ان یسورکما الله بسوار من نار ادیا زکاته ثم ذکر حدیث لا زکات فی الحلی من روایة البیهقی فی المعرفة ...... ثم قال لا اصل له انما یروی عن جابر من قوله انتهی صـ۱۸۳ ج۱ وحدیث ام سلمة ذکره ایضا فی بلوغ المرام بلفظ انها کانت تلبس اوضاحا من ذهب فقالت یا رسول الله اکنز هو قال اذا ادیت زکاته فلیس بکنز رواه ابوداؤد والدارقطنی وصححه الحاکم انتهی. خلاصہ یہ کہ زیور مستعمل میں زکات فرض ہے اس کا خلاف قطعاً باطل ہے۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: محمودہ کے تین لڑکے اور ایک لڑکی جن کی عمر چھ سال سے بارہ سال تک ہیں احمد کی زیر نگرانی ہیں محمودہ کی کچھ جائداد اور تھوڑا زیور تھا جس کو محمودہ خود مرنے سے قبل ان بچوں کے نام تقسیم کر چکی ہے۔ جس کی آمدنی احمد ان بچوں کی نگرانی پر خرچ کرتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور زیور ان بچوں کی شادی میں دیدیا جائے گا۔ احمد چاہتا ہے کہ اس زیور کی زکوٰۃ دی جائے کیونکہ ان بچوں کی آمدنی اتنی ہے کہ جس سے زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے۔ مگر زید کہتا ہے کہ احمد ان بچوں کا نگران اور ان کے مالوں کا محافظ ہے۔ علاوہ ازیں بچے چھوٹے ہیں جن پر کوئی چیز مثلاً نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ فرض نہیں اس لئے احمد کو ان زیوروں پر زکوٰۃ دینے کا حق نہیں۔ کیا زید کا کہنا ٹھیک ہے؟ جواب مدلل ہو۔

جواب: جو لوگ یتیم کو غیر مکلف ہونے کی وجہ سے مامور بالزکوٰۃ نہیں سمجھتے میں ان کی دلیل کو راجح سمجھتا ہوں۔ زیور میں جن علماء کے نزدیک زکوٰۃ واجب نہیں میں ان سے متفق ہوں۔ سوال میں زیور کے متعلق دریافت کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

(اہلحدیث امرتسر ۳ نومبر ۱۹۳۹ء)

شرفیہ: یتیم کے مال کی زکوٰۃ میں حدیث مرفوع صحیح نہیں۔ صحابہ میں سے حضرت عمرؓ، عبداللہ بن عمر، حضرت علی، عائشہ صدیقہؓ اور امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق کو جامع ترمذی میں قائلین میں لکھا ہے اور سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک کو مانعین میں۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: زید نے بکر کی تحریری ضمانت مبلغ ایک سو چوراسی روپیہ کی ایک ساہوکار کے پاس دیدی ہے اور کہا کہ دو قسط میں ادا کر دوں گا۔ چنانچہ پہلی قسط چوراسی روپیہ ادا بھی کر دی۔ دوسری قسط اس خیال سے ادا نہیں کی اور بکر فوت ہو چکا ہے اور ایک سو روپیہ اس کا باقی ہے۔ چونکہ قرض کسی حالت میں معاف نہیں ہوتا اس لئے بروئے شریعت محمدی وہ قرض زید ادا کرے یا بکر کے ذمہ رہا۔ اس کے وارث ادا کریں۔ زید ضامن ہے۔ اگر زید کو ہی ادا کرنا چاہیئے۔ کیا زید اپنی زکوٰۃ یا اپنے رشتہ داروں سے زکوٰۃ لے کر اس قرض میں دے سکتا ہے یا ساہوکار سے نصف معاف کرا لیوے تو بھی جائز ہے اور نصف ادا کر دیوے۔ اگرچہ قانون انگریزی کے مطابق وہ قرض زائد المیعاد ہو چکا ہے مگر قرآنی قانون کے مطابق اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ اس کی باز پرس زید سے ہو گی یا بکر سے؟

جواب: سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ زید نے بکر کے قرض کی ادائیگی اپنے ذمہ لے لی ہے اس لئے ہر حالت میں زید ہی ذمہ دار ہے۔ بکر کی زندگی اور بعد وفات کے زید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی ادا کرے گا اور یکبر مد زکوٰۃ سے یہ قرض ادا کر سکتا ہے مصارف زکوٰۃ میں غارم (مقروض) بھی ہے۔ اس کے ماتحت زکوٰۃ سے یہ قرض ادا کر سکتا ہے۔ اللہ اعلم۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۳ جنوری ۱۹۳۱ء)

سوال: یہاں اور بعض دوسرے شہروں میں بھی بعض بعض سیٹھ مال زکوٰۃ کو ہفتہ وار غرباء و مساکین، اور عام سائلین کو ایک ایک دو دو پیسے یا ایک ایک دو دو دمڑی کر کے دیتے ہیں۔ علی العموم اس خیرات کا دن جمعہ کا دن ہوتا ہے سیکڑوں ہزاروں کی تعداد میں علی اختلاف البلاد دوالاحوال سائلین جمع ہوتے ہیں اور یہ خیرات وصول کرتے ہیں۔ ۲ بجے دن سے شام تک چکر لگانے پر آنے دو آنے یا چار آنے پاتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ زکوٰۃ کا مال اس طرح تقسیم کرنا نہیں چاہیے۔ کیونکہ اس طرح سال میں لاکھوں روپے خرچ ہو جاتے ہیں۔ مگر اس سے نہ کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری ہوتی ہے اور نہ اس سے مسلمانوں کو قومی یا اقتصادی فائدہ ہوتا ہے۔ مال زکوٰۃ کی یہ تقسیم منشاء اسلام کے خلاف ہے۔ لہٰذا اس طریقہ کو بند کر کے غرباء و مساکین اور جملہ مستحقین کو سال میں ایک دفعہ یا دو دفعہ یک بیک مشت رقم دینی چاہیے تاکہ یہ مال صحیح مصرف میں آئے اور لوگوں کی قومی اور اقتصادی حالت درست ہو سکے ہاں جو لوگ مروجہ طریقہ پر خیرات کرنا چاہیں انہیں چاہیے کہ اپنے ذاتی مال سے اس طرح خیرات کریں۔ مگر مال زکوٰۃ اس طرح خرچ نہ کریں۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا اس طرح مال زکوٰۃ خرچ کرنا یعنی ہفتہ وار دمڑی پیسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بہ نیت نیک جائز ہے۔ کیونکہ ادائے زکوٰۃ کا حکم عام ہے۔ اس میں کسی قسم کا تقید کرنے کی ضرورت نہیں۔ (اہلحدیث امرتسر ۱۴ اپریل ۱۹۳۱ء)

تشریح: یہ صحیح ہے مگر طریق مذکور فی السوال عہد نبوی اور عہد خلفاء راشدین و عہد صحابہ و تابعین سے ثابت نہیں۔ لہٰذا وہی بہتر ہے جو عہد نبوی و صحابہ میں تھا۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: زکوٰۃ کے روپے سے اخبار جاری کرایا جا سکتا ہے؟ نیز صدقہ فطر یا قربانی کی کھال فروخت کر کے اس رقم سے اخبار جاری کرایا جا سکتا ہے۔ یا ایسی رقوم کنواں وغیرہ میں لگا سکتے ہیں کہ نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: کسی غریب شایق کے نام اخبار جاری کرا دے تو جائز ہے۔ اپنے لئے مال زکوٰۃ سے اخبار جاری نہیں کر سکتے۔ (اہلحدیث امرتسر۔ ۳۰ رجب ۱۹۳۹ء)

تشریح: زکوٰۃ یا صدقہ فطر یا کھال قربانی سب مساکین و مستحقین کا حق ہے۔ ان کے سوا کسی اور میں لگانا جائز نہیں۔ انہیں کو دینا لازم ہے طرق مذکور فی السوال کے طور پر صرف کرنا ثابت نہیں۔ (ابوسعید شرف الدین)

سوال: زید کہتا ہے کہ پراویڈنٹ فنڈ کے روپیہ میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ روپیہ اس کے قبضہ میں نہیں ہے۔ ملازمت ختم ہونے کے بعد وہ اس روپیہ پر قابض ہو گا۔ لیکن عمر کہتا ہے کہ پراویڈنٹ کے روپیہ میں بدستور زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ وہ روپیہ بھی بنک وغیرہ میں جمع کئے ہوئے روپیہ کی طرح ہے۔ جب بنک وغیرہ میں جمع کئے ہوئے روپے میں زکوٰۃ ادا کرنی پڑتی ہے تو پراویڈنٹ فنڈ کے روپیہ میں سے کیوں نہ ادا کی جائے۔

(ب) نیز بعض تاجروں کا خیال ہے کہ زکوٰۃ صرف سالانہ آمدنی کے روپے میں سے واجب ہے۔ اصل جمع کئے ہوئے روپے میں نہیں ہے۔ آیا یہ خیال ان کا درست ہے یا نہیں؟

(ج) نیز زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

جواب: الف۔ ظاہر حدیث ما حال علیہ الحول سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو مال اپنے قبضہ میں ہوتا ہے اس میں زکوٰۃ ہے۔ پراویڈنٹ فنڈ کی رقم اب تک اس کے قبضہ میں نہیں آئی۔ جو رقم بنک میں جمع ہے وہ اس کے قبضے میں ہے اور اسی نے جمع کرائی ہے۔

(ب) جو سونا چاندی وغیرہ اس کے پاس ہو اس سے ہر سال زکوٰۃ دے۔ جب تک نصاب زکوٰۃ تک مال ہے تب تک زکوٰۃ ہے۔

میری ناقص تحقیق میں زیورات میں زکوٰۃ فرض نہیں اگر دے تو اچھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (اہلحدیث امرتسر ۱۸۔ اگست ۱۹۳۹ء)

سوال: زیور طلائی و نقرئی کی زکوٰۃ کی نسبت کیا حکم ہے۔ دی جائے یا نہ دی جائے؟

جواب: مستعمل زیور کی زکوٰۃ میں اختلاف ہے۔ میرے ناقص علم میں واجب نہیں۔ دیوے تو اچھا ہے۔ اہلحدیث ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

تنقید: از مولانا ابوالصمصام عبدالسلام صاحب مبارکپور اعظم گڑھ

جامع ترمذی شریف میں ہے۔ فرأی بعض اھل العلم من اصحاب النبی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین فی الحلی زکوٰۃ ما کان منہ ذھب وفضۃ وبہ یقول سفیان الثوری وعبد اللہ بن المبارک۔ یعنی بعض صحابہ اور تابعین کے نزدیک سونا اور چاندی کے زیور میں زکوٰۃ ہے اور سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک کا بھی یہی قول ہے۔ تحفۃ الاحوذی میں عمدۃ القاری شرح بخاری سے منقول ہے کہ یہی مذہب امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کا بھی ہے اور ایسا ہی حضرت عمر اور عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ اور سعید بن المسیب اور سعید بن جبیر اور عطاء اور محمد بن سیرین اور جابر بن زید اور مجاہد، اور زہری اور طاؤس اور میمون بن مہران اور ضحاک اور علقمہ اور اسود اور عمر بن عبدالعزیز اور ذر الہمدانی اور اوزاعی اور ابن شبرمہ اور حسن بن حی اور ابن المنذر اور ابن حزم کا قول ہے کہ (زیور میں) زکوٰۃ واجب ہے۔ ظاہر کتاب اور سنت کی رُو سے۔"

اور سبل السلام سے منقول ہے کہ اس مسئلہ میں چار قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب ہے۔ اور یہ مذہب ہے ہدویہ اور سلف کی ایک جماعت کا۔ اور امام شافعیؒ کا ان کے قول کے مطابق۔ دوسرا قول یہ ہے کہ زیور میں زکوٰۃ نہیں ہے اور یہ مذہب ہے امام مالکؒ اور امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کا ان سے ایک قول کے مطابق کیونکہ سلف سے اقوال وارد ہیں۔ مثلاً ابن عمرؓ اور عائشہؓ اور انسؓ اور جابرؓ وغیرہ کے آثار۔ اور جابرؓ کی مرفوع روایت ہے (لَيْسَ فِي الْحُلِيِّ زَكوٰةٌ) سو وہ موضوع اور بے اصل ہے۔ ملاحظہ ہو تحفۃ الاحوذی ص۱۲ ج ۲۔ ۱۲ منہ۔ جو مقتضی ہیں کہ زیور میں زکوٰۃ نہیں ہے لیکن حدیث صحیح مل جانے کے بعد آثار بے اثر و بیکار ہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ زیور عاریتاً دینا ہی اس کی زکوٰۃ ہے۔ چنانچہ دار قطنی نے حضرت انسؓ اور بنت ابوبکر سے روایت کیا ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ صرف ایک مرتبہ زکوٰۃ دینا واجب ہے اس کو بیہقی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے اور سب سے زیادہ ظاہر قول دلیل اور حدیث صحیح وقوی کی رو سے یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب ہے۔

حضرت مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری شارح ترمذی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ میرے نزدیک ظاہر اور راجح قول یہ ہے کہ سونا اور چاندی کے زیوروں میں زکوٰۃ واجب ہے۔ یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔ پہلی حدیث سنن ابوداؤد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی سننہ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان امرأۃ اتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہا ابنۃ لہا وفی ید ابنتہا مسکتان غلیظتان من ذہب فقال لہا اتعطین زکوٰۃ ہذا قالت لا قال ایسرک ان یسورک اللہ بہما یوم القیمۃ سوارین من نار فالقتہما الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقالت ہما للہ ولرسولہ قال الزیلعی فی نصب الرایۃ بعد ذکر حدیث ابی داؤد ہذا ما لفظہ قال ابن القطان فی کتابہ اسنادہ صحیح وقال المنذری فی مختصرہ اسنادہ لا مقال فیہ الخ ''یعنی عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور ان کے ساتھ ان کی ایک لڑکی بھی تھی۔ اور اس لڑکی کے ہاتھ میں سونے کے دو بھاری کنگن تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس کی زکوٰۃ دی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پس آپ نے فرمایا کیا تمہیں پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ پہنائے قیامت کے دن انہیں دونوں کنگنوں کے بدلے میں دو کنگن آگ کے۔ پس انہوں نے وہ دونوں کنگن نکال کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ڈال دیئے اور عرض کیا کہ یہ دونوں کنگن اللہ اور رسول کے لئے ہیں''

دوسری حدیث۔ عن ام سلمۃ انہا کانت تلبس اوضاحا من ذہب فقالت یا رسول اللہ اکنز ہو فقال اذا ادیت زکوتہ فلیس بکنز اخرجہ ابوداؤد والدارقطنی وصححہ الحاکم کذا فی بلوغ المرام وقال الحافظ فی الدرایۃ قواہ ابن دقیق العید۔ یعنی ام سلمہ سے روایت ہے کہ وہ سونے کے زیور پہنتی تھیں پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا یہ کنز ہے؟ آپ نے فرمایا اگر تم نے اس کی زکوٰۃ دی ہے تو کنز نہیں ہے۔

تیسری حدیث۔ عن عبد اللہ بن شداد انہ قال دخلنا علی عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرأی فی یدی فتخات من ورق فقال ما ہذا یا عائشۃ فقلت صنعتہن اتزین لک یا رسول اللہ قال اتؤدین زکوتہن قلت لا او ما شاء اللہ قال ہو حسبک من النار رواہ ابوداؤد اخرجہ الحاکم فی مستدرکہ و قال صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ وقال الحافظ فی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدرایۃ قال ابن دقیق العید ھو علی شرط مسلم یعنی عبداللہ بن شداد سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے تو آپ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے ہیں میرے ہاتھ میں سونے کی انگشتری دیکھ کر فرمایا اے عائشہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ میں نے ان کو بنایا ہے تاکہ زینت کروں میں آپ کے واسطے۔ پس آپ نے فرمایا تم نے ان کی زکوٰۃ دی ہے؟ میں نے کہا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کافی ہے تیرے لئے جہنم سے۔

چوتھی حدیث، عن اسماء بنت یزید قالت دخلت انا وخالتی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلینا اسورۃ من ذھب فقال لنا اتعطیان زکوتھا فقلنا لا قال اما تخافان ان یسورکما اللہ اسورۃ من نار ادیا زکوتھا۔ ذکرہ الحافظ فی التلخیص وسکت عنہ وقال فی الدرایۃ فی اسنادہ مقال قال صاحب تحفۃ الاحوذی نفی صحۃ حدیث یزید نظر لکن لا شک فی انہ یصلح للاستشھاد انتھی۔ یعنی اسماء بنت یزید سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں اور میری خالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں۔ اور ہم سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ پس آپ نے پوچھا کیا تم نے زکوٰۃ دی ہوئی ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم ڈرتی نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو آگ کے کنگن پہنائے۔ ان کی زکوٰۃ دے دو۔

پانچویں حدیث عن فاطمۃ بنت قیس قالت اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بطوق فیہ سبعون مثقالا من ذھب فقلت یا رسول اللہ خذ منہ الفریضۃ فاخذ منہ مثقالا وثلاثۃ ارباع مثقال اخرجہ الدارقطنی فی اسنادہ ابوبکر الھذلی وھو ضعیف ونصر بن مزاحم وھو اضعف منہ وتابعہ عباد بن کثیر اخرجہ ابونعیم فی ترجمۃ شیبان بن زکریا فی تاریخہ کذا فی الدرایۃ۔ یعنی فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک طوق لائی جو ۷۰ مثقال سونے کا تھا میں نے عرض کیا کہ آپ اس میں سے فریضہ لے لیں۔ پس آپ نے اس میں سے پونے دو مثقال لے لیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹی حدیث: عن عبد اللہ بن مسعود قال قلت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لامراتی حلیا من ذہب عشرین مثقالا قال فادز کوتہ نصف مثقال فاسنادہ ضعیف جدا اخرجہ الدار قطنی کذا فی الدرایۃ یعنی عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ میری بیوی کے پاس ۲۰ مثقال سونے کا ایک زیور ہے۔ تو آپ نے فرمایا پس اس کی زکوٰۃ ادا کرو۔

الحاصل سونے اور چاندی کے زیور میں زکوٰۃ واجب ہے اور عدم وجوب کے ثبوت میں جو آثار ذکر کئے جاتے ہیں وہ ان احادیث کے سامنے بے اثر ہیں۔ رہی جابرؓ کی حدیث مرفوع لَیْسَ فِی الْحُلِیِّ زَکٰوۃٌ سو وہ باطل اور موضوع ہے۔ کذا فی تحفۃ الاحوذی ہذا ماعندی[1] واللہ اعلم بالصواب۔

اہلحدیث: مزید تفصیل مسک الختام وغیرہ میں بھی دیکھنی چاہئے۔ یہ سب مذاہب اور اقوال کتب شروح حدیث میں درج ہیں۔ ہر ایک جماعت اپنے خیال کو اقوی سمجھتی ہے۔ اللہ اعلم۔ (۲۲ ستمبر ۱۹۲۹ء)

بیگو زیور میں زکوٰۃ فرض واجب نہیں۔ اگر کوئی ادا کرے تو اچھا ہے وجوب یا فرضیت ثابت کرنے کے لئے دلیل قوی قطعی کی ضرورت ہے۔ مسئلہ ہذا کے متعلق جس قدر احادیث بیان کی جاتی ہیں ان میں سے ایک بھی ضعف سے خالی نہیں۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مسلک یہی ظاہر کیا ہے (اعلام محدثین سے امام مالک واحمد وشافعی رحمۃ اللہ علیہم بھی عدم وجوب کے قائل ہیں (سبل السلام) (اہلحدیث ۱۹ ستمبر ۱۹۴۱ء)

الجواب: سونے اور چاندی کے مستعمل زیورات کی نسبت مختلف روایات کے پیش نظر میرا خیال ہے کہ زکوٰۃ احتیاطاً دے دینی چاہیئے (حضرت مولانا عبد الغفور ملا فاضل سکم ہری) بعض علماء کا مذہب ہے کہ زیور کا مانگنی دیدینا بھی اس کی زکوٰۃ نکالنے کے مرادف

---

[1] میری تحقیق سے مستعمل زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے۔ محمد فضل الرحمٰن اعظمی استاد جامعہ رحمانیہ مدنپورہ بنارس ۷ مئی ۱۹۵۲ء۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ بعض نے کہا ہے مستعمل زیوروں میں صرف ایک بار ادائیگی زکوٰۃ فرض ہے۔ یہ اختلاف اٹھارہ بیس اقوال پر مشتمل ہے وجوب زکوٰۃ کے لئے جس نصوص اور بلا اختلاف ثبوت قطعی کی ضرورت ہے ایسی کوئی دلیل میری نظر سے نہیں گذری جہاں تک میں نے غور کیا ہے دلائل کی رو سے زیور مستعملہ میں زکوٰۃ کا وجوب ثابت نہیں ہوتا۔

عبدالرؤف رحمانی نائب ناظم مدرسہ جھنڈا نگر ریاست نیپال (۱۰۲ اپریل ۵۳ء)

میرے نزدیک زیورات مستعملہ میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

(مولانا) ظفر عالم میرٹھی مدرس مدرسہ دارالحدیث مالیگاؤں)

سوال: زکوٰۃ کی مد سے اور عشر سے مدرس کی تنخواہ دی جاسکتی ہے یا نہیں یا مدرسہ کے کسی خرچ میں مثلاً کتب خانہ یا مرمت میں لگا سکتے ہیں یا نہیں۔ (محمد سعید)

جواب: زکوٰۃ کے مصارف میں سے ایک مصرف فی سبیل اللہ بھی ہے۔ فی سبیل اللہ کی تفسیر بعض علماء عام کرتے ہیں وہ ہر نیک کام میں زکوٰۃ خرچ کرنا جائز کہتے ہیں۔ نیک کاموں میں مدرسین کی تنخواہ اور مدرسہ کی دیگر ضروریات بھی شامل ہیں۔ (۲۲ رجب ۱۳۶۲ھ)

شرفیہ: میں کہتا ہوں کہ فی سبیل اللہ کی تفسیر میں بعض علماء نے کتنی وسعت کی ہے کہ کوئی شئے بھی اس کے شمول سے باہر نہیں جاسکتی تو پھر آٹھ مصارف کے بیان کی کیا ضرورت تھی۔ غور کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین وغیرہ جمہور صحابہ کو شہر کی حفاظت، خندق وغیرہ۔ مساجد۔ کنواں۔ مردوں کے کفن دفن پلوں وغیرہ کی ضرورت تھی۔ مگر مجھے تو یاد نہیں پڑتا کہ کبھی بھی آپ نے یا خلفاء راشدین نے زکوٰۃ کے مال میں سے ان امور پر صرف کیا ہو اس سے ثابت ہو گیا کہ باوجود ضرورت، مال زکوٰۃ کو ان پر صرف نہ کرنا اور دوسرے طرح سے ان امور کو سرانجام دینا مال زکوٰۃ کو ان پر صرف نہ کرنے کی بین دلیل ہے اور لفظ فی سبیل اللہ کا عموم یا کلیہ نہ ہونے پر بھی صحیح مسلم وغیرہ کی مرفوع حدیث بھی ہے کہ عبدالمطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مال زکوٰۃ کی تحصیل پر ہم کو مقرر کر دیں تاکہ ہم بھی وصول کر کے کچھ معاوضہ لیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ مال زکوٰۃ اوساخ الناس ہے۔ وانها لا تحل لمحمد ولا لآل محمد صلعم ج ۱ ص ۳۴۳ ج ۱ ص ۲۴۵۔ ثابت ہوا کہ سادات بنی ہاشم کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت کو پورا کرنا فی سبیل اللہ میں داخل تھا۔ مگر پھر بھی ان پر جائز نہیں اور معنت بھی نہیں معنت تھی مگر پھر بھی ناجائز ثابت ہوا کہ ویسے ہی مساجد خانہ خدا پر بھی اصلاح الناس صرف کرنا جائز نہیں، کفن دفن پر بھی جائز نہیں کہ مال زکوٰۃ حق زندوں کا ہے مردوں کا نہیں۔ ورنہ فقراء و مساکین وغیرہ مصارف مذکورہ فی القرآن زندوں اور مردوں دونوں کا حق مساوی ہوگا تو مال زکوٰۃ زندوں کا حق مردوں ہی پر پورا نہ ہوگا چہ جائیکہ قلعے مساجد وغیرہ ان کی تجدید ہی مشکل ہو گی۔ اذلیس فلیس اور پلوں اور سڑکوں قلعوں، نہروں، چشموں، مسافر خانوں، لنگر خانوں، شہروں کی فصیلوں غربا ء تجار جن کے پاس کاروبار چلانے کو روپیہ کم ہے اون کو اور کاشتکاروں کو قرض دینا وغیرہ کہ یہ بھی فی سبیل اللہ کے عموم میں داخل ہیں۔ ان پر صرف کیا جائے گا تو اس صورت میں بھی زندوں۔ فقراء و مساکین وغیرہ مصارف کے لئے خاک بھی نہیں بچ سکتا اور بیذکر عن ابی اساس قال حملنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ابل الصدقۃ للحج انتہٰی مافی ترجمۃ البخاری۔ اول تو یذکر ہے دوم اس میں تصریح نہیں کہ وہ لوگ غنی تھے اور صرف حج ہی باعث حمل تھا۔ بظاہر وہ زکوٰۃ کے مستحق معلوم ہوتے ہیں۔ یہی جواب عبداللہ بن عباس کے قول یعطی فی الحج کا ہے اور وقال الحسن ان اشتری اباہ من الزکاۃ جاز بہ فی الرقاب کا ایک فرد ہے۔ اور اغنیاء کو مال زکوٰۃ لینے کے متعلق حدیث مرفوع میں آچکا ہے۔ لغاز فی سبیل اللہ او لعامل علیہا او لغارم او لرجل اشتراہا بمالہ او لرجل کان لہ جار مسکین فتصدق علی المسکین فاھدی المسکین علی الغنی رواہ مالک وابوداؤد مشکوٰۃ ص ۱۶۱ ج ۱

خلاصہ یہ کہ فی سبیل اللہ کی تفسیر میں ایسی وسعت نہیں کہ دنیا کی تمام ضروریات کو شامل ہو جیسے کہ بعض علماء نے حواشی مذکورہ میں کیا ہے۔ بس اس سے جہاد میں صرف کرنا مراد ہے ہاں اگر کسی آیت یا حدیث مرفوع صحیح کی نص سے کسی شئے میں کسی کو علاوہ جہاد کے صرف کرنے میں ثابت ہو جائے تو فبہا ورنہ نہیں اور دینی مدارس جہاں کتاب وسنت کی تعلیم باقاعدہ ہوتی ہو کتاب وسنت پر عمل بھی بہ صحیح طور پر ہو۔ صورت سیرت کتاب وسنت کے مطابق ہو وہاں دینی جائز ہے اور صرف یہی نہیں کہ تعلیم انگریزی ہندی وغیرہ دنیوی علوم کی ہو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور برائے نام کچھ عربی کا قلیل اقل شغل رکھ لیا ہو نہ صورت نہ سیرت نہ نماز کی پابندی نہ اور فرائض کی نہ اخلاق حمیدہ نہ اساتذہ پابند شرع بلکہ بعض شرع کا مذاق اڑانے والے تو وہاں قطعاً جائز نہیں پس قسم اول ہی کو دینی جائز ہے اور مدارس مذکورہ جن کو جائز ہے ان میں طالب العلم اصل ہیں جو عموماً نادار، ومفلس ہوتے ہیں۔ یا جن کو والدین وغیرہ علم دین حاصل نہیں کرنے دیتے اور وہ گھر سے نکل کر عموماً پردیس میں پڑے رہتے ہیں وہ ابن السبیل بھی ہوتے ہیں۔ مسکین فقیر بھی پھر ان کے خوردونوش، لباس وقیام، کتب وغیرہ کا انتظام جس میں مدرسین جز اول ہیں۔ پھر اگر وہ نادار ہوں یعنی وہ صاحب جائیداد نہیں کہ درس دے کر ان کو اپنی ضروریات کے لئے مدرسہ سے لینے کی ضرورت نہ ہو تو پھر ان کو بھی جائز نہیں ورنہ جائز ہے کہ اگر وہ اور کام کرتے تو تنخواہ سے اپنی ضروریات پوری کرتے۔ اب مدرسے سے کریں گے۔ مدرسہ کی تعمیر کتب کی خرید۔ جلد سازی بھی بلکہ اگر مدرسہ میں اور ملازم منشی وغیرہ کی ضرورت ہو وہ بھی مدرسہ میں داخل ہے۔ جیسے بیت المال یا تحصیل زکوٰۃ میں قرون ثلاثہ میں تھا۔ ہاں یہ بھی ضروری ہے کہ متولی اور ناظم مدرسہ پابند شرع خدا ترس ذی علم جو کتاب وسنت سے اچھی طرح واقف ہو۔ اور انتظام کا مادہ بھی۔ اور حتی الامکان وہ زکوٰۃ کے مال کو وہیں صرف کرے جہاں جہاں کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ مدارس میں اور طریق سے بھی چندہ وصول ہوتا ہے۔ اور مدوں میں حتی الامکان اور چندوں سے صرف کرے۔ ہاں چرم قربانی بھی مدارس مذکورہ دینیہ میں دی جاسکتی ہیں۔ اور جب ثابت ہو چکا کہ قرآن شریف میں إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ الایۃ میں لام لبیان المصرف ہے للتملیک نہیں کما فی الفتح اور مصرف صرف آٹھ ہی ہیں اور لفظ فی سبیل اللہ سے مراد صرف جہاد میں ہی صرف کرنا مراد ہے۔ ورنہ اگر ایسا عام مراد ہوتا جیسے بعض علماء نے لکھا ہے کہ کوئی چیز کوئی مصرف اس سے باہر نہیں رہتا دنیا کے مصارف اس میں آجاتے ہیں تو پھر آٹھ کا بیان ہی معاذ اللہ فضول ہے و اذلیس فلیس اگر یہ لفظ اول آیہ میں ہوتا تو اس کے بعد کو اس کی تفسیر بنایا جاتا اگر اس کو سب سے آخر ہوتا تو تعمیم بعد تخصیص سو یہ بھی نہیں تو پھر سوا اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ یہ مستقل ایک چیز ہے جو اور اقسام کو جو اس کے ساتھ مذکور نہیں ان کو شامل ہو اس لئے کہ تقسیم اقسام میں تقابل اور ہر ایک دوسرے کا قسیم ہوتا ہے اور عموم مذکور میں شمول ہوتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے لہٰذا تفسیر بعض علماء قطعاً باطل ہے صرف جہاد ہی مراد ہے۔
اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اگر زکوٰۃ میں اتنی وسعت نہ کی جائے تو اور مصارف کفن دفن۔ موتی مساجد و چاہ وغیرہ کیسے نہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ کتاب و سنت میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال صرف کرنے کا ذکر یا ترغیب ہے اس میں سے ان امور کو سرانجام دیا جاسکتا ہے بلکہ دیا جاتا تھا۔ زکوٰۃ کے مصارف کو تو خود اللہ تعالیٰ نے معین کر دیا ہے اور وہ جانتا بھی ہے اور تھا کہ فلاں فلاں امور کی ضرورت ہوگی پھر بھی آٹھ ہی کو بیان کیا عام نہ رکھا۔ ہاں اور طرح اور مصارف یا اور اشیاء کو بیان کر دیا وہ یہ ہے قال اللہ تعالیٰ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ الاٰية پ ۲ ع ۲ وقال اللہ تعالیٰ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ الاٰية پ ۳ ع ۵ دیکھئے زکوٰۃ کے بعد جس چیز کا بیان ہے وہ ہر قسم کے خرچ کو شامل ہے جو مشروع ہو۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی المال لحقا سوی الزکاۃ ثم تلا لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ الاٰية. رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی مشکوٰۃ ص ۱۶۹ ج ۱ وعن سعد بن عبادۃ قال یارسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء نحفر بیرا فقال ھذہ لام سعد رواہ ابوداؤد والنسائی مشکوٰۃ ص ۱۶۹ ج ۱ وقال رسول اللہ صلعم اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا من ثلاثۃ من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعولہ رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۳۲ ج ۱ وقال ایضا ان مما یلحق المومن من عملہ حسنۃ بعد موتہ علما علمہ ونشرہ وولدا صالحا ترکہ او مصحفا ورثہ او مسجدا بناہ او بیتا لابن السبیل بناہ او نہرا اجراہ او صدقۃ اخرجہا من مالہ فی صحتہ وحیوتہ یلحقہ بعد موتہ رواہ ابن ماجۃ والبیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ ص ۳۶ ج ۱ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یشتری بئر رومۃ یجعل دلوہ مع دلاء المسلمین بخیر لہ منہا فی الجنۃ الحدیث رواہ الترمذی والنسائی والدار قطنی مشکوٰۃ ص ۵۶۱ ج ۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بنی للہ مسجدا بنی اللہ له بیتا فی الجنة متفق علیه مشکوٰۃ ج ۱ ص ۶۸۔ ان امور مذکورہ ہیں مدارس کی تعمیر بھی آسکتی ہے اور ہر قسم کے مصارف ضروریات عامہ اور ہر جگہ و ہر حال و موقعہ ناداری کا عذر غلط ہے۔ جب بعض زکوٰۃ دیتے ہیں تو ویسے بھی خرچ کے مستحق بلکہ بعض اوقات ان پر یہ ضروری ہو جاتے ہیں۔ اور کفن دفن تو اہل اسلام پر موتی کا حق ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کفن احدکم اخاہ فلیحسن کفنه رواہ مسلم وقال ایضا البسوا من ثیابکم البیض فانها من خیر ثیابکم وکفنوا فیها موتاکم رواہ الخمسة الا النسائی وصححه الترمذی (بلوغ المرام)

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

جواباً عرض ہے کہ فقیر کے نزدیک تعمیر مدرسہ، تنخواہ مدرسین۔ امداد طلبہ وفی سبیل اللہ کے عموم میں داخل ہے اس لیے کہ لفظ مذکور عام ہے۔ بعض مفسرین بھی اس طرف گئے ہیں چنانچہ تفسیر خازن میں ہے۔ قال بعضهم ان اللفظ عام فلا یجوز قصره علی الغزاة فقط ولهذا اجاز بعض الفقهاء صرف سهم سبیل اللہ الی جمیع وجوہ الخیر من تکفین الموتی وبناء الجسور والحصون وعمارة المسجد وغیر ذالک لان قوله وفی سبیل اللہ عام فی الکل فلا یختص دون غیره انتهیٰ (مطبوعہ ج ۲ ص ۲۴)

بعض مفسرین (قفال مروزی) وغیرہ نے کہا ہے کہ لفظ سبیل اللہ عام ہے پس اس کو محض غازیوں پر منحصر کرنا جائز نہیں۔ اس لئے بعض فقہاء نے حصہ سبیل اللہ کا تمام وجوہ خیر میں صرف کرنا جائز رکھا ہے جیسے مردوں کا کفن دفن اور پل اور قلعوں کا بنانا مساجد کی تعمیر اور اس کے سوا جیسے مدرسہ کی تعمیر وغیرہ اس لئے کہ اللہ کا فرمان فی سبیل اللہ ہر ایک کو عام ہے پس وہ غزوہ ہی کے ساتھ خاص نہ ہو گا۔

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔ اعلم ان ظاهر اللفظ فی قوله وفی سبیل اللہ لا یوجب القصر علی الغزاة فلهذا المعنی نقل القفال فی تفسیره عن بعض الفقهاء انهم اجازوا صرف الصدقات الی جمیع وجوه الخیر من تکفین الموتی وبناء الحصون وعمارة المساجد لان قوله فی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبیل اللہ عام فی الکل انتہی۔ (مفاتیح الغیب مصری صفحہ ۹۸۱ ج ۲)
یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ کے قول وفی سبیل اللہ کا ظاہر لفظ موجب حصر بر مجاہدین نہیں ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے امام قفال مروزی (محدث) نے اپنی تفسیر میں بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے زکوٰۃ کا تمام وجوہ خیر میں صرف کرنا جائز رکھا ہے جیسے تکفین موتی اور قلعوں کا بنانا اور مساجد کی تعمیر اس لیے کہ اللہ کا قول وفی سبیل اللہ ہر (امور خیر) کو عام ہے۔ ایسا ہی خاتمۃ المفسرین نواب صدیق حسن صاحب مرحوم نے تفسیر فتح البیان میں فرمایا ہے حیث قال
ان اللفظ عام فلا یجوز قصرہ علی نوع خاص ویدخل فیہ وجوہ الخیر من تکفین الموتی وبناء الجسور والحصون وعمارۃ المساجد وغیر ذالک انتہی۔ (فتح البیان۔ مصری صفحہ ۱۲۴ ج ۴)
بیشک لفظ (سبیل اللہ) عام ہے پس اس کو ایک خاص قسم (غزوہ) پر منحصر کرنا جائز نہیں اس میں نیکی کے تمام اقسام داخل ہیں۔ کفن۔ موتی۔ پل اور قلعوں کا بنانا مسجدوں کا تعمیر کرنا اور بھی اس کے سوا (جیسے تعمیر مدرسہ وغیرہ) انتہیٰ"
ان عبارات سے ظاہر و باہر ہے کہ لفظ سبیل عام ہے جو ہر نیک کام کو شامل ہے۔ اس میں طلباء کی امداد و اعانت بھی شامل ہے۔ جیسا کہ تفسیر مظہری میں ہے:۔
من انفق مالہ فی طلبۃ العلم صدق انہ انفق فی سبیل اللہ (صفحہ ۵ مطبوعہ ہاشمی) جس نے اپنا مال طالب علموں پر صرف کیا۔ اس کی بابت یقیناً کہا جائے گا کہ یہ خرچ ثمانیہ سے سبیل اللہ میں داخل ہے اسی طور سے تعمیر، عمارت مدرسہ بھی مال زکوٰۃ سے فی سبیل اللہ میں داخل ہے کما مر بیانہ۔ فقیر کے نزدیک اسی طور سے تنخواہ علماء، مدرسین بھی سبیل اللہ میں داخل ہے۔
امام شوکانی وبل الغمام میں لکھتے ہیں۔ ومن جملۃ فی سبیل اللہ الصرف فی العلماء فان لھم فی مال اللہ نصیبا سواء کانوا اغنیاء او فقراء بل الصرف فی ھذہ الجھۃ من اھم الامور وقد کان علماء الصحابۃ یاخذون من جملۃ ھذہ الاموال التی کانت تفرق بین المسلمین علی ھذہ الصفۃ من الزکوٰۃ آہ ملخصا (دلیل الطالب صفحہ ۴۳۲)
منجملہ سبیل اللہ کے علمائے کرام پر صرف کرنا بھی ہے اس لیے کہ ان کا بھی اس مال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں حصہ ہے خواہ وہ امیر ہوں یا فقیر بلکہ اس راہ میں خرچ کرنا بہت ضروری ہے۔ علماء صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بھی ان مالوں سے لیتے تھے جو مسلمان پر مد زکوٰۃ سے تقسیم کئے جاتے۔

نواب محمد صدیق حسن صاحب مرحوم اس عبارت شوکانی کا ترجمہ اپنی کتاب "عرف الجادی" میں یوں تحریر فرماتے ہیں: "سبیل اللہ مختص بہ جہاد نیست۔ منجملہ سبل خدا صرف زکوٰۃ در اہل علم است۔ ایشاں را نصیبے در مال خدا است توانگر باشد یا گدا۔ بلکہ صرف آں دریں جہت اہم امور است الخ (صلا)

خاکسار تفسیر سبیل اللہ میں انہیں اصحاب مذکورین کا ہمنوا ہے اور اب تک اسی خیال پر قائم ہے۔ سائل موصوف کی اگر اس سے تشفی ہو جائے اور خدا کرے کہ ہو جائے تو فبہا ورنہ ان کے نزدیک جو حق ہو آشکارا فرمائیں والسلام۔ عاجز محمد ابو القاسم محمدی بنارسی۔ (۲۲ نومبر ۱۸ء)

سوال: زکوٰۃ کا روپیہ اسلامیہ اسکول کو دے سکتے ہیں؟ اور اسلامی اسکول کی مالی حالت اچھی نہیں ہے۔

جواب: زکوٰۃ کے مصارف قرآن مجید میں آٹھ مذکور ہیں جن میں ایک فی سبیل اللہ بھی ہے جمہور علماء اس لفظ کا معنی جہاد کرتے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک ہر نیک کام فی سبیل اللہ کے مد میں داخل ہے آج کل ہندوستان میں جہاد جاری نہیں ہے جمہور کے قول کے مطابق مصارف زکوٰۃ اس ملک میں سات رہ جاتے ہیں۔ دوسرے مذہب کے مطابق آٹھ بحال ہیں۔ پس دوسرے قول کے مطابق مذکورہ مصارف کے علاوہ زکوٰۃ ہر نیک کام میں لگ سکتی ہے۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث ۱۹ رجب ۱۳۶۶ھ)

تنقید: از حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب مصنف تحفۃ الاحوذی رحمۃ اللہ علیہ

مال زکوٰۃ سے مدرسین کو تنخواہ دینا یا سامان مدرسہ فراہم کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں مال زکوٰۃ سے غریب طلباء کو دینا جائز ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مال زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان فرمائے ہیں۔ ان آٹھ مصارف میں غریب طلبہ داخل ہیں اور مدرسہ کی تنخواہ اور سامان مدرسہ ان آٹھ مصارف سے خارج ہیں اور جس ملک میں بوجہ عدم تعلیم و تلقین کے احکام وارکان اسلام کے جاری نہ ہوں وہاں مدرسہ اسلامیہ ہونا بہت ضروری ہے وہاں کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ علاوہ مال زکوٰۃ کے تھوڑی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھوڑی تھوڑی اعانت کر کے حسب حیثیت ایک مدرسہ قائم کریں۔ بڑا نہیں تو چھوٹا ہی سہی اور یہ عذر کہ وہاں کے مسلمان صرف زکوٰۃ سے مدرسہ کی مدد کر سکتے ہیں، ٹھیک نہیں ہے کیونکہ وہاں کے مسلمان جیسے اپنی دنیاوی ضرورتوں میں خواہ مخواہ علاوہ زکوٰۃ کے اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں اور ان کو کچھ معذوری نہیں ہے اسی طرح وہاں ایک مدرسہ اسلامیہ کا قائم ہونا ایک دینی ضرورت ہے اور شدید ضرورت ہے تو اس میں بھی علاوہ زکوٰۃ کے تھوڑا تھوڑا بقدر حیثیت ان کو خرچ کرنا چاہیئے اور اس میں بھی ان کو معذور نہیں بننا چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

(مہر) سید محمد نذیر حسین فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص۴۹۷

از علامہ شکیب ارسلان رحمۃ اللہ علیہ

اس میں شک نہیں کہ مال زکوٰۃ کا تبلیغ اسلام کے سلسلے میں خرچ کرنا اہل کفر پر یا ایسے مسلمانوں پر جو دین اسلام سے بجز اس کے نام کے کسی قسم کی واقفیت نہ رکھتے ہو خرچ کرنا نہایت عمدہ اور پاکیزہ ہے اور شرعاً یہ مصرف اس قدر واضح ہے کہ زبان و قلم کو اس کے اظہار و بیان میں کسی قسم کا تامل اور تردد نہیں ہو سکتا۔ الی آخرہ بحوالہ اخبار توحید امرتسر ۲۱ رمضان ۱۳۵۳ھ

کیا مساجد دینی مدارس تبلیغ اسلام پر زکوٰۃ[1] صرف کی جا سکتی ہے؟

از قلم مولانا فضل اللہ صاحب مدراسی ناظم جامعہ دار السلام عمر آباد

آپ حضرات کو معلوم ہے کہ دینی ضروریات روز بروز بڑھتی جاتی ہیں اور ان میں سے اکثر کے لئے آمدنیوں کی قلت ہوتی ہے اور شرعاً آجکل زکوٰۃ کے سوا کوئی ایسی مد نظر نہیں آتی جس سے... ترک پر وعید شدید شرعی سنائی جائے اور اس زکوٰۃ میں حضرات فقہائے کرام نے تملیک کی شرط لگائی ہے۔ جس کی وجہ سے مساجد۔ مدارس دینی۔ تبلیغ و اشاعت اسلام اور تصنیف و تالیف کتب دینیہ کے بہت سے کام رک جاتے ہیں۔ یا جیسے چلنے کی ضرورت ہے ویسے چلنے نہیں پاتے۔ کیونکہ ان پر مال زکوٰۃ۔ فطرہ اور چرم قربانی خرچ نہیں کئے جا سکتے۔ اس

[1] یہ مضمون بہت مفصل اور مدلل ہے حوالہ مذکور مطالعہ فرمائیں۔ محمد داؤد راز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے کہ امور مذکورہ میں تملیک نہیں ہو سکتی۔ اور ان امور مذکورہ میں تملیک جاری کرنا ہو تو حیلہ کی تلاش... کرنی پڑتی ہے جس کا ثبوت آیات و احادیث اور اقوال سلف سے نہیں ملتا ہے۔ پس امور مذکورہ کا اجراء یا صدقات غیر واجب سے کیا جائے جن کے نزدیک سے مسلمان و عبید کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ یا آیات و احادیث کے عموم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان مذکورہ کو مصارف... زکوٰۃ میں داخل کیا جائے۔

مسئلہ بالا کے متعلق ایک عرصہ دراز سے بلکہ زمانۂ طالب علمی سے خلجان رہا اور حضرات شیوخ کرام کے افادات سے کچھ کچھ منزل مقصود کا نشان نظر آ رہا تھا۔ بالآخر دو چار سال کے عرصہ میں بعض معزز و محترم خیر خواہ حضرات اس مسئلہ کو چھیڑتے رہے۔ جس پر فاضل محقق عالیجناب مولانا محمد عبدالوہاب صدر مدرس جامع دار السلام عمر آباد نے آیت فی سبیل اللہ کی تعمیم اور چند احادیث سے استدلال فرما کر امور مذکورہ کو مصارف زکوٰۃ میں شامل فرمایا۔ مولانا نے ممدوح کی تحریر سے خاکسار کے خیالات میں امید و جرأت پیدا ہوئی جس کے بعد خاکسار بغرض استفادہ اپنے ناچیز بیشتر خیالات کو حضرات رہنمایان دین کی خدمات میں پیش کرتا ہے جن کے متعلق امید کہ آں حضرات اپنے اپنے تنقیدانہ و تحقیقانہ افادات سے ممنون فرمائیں گے۔ انما شفاء العی السوال۔

جمیع حضرات علمائے کرام پر یہ بخوبی روشن ہے کہ امت محمدیہ کے پاس مصارف زکوٰۃ کی دلیل آیت عظیمہ ذیل ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔ صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں اور محتاجوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو صدقات پر کام کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جن کی تالیف قلوب کی جائے اور غلاموں کے آزاد کرنے اور قرضداروں کے قرض ادا کرنے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کی مد میں خرچ کئے جائیں۔ خداوند پاک کی جانب سے یہ حکم ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ (انما الصدقات للفقراء کا معنی)

(۱) للفقراء کا لام جمیع سلف صالحین کے نزدیک تملیک کے لئے ہے یا نہ؟ تفاسیر شروح حدیث کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرف بھی ائمہ کرام کی ایک جماعت گئی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ لام اس آیت میں تملیک کے لیے نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے شرح بخاری میں یہ رقم فرمایا: ان اللام فی قولہ للفقراء لبیان المصرف لا للتملیک "لام" فقراء کے شروع میں مصرف بیان کے لئے ہے تملیک کے لئے نہیں اور علامہ سیوطی نے "اتقان" کی کتاب الادوات میں لام کے متعدد معنے جو پندرہ سے زیادہ ہوں گے بیان کئے ہیں۔ ان میں سے صرف "لام" تعلیل کے متعلق حقیقی یا مجازی معنی ہونے کا اختلاف اہل لسان سے ذکر کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ باقی معنی حقیقی ہیں۔ اصول فقہ کی کتاب حصول المامول من علم الاصول مطبوعہ مصر میں "لام" کے بائیس معنی ذکر کئے ہیں جن میں سے ہر ایک کی مثال قرآن پاک سے دی گئی ہے اور کتب نحو میں عموماً اور شرح جامی میں خصوصاً یوں مرقوم ہے اللام للاختصاص بملکیۃ او بغیر ملکیۃ۔ "لام" اختصاص کے لئے آتا ہے خواہ ملکیت کے طور پر ہو یا بلا ملکیت کے۔ امام فخر الدینؒ رازی نے اپنی تفسیر میں پہلے چار مصرفوں میں "لام" کے آنے اور بعد کے چار مصرفوں میں "فی" کے آنے کا فرق یوں بیان فرمایا ہے کہ پہلے چار مصرف والوں کو اپنے حاصل کردہ مال زکوٰۃ میں مالکانہ تصرف کا اختیار ہے۔ اور پچھلے چار مصرف والوں کو اپنے حسب منشا تصرف کا اختیار نہیں۔ پس "لام" سے تملیک کی شرط اجتہادی محتمل چیز ہوئی نہ کہ قطعی اور منصوص۔

(۲) و فی سبیل اللہ کا معنی:۔ فی سبیل اللہ کے معنے میں تعیین اور اس تعیین پر اجماع ہوا ہے یا نہیں؟ اگر تعیین اور اس پر اجماع ہو چکا ہے تو کتب فقہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شافعیہ کے نزدیک اغنیاء مجاہدین کو مال زکوٰۃ سے دے سکتے ہیں۔ اور یہ امر حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ اور امام ابو یوسف نادار مجاہدین کو ہی مال زکوٰۃ دینے کی اجازت دیتے ہیں۔ اور امام محمد نادار حاجیوں کو بھی مال زکوٰۃ سے دے کر حج کرانے کی اجازت اس لفظ "فی سبیل اللہ" سے نکالتے ہیں۔ استنے مختلف اقوال کے بعد اگر کوئی یہ کہے کہ ان اقوال و مذہب کے سوا نیا قول گویا اجماع مرکب کے خلاف ہے۔ اس لئے وہ نیا قول ناجائز قرار دیا جائے تو یہ عرض ہے کہ جن لوگوں نے اس مقام میں اجماع کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ اصولی اصطلاحی اجماع معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اجماع اُمت کا لفظ اس مقام میں کسی نے ذکر کیا ہو دیکھنے میں نہیں آیا بلکہ اجماع الجمہور لکھا ہے۔ اجماع اور جمہور کی اضافت خود اصولی اصطلاحی اجماع ہونے سے انکار کرتی ہے۔ علاوہ بریں امام قفال نے بعض ائمہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے عام مصارف خیر جیسے کہ امور مذکورہ اوقاف وغیرہ کو فی سبیل اللہ کے معنی میں نقل فرمایا ہے جس کو امام رازی۔ علامہ بیضاوی اور صاحب خازن نے اپنی اپنی تفسیروں میں بیان فرمایا ہے اور سب کے الفاظ قریب قریب حسب ذیل ہیں۔

وقال بعضهم ان اللفظ عام فلا يجوز قصره على الغزاة فقط ولهذا اجازه بعض الفقهاء صرف سهم سبيل الله الى جميع وجوه الخير من تكفين الموتى وبناء الجسور والحصون وعمارة المساجد وغير ذلك وقال لان قوله تعالى وفي سبيل الله عام في الكل فلا يختص بصنف دون غيره۔ اور کہا بعض علما نے کہ لفظ عام ہے ——— اس کو صرف مجاہدین کے لئے مخصوص کرنا جائز نہیں۔ اسی لئے بعض فقہائے کرام نے سبیل اللہ کا حصہ سب نیک کام مثلاً تکفین موتی۔ پلوں اور قلعوں اور مساجد وغیرہ کے بنانے میں خرچ کرنے کو جائز رکھا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان فی سبیل اللہ" سب نیک کاموں کو شامل ہے۔ صرف ایک جماعت کے ساتھ خاص کرنا نہیں چاہئے اور شرح وقایہ کے حاشیہ عمدۃ الرعایہ میں حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی نے مصارف زکوٰۃ کے مقام میں فقہ کی کتاب "بدائع" سے نقل فرمایا ہے کہ: وذكر في البدائع انه يشمل جميع القرب. فی سبیل اللہ کا لفظ تمام نیک مصروف میں شامل ہے۔

امام بخاریؒ اپنی جامع صحیح بخاری کے "باب العرض فی الزکوٰۃ" میں ابوہریرہؓ سے ابن جمیل خالد بن ولید اور حضرت عباسؓ سے منع زکوٰۃ کی توجیہہ والی حدیث نقل فرماتے ہیں اور اسی روایت کو باب "والغارمين وفي سبيل الله" میں مکرر لاتے ہیں۔ امام بخاری کا مدعا امام ابن حجرؒ نے فتح الباری میں یوں ذکر فرمایا ہے۔

امام بخاریؒ کا استدلال

واستدل البخاري بقصة خالد على مشروعية تحبيس الحيوان والسلاح فان الوقف بقاءه تحت يد محتبسه وعلى جواز اخراج العروض في الزكاة امام بخاری نے حضرت خالدؓ کے قصہ سے جانوروں اور ہتھیاروں کے وقف کرنے اور وقف کی ہوئی چیزوں کا واقف کی نگرانی میں رہنے اور زکوٰۃ میں نقد کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عوض متاع سے دینے پر استدلال کیا ہے (مہر طور مال زکوٰۃ وقف میں دیا گیا)

پس شرح بخاری سے معلوم ہوا کہ امام بخاری رح نے خالد رض کے واقعہ وقف کو زکوٰۃ میں شمار فرمایا اور آیت فی سبیل اللہ میں تملیک کو غیر ضروری سمجھا۔ جو حضرات احناف کرام کے خلاف ہے اور وقف منقول کو بھی جائز سمجھا اور یہ امر فقہائے کوفہ کے مخالف ہے اور زکوٰۃ میں نقد کے عوض متاع دینا ثابت کیا جو فقہائے حنفیہ کے موافق ہے۔

الحاصل امام بخاری رح کے استدلال کے جواب میں کونسی آیت یا حدیث صریح حضرات مانعین پیش فرما سکتے ہیں؟ رہے مانعین کے احتمالات وہ مجوزین کے پاس ناشی عن الدلیل نہ ہوں اور مجوزین کی تجویز ان کے احتمالات کی بہ نسبت واضح ترین اور اقرب الی الدلیل ہو تو امام بخاری رح کے استدلالات کا قطعی اور تسلی بخش جواب کیا ہوگا؟

مذکورہ بالا معروضہ پیش کرنے کے بعد مجوزین کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ آیت مصارف میں سے سات حصے خاص خاص افراد یا جماعتوں پر خرچ کئے جائیں اور ایک حصہ عام مصارف خیر کے لیے رکھ دیا جائے تاکہ آٹھویں مصرف میں سہولت کے ساتھ امور مذکورہ اداکئے جائیں ورنہ تبرعات تطوعات اختیاری امور ہیں جن پر جبر و اکراہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ کرنے والوں پر وعید بھی نہیں ہوتی۔ اور بناء مساجد و مدارس دینی اور مصارف تبلیغ وغیرہ خدانخواستہ بالکل متروک سے ہو جائیں گے۔ چونکہ زمانہ موجودہ میں یہ مسئلہ مہمات مسائل میں سے ہے لہٰذا بغرض استفادہ یہ امر بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بوقت شدت حاجت فقہائے کرام نے بھی اپنے امام کے خلاف دوسرے امام کے فتوے پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ اجرت تعلیم قرآن کی نسبت صاحب ہدایہ نے فرمایا ہے کہ اجرت علی تعلیم القرآن جائز نہیں مگر متاخرین نے بوجہ ضرورت اجازت دی ہے تاکہ تعلیم قرآن معدوم نہ ہو اور اسی طرح مفقود الزوج کے نکاح کا مسئلہ معروف بین العلماء ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب رح کی رائے انہیں امور کو مدنظر رکھ کر حضرت شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں گویا امام بخاری رح کا مسلک اختیار فرماتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا ہے:۔

وعن ابی الاوس حملنا النبی صلعم علی ابل الصدقۃ للحج وفی التضحیح واما خالد تظلمون خالدا وقد احتبس ادراعہ واعتدہ فی سبیل اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفیہ شیئان جواز ان یعطی مکان شیئ شیئا اذا کان انفع للفقراء وان الحبس تجزئ عن الصدقۃ قلت وعلی ھذا فالحصر فی قولہ تعالیٰ انما الصدقات اضافی بالنسبۃ الی ما طلبہ المنافقون فی صرفھا فیما یشتھون علی ما یقتضیہ سیاق الایۃ والسر فی ذلک ان الحاجات غیر محصورۃ و لیس فی بیت المال فی بلاد الخالصۃ للمسلمین غیر الزکوٰۃ کثیر مال فلابد من توسعۃ لتکفی نوائب المدینۃ واللہ اعلم۔ ابو الاس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہم کو صدقہ (زکوٰۃ) اونٹوں پر حج کے لئے سوار کرایا۔ اور صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم خالد پر ظلم کرتے ہو جو اس سے زکوٰۃ طلب کرتے ہو۔ حالانکہ اس نے بکثرت ہتھیار اللہ کی راہ میں وقف کئے ہیں اس حدیث سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک تو ایک چیز کے عوض دوسری چیز زکوٰۃ میں دے سکتے ہیں جب کہ دوسری چیز فقراء کے لئے زیادہ نافع ہو اور یہ کہ وقف صدقہ زکوٰۃ کے بدلے کافی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں (یعنی شاہ صاحب فرماتے ہیں) کہ اس صورت میں حصر فرمان خداوندی انما الصدقات کے جملہ میں اضافی ہے منافقوں کے مطلب کے مقابلہ میں کہ وہ چاہتے تھے کہ ان کی خواہشوں کے مطابق زکوٰۃ کی رقم بیجا صرف کی جائے جیسا کہ آیت روانی کا مقتضا ہے اور زکوٰۃ کے مصرف میں وقف کو داخل کرنے میں راز یہ ہے کہ ضروریات بیشمار ہیں اور مسلمانوں کے خالص شہروں میں زکوٰۃ کے سوا کوئی معتدبہ نہیں ہوتی لہٰذا ضرور ہوا کہ مصرف زکوٰۃ میں وسعت ہو جو کافی حاجات ہو جیسا کہ آیت کے نزول کے موقعہ پر مدینہ مسلمانوں کا خالص شہر تھا واللہ اعلم۔ (توحید امرتسر) ۲ رجمادی الاول ۱۳۶۱ھ

نوٹ: مضمون ہذا کے جواب میں حضرت مولانا محمد اسمٰعیل مدراسی نے ایک طویل مدلل مضمون لکھا جو اخبار توحید کی کئی اشاعتوں میں شائع ہوا۔ جس کا خلاصہ یہ کہ آیۃ شریف للفقراء میں لام محض تملیک کے لئے ہے اور مساجد و دینی مدارس پر زکوٰۃ صرف کرنا جائز نہیں۔ افسوس کہ مضمون معلومات کے لحاظ سے قیمتی ہے مگر عدم گنجائش کی وجہ سے رہ گیا۔ اس بحث پر بطور محاکمہ حضرت مقبول رب العالمین مصنف رحمۃ للعالمین قاضی سلیمان صاحب جج پٹیالہ رحمۃ اللہ علیہ کا قیمتی مضمون درج ذیل ہے

مزید تشریح: (از قلم جناب حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری (پٹیالہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لام کے فوائد اور تملیک کی عدم ضرورت (۱) آیت للفقراء الایۃ کا لام تخصیص کے لئے ہے صاحب کشاف کے الفاظ اس پر دال ہیں۔ وانھا مختصۃ بھا لا تتجاوزھا الی غیرھا۔ احمد آفندی مدیر الجوائب نے اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالب ومنیۃ الراغب میں لام تخصیص کا ذکر کیا ہے اور مثال میں الجنۃ للمومنین وھذا الحصیر للمسجد والمنبر للخطیب کا ذکر کیا ہے۔ وہ لام استحقاق کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ مثال میں الحمد للہ اور العزۃ للہ پیش کرتے ہیں۔ لام تملیک کا بھی انہوں نے ذکر کیا ہے اور لہ ما فی السموات والارض کو مثال میں پیش کیا ہے۔ بعد ازاں فاضل مذکور یہ بھی لکھتا ہے بعضھم یستغنی بذکر الاختصاص عن ذکر المعنین الاخرین ویمثل لہ بالامثلۃ المذکورۃ۔ لہٰذا جن علماء نے لام کو تملیک کے لئے متعین نہیں کیا ان کا مسلک صحیح ہے حصول المامول نے بھی غالباً اسی لئے تخصیص کو ملک وعدم ملک ہر دو پر حاوی کیا۔ اور حافظ ابن حجر نے بھی لام کو بیان مصرف قرار دینے میں پورے تفقہ سے کام لیا ہے۔ یہ کہنا کہ جمیع سلف نے لام کو اس تملیک ہی کے لئے قرار دیا ہے داخل غلو ہے۔ ہاں صاحب کشاف نے آیۃ صدقہ کے لام اور فی کا فرق جتلاتے ہوئے لکھا ہے۔ فان قلت لم عدل عن اللام الی فی فی الاربعۃ الاخیرۃ قلنا للایذان بانھم ارسخ فی استحقاق التصدق علیھم لمن سبق ذکرہ لان فی للوعاء فنبہ علی انھم احقاء بان توضع فیھم الصدقات الخ

فی سبیل اللہ کے متعلق اجماع کی حقیقت (۲) فی سبیل اللہ کے معنی میں تعین کی بابت گذارش ہے کہ:۔ (الف)

امام شافعی فرماتے ہیں ویعطی من سھم سبیل اللہ جل وعز من غزا من جیران الصدقۃ فقیرا کان او غنیا ولا یعطی منہ غیرھم الا ان یحتاج الی الدفع عنھم فیعطاہ من دفع عنھم المشرکین (کتاب الام الجزء الثانی ص۶۲) امام شافعیؒ کی تفسیر کے مطابق غازی، غنی وفقیر کو فی سبیل اللہ میں سے دیا جا سکتا ہے۔ نیز حملہ اور مدافعت ہر دو صورتوں میں دیا جا سکتا ہے۔

(ب) رسائل الارکان میں بحر العلوم لکھنوی (ابو العیاش عبد العلی محمد) تحریر فرماتے ہیں الصنف السادس سبیل اللہ وان کان عاما فی کل خیر لکن العموم لیس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مراد فی الایۃ بالاجماع بل المراد السبیل المخصوص فعند الامام ابو حنیفہ المراد الغزاۃ فمنقطع الغزاۃ یعطی من مال الزکاۃ یغنی ومع الغازین وعند الامام محمد الحج فمنقطع الحاج یعطی من مال الزکوٰۃ یحج ثم الفقراء شرط عند نافی منقطع الغزاۃ ومنقطع الحاج فیعطی منقطع الغزاۃ عند الامام ابی حنیفۃ للفقراء ویعطی منقطع الحاج عند الامام محمد للفقراء فلا خلاف فی الحکم کذا فی فتح القدیر وعند البعض یعطی الغزاۃ اغنیاء کانوا او فقراء۔ اس فاضل نے لفظ فی سبیل اللہ کو جملہ امور خیر کے لیے عام مان کر پھر اسے مرادی معنی میں خاص ٹھہرایا ہے اور وجہ تخصیص اور اجماعاً بتلائی ہے اور اجماع ادعائی کی صورت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رح نے صرف غزاۃ کے لیے اور امام محمد نے صرف حجاج کے لیے بتایا ہے (اجماع کہاں رہا) پھر فقراء کو شرط تبلایا۔ پھر بعض کے نزدیک اس شرط کا نہ ہونا ظاہر کیا جب ہم یہ خیال کریں کہ عند البعض کا عطف شرط عندنا ہی ہے تو واضح ہو جاتا ہے کہ یہ عدم شرط کا مذہب بھی خود علماء حنفیہ ہی کے اندر ہے۔ شافعی رح کا ارشاد وہ اجتہاد مزید براں ہے۔ امام مالک رح اس بارے میں بجانب شافعی رح ہیں (اجماع کہاں رہا) اب یہ بھی غور طلب ہے کہ بحر العلوم نے صرف لفظ "اجماع" کو تحریر کیا ہے۔ مگر خازن رح نے اجماع الجمہور لکھا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اجماع جمہور بمعنی اجماع امت نہیں۔

زکوٰۃ ہر کار خیر میں خرچ کی جا سکتی ہے

(ج) صاحب خازن رح نے (باتفاق بیضاوی وغیرہ) لکھا ہے اجاز بعض الفقہاء صرف سہم سبیل اللہ الی جمیع وجوہ الخیر من تکفین الموتیٰ وبناء الجسور والحصون وعمارۃ المساجد وغیر ذلک اور کنز الدقائق میں ہے لا الی ذمی و بناء مسجد وتکفین میت وقضاء دین وشراء عتق یعتق الخ ہر دو میں تضاد ہے اور نتیجہ صاف ہے کہ اجماع موجود نہیں۔

میرا خیال ہے کہ لفظ سبیل اللہ کا مفہوم متعین لفظ سبیل اللہ کی خصوصیت اور وسعت کرنے کے لیے مواد قرآنیہ پر بھی تدبر کیا جائے وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (بقرہ) وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (بقرہ) لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (بقرہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللهِ (نساء) وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ (نساء) وَ آخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ (مزمل) ودیگر آیات ہم معنی میں سبیل اللہ سے مراد غزا لینا بالکل صحیح ہے۔ قتل و قتال۔ وہن۔ وحصور وجہاد کے الفاظ بطور قرینہ صحیحہ ان میں موجود ہیں۔ اب آیات ذیل پر بھی تدبر ضروری ہے
وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ (انفال توبہ۔ ابراہیم) لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللهِ (حج ولقمان) اَلَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللهِ (قتال ونحل) حَتّٰى يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللهِ (نساء) وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللهِ (ج) وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللهِ (نور) ہر سہ آیات اول میں سبیل اللہ سے مراد دین حقہ اور اسلام اور سہ آیات مابعد میں سبیل اللہ سے مراد ہجرت لینا اور غزا مراد لینا نازیبا و نامناسب ہوگا۔

(ھ)۔ اگر سبیل اللہ اور سبیل الرب ہم معنی ہیں تو آیہ مَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيلًا (مزمل والانسان) کو بھی زیر نظر رکھنا چاہیے۔ لفظ سبیل ضمائر کے ساتھ بھی مستعمل ہوا ہے اور جہاں جہاں ضمیر کا مرجع اللہ ہے ان سب کو بھی شامل تدبر کر لینا چاہیے۔ لفظ سبیل کی وسعت معنی کا خیال آیات ذیل کے شمول سے بھی ہو جاتا ہے اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيلًا (اسرائیل) فَمَا جَعَلَ اللهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا (نساء) اِذًا لَّا بْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا (اسرائیل)۔ اس طریق سے صرف یہ اطمینان مقصود ہے کہ آیت مصرف صدقہ میں بھی لفظ سبیل اللہ کو وسیع معنی میں لیا گیا جب کہ مفسرین نے تحریر فرمایا ہے اور جب کہ فقہا نے بھی لفظ کا معنی عموم میں ہونا تسلیم فرمایا۔

حج بھی سبیل اللہ میں داخل ہے

(و) سنن ابوداؤد کی حدیث عن معقل میں نبی صلعم کے الفاظ مبارکہ یہ ہیں۔ فان الحج من سبیل اللہ یہاں تخصیص غزا القول ابوحنیفہؒ وشافعیؒ تخصیص حج لقول محمدؒ اٹھ جاتی ہے اور حرف من اس لفظ کے وسیع المعنی ہونے پر دال ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کا خیال

حکیم الامتہ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں فالحصر فی قولہ انما الصدقات اضافی بالنسبۃ ما طلبہ المنافقون فی صرفھا فی ما یشتھون علی ما یقتضیہ سیاق الایۃ والسر فی ذالک ان الحاجات غیر محصورۃ ولیس فی بیت المال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی البلاد الخالصۃ للمسلمین غیر الزکوٰۃ کثیر مال. فلا بد من توسعۃ لتکفی نوائب المدینۃ واللہ اعلم ص۲۳۹ حجۃ اللہ البالغہ) امر مطلوب نوائب (ضروریات تمدن کی کفایت ہی) اور وہ غیر محصور ہیں اور یہی امر وسعت معنی کا مقتضی ہے۔ یعنی نوائب المدینۃ کا ترجمہ حاجات تمدن سمجھا ہے بایں اعتبار کہ تقسیم حصص وغیرہ کی ضمن میں بھی متعدد روایات میں نوائب الناس یا نوائب المسلمین کے الفاظ مستعمل ہوئے ہیں۔

امام ابن قیم اور مصالح اسلام (ح) امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں وکان رسول اللہ صلعم یصرف سھم اللہ وسھمہ فی مصالح الاسلام (زاد المعاد جلد ۱ ص۱۶۴) ظاہر ہے کہ عبارت بالا میں سہم اللہ وسہمہ سے مراد وہ سہام ہیں جن کا ذکر آیت غنیمت (سورۃ توبہ) وآیت فیٔ (سورۃ حشر) میں ہوا ہے۔ لہٰذا آیت صدقہ کے لفظ فی سبیل اللہ کو بھی گر تحت مراد سہم اللہ قرار دیا جائے تو اس کا تعلق بھی مصالح الاسلام سے واضح ہو جاتا ہے۔ (ط) اس فہم واستدلال کے ساتھ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے آیت إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ کی تفسیر میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ قابل ملاحظہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

فالمؤلفۃ قلوبھم ... قد ذھبوا

والعاملون علیھم ... یعطھم الامام ما یکفیھم وقسمت بقیۃ الصدقات بینھم. فللفقراء والمساکین ... سھم

— وللغارمین ..... سھم

وفی ابناء السبیل المنقطع لھم .... سھم

وفی الرقاب ...... سھم

وفی اصلاح المسلمین ... سھم

کتاب الخراج مفصل فی الصدقات ص۴۲ الطبعۃ الاولٰی بالمطبع المیریہ بولاق مصر ۱۳۰۲ھ

یہ ظاہر ہے کہ امام القاضی القضاۃ فی اصلاح طرق المسلمین کے الفاظ لفظ فی سبیل اللہ ہی کی تفسیر میں تحریر فرمائے۔

امام ابن قیم کے دو اصول: (ی) ابن القیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں اگرچہ فی سبیل اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے معنے الغزوۃ فی سبیل اللہ لکھے ہیں۔ مگر انہوں نے اصناف ثمانیہ کو دو اصول پر منقسم کیا ہے (۱) شدت احتیاج فقراء و مساکین ورقاب وابن السبیل اس میں داخل ہیں۔ (۲) منفعت عاملوں مؤلفۃ القلوب غارموں غزاۃ اس میں داخل ہیں۔ ان کا آخری فقرہ قابل توجہ ہے فان لم یکن للآخذ محتاجا ولا فیه منفعة للمسلمین فلا سهم له فی الزکوٰۃ (ل) امام بخاری کی حدیث باب عرض الزکوٰۃ میں نبی صلعم کا ارشاد ہوا وما خالد فقد احتبس ادراعه واعتاده فی سبیل الله۔ ان کی معانی پر ضرور مستعمل ہے جو علامہ ابن حجر وعینی ابن رشید رحمہم اللہ نے بیان فرمائے ہیں۔ میرے نزدیک الفاظ مبارکہ وسعت معنی فی سبیل اللہ کلی بیان کرتے ہیں اور نفی تملیک بھی اگرچہ فی سبیل اللہ کے الفاظ فی کے تحت میں ہیں اور لام کے تحت ہیں۔

استدلال بخاری کے خلاف کا پتہ نہیں

(ل) آج تک کوئی روایت ایسی نہیں گذری جو استدلال بخاریؒ کی ناقص ہو۔ جناب کا تحریر فرمانا کہ بوقت شدت حاجت حضرات فقہائے کرام نے بھی اپنے مذہب کے خلاف دوسرے امام کے فتوے پر عمل کی اجازت دی ہے بالکل درست ہے اور اجرت علی تعلیم القرآن و نکاح مفقودۃ الزوج کی نظائر بحوالہ ہدایہ بھی درست ہیں۔ مزید براں میں جناب کی توجہ قاضی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر مظہری پر دلانا چاہتا ہوں تفسیر سورۂ انفال ص۳۵ پر قاضی صاحب نے جن کو بیہقیٔ وقت کہا گیا ہے تحریر کیا ہے۔ فقال ابو حنیفة سهم ذوی القربی ایضا سقط بموت رسول الله صلعم۔ چند سطور کے بعد لکھا ہے وهو قول ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد بعد ازاں ان وجوہات کا اندراج کیا ہے جو صاحب ہدایہ اور طحاوی نے مذہب بالا کی تائید میں لکھے ہیں۔ بایں ہمہ اپنی تحقیقات اور دلائل کو لکھ کر تحریر فرمایا ہے وبهذا ثبت ان سهم ذوی القربی لم یسقط۔ غور کیجئے کہ اس علامہ نے قوت دلائل کی وجہ سے امام صاحبین کے مذہب پر جمود نہیں کیا۔ اور صاحب ہدایہ اور طحاوی کے دلائل کی تضعیف میں بھی تامل نہیں کیا۔ حالانکہ ان کی تمام تفسیر فقہ حنفیہ کی تائید پر مشتمل ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ن) لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ جب امام القاضی ابو یوسف رحمہ نے فی سبیل کے معنی فی اصلاح طرق المسلمین تحریر فرما دیئے تو اندریں صورت خود مذہب حنفیہ کے اندر سند اور دلیل مل گئی ہے اور اس تفسیری عبارت (اصلاح طرق المسلمین) نے زمانہ حال کے ضروریات کے اہتمام اور انصرام کے لئے سبیل ارشاد کو کھول دیا ہے۔
(س) علمائے ہند کے لئے یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جب اس ملک میں بزمانہ حال غزاۃ فی سبیل اللہ کی جماعت موجود ہی نہیں تو کیا ان کا سہم ساقط نہ ہو جائے گا۔ اور کیا اس سہم کا دیگر امور مرضیات الٰہی میں صرف کرنا صحیح نہ ہوگا جب کہ امام ہمام اور صاحبین نے آیات غنیمت و فئی میں سقوط سہام رسول و ذوی القربیٰ کے بعد ان کا مصرف دیگر اہل سہام کو قرار دیا ہے اور آیات صدقات میں بھی مؤلفۃ القلوب کے متعلق بھی مسلک اختیار کیا ہے۔ (ع) میں اس طول کلامی کی معافی کا طالب ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ میں آنجناب سے ہی متفق ہوں والسلام۔

(توحید امرتسر ص ۱۱۔ ۲۰ رجب ۱۳۴۷ھ)

نوٹ: یہ مضمون حضرت قاضی صاحب مرحوم نے مولانا فضل اللہ صاحب کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ اسی لئے طرز تحریر مخاطبانہ ہے۔ (اخبار مذکور)

سوال: مسجد یا مدرسہ میں ایک میاں یا ملا رکھ کر گاؤں کے بچوں کو تعلیم دلائی جائے اور ان میں صاحبان زکوٰۃ کے بچے بھی تعلیم پاویں تو کیا یہ جائز ہوگا یا نہیں درانحالیکہ زکوٰۃ دینے والے حضرات میاں یا ملا کی تنخواہ اپنے عشر و زکوٰۃ کی رقم سے دیتے ہیں۔

جواب: اصحاب اموال کا اپنے بچوں کو ایسے لوگوں سے تعلیم دلانا جن کو وہ تنخواہ اپنے اموال کی زکوٰۃ و عشر سے دیتے ہوں درست نہیں۔ ھذا ھو الراجح عندی الی ھذا الآن۔

ایسے علمائے دین جو اس آیت کے مصداق ہوں اَلَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ یَحْسَبُھُمُ الآیۃ یعنی دین کی تعلیم خدمت کے لئے وقف ہو گئے ہوں اور فکر معیشت کے لئے وقت نہ نکال سکتے ہوں "مساکین" میں داخل ہیں بشرطیکہ انہوں نے تعلیم دین کو حصول زر کا پیشہ نہ بنا لیا ہو ضرورت اور حاجت سے زیادہ نہ لیتے ہوں اور کسی حالت میں بھی سائل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسائل نہ بنتے ہوں۔ ایسے علماء و دعاۃ مدزکوٰۃ کے بلاشبہ مستحق ہیں۔ اسی طرح غریب طلبہ علوم دینیہ بھی آیت مذکورہ کی رو سے فقراء و مساکین میں داخل ہیں۔ اور ضروری ہے کہ اس مد سے ان کی خبر گیری کی جائے۔ رہ گئے علماء اغنیاء جو سونے یا چاندی کے نصاب کے مالک ہیں یا خوشحال و زمیندار ہیں یا کرایہ کی جائدادوں کے مالک ہیں اور قرآن و علوم دینیہ کی ترویج اور دعوت و ارشاد و ہدایت و تبلیغ یا درس و تدریس میں مصروف و مشغول رہتے ہیں ان کو زکوٰۃ دینی اور خود ان کو زکوٰۃ لینی جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح مدارس کا اجراء و قیام اور مدرسین و ملازمین کی تنخواہ اس مد سے دینی جائز ہے یا نہیں؟ سو اس میں اختلاف ہے بعض علمائے اہلحدیث اسے جائز و درست کہتے ہیں۔ ان میں سے بعض نے ان علماء و مدرسین کو "سبیل اللہ" میں داخل سمجھا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ سبیل اللہ کے ذریعہ ایک جامع دعاوی مقصد کا دروازہ کھول دیا گیا ہے جس میں دین وامت کے مصالح کی ساری باتیں آگئیں۔ مثلاً قرآن اور علوم شرعیہ کی ترویج و اشاعت مدارس کا اجراء و قیام دعاۃ و مبلغین کا قیام ارسال ہدایت و ارشاد امت کے تمام مفید مسائل۔

اکثر علماء کے خیال میں سبیل اللہ سے مراد صرف مجاہدین و غزاۃ ہیں کما قال شمس الائمہ ابن قدامہ فی الشرح الکبیر علی متن المقنع لا خلاف فی انہم الغزاۃ لان سبیل اللہ عند الاطلاق ھو الغزو انتہیٰ علامہ سید رشید رضا مصری مرحوم نے مخالفت کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔ ھذا غیر صحیح بل سبیل اللہ ھو الطریق الموصل الی مرضاتہ وجنتہ وھو الاسلام فی جملتہ وآیات الانفاق فی سبیل اللہ تشتمل جمیع انواع النفقۃ المشروعۃ وماذا القول فی آیات الصدوا لاضلال عن سبیل اللہ والھجرۃ فی سبیل اللہ بل لا یصح ان یفسر سبیل اللہ فی آیات القتال نفسھا بالغزو لان القتال ھو الغزو وانما یکون فی سبیل اللہ اذا ارید بہ ان تکون کلمۃ اللہ ھی العلیا ودینہ ھو المتبع فی سبیل اللہ فی الاٰیۃ یعم الغزو الشرعی وغیرہ من مصالح الاسلام بحسب لفظ العربی ویحتاج التخصیص الی دلیل صحیح انتہیٰ قلت الراجح عندی انہم الغزاۃ خاصۃ وان کانت کلمۃ سبیل اللہ بحسب لفظھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العربی عامۃ تشتمل جمیع مصالح الاسلام العامۃ لکن المراد فی آیۃ مصارف الزکوٰۃ فیما اری واللہ اعلم بمرادکلامہ الغزاۃ خاصۃ والدلیل علی ھذا التخصیص ما روی احمد ومالک وابوداؤد وابن ماجۃ وغیرھم عن ابی سعید مرفوعاً لاتحل الصدقۃ لغنی الا لخمسۃ لعامل علیھا او رجل اشتراھا بمالہ او غارم اوغاز فی سبیل اللہ الخ وعلی ھذا فلا یدخل فی سبیل اللہ الاغنیاء من اصحاب الدعوۃ والارشاد والھدایۃ والتبلیغ والافتاء والتدریس وغیرھم من الموظفین فی المدارس الدینیۃ ولا یدخل فیھا ایضاً تاسیس المعاھد الدینیۃ وتعمیرھا واعانتھا واقامتھا وغیر ذلک مما یشبھہ

اور بعض علمائے اہلحدیث نے ایسے اصحاب نصاب کو "عاملین" میں داخل سمجھا ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ عاملین کو زکوٰۃ کا مصرف ٹھہرانے کی علت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ ان عاملین نے ایک کام کو جو مصالح مسلمین سے ہے انجام دیا ہے۔ قال الشوکانی حدیث ابن السعدی (عند الشیخین) دلیل علی ان عمل الساعی سبب لاستحقاقہ الاجرۃ کما ان وصف الفقر والمسکنۃ ھو السبب فی ذلک واذا کان العمل ھو السبب اقتضی قیاس قواعد الشرع ان الماخوذ فی مقابلۃ اجرۃ۔ اسلامی حکومت کے اور عاملین کو اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر زکوٰۃ کا مصرف نہیں ٹھہرایا ہے لیکن روایات حدیثیہ سے ثابت ہے کہ عہد نبوت میں جو اشخاص اس قسم کے کاموں کو انجام دیتے تھے ان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے کاموں کی اجرت عنایت فرماتے تھے۔ ابوداؤد میں بریدہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ من استعملنا علی عمل فرزقناہ رزقاً فما اخذ بعد ذلک فھو غلول قال الشوکانی فیہ دلیل علی انہ لا یحل للعامل زیادۃ علی ما فرض لہ من استعملہ وان ما اخذہ بعد ذلک فھو من الغلول وذلک بناء علی انہ اجارۃ ولکنھا فاسدۃ یلزم فیھا اجرۃ المثل الی آخر ما قال (نیل الاوطار)

پس حکومت اسلامی کے دیگر عاملین مثل قضاۃ وغیرہ بوجہ اشتراک فی العلۃ حکم سعاۃ میں داخل ہیں اس کے علاوہ عہد خلافت راشدہ میں بھی دیگر عاملین کی اجرت بلکہ خود حاکم کی اجرت مال مسلمین سے دیا جانا ثابت ہے اور انہی وجوہ سے خلف وسلف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ایک بڑی جماعت اس جانب گئی ہے قال الطبری ذہب الجمہور الی جواز اخذ القاضی الاجرۃ علی الحکم لکونہ یشغلہ الحکم من القیام بمصالحہ (عمدۃ القاری للعینی) واحتج ابو عبیدۃ علی جواز ذلک بما فرض اللہ للعاملین علی الصدقۃ جعل لہم حقا منہا لقیامہم وسعیہم الی قولہ وقال ابن المنذر حدیث ابن السعدی حجۃ فی جواز ارزاق القضاۃ من وجوہہا (فتح الباری) وقال القاری فی المرقات فی شرح حدیث وغیرہ جواز اخذ العوض من بیت المال علی العمل العام وان کان فرضا کالقضاء والحسبۃ والتدریس بل یجب علی الامام کفایۃ ہولاء ومن فی معناہم فی بیت المال انتہی وقال المولوی عبدالحی اللکھنوی فی عمدۃ الرعایۃ وکل من فرغ نفسہ بعمل من امور المسلمین یستحق علی ذلک رزقا کالقاضی۔ پس ایسا مدرسہ جو مصالح مسلمین پر مشتمل ہے اس کے مدرسین کو مدّ زکوٰۃ سے تنخواہ دینی کیوں درست نہیں ساتھ ہی اس کے اس زمانہ میں مدارس دینیہ کے قیام وبقا کی جو ضرورت ہے وہ مخفی نہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ تاوقتیکہ مدارس کی امداد مدّ زکوٰۃ سے نہ ہو گی کوئی مدرسہ چل نہیں سکتا پس جب سائلین صدقات کے ساتھ دوسرے عاملین ملحق ہیں اور عاملین صدقات کے لئے بحالت ان کے غنی ہونے کے بھی زکوٰۃ سے اُجرت لینی درست ہے تو مدّ زکوٰۃ سے مدرسین کو تنخواہ معین وغیر معین دونوں طرح لینا ان کے غنی ہونے کی صورت میں بھی جائز اور درست ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ کی تنخواہ کے واقعہ سے ثابت ہے اخرج ابن سعد عن میمون قال لما استخلف ابوبکر جعلوا لہ الفین فقال زیدونی فان لی عیالا وقد شغلتمونی عن التجارۃ فزادوہ خمس مائۃ (تاریخ الخلفاء) علمائے حنفیہ کے نزدیک مدّ زکوٰۃ سے مدرسین و ملازمین مدرسہ کو بصورت ان کے غنی ہونے کے تنخواہ نہیں ادا کی جاسکتی اور نہ ان کے لئے لینا جائز ہے وہ کہتے ہیں زکوٰۃ ایک فریضہ الٰہی ہے جس کی ذمہ داری مالک نصاب پر عائد ہوتی ہے۔ اور چونکہ وہ حج روزہ نماز کی طرح ایک عبادت ہے اسی لئے مالک نصاب کو مقررہ شروط وقیود کا لحاظ رکھتے ہوئے مال کا ایک معین حصہ اس کے مصارف میں بطور تملیک اس طرح ادا کرنا ضروری ہے کہ اس کی ادائگی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں بجز امتثال امر الٰہی الشخص مودی الیہ سے کسی قسم کی کوئی غرض حصول نفع کی خاطر نہ ہو (تنویر الابصار) اس لئے وہ ان لوگوں پر بھی اس کو صرف نہیں کر سکتا کہ جن کے دینے میں حصول نفع کا احتمال ہو کما قال فی ردالمحتار فلا یدفع لاصلہ ای وان علا ولفرعہ ای وان سفل وکذا لزوجتہ وزوجہا وعبدہ ومکاتبہ لانہ بالدفع الیہم لم تنقطع المنفعۃ عن المملک ای المزکی من کل وجہ۔ اور اسی بنا پر اس اُجرت معاوضہ پر بھی اس کا صرف کرنا جائز نہیں (ردالمحتار ص ج ۲) معلوم ہوا کہ مدرسین کی تنخواہ مد زکوٰۃ سے نہیں ادا کی جا سکتی کہ وہ معاوضہ ہے ان کے عمل کا اور زکوٰۃ میں معاوضہ مقصود نہیں ہوتا۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ عاملین صدقات کے ساتھ اغنیار مدرسین کو ملحق کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ ان کو جو کچھ ملتا ہے وہ بطریق عمالہ ہے اور چونکہ یہ عمالہ بقدر کفاف یعنی ان کے اور ان کے اعوان کی ضرورت اور حاجت[1] کے مطابق دیا جاتا ہے اس لئے اس کو اجرت و معاوضہ سمجھنا غلط ہے کیونکہ وہ مقدار جو اس کو اور اس کے اعوان کو کافی ہو سکے وہ مجہول اور غیر معلوم ہے۔ اور احد العوضین کی جہالت جواز اجارہ سے مانع ہے پس معلوم ہوا کہ عامل صدقہ کا استحقاق بطور اجرت و معاوضہ کے نہیں ہے بلکہ بطریق کفایہ ہے بنا بر مدرسین و ملازمین مدرسہ کو عاملین صدقات کے ساتھ ملحق کرنا غلط ہے۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ دیگر عاملین کے عمالہ سے جو ان کو بیت المال سے ملتا تھا مدرسین کے مد زکوٰۃ سے تنخواہ دینے کے جواز پر استدلال صحیح نہیں ہے اس لئے کہ بیت المال دراصل اسلامی خزانہ کا نام ہے جس کے مختلف شعبے ہوتے تھے اور ہر شعبے کے مصارف جدا گانہ ہوتے تھے۔ مثلاً ایک شعبہ بیت الخمس کا تھا جس میں خمس غنائم وغیرہ جمع ہوتے تھے اور اس کو آیت واعلموا انما غنمتم الخ کے بموجب صرف کیا جاتا تھا۔ دوسرا شعبہ بیت الصدقات تھا جس میں عشر و زکوٰۃ فطرہ کے اموال جمع ہوتے تھے اور اس کو مصارف منصوصہ ثمانیہ میں صرف کیا جاتا تھا۔ تیسرا شعبہ خراج الارض والجزیہ تھا جس میں زمینوں کا خراج اور جزیہ وغیرہ کا مال جمع رہتا۔ اس شعبہ سے قاضی مفتی اور علماء وغیرہ کو بقدر کفاف ملتا تھا۔ چوتھا

---

[1] ھذا مخالف لحدیث ابن السعدی فانہ قال لہ النبی علیہ السلام کل وتصدق وظاہر ھذا انہ فرض لہ ما یفضل عن اکلہ ویمکن التصدق منہ ۱۲۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعبہ لاوارث لوگوں کے ترکہ اور لقطات کا تھا جس کو ضوائع کہتے تھے۔ اس سے عام مصالح مسلمین میں امداد ملتی تھی (عالمگیری وغیرہ) پس یہ ثابت کر کے علماء و قضاۃ اور عمال کو بیت المال سے تنخواہ ملتی تھی یہ ثابت کرنا کہ مدّ زکوٰۃ سے مدرسین تنخواہیں پاسکتے ہیں صحیح نہیں الی آخرہ۔
(املاہ عبید اللہ المبارکفوری الرحمانی المدرس بمدرسۃ دار الحدیث الرحمانیہ بدہلی)

سوال: زید نے ایک لاری قرضہ برداشت کر کے خرید کی کچھ مدت بعد اسے فروخت کر دیا۔ حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ قرضہ ادا کرنے کے بعد اتنی رقم بچ رہی جس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اب اس رقم پر زکوٰۃ کب واجب ہوگی؟ (غلام نبی خریدار)

جواب: جس روز قیمت وصول ہوئی ہے اسی روز سے ایک سال گذرنے کے بعد زکوٰۃ واجب الادا ہوگی۔ اللہ اعلم (اہلحدیث ۲۶ رجب ۱۳۶۲ھ)

سوال: بعض علماء فرماتے ہیں کہ سونا ساڑھے سات تولہ ہو تب زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اس سے کم پر فرض نہیں ہے۔ اور بعض کا فرمان ہے کہ جتنے سونے کی قیمت ساٹھ روپیہ ہو جاوے اس پر زکوٰۃ فرض ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کے عہد مبارک میں ساڑھے سات تولہ کی قیمت ساٹھ روپیہ تھی کیا حکم ہے؟ (اسمٰعیل بہاولپور)

جواب: نص حدیث سے وزن معتبر ہے اور زمانہ کے اقتضاء کے لحاظ سے قیمت معتبر ہے جس صورت میں غرباء اور فقراء کا فائدہ ہو وہی اختیار کریں بحکم فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ۔ (اہلحدیث جلد ۴۳ نمبر ۲۳)

سوال: ایک سوداگر ہے مگر اس کا سب کام چلتا ہے اور جتنا اس پر قرض ہے اس سے کم کا مال ہے مگر آہستہ آہستہ قرض ادا کر رہا ہے۔ اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں۔ مال قرض کے برابر ہو یا کچھ زیادہ ہو ان دونوں صورتوں میں کس طرح زکوٰۃ ادا کی جائے۔
(نظیر احمد عزیز احمد سوداگر چوڑی بازار ریواڑی)

جواب: صورت مرقومہ میں قرضدار کے قرض کا لحاظ رکھا جائے گا۔ جیسے تقسیم ترکہ میں وصیت کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ (۸ جمادی الاوّل ۱۳۶۲ھ)

سوال: اس عہد مبارک میں لاوارث مردے اور محتاجوں، پردیسیوں کی نعشیں حکومت عالیہ کی طرف سے دفن ہوتی تھیں یا نہیں؟ اگر ہوتی تھیں تو مصارف کس مد سے ہوتے تھے؟

www.KitaboSunnat.com

جواب: بیت المال میں بہت سی متفرق مدات غربا و مساکین کے لئے ہوتی تھیں چاہے زندہ ہوں یا مردہ۔ اسی میں سے خرچ ہوتا تھا۔ اس کا پوچھنا ہی کیا ہے۔

(اہلحدیث جلد ۴۰ نمبر ۲۲)

سوال: مساجد کی مرمت یا از سر نو تعمیر یا ضروری سامان پہنچانا۔ مسافروں کو زاد راہ دینی۔ نو مسلموں کی پرورش۔ طالبعلموں کی ضرورتیں پوری کرنے والوں کی کفالت، مفلوک مریضوں کی دوا۔ ننگوں کو کپڑا بھوکوں کو کھانا دینا۔ مظلوموں اور ناقابل کسب معاش عورتوں مردوں بچوں کی ضروری کفالت، اشاعت اسلام وغیرہ یہ حضرات والا صفات (صلوات اللہ علیہم اجمعین) کرتے تھے یا نہیں اگر کرتے تھے تو زکوٰۃ و دیگر صدقات کی رقوم سے باخراج ممالک سے اگر جدا جدا رقوم صرف فرماتے تھے تو بضرورت دوسری مد کے رقم صرف فرماتے تھے۔ یا مد خاص میں گنجائش نہ ہونے پہ کام سے انکار فرما دیتے تھے۔

جواب: ان سب ضرورتوں کا انتظام مصارف زکوٰۃ میں آجاتا ہے اور مال غنیمت سے بھی پانچواں حصہ لیا جاتا تھا۔ امیر جماعت کو بھی اختیار تھا کہ حسب ضرورت تقسیم کر دے۔

(ایضاً)

سوال: زکوٰۃ، قربانی اور عقیقہ کی خیراتی رقوم کے احکام مختلف ہیں یا نہیں۔ (ایضاً)

جواب: زکوٰۃ کے مصارف اس آیت میں بیان ہو چکے ہیں اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاۗءِ وَالْمَسَاكِيْنِ الآیۃ قربانی یا عقیقہ کا چمڑا خاص مساکین کا حق ہے۔ (ایضاً)

سوال: زیور جو استعمال کیا جاتا ہے اس میں زکوٰۃ ہے یا نہیں۔ یہاں کے لوگ آپس میں مختلف ہیں۔ بعض زکوٰۃ کو مانتے ہیں۔ دلیل میں سوار ان کی حدیث پیش کرتے ہیں اور بعض مستعمل چیز مان کر عدم فرضیت کے قائل ہیں اور یہی رائے صاحب تذکیر الاخوان کی بھی ہے۔ بہرحال دونوں صورتوں میں سے جو اصح ترین صورت ہو تحریر فرمائیں اور احوط کا احتیاط رہے اور اگر فرض ہے تو صرف ایک دفعہ یا ہر سال؟

(حاجی محمد سعید از جبیت گڑھ)

جواب: اصح (زیادہ صحیح) کا سوال بے معنی ہے۔ کیونکہ ہر قائل کے نزدیک اس کا قول اصح ہے۔ احوط یہی ہے کہ ہر سال ادا کرے تاکہ اختلاف سے نکل جائے۔

(اہلحدیث جلد ۴۰ نمبر ۳۲)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: خراجی زمین میں جو آسمانی پانی سے پیدا ہو اور جو نہر یا تالاب و آسمانی پانی سے مل کر پیدا ہو تو عشر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس حساب سے۔ (سائل مذکور)

جواب: قرآن مجید میں ارشاد ہے جو چیز بھی زمین سے پیدا ہوئی ہو اس میں سے زکوٰۃ دینی چاہیے۔ عشر اور نصف عشر کا حساب الگ ہے۔ ہندوستان میں بارانی زمینوں پر بھی سرکاری لگان ہے جو واجب الادا ہے۔ اس لئے بارانی زمینوں کی پیداوار سے نصف عشر ادا کردے تو جائز ہے۔ عشر دیا کرے تو بہت ہی اچھا ہے۔ (اہلحدیث جلد ۴ نمبر ۳۲)

شرفیہ: یہ صحیح نہیں اس لیے کہ عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ میں بھی زمین کا محصول یا معاملہ تھا۔ اور اس محصول کے باعث پیداوار پر نصف عشر ثابت نہیں۔ یہ تقسیم عشر یا نصف عشر کی زمین چاہی یا النضح پر ہے محصول پر نہیں۔ عن ابی جعفر قال ما بالمدینۃ اهل بيت هجرة الا يزرعون على الثلث والربع وزارع على وسعد بن مالك وعبد الله بن مسعود وعمر بن عبد العزيز والقاسم وعروة وآل ابی بکر وآل عمر وآل على وابن سيرين وقال عبد الرحمن بن الاسود كنت اشارك عبد الرحمن ابن يزيد فى الزرع وعامل عمر الناس على ان جاء عمر بالبذر من عنده فله الشطر وان جاؤا بالبذر فلهم كذا رواه البخارى مشکوٰۃ ص ۲۵۷ ص ۱۵۸۔ یہ ثلث ربع وغیرہ کی تقسیم مالک زمین کا محصول ہی تو تھا جو آج کل کے محصول سے زائد تھا اور اس پر نصف عشر ثابت نہیں۔ رہا بارانی اور نہری زمین تو اس کے بارہ میں بھی تصریح موجود ہے۔ عن سالم بن عبد الله عن ابيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما سقت السماء والانهار والعيون او كان بعلا العشر وفيما سقى بالسوانحا او النضح نصف العشر اخرجه ابوداؤد واخرجه ابوداؤد عن جابر بسند آخر ص ۲۳۲ ج ۱ پس ثابت ہوا کہ بارانی اور نہری اور عیونی زمین میں عشر سے نصف عشر جائز نہیں اور محصول کا بھی نصف عشر میں اعتبار نہیں۔ یہ غلط فہمی سے کتاب وسنت پر زیادتی ہے جو جائز نہیں الا المجتهد قد يخطى ويصيب۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا۔ فقط (محمد داؤد راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب نے پرچہ مورخہ ۲ رجمادی الثانی میں بجواب استفسار آزاد قائم فرمایا ہے۔ آجکل جو سرکار انگریزی کے ماتحت ہم لوگ رہتے ہیں۔ ہماری سب زمینیں خراجی ہیں۔ سرکار کی طرف سے مالگذاری جو مقرر ہے دینی ضروری ہے اس لئے یہ سوال عام طور پر ہوتا ہے کہ آجکل کی زمینوں میں مسلمانوں پر عشر ہے یا کیا ہے۔ میری ناقص تحقیق اس میں یہ ہے کہ ایسی اراضی پر ربع عشر ہے یعنی چالیسواں حصہ واجب ہے کیونکہ حدیث شریف میں آبپاشی کے اخراجات پر لحاظ کر کے عشر سے نصف عشر آیا ہے تو سرکاری مالگذاری بھی تو زمین ہی پر خرچ ہے آبپاشی نہ کرے تو کچھ نہ کچھ پیداوار بارانی ہو سکتی ہے مگر سرکاری مالگذاری نہ دے تو حوت بھی نہیں سکتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری مالگذاری کو اخراجات آبپاشی سے زیادہ دخل ہے پس جب اس کا لحاظ ہے تو اس کا کیوں نہیں ہوگا۔ بعثتو میسرین لا معسرین۔

جناب من ایسا کیوں نہیں کیا جاوے کہ زمیندار اس امر کا لحاظ کرے کہ سرکار انگریزی کو مالگذاری ادا کرکے اس امر کا خیال کرے کہ سرکار نے جس قدر کہ مالگذاری مجھ سے لی ہے آیا وہ مالگذاری زمین بارانی کی پیداوار کے عشر کے برابر ہو جاتی ہے یا نہیں۔ اگر عشر کے برابر ہو جاتی ہے تو اب عشر کے ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر عشر سے کم مقرر کر دیا ہے تو بعد ادائے مالگذاری اتنا حصہ نکال دیوے کہ عشر پورا ہو جاوے۔

سوال: سلاطین اسلامی کے وقت میں عشر کہ رعایا سے لیا جاتا تھا اس کو وہ کس مصرف میں صرف کرتے تھے اور کتب فقہ کی رو سے مصارف عشر کے کیا کیا ہیں معہ حوالہ کتاب بذریعہ اخبار کے مطلع فرماویں۔

ایڈیٹر: آپ کی پیش کردہ صورت پر کوئی نص دلیل نہیں ہے نہ میرے پر ہاں میری صورت میں فقراء کا فائدہ اور ایک مقیس علیہ بھی ہے آپ کی میں نہیں۔ تمام کتب فقہ میں عشر کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں بعض سلاطین اصل مصارف میں خرچ کرتے تھے بعض اپنی شراب نوشی کا حصہ بھی اسی سے نکالتے تھے کیا آپ نے نہیں سنا ؎

وہل افسد الناس الا الملوک   وعلماء سوء ورہبانہا

(۱۳ - مارچ ۱۹۱۰ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعاقب۔ از حضرت العلامہ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی۔

سوال: غلہ کی زکوٰۃ جس کو عشر کہتے ہیں نکالنی واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو نہری زمین سے کتنا حصہ کس طرح آنا چاہیئے؟ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اخبار اہلحدیث مورخہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ ہجری مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۱۲ء میں یہ مسئلہ بایں مضمون لکھا ہے کہ غلہ کی زکوٰۃ واجب ہے مگر چونکہ سرکاری مالگذاری بھی ضروری ہے اس لئے میری ناقص رائے میں بقایا میں سے چالیسواں حصہ ادا کرنا کافی ہے۔

جواب: یہ مسئلہ باعث شہرت محتاج بیان نہیں ہے مگر شاید مولوی ثناء اللہ صاحب کی تحریر سے شبہ پیدا ہوا ہے وہی موجب سوال ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تو صاف صاف یہ حکم ہے کہ جو بارش خواہ زمین کے شادابی سے پیدا وار ہو اس میں دسواں حصہ اور جس میں پانی سینچنے کی پیداوار ہو اس میں نصف العشر یعنی بیسواں ہے دو ہی صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ اپنا خیال ہے کہ سرکاری مالگذاری کے سبب سے کم ہونا چاہیئے۔ اور چالیسواں حصہ کافی ہے یہ ان کی ذہنی بات ہے نہ شریعت کا حکم۔ شریعت میں دو ہی صورت ہے جو پہلے مذکور ہوئی اور حدیث میں وارد ہے کہ صحابہؓ کرایہ کی زمین کی پیداوار میں سے عشر دیتے تھے اور چالیسویں حصہ کا ذکر بالکل نہیں ہے عن یحیی ثنا ابن المبارك عن یونس قال سالت الزهری عن زكوٰة الارض التی علیها الجزیة فقال لم تزل المسلمون علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وبعده یعاملون علی الارض ویستكرونها فیودون الزكوٰة مما خرج منها فنری هذه الارض علی نحو ذلك۔ اگر کسی کو مرسل ہونے کا خیال ہو تو کم از کم اتنا تو ضرور ثابت ہے کہ مدینہ کا دستور یہی تھا کہ کرایہ والی زمین میں عشر دیا جاتا تھا۔ اولاً نصوص کا عموم، اس کے ساتھ یہ روایت پھر کیا محل سخن ہے علاوہ

ف اڈیٹر۔ مگر یہ ملحوظ رہے کہ اس زمانہ میں سرکاری خراج بھی زکوٰۃ تھی اور آج کے زمانے میں سرکاری خراج الگ ہے۔ جس کا دینا بہت ضروری ہے۔ ہذا الحکم انما بعثتم میسرین اور بحکم یسروا ولا تعسروا۔ علمائے کرام اس مسئلہ پر غور فرمائیں (اہلحدیث ۲۴ مئی ۱۹۱۲ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چالیسواں حصہ اپنی طرف سے نکالنے کا کیا حق کسی کو ہے؟

(راقم عبد العزیز رحیم آبادی) (اہلحدیث ۳۰ مئی ۱۹۱۲ء)۔

تعاقب: جناب نے اپنے موقر اخبار مجریہ ۳۰ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ میں سوال نمبر ۸ کے جواب میں فرمایا ہے کہ ایسی حالت میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ ادا کر دینا کافی ہے۔" جامع ترمذی اور صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔ عن سالم عن ابیه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه سن فیما سقت السماء و العیون او کان عثریا العشور و فیما سقی بالنضح نصف العشر (ترمذی باب الصدقة فیما یسقی بالانهار وغیرها) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیداوار میں جس کو آسمان (کی بارش) اور چشمہ پٹائے یا وہ زمین تری والی ہو (جس کے پٹانے کی ضرورت نہ ہو) اس میں دسواں حصہ مقرر فرمایا ہے اور جس کو اونٹ وغیرہ کے ذریعہ پٹایا جائے اس میں بیسواں حصہ مقرر فرمایا ہے۔ اس حدیث سے اور اس کے ماسوا دوسری صحیح حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جو غلہ آسمانی یا نہر وغیرہ کے پانی سے پیدا ہو اس میں دسواں حصہ فرض ہے۔ یہی مذہب تمام محدثین کا ہے۔ زمین کے خراجی ہونے سے عشر میں تخفیف نہیں ہو سکتی۔ ہمارے استاد مکرم حضرت علامۂ زمان مولانا عبد الرحمٰن صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح ترمذی میں یہی مسلک اختیار فرمایا ہے۔ نیز آپ نے اپنے دیگر فتاوی قلمیہ اور مطبوعہ میں اسی کو حق و صواب فرمایا ہے۔ دیکھئے فتاوی نذیریہ اور خاکسار کے پاس موصوف کا ایک قلمی فتویٰ بھی موجود ہے۔ آپ نے شرح ترمذی میں عشر کے علی الاطلاق بلاتخصیص واجب ہونے پر منجملہ اور دلائل کے دو اثر بیان فرمائے ہیں۔ پہلا اثر حضرت عمر بن عبد العزیز سے عمرو بن میمون نے پوچھا کہ مسلمان کے قبضے میں خراجی زمین ہے اور اس سے مال زکوٰۃ (یعنی عشر) طلب کیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے ذمہ خراج ہے تو عمر بن عبد العزیز نے جواب دیا الخراج علی الارض والعشر علی الحب یعنی خراج (مالگذاری زمین پر ہے اور عشر پیداوار پر ہے۔" دوسرا اثر امام زہریؒ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور آپ کے بعد مسلمان لوگ برابر زمین کا معاملہ کرتے اس کو کرایہ پر (یعنی مالیہ کے عوض) لیتے اور اس کی زکوٰۃ اس کی پیداوار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ادا کرتے رہے۔ لم یزل المسلمون علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبعدہ یعاملون علی الارض ویستکرونھا ویؤدون الزکوۃ عما یخرج منھا پس اس صورت مذکورہ اور ہردو اثر مزبور سے صاف نکلتا ہے کہ زمین سے جو غلہ بلامؤنت اور خرچ کے پیدا ہو اس میں دسواں حصہ فرض ہے اور بیسواں حصہ کافی نہ ہوگا لہٰذا آنجناب سے مؤدبانہ عرض ہے کہ اپنے جواب پر نظر ثانی فرما کر محقق و مدلل جواب سے بذریعہ اخبار مسرور و ممنون فرمائیں۔ (خاکسار ابوالطیب عبدالصمد مبارکپوری عفی عنہ)

جواب: متعاقب کا یہ فقرہ جو غلہ بلامؤنت اور خرچ کے پیدا ہو اس میں عشر ہے۔ اپنے معنی میں بالکل صحیح ہے مگر اس سے پہلے جس صورت میں آپ نے نصف عشر خود تسلیم فرمایا ہے اس کو مؤنت پر مبنی آپ بھی مانتے ہیں۔ اب یہاں فقرۃ الحدیث کی بناء پر دیکھنا ہے کہ پانی کنوئیں سے نکالنے کی جو مؤنت (خرچ) ملحوظ رکھی گئی ہے تو نہری آبیانہ کو نظر انداز کس طرح کر سکتے ہیں کیا یہ مؤنت نہیں ہے یقیناً ہے۔ شریعت کے احکام میں غور و تدبر کرنا چاہیے خصوصاً ان مسائل میں جو نظام حکومت کے متعلق ہوں کامل غور سے کام لینا چاہیے۔ مؤنت آبیانہ نہری کے علاوہ مؤنت مالگذاری بھی قابل لحاظ ہے۔ پس اس کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتا کیونکہ یہ بھی زمینداروں کی خود ساختہ مؤنت نہیں بلکہ جبریہ مؤنت ہے جو کسی طرح نظر انداز نہیں ہو سکتی۔ پس آپ آیات و احادیث پر فاروقی دماغ سے تدبر کیا کریں یہ محض بے دلیل قیاس نہیں ہے بلکہ اس کی بنا بھی ملتی ہے۔ چنانچہ آپ نے بھی چاہی مؤنت کی وجہ سے عشر تسلیم کیا اور کرنا چاہیے۔ فافہم وتدبر

(۷ اکتوبر ۱۹۳۸ء)

سوال: ہمارے یہاں عام پیداوار مکئی ہے اور اس کا خرچ بھی زیادہ ہے۔ گندم و جو کی پیداوار کم اور خرچ بھی کم ہے لہٰذا فطرہ میں ہم مکئی دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور دھان بھی دینا جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو نصف صاع دے سکتے ہیں۔

(حکیم شرف الدین احمد موتیہار)

جواب: صدقۂ فطر کے متعلق دو حدیثیں آئی ہیں۔ ایک صاع کی دوسری نصف صاع کی قحط سالی کے زمانے میں نصف صاع والی حدیث پر عمل کرنا انشاء اللہ کافی ہوگا۔ صاع مدنی انگریزی اڑھائی سیر کے برابر ہے جس ملک میں جو چیز طعام یعنی قابل قوت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو اس میں سے صدقہ فطر ادا کرنا جائز ہے۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث جلد ۴ نمبر ۳۹)

شرفیہ: صدقہ فطر کی حدیثیں صحیحین وغیرہ میں ثابت ہیں صاع من تمر او شعیر۔ ایک روایت میں ابوسعید خدری سے یہ بھی آیا ہے کنا نخرج زکوٰۃ الفطر اذا کان فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاعا من طعام اور جامع ترمذی اور مستدرک حاکم وغیرہ میں مدان من قمح بھی آیا ہے۔ روایات میں کچھ کلام ہے مگر متعدد روایات ہیں لہٰذا قوت حاصل ہے تو دو مد بھی جائز ہے۔ یعنی گیہوں کے اور ہر اناج کا ایک صاع فطرہ ہے صرف گیہوں کا نصف ہے اور قحط کی شرط نہیں مطلقاً جائز ہے ملاحظہ ہو نیل الاوطار وغیرہ۔ اور صاع نبوی کا پیمانہ میں نے خود وزن کیا ہے۔ جو ایک مد نبوی۔ گندم عمدہ پورے تین پاؤ کا ہے۔ اور جو گندم ذرا کمزور اور ہلکا ہے وہ تین پاؤ سے ذرا کم ہے۔ مگر ڈھائی سیر مطلقاً نہیں تین ہی صحیح ہے اور مسور، چنا، جو، جوار، مٹر، ماش وغیرہ غلے ہر ایک کا وزن ایک سا نہیں مختلف ہے۔ جو ۹ چھٹانک کا ایک مد ہے۔ جو ایک صاع سوا دو سیر ہے اور گیہوں پورے سیر کا ایک صاع۔

سوال: زید کا تجارتی کاروبار خراب ہو گیا۔ پوشیدہ فی زیور قابل زکوٰۃ موجود ہے۔ زید کی بیٹی۔ داماد۔ نواسہ، نواسی جملہ چھ نفر ایک دوسرے شہر سے بسبب ناداری و موجودہ گرانی کے زید کے پاس آ گئے جن کی خورد و نوش کا زید متحمل نہیں ہو سکتا۔ زید چاہتا ہے کہ مذکورہ زیور کی زکوٰۃ سے غلہ خرید کر اور اس میں اپنی خوراک کا غلہ شامل کر کے اپنے داماد کے ساتھ خورد و نوش کرے تاکہ زید کا بوجھ ہلکا ہو جاوے لہٰذا کیا حکم ہے؟ (قاضی محمد صاحب سوداگر منڈلہ)

جواب: زکوٰۃ کے مال سے ایسے قریبوں کی مدد کرنا جائز ہے بلکہ ثواب زیادہ ہے مگر ان کا حصہ ان کے قبضے میں آ کر بعد میں اپنا حصہ شامل کر کے کھانا پکوائے حتی المقدور اپنے حصے سے زیادہ دیا کرے تاکہ اشتباہ باقی نہ رہے۔ واللہ یعلم المفسد من المصلح۔ اللہ اعلم۔ (جلد ۴ نمبر ۳۹ اہلحدیث)

سوال: لڑکا اپنی زکوٰۃ، والدین کو کھانا کپڑا بنانے۔ قرض ادا کرنے کے لیے دے سکتا ہے یا نہیں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ اس آیت کے ماتحت ہر قسم کی خیرات ماں باپ اور قریبیوں کو جائز معلوم ہوتا ہے۔ مگر علماء کرام ماں باپ کو زکوٰۃ دینے سے مانع ہیں۔ (جلد ۱۴ - نمبر ۶۶)

شرفیہ: آیۃ مذکورہ فی الجواب علاوہ زکات کے ہے بحکم حدیث نبوی انت ومالك لابیك رواہ ابن ماجہ وطبرانی جامع صغیر سیوطی۔ وحدیث نبوی ان اطیب ما اکلتم من کسبکم وان اولادکم من کسبکم رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجۃ وفی روایۃ ابی داؤد والدارمی ان اطیب ما اکل الرجل من کسبہ وان ولدہ من کسبہ مشکوۃ صفحہ ۲۹۲ ثابت ہوا کہ بیٹے کا مال باپ کا مال ہے تو پھر اپنی زکوٰۃ آپ ہی کھائے گا۔ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

سوال: زکوٰۃ کے مال سے رمضان میں افطاری امیر و غریب کو مسجد میں روزانہ کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: زکوٰۃ کا مال عموماً غرباء و مساکین کے لئے ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاکِیْنِ الآیۃ۔ (جلد ۱۴ ع ۱۸ اہلحدیث)

شرفیہ: یہ جواب بالکل گول بے فائدہ ہے۔ صاف جواب یہ ہے کہ یہ صورت جائز نہیں زکوٰۃ صرف مستحقین کے لئے ہے۔

سوال: بقرعید کی نماز جو مولوی و حافظ پڑھاتے ہیں ان کو زکوٰۃ مد سے اجرت دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: غریب طلباء کے وظائف دے سکتے ہیں۔ مدرسین کی تنخواہ میں نہیں دے سکتے۔ کیونکہ وہ معاوضہ ہے۔ مختصر یہ کہ غرباء پر خرچ کر سکتے ہیں۔ رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار۔ (اہلحدیث جلد ۱۴ نمبر ۱۸)

سوال: زمین رہن کی جا سکتی ہے اگر جائز ہے تو عشر کس کے ذمہ ہوگا؟ (صوبہ دار ولی محمد خان۔ خریدار اخبار اہلحدیث)

جواب: بعض علماء کے نزدیک جائز ہے۔ جس کے قبضہ میں ہوگی وہی عشر ادا کرے گا۔ (ج ۳ نمبر ۲۸ اہلحدیث)

تشریح: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرح مبین صورت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئولہ ہیں کہ زید نے سو بیگہ زمین عمر کے پاس گرو رکھی اور عمر سے ہزار روپیہ قرض لیا بایں شرط کہ سرکاری مالگذاری عمرو ادا کرتا رہے گا - اور زید کو بھی دس روپیہ زمین کا منافعہ دیا کرے - اب عمر کو اس زمین کی کاشت کرنا اور اس سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ زمین کے کل صرفے عمر کو برداشت کرنا پڑتے ہیں، اور کبھی کبھی زمانہ قحط، یا سیلاب میں بجائے منافع کے عمر کو خسارہ اٹھانا پڑتا ہے - اگر عمر کو خسارہ اٹھانا پڑتا ہے - اگر عمر زمین سے منفعت نہ حاصل کرے تو زید علاوہ قرض ادا کرنے کے سرکاری لگان کا بھی بارکش ہوتا ہے اور ادائیگی قرض کا بھی ایسی صورت میں زید بالکل تباہ و برباد ہو جاتا ہے

www.KitaboSunnat.com

بینوا توجروا -

الجواب: صحیح حدیث میں ہے کہ دودھ والے جانوروں کا دودھ اور سواری دینے والے جانوروں کی سواری کا فائدہ جس کے پاس وہ جانور گروی ہوں بوجہ اپنے نفقہ کے جو وہ اس پر کر رہا ہے نفع اٹھا سکتا ہے - اس پر قیاس کر کے بعض علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جب زمین کے کل اخراجات اس کے ذمہ ہوں جو رہن رکھتا ہے اور روپیہ دیتا ہے تو اسے زمین کا نفع بھی جائز ہے بغرض جبکہ وہ چیز محتاج نفقہ ہو اور جملہ نفقات کا ذمہ دار رہن رکھنے والا ہو تو اپنے اس نفقہ کے عوض اس چیز سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ بعض صورتوں میں بعض وقت اسے نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے - پس علمائے کرام اس نفع کو قرض رقم کا بدلہ نہیں جانتے بلکہ اس نفقہ کے عوض کا نفع مانتے ہیں لہٰذا مندرجہ بالا صحیح حدیث پر قیاس کر کے اس کی حلت کے قائل ہیں[1] واللہ اعلم - (مولانا) محمد دہلوی (مرحوم) بقلم خود

جواب صحیح ہے - ابو الوفاء ثناء اللہ کفاہ اللہ امرتسری

(مرسلہ مولانا عبد الرؤف صاحب مدظلہ) مفصل بحث کتاب البیوع میں ملاحظہ کیجیے

سوال: غریب اہلحدیث جماعت کے لوگ اس علاقہ میں صدقۃ الفطر ایک جگہ جمع کرتے ہیں یعنی یہ لوگ دھان چاول پیسہ وغیرہ ایک جگہ جمع کر کے تقسیم کرتے ہیں - ایک سال یہ

---

[1] بہتر یہ ہے کہ زمین مرہونہ کا گاؤں کے دستور کے موافق محصول مقرر کر دے اس صورت میں تمام شبہات سے محفوظ ہو جائیگا - (محمد حسین میرٹھی خطیب مسجد لاکھی نڑیاد)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ صدقۃ الفطر سے اپنے گاؤں کے محلہ کی جامع مسجد بنانا چاہتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ مال بند کر رکھا ہے۔ آیا اس مال سے محلہ کی جامع مسجد بنانا جائز ہے یا کہ نہیں؟ یا مال مذکور سے امام مسجد کو کچھ حصہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

(سعید الرحمٰن نذیری۔ بگوڑ۔ بنگال)

جواب: مسجد نہیں بنا سکتے۔ یہ غربا و مساکین کا حق ہے اگر امام مسجد غریب مسکین ہے تو لے سکتا ہے۔ اللہ اعلم! (اہلحدیث جلد ۴۳ نمبر ۱۹)

سوال: زید نے مبلغ دو صد روپے سے تجارت کپڑا شروع کی۔ ایک سال کے اندر منافع سے کچھ زمین خرید کیا اور اب موجودہ مال از قسم کپڑا اور کچھ نقدی ہے اس میں زکوٰۃ نکالنے کی کیا صورت ہے

جواب: سارے مال کا تجارتی اصول سے چٹھا بنا لیں اور جو نقدی ہے اس کو بھی اس میں ملا کر چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کر دی جائے زمین اگر مزروعہ ہے تو عشر اور نصف عشر ادا کریں۔ (اہلحدیث ج ۴۳ نمبر ۳۵)

سوال: زکوٰۃ راس المال یعنی پونجی پر ہے یا منافع پر مثلاً زید نے پانچ ہزار روپے سے تجارت کی۔ ایک سال گذرنے پر اس کو ایک ہزار منافع ہوا اور دوسرے سال چھ ہزار سے تجارت کی تو سال گذرنے پر پھر ایک ہزار منافع ہوا تو پہلے سال اور دوسرے سال کتنے روپے کی زکوٰۃ ادا کرے اسی صورت سے تیسرے سال سات ہزار سے تجارت شروع کی تو سال ختم ہونے پر اس کو کچھ فائدہ نہیں ہوا تو وہ زکوٰۃ دے گا یا نہیں۔ (سکرٹری انجمن فلاح المسلمین گریڈیہ)

جواب: زکوٰۃ اصل مال پر ہے جس پر پورا سال گذرا ہو۔ صورت مرقومہ میں پہلے سال پانچ ہزار کی زکوٰۃ واجب ہو گی اور دوسرے سال چھ ہزار کی۔ نفع بعد وصول آئندہ سال میں محسوب ہوگا۔ چونکہ زکوٰۃ اصل مال پر از قسم عبادت ہے اس لئے جس سال نفع نہیں ہوا اس سال بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (اہلحدیث ۲۰ رمضان ۱۳۵۰ھ)

سوال: موجودہ زمانہ میں جو انکم ٹیکس جبریہ وصول کیا جا رہا ہے یہ انکم ٹیکس اگر کوئی شخص زکوٰۃ سے ادا کرے تو جائز ہوگا۔ کیونکہ زمانہ رسالت میں یہ ٹیکس نہیں تھا۔ (سائل مذکور)

جواب: زکوٰۃ کے مصارف قرآن شریف نے خود بتائے ہیں اور اِنَّمَا الصَّدَقَا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِلفُقَرَآءِ وَالمَسَاکِینِ الآیہ" چونکہ انکم ٹیکس کے مصارف وہ نہیں بلکہ بہت سے مصرف شرعاً ناجائز بھی ہیں۔ اس لیے زکوٰۃ اس میں محسوب نہ ہوگی۔ (۱۰ رمضان ۱۳۵۰ھ)

تشریح: زکوٰۃ آٹھ قسم کے آدمیوں پر تقسیم کرنے کا حکم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلفُقَرَآءِ وَالمَسٰکِینِ وَالعٰمِلِینَ عَلَیهَا وَالمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُم وَفِی الرِّقَابِ وَالغٰرِمِینَ وَفِی سَبِیلِ اللّٰهِ وَابنِ السَّبِیلِ فَرِیضَةً مِّنَ اللّٰهِ (سورہ توبہ رکوع ۷) یعنی زکوٰۃ فقیروں کے لئے ہے اور مسکینوں کے لئے ہے اور ان لوگوں کے لئے ہے جو اس پر عامل ہوں اور مؤلفۃ القلوب کے لئے ہے اور گردن چھڑانے کے لئے ہے اور قرضداروں کے لئے ہے اور اللہ کی راہ میں صرف کرنے کے لئے ہے اور مسافر کے لئے ہے الی آخرہ۔

(حررہ عبدالعزیز عفی عنہ۔ فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۹۱)

سوال: زید کاشتکار ہے۔ زمیندار کی بھینٹی۔ بیگار ری حق حکومت اور لگان وغیرہ میں سالانہ صرفہ جو زید کا ہوا کرتا ہے وہ پیداوار کے دسویں حصہ سے کسی طرح کم نہیں بلکہ زیادہ ہوا کرتا ہے۔ البتہ فصل آسمانی بارش یا اس تالاب سے آبپاشی پر ہوجاتی ہے جو زمیندار کی طرف سے رعایا کی زمین کی آبپاشی کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ آبپاشی پر کوئی رقم زید کی نہیں لگتی ایسی حالت میں زید پر زکوٰۃ پیداوار کا دسواں حصہ لگے یا بیسواں یا نہیں؟ (سائل بندۂ خدا)

جواب: تالاب سے کھیت تک پانی پہنچانے پر بھی خرچ ہوتا ہوگا وہ خرچ اگر زمیندار کرتا ہے تو کاشتکار پر پیداوار کا بیسواں حصہ ہے اور اگر کاشتکار پر ہے تو بیسواں حصہ میں بھی تخفیف ہوگی۔ (اہلحدیث ۲۵ رجب ۱۳۵۱ھ)

تشریح: مالک زمین کو بٹائی کے طور پر غلہ ملا ہے اگر بقدر نصاب ہے تو اس میں عشر یا نصف عشر واجب ہے اسی طرح اگر بٹائی پر لینے والے مسلم کسان کا حصہ تقسیم کے بعد بقدر نصاب ہے تو اس پر بھی عشر واجب۔ اعتبار بقدر نصاب پیداوار کے مالک ہونے کا ہے زمین کی ملکیت کا اعتبار نہیں ہے۔ خیبر کی زمین کے مالک صحابہ رضی اپنے حصوں کی پیداوار کا عشر نکالا کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص اپنی زمین کسی کو نقدی پر دیتا ہے تو اس نقدی میں وصولی کے وقت سے دوران حول کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مالک غلہ پر عشر بشرطیکہ وہ مسلم ہو۔ واللہ اعلم۔ (۲۴ اگست ۱۹۵۱ء)

کتبہ عبید اللہ رحمانی - (مرسلہ مولانا عبد الرؤف جھنڈے نگری)

سوال: بکر بھی کاشتکار ہے اور سالانہ صرفہ مثل زید اس کو بھی ہوا کرتا ہے۔ مگر زید کی طرح بکر کی زمین ایسی نہیں جو صرف آسمانی بارش سے کام چل سکے۔ نیز زمینداروں کی طرف سے کوئی تالاب بھی نہیں جو بکر کی کھیتی آبپاشی بلا صرفہ ہو سکے۔ اس غرض سے کہ بکر اپنی زمین کی آبپاشی کر سکے ایک تالاب بصرف زر کثیر تیار کرایا ہے اور اسی تالاب سے اس کی زمین کی آبپاشی ہوتی ہے کیا بکر کو بھی زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی۔ اگر کرنی پڑے گی تو کتنی؟

(سائل مذکور)

جواب: زمیندار کا حصہ خرچ آبپاشی کی وجہ سے چالیسواں حصہ ان شاء اللہ کافی ہو گا عرصہ سے اہلحدیث میں یہ فتویٰ چھپ رہا ہے بحکم یسرا ولا تعسرا۔

(اہلحدیث ۲۵ رجب ۱۳۵۱ھ)

سوال: عمرو کسی مہاجن کا مقروض ہے۔ سوا کاشتکاری اور کوئی ذریعہ معاش واداے قرض کا نہیں رکھتا۔ ایسی حالت میں عمرو پر عشر یا بیسواں حصہ فرض ہو سکتا ہے۔

(سائل مذکور)

جواب: پیداوار زمین پر جو واجب ہے اس میں قرض کا حساب نہیں ہوتا بلکہ بمصداق اخرجنا لکم خدا کی پیدا کی ہوئی کھیتی سے دینا واجب ہے (اہلحدیث ۱۵ رجب ۱۳۵۱ھ)

سوال: کاشتکاروں کو عموماً تخم ریزی وغیرہ میں اگر سومن خرچ ہوا تو تقریباً چار سومن پیدا وار آتا ہے۔ کیا عشر چار سومن کا دینا ہو گا یا تین سومن کا؟ (ایضاً)

جواب: جواب اوپر ہو چکا کہ پیداوار میں سے دینا ہو گا۔ دانہ کا حساب نہیں (ایضاً)

سوال: مقامی بیت المال سے عموماً بیرونی مسافر فقراء اور مساکین کی امداد ہوا کرتی ہے اور بستی کے غریب اور مستحق امداد ہمسایہ اور رشتہ دار محروم رہ جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں زکوٰۃ و عشر وغیرہ بیت المال میں نہ دے کر غریب ہمسایوں اور مستحق رشتہ داروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب: حدیث شریف میں ہے تؤخذ من اغنیائهم وترد الی فقرائهم اغنیاء سے لیا جائے تو وہیں کے فقراء پر خرچ کیا جائے۔ اس حدیث کے موافق مقامی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساکین کا حق مقدم ہے۔ (اہلحدیث ۲۵ رجب ۱۳۵۰ھ)

سوال: زید مفلس و نادار ہے عید الفطر کے موقع پر اپنے اہل و عیال کی خاطر کہیں سے اُدھار اٹھا کر کے کپڑے حلوا وغیرہ تیار کرتا ہے اور صدقۃ الفطر ادا کرنے سے اپنی ناداری ظاہر کرتا ہے اب اگر زید کو مجبور و تنگ کر کے صدقہ فطر وصول کیا جائے تو جائز یا ناجائز۔

(ثناء الرحمٰن از ہزارہ)

جواب: جبراً کسی سے وصول کرنا جائز نہیں ہے لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ (اہلحدیث ۸ مارچ ۱۹۳۶ء)

سوال: زکوٰۃ عشر کا کتنا نصاب ہے۔ خرچ معاملہ حصہ ادا کرنے کے بعد نکالنا چاہیئے؟

جواب: زکوٰۃ کا نصاب ہر مال پر الگ الگ ہے۔ چاندی کا الگ۔ سونے کا الگ۔ اسی طرح غلہ کا عشر بھی ہر جنس کا الگ الگ ہے۔ عشر یا نصف عشر سارے مال سے نکلے گا۔ خرچ کا لحاظ کر کے اس میں کمی جائز ہے۔ مگر نکلے گی سارے سے بحکم اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ۔ یعنی کاٹنے کے روز خدا کا حق ادا کیا کرو۔ واللہ اعلم (اہلحدیث یکم فروری ۱۹۴۲ء)

نصاب زکوٰۃ غلہ میں "پانچ وسق" پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اور "وسق" ۱۲ من ۲۷½ سیر کا ہوتا ہے کیونکہ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع ۲۲۴ تولے (۶ تولے کم ۳ سیر) کا ہوتا ہے۔ پس "۵ وسق" (۱۷ من ۷½ سیر) چار من ۱۵ سیر کا ہوا "اوقیہ" ۴۰ درم کا ہوتا ہے۔ اور "درم" ۱۴ قیراط (۳½ ماشے) کا ہوتا ہے اور "قیراط" ۵ جو کا ہوتا ہے ——— "دینار" ۲۴½ ماشوں کا ہوتا ہے۔ اور ۲۰ دینار ۷½ سات تولے سونے پر) چالیسواں حصہ (نصف دینار) زکوٰۃ فرض ہے۔ علیٰ ہذا ۵۲½ تولہ چاندی پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ البتہ زیورات کی زکوٰۃ میں محدثین کا بیحد اختلاف ہے۔ احوط و افضل یہ ہے کہ دیدیا جائے۔ ہاں مال یتیم میں راجح یہ ہے کہ زکوٰۃ نہیں ہے۔ (نوٹ) پیشگی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

فقیر وہ ہے کہ اس کے پاس بالکل ہی کوئی خوراک نہ ہو۔ مسکین وہ ہے کہ اس کے پاس وقت دو وقت کی خوراک موجود۔

(از حضرت مولانا عبد اللہ صاحب عقیل مؤی نور توحید لکھنؤ ۱۰ جون ۱۹۳۲ء)

سوال: زید کے پاس زمین مال مویشی پیدائش زمینداری زیورات وغیرہ ملکیت میں ہیں اور اس پر قرضہ بھی ہے۔ اگر زمین (غیر متحرک ملکیت) علیحدہ کر دی جائے تو قرضہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ ہو جاتا ہے اگر زمین ساتھ ملالی جاتی ہے تو ملکیت زیادہ ہو جاتی ہے۔ کیا ایسی حالت میں زید پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ (علی محمد خان افغان خریدار)

جواب: بہتر یہی ہے کہ زمین کو الگ رکھ کر اس کی زکوٰۃ عشر یا نصف عشر ادا کی جائے باقی کو قرضہ میں محسوب کر لو یا جو مناسب سمجھو ایسے امور کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے استفت قلبك اپنے دل سے فتویٰ پوچھ لو۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث ۱۹ جون ۱۹۴۵ء)

سوال: جس زمین کی پیداوار آب پاشی کے ذریعہ ہوتی ہے اس کا عشر دسواں حصہ ہے تو بجائے آبپاشی کے زمین میں کھاد خرید کر دیا جائے۔ جو خرچہ آبپاشی سے بہت زیادہ پڑتا ہے اور مالگذاری بھی لگتی ہو تو اس کا عشر کس حساب سے لگے گا۔ (شیخ عبدالغفار از واٹ گنج ضلع چمپارن)

جواب: کھاد کا خرچ ہے تو نفع بھی ہے جو برابر ہو جاتا ہے اس لئے کھاد کے خرچ سے زکوٰۃ اراضی میں فرق نہیں آئے گا۔ البتہ سرکاری معاملہ کا لحاظ رکھا جائے گا۔ (اہلحدیث ۲۹ جون ۱۹۴۶ء)

تشریح: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زمین خراجی میں عشر لازم ہے یا نہ۔

الجواب: یہ مسئلہ معارک عظیمہ سے ہے امام مالکؒ وامام شافعیؒ وامام احمدؒ کا یہ مذہب ہے کہ دونوں لازم ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں سوائے خراج کے اور کچھ لازم نہیں چنانچہ ہدایہ میں ہے ولا عشر فی الخارج من ارض الخراج الی قولہ زمین خراجی میں عشر لازم نہیں ہذا واللہ اعلم۔ حررہ محمد عبدالحق ملتانی سید محمد نذیر حسین ہو الموفق۔ واضح ہو کہ ہر زمین کی پیداوار میں عشر یا نصف عشر جیسی صورت ہو لازم ہے۔ بشرطیکہ مالک پیداوار مسلمان۔ اور پیداوار نصاب کو پہنچی ہو خواہ زمین خراجی ہو یا عشری اور خواہ زمین کا مالک پیداوار کی مملوک ہو یا نہ ہو ہر حالت میں عشر یا نصف عشر لازم ہے الی آخرہ۔

(کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۵۵۴)

الجواب: خراجی زمین وہ ہوتی ہے اور خراج اسے کہتے ہیں جو مسلمان بادشاہ اپنی کافر رعایا سے لے۔ لہٰذا ہندوستان میں کوئی زمین خراجی نہیں۔ جن زمینوں پر سرکاری ٹیکس ہے ان کی پیداوار پر عشر و نصف عشر فرض ہے۔ جملہ اقسام کے اناج پر عشر واجب ہے۔

(مولانا) محمد (مرحوم) مدرس مدرسہ محمدیہ اجمیری دروازہ دہلی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو زمینیں کرایہ پر دی جاتی تھیں ان سے بھی عشر لیا جاتا تھا یہ فتویٰ بالکل غلط ہے کہ آجکل کی ہندوستانی زمینوں پر بوجہ سرکاری ٹیکس کے زکوٰۃ نہیں۔ اگر یہ مان لیا جائے تو بیوپار پر بھی سرکاری ٹیکس بنام انکم ٹیکس لگا ہوا ہے تو چاہیے کہ اس میں سے بھی زکوٰۃ نہ دی جائے پھر تو ہندوستانیوں کو اس فرض کی ادائیگی سے براہ راست سبکدوشی ہو جائے گی اور اس سے بدتر غلطی اور کیا ہو سکتی ہے۔ غرض ہر زمیندار اپنی پیداوار اناج زکوٰۃ جب وہ نصاب کو پہنچ جائے مطابق شرع مستحقین زکوٰۃ کو دے دیا کرے حیلے حوالوں سے فرض خداوندی کو ترک کر کے خدا کا گنہگار نہ بنے واللہ اعلم۔ (مولانا) محمد مدرس مدرسہ محمدیہ گوندلانوالہ پنجاب بقلم خود

جواب صحیح ہے۔ سید ابوالتواب علی گڑھی۔

جواب صحیح ہے۔ زمین اگر بارانی ہے تو نصف عشر۔ اگر چاہی یا نہری ہے تو اور بھی کم ہو سکتا ہے۔ اللہ اعلم۔ (ابوالوفاء ثناء اللہ کفاہ اللہ امرتسری)

(مرسلہ مولانا عبدالرؤف صاحب جھنڈے نگری دام فیضہ)

سوال: غنی (جو کہ زکوٰۃ دینے کے لائق ہو) صدقہ۔ خیرات۔ خدا کے نام پر دی ہوئی نیاز وغیرہ شرعاً لے اور کھا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: زکوٰۃ خاص ان لوگوں کے لئے ہے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے انما الصدقات للفقراء الآیۃ شخص مذکور کو دینا یا کھانا جائز نہیں۔ (اہلحدیث ۲۰ اپریل)

سوال: ایک شخص دانستہ حرام روزگار کر رہا ہے۔ مثلاً سود۔ ڈاکہ لوگوں کو دھوکہ دے کر پیسہ کما رہا ہے اور کچھ روپیہ اس نے اس روزگار سے جمع بھی کیا ہے۔ اگر وہ اب ایسے کاموں سے توبہ کرے تو کیا اس کا تمام مال حلال ہو جائے گا۔ وہ اس مال سے حج زکوٰۃ وغیرہ ادا کر سکتا ہے اگر نہیں تو وہ اس مال کو کس مد میں خرچ کرے؟

(ابو کیندرہ پاڑہ)

جواب: حرام دو قسم پر ہے ایک کا حصول بالرضا ہوتا ہے جیسے زنا کی اجرت۔ جوئے کا نفع وغیرہ۔ دوسرا بالجبر جیسے چوری ڈاکہ وغیرہ۔ پہلی قسم کے متعلق بعض علماء کا عقیدہ ہے کہ توبہ کے بعد حلال ہو جاتا ہے۔ اور دوسری قسم کے متعلق نہیں اس کو یا تو اصل مالکوں تک پہنچائے اگر یہ محال یا مشکل ہو تو ان کی طرف سے کسی کار خیر میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگا دے لیکن یہ وصیت لکھ رکھے کہ فلاں فلاں اشخاص جن کا یہ مال ہے اگر آجائیں تو میرے وارث ان کو ادا کر دیں۔ (اہلحدیث ۴ مئی ۱۹۴۵ء)

تشریح: پہلی قسم کے متعلق بعض علماء کا عقیدہ بالکل باطل ہے۔ قطعاً حرام ہے۔ حلت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ایک امیر اپنے خرچ سے مسجد تعمیر کر رہا تھا۔ سیمنٹ کی ضرورت تھی۔ زید نے کہا مجھے آپ رقم دیدیجئے۔ زید نے امیر سے رقم لے کر عمر کو دے دی عمر نے وعدہ کیا کہ میں ۵ ہفتہ میں سیمنٹ مہیا کر دوں گا۔ اب دو ماہ گزر چکے ہیں عمر غائب ہے۔ امیر مذکور زید سے رقم کا مطالبہ کرتا ہے۔ زید غریب ہے ایسی صورت میں امیر مصرف زکوٰۃ میں یہ رقم شمار کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: مقروض سے قرض ادا نہ ہو سکے تو اس کے قرضے کو زکوٰۃ میں مجرا کر لینا جائز ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔ أَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ۔ اللہ اعلم (اہلحدیث ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۶ء)

سوال: دنیا میں حرفت پیشہ لوگ مثلاً درزی وغیرہ سال بھر میں ہزاروں روپے پیدا کرتے ہیں، اس میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

جواب: خرچ کرنے کے بعد جتنا روپیہ بچ رہے اور سال اس پہ گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہو گی۔ اگر آمد و خرچ برابر ہے یعنی جتنی آمدنی ہوئی اتنا ہی خرچ ہو گیا تو پھر زکوٰۃ کس چیز پر۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث ۸ مئی ۱۹۴۵ء)

سوال: عشر زکوٰۃ، دیگر صدقات وغیرہ سے اسلامی لٹریچر خرید کر پبلک میں شرعاً شائع کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ (شیخ کمال الدین از جہلم)

جواب: اسلامی لٹریچر زکوٰۃ کے مال سے خرید کر بغرض تبلیغ نادار لوگوں کو دینا جائز ہے۔ باقی مصارف قرآن مجید میں اس آیت میں ملتے ہیں۔ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ الآیۃ۔ (اہلحدیث ۸ جون ۱۹۴۵ء)

سوال: پنجاب کی نہری آبادی والی زمین کی پیداوار میں سے شرعاً کتنا عشر نکالنے کا حکم ہے نیز بٹائی اور ٹھیکہ پر کاشت کرنے والے کاشتکار کتنا عشر نکالیں۔ نیز نکالے ہوئے عشر کو کس کس جگہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ (احمد سرور جالندھری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: شریعت نے زمیندار کی مئونت کا بہت لحاظ رکھا ہے۔ اسی لئے بارانی زمینوں کی بہ نسبت چاہی زمینوں کا عشر نصف کر دیا ہے۔ اسی طرح سرکاری معاملہ ادا کیا نہ کا لحاظ رکھ کر زمینداروں کی مئونت پر مزید نظر کرنی چاہیے۔ یعنی بجائے بیسویں حصے کے تیسواں حصہ بھی دیدیا کریں تو انشاء اللہ قبول ہو جائے گا۔ زمین کی پیداوار کے مصارف وہی ہیں جو قرآن مجید میں ارشاد ہیں۔ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ الآية۔

(اہلحدیث ۱۵ جون ۱۹۴۵ء)

سوال: چرم قربانی یا زکوٰۃ سے مرمت مسجد یا مسجد کا کنواں تعمیر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(عبدالرحمٰن باڑی)

جواب: چرم قربانی یہ خالص غرباء و مساکین کا حق ہے۔ اس میں کسی کو دخل نہیں۔ ہاں زکوٰۃ کے متعلق ایک قول ملتا ہے کہ مسجد میں لگانا جائز ہے۔ لیکن متعلقین مسجد کو ایسا بہانہ بنا کر زکوٰۃ کا روپیہ نہیں لگانا چاہیے۔ اپنی گرہ سے خرچ کریں۔ (اہلحدیث ۲۲ نومبر ۱۹۴۶ء)

سوال: ایک شخص نے مسجد کی زمین دبالی ہے۔ زمین کی واپسی کے لئے مقدمہ دائر کر دیا ہے اس مقدمہ پر زکوٰۃ یا چرم قربانی سے خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: چرم قربانی اور زکوٰۃ خیرات یہ مساکین کا حق ہے۔ مقدمہ بازی کے لئے چندہ علیحدہ ہونا چاہیے۔ (اہلحدیث ۲۲ نومبر ۱۹۴۶ء)

سوال: زید کے پاس رمضان ۱۳۶۰ھ میں مبلغ پانچسو روپے تھے رمضان ۱۳۶۱ھ میں زید نے اس کی زکوٰۃ نکال دی۔ اور اس روپیہ کو اس نے تجارت میں لگا دیا۔ رمضان ۱۳۶۲ھ تک زید کے پاس ایک ہزار روپیہ ہو گیا۔ اب زکوٰۃ کتنے روپیوں کی ہے حالانکہ پانچ سو روپے سال تمام میں رفتہ رفتہ مل کر ایک ہزار ہوا ہے۔ (محمد عثمان خرپلہ)

جواب: صورت مرقومہ میں چھ ماہ اور بڑھا کر پورے سال کی زکوٰۃ نکال دے واللہ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ (اہلحدیث ۲۳ نومبر ۱۹۴۶ء)

سوال: کیا روپے کی زکوٰۃ پورا سال گذر جانے پر ہے یا چند ماہ گذرنے پر

(سائل مذکور)

جواب: زکوٰۃ سال کے بعد ادا کرنی واجب ہوتی ہے اگر پہلے بھی ادا کر دی جائے تو جائز ہے۔ (اہلحدیث ۲۲ نومبر ۱۹۴۶ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح: کیا رمضان المبارک میں عائد ہونے والی زکوٰۃ کو اگر کوئی شخص جماعتی ضروریات کے تحت پیشگی دیدے تو اس سے زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے یا دوبارہ دینا ہوگا۔ (عبدالرؤف از جھنڈا نگری)

جواب: صورت مسئولہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی صحیح ہو جائے گی دوبارہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ دوران حول یعنی وجوب ادا سے پہلے زکوٰۃ کا ادا کر دینا شرعاً جائز اور درست ہے حضرت عباس رضی اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سال کی زکوٰۃ پیشگی لے لی تھی۔ پھر دوبارہ نہیں لی۔ عن علی ان العباس بن عبدالمطلب سال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی تعجیل صدقة قبل ان تحل فرخص له فی ذالك رواه احمد وترمذی وابوداؤد وابن ماجه وغيرهم ورواه البيهقی عن علی بلفظه ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انا كنا احتجنا فاسلفنا العباس صدقة عامين رجاله ثقات الا ان فيه انقطاعا وروى نحوه ابوداؤد الطيالسی من حديث ابی رافع والطبرانی من حديث ابن مسعود والبزار من حديث موسى بن طلحة عن ابيه والدار قطنی من حديث ابن عباس وهذه الاحاديث تدل على انه يجوز تعجيل الزكاة قبل الحول واليه ذهب الشافعی واحمد وابوحنيفة وهو الحق والله اعلم۔ کتبہ عبداللہ الرحمانی المبارکفوری ۶ شوال ۱۳۷۰ھ من الہجرۃ۔

بروایت مولانا عبدالرؤف صاحب صاحب نصاب کو زکوٰۃ پیشگی ادا کر دینا جائز ہے واللہ اعلم۔ مسعود احمد نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۱ ۷۰ھ

الجواب صحیح سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح محمد اعزاز علی غفرلہ ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۷۰ھ

زکوٰۃ نکالنے کے لئے رمضان شریف شرعاً مخصوص نہیں قرن اولی میں رجب کے ماہ میں اکثر نکالتے تھے۔ چنانچہ موطا مالک وغیرہ سے ظاہر ہے زکوٰۃ کے لئے حال علیہا الحول شرط ہے وہ باعتبار اشخاص مختلف ہے۔ اس آخری زمانہ میں تو عوام میں صرف اللہ میاں رمضان ہی میں نزول اجلال فرماتے ہیں گویا زکوٰۃ اسی ماہ میں ادا کرنا لازمی امر ہے۔ خیر خیرات بھی اسی ماہ سے مخصوص۔ رسول کریم اس ماہ میں ریح مرسلہ سے زیادہ سخی ہوتے یہ تو نوافل صدقات سے صحیح سخی انسان ہوتا ہے۔ فرائض الٰہی سے اخراج سے سخی کہلانے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ہرگز مستحق نہیں ہو سکتا۔ اس احداث فی الدین نے دوسرے صدقات کے راستے بند کر دیے۔ رمضان میں اگر خیر خیرات ہو تو اس مال خدائی سے۔ مثل حلوائی کی دکان پر نانا جی کی فاتحہ۔ خدا کا مال دے کر سخی کہلانا ان لوگوں سے سیکھے۔ بعضے تو صدقہ فطر نکال کر مٹھی مٹھی اناج کی بھی خیرات کرتے ہیں۔ اسلام نے مال زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا ہے روکنے کا حکم نہیں دیا۔ صرف ذخیرہ بیت المال ہی میں امام وقت کرا سکتا ہے۔ لوگوں کو جمع رکھنے کا حکم نہیں انہیں تو اس کے مصرف میں صرف ہی کر دینا چاہیے اسی نے زکوٰۃ دی۔

ابو عبدالکبیر عبدالجلیل سامرودی۔ مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۵۲ء

(بروایت مولانا عبدالرؤف۔ جھنڈے نگری)

سوال: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جو روپیہ تجارت میں نہیں ہے بلکہ علیحدہ رکھا ہوا ہے اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ (سائل مذکور)

جواب: یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ (اہلحدیث ۲۲ نومبر ۱۹۴۰ء)

سوال: ایک شخص کی جائداد دس ہزار روپے کی ہے اور سالانہ آمدنی صرف دو سو روپیہ ہے تو زکوٰۃ کتنے روپے کی نکالے؟ (سائل مذکور)

جواب: جائداد سے مراد اگر مکانات برائے کرایہ ہیں تو ان کے کرایہ سے عشر یا نصف عشر زمین کے حساب سے نکالے اور اگر اراضی مزروعہ مراد ہے تو اس سے بھی نصف عشر نکالا جائے۔ (اہلحدیث ۲۲ نومبر ۱۹۴۰ء)

تشریح: مکانوں کے کرایہ وصول کرنے کے بعد جب اس کرایہ پر بعد نصاب سال گذرے تب زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے عشر نصف عشر نہیں ہے اور زمین پر قیاس صحیح نہیں۔ اس لیے کہ عہد نبوی میں بعض زبیر بن عوام وغیرہ کی جائداد مکانات تھے۔ کما فی صحیح البخاری مگر ان پر عشر یا نصف عشر ثابت نہیں اور نہ ہی یہ قیاس صحابہ یا تابعین وغیرہ سلف سے ثابت ہے اور اراضی مزروعہ کا نصف عشر تا وقتیکہ تفصیل نہ ہو صحیح نہیں۔

(ابوسعید شرف الدین دہلوی)

مذاکرہ علمیہ در بارہ زکوٰۃ مکانہائے کرایہ	ایک شخص کے بمبئی یا کلکتہ جیسے شہر میں چند مکانات علاوہ مکان سکونت ہیں جن میں کرایہ دار رہتے ہیں۔ اس شخص کو ان مکانوں کے کرایہ کی کافی آمدنی ہے۔ وہ مکانات بھی ہزاروں روپیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خرچ کر کے بنائے گئے ہیں اب بھی اگر فروخت کئے جائیں تو بڑی قیمت کو فروخت ہوں۔ سوال یہ درپیش ہے کہ وہ شخص ان مکانوں کی اصلی قیمت کی یا اس کی آمدنی کی کیونکر زکوٰۃ دے زکوٰۃ سے بڑی ہے۔ یا مثل اور آمدنیوں کے جو خرچ سے بچے سال میں اگر اس پر نصاب صادق ہو تو چالیسواں حصہ نکال دے اور نصاب روپے کے حساب سے چاندی کا قرار پائے۔

علامہ ابوالوفاء صاحب نے اہلحدیث مطبوعہ ۲۰ مئی ۱۹۱۲ء میں زیر عنوان "فتاویٰ نمبری ۷۳۲ (اخبار میں غلطی سے نمبر ۳ چھپ گیا ہے۔) تحریر فرمایا ہے کہ کرایہ کے مکانات کو مثل اراضی مزروعہ کے سمجھ کر بلحاظ شکست وریخت بیسواں حصہ سالانہ آمدنی کا زکوٰۃ دینا چاہیے"

اگرچہ علامہ موصوف نے اپنی رائے مطابق کرایہ کے مکانوں کو زمین مزروعہ پر قیاس کیا ہے اور جس زمین میں آسمانی پانی سے زراعت تیار نہیں ہوتی۔ بلکہ نہر سے یا کوئیں سے پلا کر کام لیا جاتا ہے۔ اس زمین کے حساب پر بیسواں حصہ دینے کا فتویٰ دیا ہے تاہم سائلین کی پوری تشفی نہیں ہوئی۔

علامہ موصوف کے اس افتاء پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ آیا یہ قیاس صحیح ہے جہاں تک غور کیا جاتا ہے یہ قیاس قیاس مع الفارق نظر آتا ہے۔ علت مشترکہ جامع کا پتہ نہیں کہاں زراعت کہاں مکان کا کرایہ (۱) زراعت میں ہر سال آمدنی قبل از فصل معدوم اور موہوم ہوتی ہے۔ خواہ کھیت ہوں یا نخیل وانگور وغیرہ بخلاف مکانات کے کرایہ دو چار سال کا پیشتر وصول ہو جاتا ہے اور یہ شرعاً جائز ہے (۲) و نیز مکانات کے کرایہ کی آمدنی یکساں بیس پچیس سال تک بلکہ مدتوں چلی جاتی ہے کوئی تغیر نہیں ہوتا اور بخلاف زراعت و زمین مزروعہ وفصل کے کہ ہر سال نیا احتمال ہوتا ہے کبھی قلیل۔ کبھی متوسط کبھی خوب زائد کبھی بالکل خالی۔ غرض کیف ما اتفق ان وجوہات سے کرایہ مکانات کو عشری زمین پر یا زراعت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے ہاں نقدی کے ساتھ مشابہت اس طرح ہوسکتی ہے کہ گویا کرایہ کے روپے نقد رکھے ہوئے ہیں۔ سال کے خرچ سے جو بچیں گے اور نصاب تک پہنچیں گے تو اس میں اسی حساب سے زکوٰۃ فرض ہوگی اور نقد ہونے کی وجہ سے چاندی کا نصاب قرار دیا جائے گا اس لئے چالیسواں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ زکوٰۃ نکالنا ہوگا۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ شیخ الاساتذہ جناب مولانا حافظ عبداللہ صاحب دام ظلہ العالی اس مسئلہ میں اپنی رائے سے مطلع فرمائیں گے۔ ونیز دیگر اہل علم اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔ رائے کے ساتھ دلیل بھی ہو تو علی مقصود ہے۔

(عبدالسلام مبارکپوری از صادق پور پٹنہ)

(ایڈیٹر) بیشک اہل علم کی توجہ اس طرف ضروری ہے اخبار اہل حدیث کا وجود ان معنے سے ایک علمی مجلس کا کام دیتا ہے اہل علم اگر اس مجلس میں خود ہی شریک نہ ہوں تو کسی غلط مسئلہ سے (جو درصورت عدم شرکت ان کے) صادر ہو جائے گا ان کو بھی حصہ رسدی گناہ ہوگا (۲۳-۳۰ رمضان ۱۳۳۰ھ)

سوال: ایک آدمی کوئی جائداد خرید کر فی سبیل اللہ وقف کر دینا چاہتا ہے اور اس کی ماہانہ آمدنی کو اپنے ہاں کے فقراء سے مدینہ منورہ کے فقراء پر صرف کرنا زیادہ افضل سمجھتا ہے کیا کسی حکم شرعی سے مدینہ منورہ کے مساکین پر صرف کرنا زیادہ افضل سمجھا جا سکتا ہے یا ان دونوں میں کس جگہ خرچ کرنا زیادہ بہتر و افضل ہے شخص مذکور نماز مسجد نبوی کے ثواب اور فضیلت سے استدلال کرتا ہے۔ (ایک خریدار)

جواب: حدیث میں آیا ہے توخذ من اغنیاء ہم وترد الی فقراءہم یہ حدیث بتا رہی ہے کہ صدقات خیرات میں اہل وطن کا حق مقدم ہے۔ سائل مذکور کا مسجد نبوی میں نماز کی فضیلت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص حج کو جائے اور وہاں محتاجوں پر خرچ کرے اور مسجد نبوی میں نماز پڑھے تو دونوں فعلوں کا ثواب مزید ہے لیکن یہاں محتاجوں کو چھوڑ کر وہاں بھیجنا غور طلب ہے۔ ہاں اگر علم ہو کہ وہاں احتیاج زیادہ ہے تو یہاں محتاجوں کا حق ادا کر کے مزید وہاں بھیجنا بیشک زیادہ ثواب کا موجب ہے ورنہ عام قانون وہی ہے جو حدیث مذکور میں ہے۔

(اہلحدیث ۷ جولائی ۱۹۴۴ء)

سوال: دھان چاول وغیرہ سب چیزوں کی قیمت گراں ہے۔ اکثر آدمی بھوکے رہتے رہتے قریب المرگ ہو گئے صدقہ خیرات کرنا تو درکنار جان بچانا مشکل ہے اور صدقہ فطر ادا کرنے میں معذور۔ کیونکہ چاول صاع کے حساب سے آٹھ آنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ہوتے ہیں جس کو مہیا کرنے سے ہر شخص قاصر ہے اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں صدقہ فطر معاف ہو سکتا ہے یا نہیں اگر نہ ہو تو کس طریقہ کو اختیار کرنے سے فرض نبوی بہ آسانی ادا ہو جاوے۔

جواب: صدقہ فطر از روئے آیۃ کریمہ و احادیث صحیحہ فرض عین ہے مگر جو شخص وسعت نہیں رکھتا وہ بحکم قولہ تعالیٰ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا معافی میں داخل ہے۔ مگر دانستہ محتاج نہ بنے۔ اللہ اعلم۔ (اہلحدیث ۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

سوال: متعدد مواضع کے لوگوں نے اپنے اسلامی امور کے بندوبست کے لئے ایک متدین عالم کو پسند کر کے امیر پیر مان کر اس کے ہاتھ پر بطور خاطر بیعت کی۔ وہ پیر حتی الامکان اپنے مریدوں کا اسلامی امور کے بندوبست اور جماعت کا انتظام کرتا رہا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ پیر اپنے مریدوں کی زکوٰۃ فطر وغیرہ کے مال سے کچھ حصہ اپنے اہل و عیال کے لئے لے سکتا ہے یا نہیں؟ (عبدالباقی)

جواب: زکوٰۃ آٹھ آدمیوں پر تقسیم کرنے کا حکم ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا الاٰية یعنی زکوٰۃ فقیروں مسکینوں اور ان لوگوں کے لئے ہے جو اس پر عامل ہوں وغیرہ پیر صاحب اگر حاجت مند ہیں تو عاملین کے زمرہ میں داخل ہو کر کچھ حصہ اہل و عیال کے لئے لے سکتے ہیں۔ اللہ اعلم۔

(اہلحدیث ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۳ء)

سوال: غلہ عشر یا فطر یا چرم عقیقہ یا چرم قربانی اپنے اپنے ہاتھ سے خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگرچہ سردار بھی بطور نام نہاد مسن بزرگ جو کہ موجود ہوں کیا ان کی اجازت یا مشورے سے خرچ کیا جائے۔

جواب: مقررہ سردار کی بیعت کے وقت چرم قربانی وغیرہ کا انتظام اگر اس کے ہاتھ میں دیا گیا ہے اور سب بیعت کنندوں نے تسلیم کیا ہے تو اس کی معرفت خرچ کرنا چاہیے اور اگر سردار یا امیر کوئی نہیں تو خود تقسیم کر سکتا ہے۔ لحدیث ان لم یکن امیہا الحدیث

(۱۳ مئی ۱۹۳۰ء)

تشریح: ادائے زکوٰۃ سراً و علانیۃً۔ اصالۃً و نیابتۃً بلاریب روا ہے۔ یعنی اصالۃً خود مالک مزکی ہو گا اور نیابتۃً ساتھ اذن دینے غیر کو کہ وہ غیر اصل مالک کی طرف سے ادا کر دے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور غیر عام ہے کہ سلطان رئیس اعظم ہو یا کوئی اور ادنی شخص دیانتدار ہو لیکن بنا بشہ میں زکوٰۃ علانیہ ادا ہو گی اور اصالۃً کی صورت میں اخفا کا حصہ پایا جائے گا اور اخفا اقویٰ ہے علانیۃً سے الی آخرہ۔ فتاوی نذیریہ ج ۱ صفحہ ۔ مسلمانوں کا اگر امام یا خلیفہ ہے تو زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر امام کو دینا چاہیے۔ والا اپنے ہاتھ سے اس کے مصارف میں صرف کرے الی آخرہ۔

کتبہ محمد بشیر عفی عنہ۔ (سید نذیر حسین فتاوی نذیریہ ج ۱ صفحہ ۵۰)

سوال: زید کے پاس سو روپیہ نقد ہے جس کو زکوٰۃ دو روپیہ آٹھ آنے ہوئی کیا بجائے دو روپے آٹھ آنے دینے کے دو روپیہ آٹھ آنے بھر چاندی دے سکتا ہے؟ واضح رہے کہ چاندی آج کل سستی ہے ایک روپیہ چار آنے کی ہوئی۔ جواب بادلیل ہو۔ (فخر الحسن از نامعلوم)

جواب: ایسا کرنا حیلہ سے جائز ہو جائے گا۔ مگر فقراء کا فائدہ اسی میں ہے کہ روپیہ دے منہا کا لفظ یہی چاہتا ہے۔ (۱۵۔ اگست ۱۹۳۰ء)

سوال: انما الصدقات للفقراء والمساکین۔ فقراء سے کون فقیر اور مساکین سے کون مسکین مراد ہیں۔ آیا جو در در ٹکڑ گدا ہیں۔ (سلیمان سیٹھ بمبئی)

جواب: فقیر کی تعریف قرآن میں یوں آئی ہے۔ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ یعنی فقیر وہ ہے جس کے پاس رہنے کو مکان نہیں اور کاروبار کرنے کو مال نہیں۔ مگر تن پوشی کی نفی نہیں کی۔ مسکین کا ذکر یوں فرمایا ہے أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ مسکین مٹی پوش یعنی فقیر سے صورحال بدتر حالت میں ہوتا ہے۔

(۲۷۔ مارچ ۱۹۳۱ء)

سوال: أُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ۔ اس آیۃ کریمہ سے معلوم ہوا کہ رشتہ دار دوسروں سے زیادہ سلوک کرنے کے لائق ہیں تو کیا رشتہ دار عام ہیں۔ نمازی بے نمازی مشرک وغیرہ۔

جواب: اولو الارحام کے ساتھ سلوک کرنا ناطہ کی فرع ہے ایمان اور کفر کو اس میں دخل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک ریشمی جبہ دیا تو حضرت عمرؓ نے وہ جبہ اپنے مشرک بھائی کو مرحمت کر دیا۔ (۲۷۔ مارچ ۱۹۳۱ء)

سوال: قرآن حکیم میں مذکور ہے کہ موصوفہ آٹھ آدمیوں کو مال زکوٰۃ دلویں۔ اب سوال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ موصوفہ لوگوں کا موحد ہونا شرط ہے یا نہیں اور کیا ہم اپنے مشرک اور بدعتی رشتہ دار اور غریبوں کو مال زکوٰۃ سے کچھ دے سکتے ہیں یا نہیں اور دور رہتے ہوں تو منی آرڈر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: صدقات خیرات صفت ربوبیت کے ماتحت ہیں جس کا اثر عالمین پر پہنچتا ہے۔ اس لیے اس میں ایمان کی شرط نہیں جیسی رب العالمین میں نہیں وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا۔ (اہلحدیث ۲۷ مارچ ۱۳۵۰ھ)

تشریح: زکوٰۃ کا مال کفار و مشرکین کو دینا جائز نہیں ہے حدیث معاذ رضی اللہ عنہ میں ہے فاخبرهم ان الله قد افترض عليهم صدقة توخذ من اغنيائهم وترد على فقرائهم الحديث رواه الشيخان۔ اس حدیث کے تحت میں حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں ان الزكوٰة لا تدفع الى الكافر لعود الضمير فى فقرائهم الى المسلمين ہاں صدقہ تطوع کفار و مشرکین کو دینا جائز ہے الی آخرہ۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۹۶) (حررہ محمد عبدالحق ملتانی)

معاذ بن جبل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا فاخبرهم ان الله قد افترض عليهم صدقة توخذ من اغنيائهم وترد على فقرائهم الحديث رواه الشيخان قال الحافظ ان الزكاة لا تدفع الى الكافر كما مر انفا انتهى ہاں نفلی صدقہ دیا جا سکتا ہے۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

سوال: کیا زکوٰۃ بعد ختم سال فوراً ادا کر دی جائے یا بتدریج موقعہ بموقعہ مستحقین کے ملنے پر بھی دے سکتے ہیں؟

جواب: دونوں طرح جائز ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ۔ (اہلحدیث ۲۹ رجب ۱۳۴۷ھ)

شرفیہ: زکوٰۃ کا مال بعد سال گزرنے کے مستحقین فقراء و مساکین وغیرہ کا ہے اور مالک کے پاس وہ بطور امانت ہے اور فرمان باری ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰى اَهْلِهَا پھر جب فقراء و مساکین مستحقین بھی ہوں اور وہ تاخیر نہیں چاہتے تو پھر تاخیر جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے۔ پھر خصوصاً قرب وجوار کو چھوڑ کر بہت دیر یعنی سال بھر تک منتظر رہنا جائز نہیں ہے۔ (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال : ۶۔ اپریل کے پرچہ اہلحدیث میں پوچھا گیا کہ موجودہ زمانہ کے اسکول اور کالج میں صدقہ فطر کے مال سے امداد کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب دیا گیا ہے کہ طلباء غریب مسکین ہوں تو جائز ہے،، سمجھ میں نہیں آیا۔ اس لئے کہ مصارف بیت المال سے اسکول اور کالج خارج ہیں دیگر یہ کہ جن مدارس عربیہ میں خالص قرآن وحدیث ہی کی تعلیم ہوتی ہو ایسے مدارس عربیہ میں مدبیت المال سے جواز امداد کے لئے مدارس عربیہ کو کھینچ تان کر فی سبیل اللہ میں داخل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے مگر سرکاری اسکول اور کالج میں ماسوائے قرآن وحدیث کے تعلیم ہوتی ہے وہاں اس مد سے امداد کرنے کا جواز بالکل فہم ناقص سے بالاتر ہے۔

(قطب الدین راجشاہی)

جواب : اسکول کی امداد اور چیز ہے اور غریب طالب علم کی امداد اور ہے۔ ہمارے فتویٰ کا تعلق غریب طالب علموں کی ضروریات سے ہے ان کو مدد دینا اس آیت کے ذیل میں آسکتا ہے۔ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ ۔ باقی رہا ان کا تعلیم حاصل کرکے دنیاوی مشاغل میں لگ جانا اور اعمال شرعیہ سے الگ ہو جانا اس کی ذمہ داری ہم پر نہیں۔ عربی کے بعض طالب علم بعد فراغت شرک و بدعت پھیلانے میں لگ جاتے ہیں اس کی ذمہ داری زکوٰۃ دہندہ پر نہیں ہے۔ اس کا فرض شروع میں صرف اتنا ہے کہ پہلے وہ دیکھ لے کہ اس آیت کے مصداق ہیں یا نہیں۔ اللہ اعلم۔ (۱۲ جمادی الآخر ۱۳۶۳ھ)

سوال : مستورات کے پاس جو زیورات ہوتے ہیں ان کی زکوٰۃ کس شرح سے دینی چاہیے لاگت سے بازاری ورسے یا موجودہ سونے کے ورسے قیمت بنوائی منہا کرنی چاہیے یا نہیں؟

جواب : زیور کی زکوٰۃ میں اختلاف مشہور ہے۔ جن کے نزدیک واجب ہے وہ سونے چاندی کی قیمت سے دلواتے ہیں یعنی بنے بنائے زیور سونے چاندی کا جو نرخ پڑے اس کے مطابق زکوٰۃ دیتے ہیں۔ محنت مزدوری کو دخل نہیں (یکم رمضان ۲۵ھ)

سوال : ایک مسلمان سال میں ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نام پر غریبوں اور محتاجوں کو خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان فرق نہ کر کے شاہی راستوں پر بٹھلانا اور پتوں میں کھانا کھلواتا ہے۔ مذکورہ کھانا ایک ہندو سے تیار کرواتا ہے ایسا کھانا کھلوانا شرع میں جائز ہے؟

جواب : قرآن مجید اور حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ ذرہ جتنا بھی نیک کام ضائع نہیں جاتا حدیث میں فرمایا فی کل کبد رطب اجر یعنی ہر ایک جاندار کو آرام پہنچانے میں ثواب

www.KitaboSunnat.com

ہے انسان کو سب جانداروں سے افضل ہے خواہ کسی دین اور مذہب کا ہو۔ آنحضرت ﷺ کفار اور مشرکین کو بھی کھانا کھلایا کرتے تھے۔ پس اس نیت سے صورت مرقومہ میں کھانا کھلانا کار ثواب اور صدقہ ہے۔ (یکم رمضان ۱۳۳۵ھ)

سوال: مسجد کا کنواں کوئی شخص زکوٰۃ کی رقم سے بنوا سکتا ہے؟

جواب: مصارف زکوٰۃ میں ایک لفظ فی سبیل اللہ ہے اس کی تفسیر جمہور مفسرین خاص ضروریات جہاد کرتے ہیں۔ مگر بعض کے نزدیک اس لفظ کے معنے میں کل نیک کام داخل ہیں اس بنا پر بعض علماء مال زکوٰۃ کو مسجد وغیرہ مقامات میں بھی صرف کرنا جائز جانتے ہیں۔ خاکسار بھی اس قول کو صحیح جانتا ہے۔ پس صورت مرقومہ میں زکوٰۃ کے مال سے کنواں بنوانا جائز ہے۔ العلم عند اللہ۔

(۲ محرم ۱۳۳۶ھ)

سوال: صاحب نصاب جس نے بقدر نصاب زکوٰۃ الگ کر رکھا ہے زکوٰۃ کا مال بوقت ضرورت خود خرچ کر سکتا ہے یا نہیں۔

جواب: بطور قرض کر سکتا ہے مگر ادا کرنے کی نیت رکھے۔ (۲۵ رجب ۱۳۳۶ھ)

سوال: جس مدرسہ یا مسجد کے اخراجات زکوٰۃ سے چلے صاحب زکوٰۃ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے یا نہیں۔

جواب: مذہب مذکورہ میں مالدار بھی اس مدرسہ سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ (۲۵ رجب ۱۳۳۶ھ)

سوال: کتنے مال پر کتنی زکوٰۃ واجب ہے اور کس کو دینی چاہئے۔ مال تجارت میں زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟ نفع پر ہے یا راس المال پر؟ مسجد یا مدرسہ میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (چراغ الدین از کلکتہ)

جواب: شرعی حساب میں آجکل تخمیناً پچاس روپے کا ہے مال تجارت میں بھی اصل مال میں فی سینکڑہ دو روپیہ آٹھ آنہ سال کی زکوٰۃ ہے جو علماء زکوٰۃ میں تملیک شرط کرتے ہیں ان کے نزدیک مسجد اور کنوئیں پر زکوٰۃ کا صرف کرنا جائز نہیں جو علماء زکوٰۃ میں محض نفع رسانی مراد رکھتے ہیں ان کے نزدیک مدرسہ اور مساجد میں زکوٰۃ کا لگانا جائز ہے۔ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ الخ

(۲۵ رجب ۱۳۳۶ھ)

سوال: زکوٰۃ نکل جانے پر یعنی مال سے علیحدہ حساب کر کے لینے پر کتنے دن کے اندر تقسیم کر دے زیادہ سے زیادہ کتنے دن رکھ سکتا ہے اور ایک آدمی کو کم سے کم کتنا دے سادات سیدوں کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے اور دوسرے گاؤں میں بھیج سکتا ہے یا نہیں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: کتنے دنوں میں تقسیم کرے اس کی بابت کوئی حدیث یا ذہن میں نہیں البتہ قیاس چاہتا ہے کہ آئندہ سال کے اندر اندر تقسیم کر دے۔ جتنا مناسب سمجھے ایک آدمی کو دے چاہے اس کے گزارے جتنا دے چاہے اتنا دے کہ آئندہ سوال کرنے سے مستغنی ہو جائے سید بلکہ بنی ہاشم سب کو دینا منع ہے جس کا حال معلوم نہ ہو دریافت کرلے اپنے گاؤں سے زیادہ ہو تو دوسرے میں بھی بھیج دے جائز ہے۔ (۲۹ ذی قعدہ ۱۳۵۹ھ)

سوال: زکوٰۃ اور صدقات کا بڑا حصہ تبلیغ اسلام پر خرچ کیا جائے؟

جواب: زکوٰۃ کے مصارف میں ایک مصرف فی سبیل اللہ بھی آیا ہے۔ اس لفظ کی تفسیر میں عام طور پر مفسرین نے جہاد مراد لیا ہے اگر اس سے عام کا اثر مراد لیا جائے تو تبلیغ اسلام میں بھی زکوٰۃ خرچ ہو سکتی ہے۔ (۷ شوال ۱۳۵۸ھ)

سوال: زکوٰۃ کا پیسہ متقی پرہیز گار کا حق ہے یا ہر مسکین غریب کا بہت روپیہ ہونے پر چند مساکین کو دینا چند کو نہ دینا مساکین کی حق تلفی ہے یا نہیں۔ پڑوسی سید کو حق پڑوسی سمجھ کر زکوٰۃ دینا کیسا ہے؟ اور غریب لاچار ہندو کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں۔

جواب: مصرف زکوٰۃ غریب مساکین ہیں اس میں مومن کافر کی تمیز نہیں إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ الآیۃ۔ غریب سید کے ساتھ اور طرح سے سلوک کریں زکوٰۃ ان پر حرام ہے۔

(۱۲ ذی قعدہ ۱۳۴۳ھ)

تشریح: فی الواقع کوئی حدیث صحیح یا ضعیف ایسی نہیں آئی ہے جس سے اہل بیت کے لیے اخذ زکوٰۃ کا جواز ثابت ہو۔ بلکہ احادیث سے صاف صاف یہی ثابت ہے کہ اہل بیت پر زکوٰۃ حرام ہے اور علامہ ابو طالب و ابن قدامہ اور ابن رسلان نے اس حرمت پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے یعنی یہ کہا ہے کہ تمام علماء کے نزدیک بالاتفاق اہل بیت پر زکوٰۃ حرام ہے سبل السلام میں ہے وکذا ادعی الاجماع علی حرمتها علی الہ ابو طالب و ابن قدامة اور نیل الاوطار میں ہے وکذا حکی الاجماع ابن رسلان الی آخر کتبہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

فتاوی نذیریہ جلد اول صفحہ ۴۸۷

سوال: ایک شخص صرف مہاجن سے ادھار لے کر تجارت کرتا ہے کیا زکوٰۃ اس پر واجب ہو گی؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: صورت مرقومہ میں اس کا سرمایہ کچھ نہیں تو زکوٰۃ بھی فرض نہیں جتنی بچت ہوئی اتنا خرچ ہوا اگر اس کا سرمایہ کچھ ہے اور اس پر سال تمام گزرا ہے تو زکوٰۃ واجب ہو گی۔
(۱۲ شوال ۱۳۴۵ھ)

سوال: ایک ہزار روپیہ نقد میرے پاس ہے اور ایک ہزار کا مال مہاجن سے ادھار خریدا یا کل دو ہزار روپے کا مال موجود ہوا جس میں سے ایک ہزار روپیہ کا مال باقی قیمت میں خریداروں کی معرفت فروخت کر دیا۔ اب صرف ایک ہزار روپے کا مال دکان میں موجود ہے جس قدر کہ رقم مہاجن کی میرے ذمہ واجب الدین ہے پس ایسی صورت میں ادائے زکوٰۃ کی کیا صورت جائز ہو گی؟

جواب: جتنا قرض ہے اتنے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں اور جو فروخت کیا ہے وہ رقم اپنی ہے بعد وصولی اس کی زکوٰۃ ادا کریں۔ اللہ اعلم۔ (۱۲ شوال ۱۳۴۵ھ)

سوال: زید نے محض اس نیت سے سیونگ بنک میں روپیہ رکھا ہے کہ مناسب موقعہ ملنے پر اپنے لئے رہائشی مکان تعمیر کرے۔ سود حاصل کرنے کی نیت ہرگز نہیں تو (الف) کیا ایسے روپے پر زکوٰۃ واجب ہے؟ (ب) سیونگ بنک سے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟ (ایک سائل از جالندھر)

جواب: صورت مرقومہ میں سیونگ بنک سے سود لینے کا فتویٰ جماعت اہلحدیث میں سے مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی نے دیا ہوا ہے جب تک روپیہ مکان پر نہ لگے زکوٰۃ واجب ہو گی مکان رہائشی پر لگنے سے معاف۔ (۵ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ)

سوال: زیور میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

جواب: زیور کی زکوٰۃ میں قدیم الایام سے اختلاف چلا آرہا ہے ایک گروہ مثبت ہے ایک گروہ وجوب کا منکر خاکسار دوسرے گروہ کے ساتھ ہے۔ (۲۹ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ)

سوال: ایک زمین ایک شخص نے خرید کی ایک ہزار یا کچھ کم کی اس کی زکوٰۃ بھی ہو گی۔ زمین افتادہ ہے کوئی آمدنی نہیں ہے۔

جواب: قرآن مجید میں زمین کی بابت ارشاد ہے۔ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ یعنی زمین کی پیداوار میں سے خرچ کرو بغیر پیداوار کے زمین پر کوئی زکوٰۃ نہیں اللہ اعلم۔ (۱۲ مئی ۱۹۳۳ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: زید مقروض ہے مگر اس کے پاس اتنی رقم ہو گئی کہ جس سے وہ اپنا قرض ادا کر سکتا ہے۔ اگر زید اپنا قرض ادا کر دے تو ذریعہ معاش کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ ایسی مجبوری کے پیش نظر زید اپنا قرض ادا نہیں کرتا تو کیا صورت مذکورہ میں موجودہ رقم پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ (سیکے از گیاوی)

جواب: قرض ہر حال میں قرض ہے اس کے ہوتے ہوئے نصاب زکوٰۃ میں اس کا لحاظ رہے گا۔ یعنی مقروض پر بوجہ قرض زکوٰۃ واجب نہیں۔ اللہ اعلم۔ (۵ ارمضان ۱۳۵۳ھ)

سوال: زید کے پاس بسبب امین ہونے کے دیگر اشخاص کی امانت ہر سال جمع رہتی ہے یعنی ہزار دو ہزار تو کیا ایسے روپوں کی زکوٰۃ بھی واجب ہے؟

جواب: زید (امین) پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ (۱۹ فروری ۱۹۳۲ء)

سوال: ہمارے یہاں خراج (سرکاری مالیہ) پورا لگتا ہے۔ قریباً اس زمانے میں چھ حصے کے طور پر پڑتا ہے۔ ایسی حالت میں بیسواں حصہ عشر دے تو جائز ہوگا یا نہیں؟

(زین العابدین از ترہوم)

جواب: ایسی حالت میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ ادا کر دینا کافی ہے۔

(۲۰ جمادی الاوّل ۱۳۵۷ھ)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ گنے میں عشر ہے یا نہیں۔ ہمارے دیار میں جا بجا شکر کی ملوں کے قائم ہو جانے سے زمین کے بہت سے حصوں پر گنے کی کاشت نے قبضہ کر لیا ہے۔ عوام الناس کا خیال ہے کہ گنا ایک "خضروات" سبزیوں کی قسم میں ہے اس پر عشر نہیں ہے تو ایسا خیال صحیح ہے یا نہیں۔ زمین کی ایک پیداوار دھان اور آلو بھی ہے۔ اس پر عشر ہے یا نہیں۔ امام ابوحنیفہ کا مذہب اس بارے میں یا دھان آلو وغیرہ کے بارے میں کیا ہے اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو تائید ہوتی ہے یا نہیں۔ ترمذی شریف کے حاشیہ ص۹۳ پر امام صاحب کا مذہب وجوب العشر صحیح ہے یا نہیں؟ ملاحظہ ہو ترمذی شریف مطبوعہ مجیدی ص۹۳۔

جواب: دھان۔ گندم۔ گنا۔ آلو میں عشر نکالنا لازم ہے یہ چیزیں خضروات میں داخل نہیں ہیں لہٰذا عشر لازم ہے۔ البتہ جو زمین نہر یا کنویں سے سینچی جائے اس کی پیداوار میں نصف عشر ہے اور بارانی زمین کی پیداوار میں عشر ہے فقط واللہ اعلم۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسعود احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی دیوبند۔

جواب صحیح ہے۔ البتہ نہری زمین میں جو حکم دیا ہے وہ محل نظر ہے۔ فقط محمد مظہر اللہ مسجد فتحپوری

الجواب صواب عبدالرحمٰن مدرس مدرسہ فتحپوری، سجاد حسین مدرس فتحپوری دہلی

جواب: عوام کا خیال غلط ہے۔ گنوں میں بھی اور دھان اور آلو وغیرہ سب ترکاریوں میں عشر ہوتا ہے اگر بارش کے پانی سے پیدا ہوتی ہوں۔ اور اگر رہٹ یا چرس وغیرہ کے ذریعہ سے آبپاشی کی جاتی ہے تو پیداوار میں نصف عشر ہوگا بشرطیکہ زمین عشری ہو گی عشری زمین وہ ہوتی ہے کہ شاہان اسلام کے وقت سے مسلمانوں کے قبضے میں چلی آرہی ہو کسی غیر مسلم کا کسی وقت اس پر قبضہ نہ ہوا ہو۔ فقط واللہ اعلم حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

جواب صحیح ہے نہروں سے ہماری اصطلاحی نہریں مراد ہیں جن کے پانی کا محصول دینا ہوتا ہے۔ فقط۔ (مفتی) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔

جواب: زمین کی وہ پیداوار جو انسان کے کھانے کے کام میں آئے اور ذخیرہ کے طور پر رکھی جا سکے اس میں زکوٰۃ فرض ہے گنے سے راب۔ گڑ۔ شکر تیار کرتے ہیں جو برسوں ذخیرہ کے طور پر رکھے جاتے ہیں اس لئے اس میں زکوٰۃ فرض ہے۔ اور جو دیگر غلہ جات گیہوں۔ جو۔ دھان۔ مٹر۔ چنے وغیرہ کا نصاب ہے وہی گنے کا بھی ہے۔ خضروات سے مراد وہ سبزیاں اور ترکاریاں ہیں جو جلد خراب ہو جاتی ہیں اور ذخیرہ نہیں کی جاتیں۔ جیسے آلو۔ بیگن۔ شلغم۔ مولی۔ چقندر اور دیگر ساگ پات۔ اور ظاہر ہے۔ راب گڑ شکر ان سبزیوں کی طرح نہیں ہیں چونکہ آلو خضروات میں داخل ہے اس لیے اس میں اور اس جیسی ترکاریوں میں مثل ککڑی۔ خربوزہ۔ تربوز وغیرہ زکوٰۃ فرض قرار دینا حدیث فی السوال کی صریح مخالفت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(کتبہ عبیداللہ المبارکفوری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: گنے کے متعلق کوئی صریح وصحیح حدیث مخصوص نہیں ملی۔ ایک روایت میں فقط قصب ہے جو عموم لفظ کے اعتبار سے گنے کو بھی شامل ہے۔ جس سے زکوٰۃ کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ مگر حدیث جیسے علماء نے ذکر کیا ہے صحیح نہیں۔ حافظ ابن حجر اور دیگر علماء نے اس حدیث کو صحیح نہیں قرار دیا۔ عموم ادلہ سے اگر استدلال کیا جاوے تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گنے میں زکوٰۃ واجب معلوم ہوتی ہے۔ اور نصاب عشرات کی روایت میں بعض الفاظ ایسے موجود ہیں جیسے لیس فی مادون خمسة اوسق صدقة جس سے ہر عشری میں نصاب معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے امام ابو یوسف اور امام محمد نصاب کے قائل ہیں۔ مگر گنے میں نصاب گڑ و شکر کا اعتبار کیا ہے۔ اگرچہ اس میں ان کا اختلاف ہے کہ نصاب پانچ وسق ہے۔ یا پانچ من۔ مگر اقرب الصراحت یہی معلوم ہوتا ہے کہ گنے میں نصاب پانچ وسق اعتبار کیا جاوے اور زکوٰۃ خواہ گنے سے ادا کرے خواہ شکر سے۔ زبیب یعنی منقی جو انگور سے تیار ہوتا ہے اس میں زکوٰۃ کی تصریح موجود ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں خراج کے بیان میں ابیض بن حمال کی روایت میں کپاس کی کاشت کا ذکر ہے اس میں رسول اللہ صلعم کے لابد من صدقة لفظ موجود ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن روایات میں صرف چار یا دس میں حصر معلوم ہوتا ہے اور ان کی اسانید متکلم فیہا ہیں پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی۔ ابوداؤد کی یہ حدیث ظاہراً صحیح معلوم ہوتی ہے پس گنے میں شکر کا اندازہ پانچ وسق تک پہنچ جائے۔ تو گنے میں عشر ادا کر دیا جاوے۔

المستفتی

محمد مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ ڈاک خانہ خاص ۴۹۲ لائلپور ضلع

۲۲ جمادی الآخر گ ب

الجواب: عشر پیداوار زمین میں ہے۔ بن۔ کپاس۔ گنا۔ آلو وغیرہ سب میں قائل ہوں نصاب کے بارے میں بہتر ہے کہ ادنیٰ انصاب غلہ مثلاً جو کی قیمت پر عمل کیا جاوے۔ ورنہ ہر جنس کے اعلیٰ اسماء پر مثلاً کپاس کے بورے۔ آلو کے چھکڑے۔ ٹھیلے۔ علی ہذا القیاس گنے کی تفسیر مظہری میں تحت آیۃ اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ الاٰیۃ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ الاٰیۃ۔ (ابو سعید شرف الدین)

الجواب: علامہ مجیب نے جو کچھ لکھا ہے صحیح ہے۔ احمد اللہ مدرس

مدرسہ بیدیہ۔ محلہ کشن گنج دہلی۔

عشر پیداوار زمین کی کمائی پر ہے جس کا ذکر قرآن و حدیث میں بالصراحت موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ گنا بھی زمین کی کمائی سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ تو متفق ہے۔ نہ معلوم سائل کو اس فتوی کی کیوں ضرورت پڑی۔ اس میں عشر ادا نہ کرنے والے اسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح مستوجب عذاب الٰہی ہوں گے۔ جس طرح زکوٰۃ کے نہ دینے والے

حکیم عبدالشکور شکر آوی۔ حال وارد جھنڈے نگر

الجواب: میرے نزدیک گنے میں عشر اسی طرح واجب ہے جس طرح جو۔ گندم وغیرہ کی پیداوار میں البتہ بموجب حدیث شریف صحیح بخاری بارانی اور غیر بارانی زمینوں، اور محنت آبپاشی کا لحاظ کر کے عشر بارانی زمین میں اور نصف عشر غیر بارانی زمین کا اگر عشر میں قیمت دیدے تو بھی جائز ہوگا۔ (محمد منیر خان مدرس اول مدرسہ جامعہ رحمانیہ واقع محلہ مدنپورہ شہر بنارس

الا مر کما قالوا۔ ابوالقاسم محمد خان بنارسی

الجواب صحیح۔ سید عابد علی مہوا ضلع بستی

جواب صحیح ہے۔ ہندوستان میں جو مالگذاری زمینداروں پر لگائی گئی ہے مؤنتہ الارض ہیں اس کا بھی لحاظ رکھنا چاہیئے جیسے بارانی کی نسبت چاہی میں مؤنتہ کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ فلیفھم ولیتدبر۔ اللہ اعلم۔ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری

الجواب صحیح والمجیب مصیب

ابوسحمہ خان۔ فاضل رحمانیہ۔ مقام سپاٹو پور۔ (۱۶ فروری ۱۹۴۲ء)

بلوغ المرام کی ایک حدیث میں ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ صرف جو گیہوں۔ انگور۔ کھجور سے زکوٰۃ لو اس حدیث سے بعض نے استدلال کیا ہے کہ سب جنسوں میں عشر نہیں ہے لیکن غلط ہے کیونکہ ابن ماجہ میں ذرہ کا بھی ذکر ہے جس کے معنے مکئی اور جوار کے ہیں۔ اور ذرہ میں عشر ہونے کی بابت اور بھی کئی مرسل روایتیں ہیں جن کی بابت امام بیہقی فرماتے ہیں انہ یقوی بعضھا بعضاً یعنی سب مل کر ایک دوسرے کی تقویت کرتے ہیں اور اس کے علاوہ اور بھی روایتیں ایسی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عشر چار اشیاء میں منحصر نہیں ہے۔ چنانچہ ابوداؤد میں ابیض بن حمال کی حدیث ہے کہ جس میں روئی کی پیداوار پر عشر لینے کا ذکر موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ابوداؤد باب فی حکم ارض الیمن جلد دوم صہ ۲۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ چار ہی چیز میں عشر کا انحصار نہیں ہے جس میں مکئی اور اسی طرح دھان چنا۔ گنا وغیرہ بھی ہے اور دارقطنی کی وہ روایت جو بلوغ المرام میں موجود ہے جس میں گنے کے اندر عشر نہ ہونے کا ذکر ہے بالکل ضعیف ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ نے بلوغ المرام میں اس کی تشریح موجود ہے۔ بہرحال جب انحصار غلط ٹھہرا تو جس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح۔ روئی۔ مکئی میں عشر ہے اسی طرح دھان۔ چنا۔ گنا وغیرہ میں بھی عشر ہے۔ عشر کی بابت مفصل مضمون میرے پرچہ اخبار تنظیم اہلحدیث روپڑ یکم دسمبر ۱۹۳۳ء میں ملاحظہ ہو۔

رقیمہ عبد اللہ روپڑی ملا فاضل

ضلع انبالہ۔ مورخہ ۶۔ فروری ۱۹۳۴ء

الجواب: گنے میں عشر اسی طرح ہے جس طرح جملہ اقسام غلہ میں ہے۔ دار قطنی میں ایک روایت ہے جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ گنے میں عشر نہیں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس روایت کے راوی ناقابل سند ہیں۔ کیونکہ اس روایت میں ایک راوی اسحٰق بن یحییٰ ہیں۔ ان پر امام نسائی رحمہ اللہ۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے سخت جرح کی ہے اور ان کو متروک اور سیئ الحفظ قرار دیا ہے۔ دوسرے راوی موسیٰ بن طلحہ ہیں چونکہ ان کا لقاء حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے اس لئے یہ روایت مرسل ہو گئی۔ اور مرسل روایت حجت نہیں ہے۔ پس یہ حدیث سند نہ رہی (ملاحظہ ہو التعلیق المغنی علی سنن الدار قطنی صفحہ ۲۰۱ ج ۱) للفاضل الاجل مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی

رقمہ العبد الضعیف المدعو بہ عبد الرؤف مدارس مدرسہ جھنڈے نگر ۲۸ فروری ۱۹۳۴ء

گنے میں زکوٰۃ فرض ہے کیونکہ اس کی بنی ہوئی اشیاء مثل گڑ شکر باقی رہنے والی چیزیں ہیں

(مولانا) حافظ محمد حسین میرٹھی خطیب مسجد لاکھی ٹرپارو

سوال: زمین خراجی میں عشر ہے یا نہیں اگر ہے تو کتنا اور کن کن جنسوں میں۔

سائل حاجی نعمت اللہ بستوی والد مرحوم مولانا عبد الرؤف جھنڈے نگری

جواب: خراجی زمین وہ ہوتی ہے اور خراج اسے کہتے ہیں جو مسلمان بادشاہ اپنی کافر رعایا سے لے لہٰذا ہندوستان میں کوئی زمین خراجی نہیں جن زمینوں پر سرکاری ٹیکس ہے ان کی پیداوار پر عشر و نصف عشر فرض ہے جملہ اقسام کے اناج پر عشر واجب ہے۔ واللہ اعلم

(محمد مدنی مدرسہ محمدیہ اجمیری دروازہ دہلی)

شرفیہ: سوال گنے میں عشر ہے یا نہیں الخ اس سوال کے اجوبہ بہت دور تک چلے گئے ہیں۔ دس تک اہل حدیث و احناف دونوں کے جواب مذکور ہیں۔ مولانا کا بھی ہے حتیٰ کہ میرا بھی نقل کیا ہے

اجوبہ میں کچھ حصص صحیح بھی ہیں کچھ غلط تحقیق کا اکثر حصہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب پھر لکھا جاتا ہے کہ بحکم اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ الآیۃ پ ۳ ع ۴۔ وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ الآیۃ پ ۸ ع ۴ وعن جابرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فیما سقت الانہار والغیم العشور وفیما سقی بالسوانیۃ نصف العشور رواہ احمد ومسلم والنسائی وابوداؤد وقال الانہار والعیون وعن ابن عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فیما سقت السماء والعیون اوکان عشریا العشور وفیما سقی بالنضح نصف العشر رواہ الجماعۃ الا مسلما لکن لفظ النسائی وابی داؤد وابن ماجہ بعلا بدل عشریا انتہی نیل الاوطار صفحہ ۱۱۹ جلد ۴۔ کتاب وسنت صحیح کے یہ ادلہ زمین کی ہر پیداوار میں عشر یا نصف عشر کے وجوب پر بیّن دلیل ہیں۔ تاوقتیکہ کسی دلیل صحیح سے کسی شے کا استثناء ثابت نہ ہو اور اب تک ثبوت کی صحیح دلیل نہیں ثابت ہوئی۔ خضروات کے ادلہ سب کے سب مدخولہ ہیں ایک بھی صحیح نہیں نہ مرفوع نہ موقوف کما فی نیل الاوطار والتلخیص وغیرہما وقال الترمذی لیس فی ھذا الباب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئ الخ وما یقال انہ فیہ حدیث ما اخرجہ الحاکم والبیہقی والطبرانی من ابی موسیٰ ومعاذ حین بعثہما النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الیمن یعلمان الناس امر دینہم فقال لا تاخذ الصدقۃ الا من ھذہ الاربعۃ الشعیر والحنطۃ والزبیب والتمر قال البیہقی رواتہ ثقات وھو متصل انتہی کذا فی النیل صفحہ ۱۲۱ ج ۴ وقال فی نصب الرایۃ فاما احادیث انما تجب الزکوٰت فی خمسۃ فکلہا مدخولۃ وفی متنہا اضطراب ثم ذکر حدیث ابن ماجۃ والدارقطنی وذکر ما فیہما من العلۃ ثم قال ومنہا ما اخرجہ الحاکم فی المستدرک وصحح اسنادہ عن طلحۃ بن یحییٰ عن ابی بردۃ عن ابی موسیٰ ومعاذ بن جبل حین بعثہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الیمن یعلمان الناس امر دینہم لا تاخذا الصدقۃ الا من ھذہ الاربعۃ الشعیر والحنطۃ والزبیب والتمر رواہ البیہقی بلفظ انہما حین بعثا الی الیمن لم یاخذا الصدقۃ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الا من هذه الاربعة قال الشيخ فى الامام وهذا غير صحيح فى الرفع انتهى
وطلحة بن يحيى اثنان احدهما ابن يحيى بن طلحة بن عبيدالله صفحہ ۳۸۹ ج ۱
صدوق يخطئ الثانى ابن النعمان صدوق بهم كذا فى التقريب التهذيب
پس ثابت ہوا کہ اوّل تو یہ حدیث باعتبار سند کے صحیح نہیں کہ طلحہ مذکور غلطی کا رد وا ہم ہے۔
دوم یہ کہ اس روایت کا مرفوع ہونا بھی صراحۃً ثابت نہیں اس میں ہے کہ معاذ اور ابوموسیٰ
کا اپنا فعل ہے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا۔ ہوسکتا ہے کہ ان کا اجتہاد ہو
یا اس وقت انہیں چیزوں کی فصل تھی۔ یہی چیزیں اس وقت موجود تھیں اور انہوں نے
یہی اشیاء وصول کیں تو اس سے مسئلہ مبحوثہ ثابت نہ ہوا لہٰذا ادلہ مذکورہ کی ایسے امور سے
تخصیص نہیں ہوسکتی۔ اور حدیث قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس فیما دون
خمسة اوساق من تمر ولا حب صدقة رواہ احمد ومسلم والنسائی ومسلم فی
روایۃ من ثمر بالثاء ذات النقط الثلاث نیل الاوطار صفحہ ۱۳۰ ج ۴۔ لفظ
حب سے ثابت ہوا کہ ہر قسم کے غلہ میں زکات صدقہ ہے یعنی عشر یا نصف عشر ہے
اور ایسے ہی یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر قسم کے پھل آم و انار سیب سنگترہ امرود وغیرہ میں
بھی عشر یا نصف عشر ہے پس ثابت ہوا کہ ادلہ صحیحہ سے ہر پیداوار میں عشر یا نصف
ہے اور خضراوات کے ادلہ سے کوئی بھی صحیح نہیں اور قرآن اور احادیث صحیحہ مذکورہ کے
خلاف بھی ہیں لہٰذا ان پر عمل باطل اور بفرض صحت بھی تسلیم کی جائے تو خضراوات سے
مراد ساگ پات کدو وغیرہ جو اپنے کھانے کے لئے ایک دو کیاری بولی جائے یہ مراد
ہے یہ نہیں کہ کھیتوں کے کھیت کئی کئی جگہ ایکڑ یا مربع جس سے ہزار ہا روپیہ کی پیداوار
ہو وہ مراد ہو ہرگز نہیں یہ نقل عقل دونوں کے خلاف ہے اور گوبھی، گاجر، مولی، شلغم
چقندر، آلو، شکر قند وغیرہ تربوز، خربوزہ سے ہزار ہا روپیہ حاصل ہوتا ہے۔

سوال: زید مقروض ہے تجارت کی طرف سے اور غلہ حاصل کرتا ہے زراعت کی جانب
سے عشر دینے میں حیلہ پیش کرتا ہے کہ جس قدر غلہ پاتا ہوں اس سے زائد دین ہے
تو پھر کیونکہ عشر دوں اب جواب طلب امر یہ ہے کہ زید کا حیلہ بجا ہے یا بےجا؟
(دیکھے از خریداران اہلحدیث)

جواب: پیداوار کی زکوٰۃ دو طرح پر ہے ایک تو مقدار معین (حبۃ وسق) پر ہے

www.KitaboSunnat.com

اس کے لیے تو مقدار کا ہونا اور قرض سے فارغ ہونا ضروری ہے۔ دوسری قسم زراعت کی زکوٰۃ وہ ہے جس کی نسبت فرمایا ہے اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ اس لیے شخص مذکور بوجہ قرض داری کے پہلی قسم ادا نہیں کرسکتا دوسری قسم تو ادا کرسکتا ہے جو ہر حال میں حسب وسعت فرض ہے۔

سوال: بکر زکوٰۃ کے روپے بیت المال کے کافی انتظام نہ ہونے کے باعث مستحقین پر خود اپنے ہاتھ سے خرچ کرتا ہے۔ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب: جب بیت المال کا انتظام باقاعدہ کسی معتمد کے ماتحت نہیں تو پھر خود بخود نہ ادا کرے تو کیا کرے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب امام نہ ہوگا تو سب سے علیحدہ ہو کر زندگی گذار لینا۔

سوال: عمرو تجارت پیشہ ہے عرصہ سے بیمار اور قرضدار ہے اس کے اہل وعیال کے نان نفقہ کا سامان سوا قرض کے کوئی دوسری سبیل نہیں اور قرض کا ادا ہونا اس کی صحت پر منحصر ہے بایں صورت اسے زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب: جائز ہے قرضداروں کو۔ زکوٰۃ کے مصارف میں قرضداروں کو بھی رکھا ہے (۲۰ دسمبر ۱۹۳۲ء)

سوال: مال تجارت میں زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے نفع پر ہے یا راس المال پر۔

جواب: شرعی حساب آجکل تخمیناً پچاس روپیہ کا ہے مال تجارت میں بھی اصل مال میں فی سیکڑہ دو روپیہ آٹھ آنہ کی زکوٰۃ ہے۔ (۲۵ رجب ۱۳۵۳ھ)

تشریح: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مال تجارت میں زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

جواب: مال تجارت میں زکوٰۃ فرض ہے بدلیل اس آیت کے اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ الآیۃ واضح ہو کہ کسب میں دستکاری اور بیع وشریٰ داخل ہے بدلیل روایت احمد بن حنبل کے رافع بن خدیج سے قال قیل یا رسول اللہ ای الکسب اطیب قال عمل الرجل بیدہ وکل بیع مبرور۔ رواہ احمد کذا فی المشکوٰۃ۔ بنا بریں اس کے امام بخاری نے ایک باب منعقد کیا ہے زکوٰۃ کسب اور تجارت میں یعنی ان دونوں صورتوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ یعنی جو مال کسب و دستکاری اور بیع و شریٰ سے بقدر نصاب کے حاصل ہو اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اس لئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسب مطلق میں کسب تجارت کو شامل کیا اور آیۃ اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ سے فرضیت زکوٰۃ کی اظہر من الشمس ہے اجماعاً تو مکسوبہ تجارت میں بھی زکوٰۃ بلا شبہ واجب ہوگی۔ اسی واسطے اس پر بھی اجماع منعقد ہوا منکر اور مخالف اس کا مذاق قرآن مجید اور محاورہ لسان عرب سے محفوظ و ماہر نہ ہوا اللھم اغفرلہ وارحمہ باب صدقۃ الكسب والتجارۃ لقول اللہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ الی قولہ غَنِيٌّ حَمِيدٌ انتھی۔ ظاھر الاٰیۃ یدل علی وجوب الزکوٰۃ فی کل مال یکتسبہ الانسان فیدخل فیه زکوٰۃ التجارۃ وزکوٰۃ الذھب والفضۃ وزکوٰۃ النعم لان ذلک مما یوصف بانه مکتسب کذا فی التفسیر الکبیر۔ وھذہ الاٰیۃ سند الاجماع وحجۃ للجمھور علی داؤد حیث قال لا یجب الزکوٰۃ الا فی الانعام والنقود وعند الجمھور یجب فی العروض والعقار ایضا اذا کان للتجارۃ وانما شرطوا نیۃ التجارۃ لان النمو شرط لوجوب الزکوٰۃ بالاجماع ولا نمو فی العرض الا بنیۃ التجارۃ وعن ابن عمر لیس فی العروض زکوٰۃ الا ما کان للتجا رواہ دارقطنی ومما یدل علی وجوب الزکوٰۃ فی العروض ما روی عن حماس قال مررت علی عمر بن الخطاب وعلی عنقی اُدمۃ احملھا فقال الا تؤدی زکوٰتک یا حماس فقال مالی غیر ھذا واھبۃ فی القرظ فقال تلک مال ضعھا فوضعتھا بین یدیه فحسبھا قد وجبت الزکوٰۃ فیھا فاخذ منھا الزکوٰۃ رواہ الشافعی واحمد وابن ابی شیبۃ وعبدالرزاق وسعید بن منصور والدار قطنی انتھی ما فی التفسیر المظھری) للقاضی ثناء اللہ الپانی پتی۔ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی والد ماجد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ازالۃ الخفاء میں فرماتے ہیں۔ الشافعی عن ابن عمر وابن حماس ان اباہ قال مررت بعمر بن الخطاب وعلی اُدمۃ احملھا فقال عمر الا تؤدی زکوٰتک یا حماس فقلت یا امیر المومنین مالی غیر ھذا الذی علی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظہری واہبۃ فی القرظ قال ذلک مال فضع فوضعتہا بین یدیہ فحسبہا فوجدہا قد وجبت فیہا الزکوٰۃ فاخذ منہا الزکوٰۃ انتہی ما فی ازالۃ الخفاء۔ یہ روایت حضرت عمرؓ کی اگرچہ لفظاً موقوف ہے مگر باعتبار حکم کے مرفوع ہے۔ کیونکہ جس امر میں رائے کو دخل نہیں اس کو صحابی اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتا۔ جب تک حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہو جیسا کہ اہلحدیث اور فقہ پر مخفی نہیں ہے اور اس آیت کریمہ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ سے بھی مال تجارت میں فرضیت زکوٰۃ ثابت ہوتی ہے کیونکہ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ میں مال تجارت بلاریب شامل ہے بدلیل اس آیت کے لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً ای الا ان تکون الاموال اموال التجارۃ صادرۃ عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ۔ چنانچہ تفسیروں میں مذکور ہے۔ لہٰذا تفسیر عزیزی میں پہلی آیت کا اس طرح پر ترجمہ کیا ہے وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ یعنی وکسانیکہ در جمیع انواع مالہائے ایشاں از نقد و محصول زراعت و مال تجارت و بردہ حق معلوم یعنی حقے است مقرر کردہ شدہ و معین نمودہ کہ آں زکوٰۃ است و صدقہ فطر انتہیٰ مختصراً۔ اور ماہرین شریعت پر واضح ہے کہ صلوٰۃ حق بدن ہے اور زکوٰۃ حق مال ہے اور مال تجارت جنس اموال میں بلاریب شامل ہے۔ اسی واسطے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد کیا جیسا کہ صحاح ستہ سے معلوم ہوتا ہے اور اکتساب تین وجہ سے حاصل ہوتا ہے یا مواشی سائمہ یا زراعت یا تجارت سے لہٰذا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں الاموال النامیۃ ثلثۃ اصناف الماشیۃ المتناسلۃ السائمۃ والزروع والتجارۃ ولما کان دور ان التجارۃ من البلدان النائیۃ وحصاد الزروع وجنی الثمرات فی کل سنۃ وہی اعظم انواع الزکوٰۃ قدر الحول لہا ولانہا تجمع مختلفۃ الطبائع وہی مظنۃ النماء وہی مدۃ صالحۃ لمثل ہذہ التقدیرات انتہی کلامہ اور سابق معلوم ہو چکا کہ بیع کسب میں داخل ہے بدلیل روایت امام احمدؒ کے رافع بن خدیج سے اور بیع عبارت ہے دوران مال تجارت سے تو نص قرآنی سے زکوٰۃ مال تجارت میں بھی فرض ہوئی۔ کیونکہ صیغہ انفقوا کا آیۃ انفقوا من طیبات ما کسبتم میں واسطے وجوب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرضی کے ہے علی الاطلاق تو فرضیت زکوٰۃ مال تجارت میں قرآن مجید سے ثابت ہوئی۔ باقی رہی حدیث ابوداؤد کی جو دربارہ زکوٰۃ مال تجارت کے وارد ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے عن سمرۃ بن جندب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامرنا ان نخرج الصدقۃ من الذی نعدہ للبیع رواہ ابوداؤد و اسنادہ لین کذا فی بلوغ المرام۔ سو یہ حدیث دلیل مستقل فرضیت زکوٰۃ مال تجارت پر نہیں ہے بلکہ نہ دلالت کرتی ہے نص آیت انفقوا من طیبات ما کسبتم اور سند اجماع پر اور یہ حدیث سند اجماع کے واسطے کافی ہے۔ اگرچہ سند اس کی لین ضعیف ہے اور فی نفسہ توی نہیں کہ موجب اسکات ہو۔ البتہ اجماع سے اس میں قوت آگئی چنانچہ تفصیل اور تشریح اس کی بحث اجماع میں مذکور ہے کما لا یخفی علی الماھر باقوال العلماء من المتقدمین والمتاخرین واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ ۲ ماہ ربیع الثانی ۱۲۹۸ھ

فتاویٰ نذیریہ جلد اوّل ص۵۰۳

دیگر (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس کے پاس مکان رہنے کا نہیں ہے یا کپڑا پہننے کو نہیں ہے یا کبھی کبھی اس کے پاس روزمرہ کا کھانا نہ رہتا ہو یا جس کے پاس یہ سب چیزیں موجود ہوں مگر قرض اس کے ذمہ زیادہ ہے تو ان سب صورتوں میں زکوٰۃ لینے کے قابل ہے یا نہیں (۲) وقت چاند دیکھنے کے کوئی شخص اگر انگلی سے بتائے تو آیا اس میں گناہ ہے یا نہیں اور مکروہ بھی ہے یا نہیں؟

جواب: (۱) ان سب صورتوں میں اس کو زکوٰۃ لینا درست ہے واللہ اعلم بالصواب

(۲) اس میں کچھ گناہ نہیں۔ اور مکروہ بھی نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ سید شریف حسین۔ (بحوالہ مذکور) سید محمد نذیر حسین

تمت کتاب الزکوٰۃ والحمد للہ اولاً و آخراً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

باب پنجم

کتاب الحج

افتتاحیہ

از حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی

حج اسلام کا چوتھا رکن ہے اور ہر استطاعت رکھنے والے مسلمان پر عمر میں ایک دفعہ فرض ہے۔ یہ دنیائے اسلام کی روحانی شہنشاہی کا وہ دربار عام ہے جس میں ہر سال وہ درباری شریک ہوتے ہیں جن کو توفیق الٰہی زمین کے گوشے گوشے سے کھینچ کر عرفات کے میدان میں جمع کر دیتی ہے۔ اسلام کا یہ دربار عام اخوت اسلامی کا پیغام ہے۔ تمام اونچ نیچ۔ گدا و شاہ امیر و غریب سب ایک جگہ ایک لباس، ایک حالت۔ ایک کیف میں سر برہنہ ایک چادر میں لپٹے لبیک اللّٰھم لبیک پکارتے ہیں یعنی آقا کی پکار پر بندوں کی طرف سے حاضری و حضوری کا شور برپا ہوتا ہے۔ یہ اس اجتماع کا مظاہرہ ہے جو آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے عہد میں کرتے آئے ہیں۔ اس مقدس سرزمین میں ہر حامل نبوت نے والہانہ قدم رکھا ہے اور وہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زمانے میں انبیاء کی مثالی صورتیں چلتی پھرتی نظر آرہی ہیں۔ کس قدر خوش قسمت ہیں وہ انسان جن کو اپنی عمر میں کم از کم ایک دفعہ ان مقدس مقامات کی حاضری و مشاہدہ انبیاء کی زیارت کی شرف یابی نصیب ہوتی ہے۔

مسلمان جو روئے زمین پر پراگندہ اور دنیا کے بڑا عظموں اور جزیروں میں منتشر ملکوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور شہروں میں پھیلے اور پہاڑوں اور صحراؤں اور ریگستانوں میں بچھڑے ہوئے ہیں سال میں ایک دفعہ وہ دن آتا ہے جب ہر گوشے سے ان کے نمایندے دریاؤں اور صحراؤں کو طے کر کے اس خشک اور بنجر سرزمین میں جس کو صرف رحمت الٰہی کے چھینٹے سیراب کرتے ہیں جمع ہوتے ہیں اور دیکھنے والے کو امت محمدی کی موجودہ حالت اور کیفیت ایک نظر میں معلوم ہوتی ہے۔ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ (حج۔۴) اور اے ابراہیمؑ لوگوں میں حج کی پکار پکار دے لوگ تیرے پاس پیادہ آئیں گے اور (مشقت سفر سے) دبلی پتلی سواریوں پر جو ہر دور دراز سے آئیں گی تاکہ وہ اپنے فائدوں کے مقاموں میں حاضر ہوں اور چند مقررہ ایام میں خدا کا نام لیں۔

جلوۂ طور: عشق کے بازار میں جب یہ صلائے عام دی گئی اس وقت سے لے کر آج تک سالانہ لبیک کی جوابی آوازیں برابر دنیا کے کانوں میں آتی رہی ہیں۔ اب یہ دور ہمارے زمانے تک پہنچا ہے اور اب ہم پر فرض ہے کہ اس ربانی پکار کی آواز کو سنیں اور لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے ہوئے ہر دور دراز راستے سے اجتماعی ملی و روحانی منافع کے مقامات میں حاضری دیں اور چند مقررہ دنوں میں فاران کی چوٹیوں پر چڑھ کر طور کا جلوہ دیکھیں۔ خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخرین امت کو جو قیامت کے خزانہ رحمت کی حامل و نگہبان بنائی گئی ہے یہ حکم ملا ہے۔ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ خانہ کعبہ کا حج فرض کرتا ہے جس کو وہاں تک جانے کی استطاعت ہو۔

اس حکم نے ملت حنیفی کی اس آخری امت پر جس کا نام مسلمان ہے حج کو قیامت تک کے لئے فرض کر دیا۔ ہر مسلمان پر جو صحیح و تندرست ہے اور جس کے پاس اتنا سرمایہ ہے کہ اپنی غیر حاضری میں اہل وعیال کے گذارے کا سامان کر کے سفر حج کے مصارف اٹھا سکتا ہے۔ عمر میں ایک دفعہ اس فرض کا ادا کرنا ضروری ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ خداوندا جو تیری راہ میں چل کر اس فرض کو ادا کریں ان کے گناہ تیرے دربار سے معاف ہوں۔ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرَّحِیْمُ (بقرہ) اور اے خدا، ہم کو ہمارے حج کے دستور اور قاعدے دکھا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع ہو۔ بیشک تو ہی رحمت کے ساتھ بندوں پر رجوع ہونے والا اور ان پر رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی دوسری دعاؤں کے ساتھ یہ دُعا بھی قبول ہوئی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عن ابی هریرة قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول من حج فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته امه (بخاری ومسلم) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سُنا کہ جس نے حج کیا اور اس میں گناہ کا مرتکب نہیں ہوا تو وہ اس طرح گناہوں سے پاک ہو کر لوٹتا جیسا وہ اس دن تھا جب اس کی ماں نے اس کو جنا۔

دینی اور دنیوی فوائد جس طرح آگ کی بھٹی دھاتوں کی میل کچیل کو مٹا کر ان کو نکھار دیتی ہے اسی طرح حج کی بھٹی گناہوں کے میل کچیل کو جلا کر مسلمان کو پاک کر دیتی ہے اور اس کو پے بہ پے سفر حیثیت وچالاک تجربہ کار بنا کر تجارت اور کام کاج کو گھر کے باہر کت بنا دیتا ہے جس سے اس کی محتاجی دور ہو جاتی ہے۔

عن عبد الله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تابعوا الحج والعمرة فانهما ینفیان الفقر والذنوب کما ینفی الکیر خبث الحدید والذهب والفضة ولیس للحجة المبرورة ثواب الا الجنة (ترمذی) عبد اللہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ یکے بعد دیگرے کیا کرو۔ کہ یہ دونوں محتاجی اور گناہوں کو ایسا صاف کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے۔ سونے اور چاندی کے میل کو اور نیکی سے بھرے ہوئے حج کا ثواب جنت ہی ہے۔

عرفات کے محشر میں جب لاکھوں بندگان خدا کھلے سر گرد وغبار میں اٹے۔ چادریں لپیٹے، چلچلاتی دھوپ میں کھڑے، ہاتھ پھیلائے۔ حسرت وندامت کے آنسو بہاتے ہوئے بارگاہِ بے نیاز میں توبہ واستغفار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت میں وہ جوش وخروش ہوتا ہے کہ گناہوں کا خس وخاشاک اس کے سیلاب میں بہہ جاتا ہے قالت عائشة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ما من یوم اکثر من یعتق الله فیه عبدا من النار من یوم عرفة وانه لیدنوا ثم یباهی بهم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الملائکة فیقول ما اراد ھؤلاء (مسلم) عائشہؓ کہتی ہیں کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرفہ کے دن سے بڑھ کر کوئی دوسرا دن نہیں جس میں اللہ بندے کو دوزخ سے آزاد کرتا ہو وہ اس دن نزدیک آتا ہے پھر فرشتوں کے سامنے اپنے ان بندوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ میری خوشنودی کے سوا یہ اور کیا چاہتے ہیں۔ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر کھڑی کی گئی ہے۔ ان میں سے ایک حج بھی ہے عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شھادة ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة والحج وصوم رمضان (بخاری)۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے۔ اس کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور نماز درست کرنا۔ زکوٰة دینا اور حج کرنا اور رمضان کے روزہ رکھنا۔

دردناک وعید بیت اللہ دین محمدی کی سلطنت کا پایہ تخت ہے۔ یہی وہ جغرافیائی مرکز ہے جو تمام عالم کے مسلمانوں کو ان کے انتشار پراگندگی اور پھیلاؤ کے باوجود سال میں ایک دفعہ اپنے دامن میں سمیٹ کر وحدت عمومی کے نقطہ پر جمع کر دیتا ہے اسی لیے اس بیت اللہ کا حج کفر و ایمان کے درمیان حد فاصل ہے۔ جس کو اس درگاہ سے روگردانی ہو وہ دین محمدی کے دائرے سے باہر ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (البقرہ ۱) اور ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ خانہ کعبہ کا حج فرض کرتا ہے جو وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو کفر (انکار) کرے تو اللہ دنیا جہان سے بے نیاز ہے۔

استطاعت کے باوجود حج کے ادا کرنے سے روگرداں ہونے کو اللہ تعالیٰ نے "کفر" فرمایا ہے اور وعید فرمائی ہے کہ اس پتھر اور چونے سے بنے ہوئے گھر میں جا کر حج کے مراسم ادا کرنے سے کچھ اس کی ذات اقدس میں برتری نہیں ہوتی ہے بلکہ جو کچھ ہے وہ تمہارے لئے ہے۔ چنانچہ اس آیت پاک کی تشریح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ یوں فرماتے ہیں۔ عن علی قال قال رسول اللہ علیہ وسلم من ملک زادا وراحلۃ تبلغہ الی بیت اللہ ولم یحج فلا علیہ ان یموت یھودیا اونصرانیا (ترمذی) علیؓ سے روایت ہے کہ فرمایا خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زادِ سفر اور اس سواری کا مالک ہو جو اس کو خانہ کعبہ تک پہنچا دے اور حج نہ کرے تو اس پر کچھ نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر" یعنی اس ابراہیمی مرکز عبادت کا تعلق ہی ایک ایسی چیز ہے جو مسلمان کو یہودی وعیسائی سے علیحدہ وممتاز کرتا ہے اب آج ان احکام کو سامنے رکھ کر ان صاحب استطاعت مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے جو ہنوز اس فرض سے سبکدوش نہیں ہوئے کہ آیا وہ مسلمان نہ کر مرنا چاہتے ہیں یا یہودی وعیسائی ہو کر جو آغاز اسلام سے اس قبلہ کو ویران اور دین محمدی کے اس مرکز کو بے نشان کریں۔

مسلمانو! اٹھو! اور اس فرض کو جو آدمؑ سے لے کر ابراہیمؑ اور ابراہیمؑ سے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک ادا ہوتا رہا ہے۔ اس کو ادا کریں اور ان مشاہدات کی زیارت اور ادائے مناسک سے دیدہ ودل کو پر نور ومسرور کریں جو انبیاء علیہم السلام کی یادگاریں اور شعائر الٰہی کی تعظیمیں ہیں اور قبول واستجابت کے مکان ومحل ہیں چلیں کہ بیت اللہ، صفا، مروہ، میزاب ومشعر حرام عرفات ومزدلفہ میں کھڑے ہو ہو کر اپنی مغفرت کی دعا کریں اور قوم وملت کی فلاح کی تدبیریں سوچیں، اور ان پہاڑیوں کو دیکھیں جہاں خدا کے رسول نے محبت کی قربانی کی اس گھر میں دوگانہ ادا کریں جس کے معمار ومزدور دو مقدس رسول تھے جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی پائی۔ انہوں نے ظہور کیا۔ قرآن نازل ہوا۔ رسول گویا ہوئے فرشتے اترے۔ جبرئیل پیغام لائے وغیرہ۔ زندگی کا اعتبار نہیں۔ مال ودولت کا بھروسہ نہیں جو دم ہے غنیمت ہے جو موقع آج ہے اس کے کل کے سوچنے کی مہلت نہیں اس سے پہلے کہ آخرت کا سفر درپیش ہو۔ اس فریضے کے سفر سے سبکدوشی ہو جائے۔ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔ اَلْحَمْدُ لَکَ وَالشُّکْرُ لَکَ۔ (اخبار محمدی دہلی۔ ۱۵ نومبر ۱۹۳۷ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح مناسک حج

(از قلم حضرت مولانا حافظ عبداللہ صاحب، مولوی فاضل روپڑی)

حج کی فرضیت

حج اسلام کے ارکان خمسہ سے ایک رکن ہے۔ جو ہر بالغ صاحب استطاعت مسلمان مرد عورت پر عمر میں ایک دفعہ ادا کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔ اور حدیث میں ہے جس شخص کو کسی ضروری حاجت نے یا ظالم بادشاہ یا سخت مرض نے نہ روکا ہو اور وہ بلا حج کئے مر جائے تو وہ خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔

فضائل حج

اس بارے میں بہت سی روایات آئی ہیں چند ایک ذیل میں لکھی جاتی ہیں (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحج المبرور ليس له جزاء الا الجنة خالص حج کا بدلہ صرف جنت ہے" (بخاری و مسلم) آپ سے سوال ہوا کہ حج کا خالص ہونا کیا ہے؟ فرمایا إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَطِيبُ الْكَلَامِ یعنی کھانا کھلانا اور کلام نرم کرنا (۲) مَنْ حج فلم يرفث ولم يفسق رجع من ذنوبه كيوم ولدته امه۔ جس نے حج کیا اور کسی طرح کی بدکلامی اور بدعملی نہ کی وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسا ماں کے شکم سے پیدا ہونے کے دن تھا۔

حج کی جامع فضیلت

حج میں بہت سے کام ہوتے ہیں۔ ہر کام کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ ہم ان سے چند روایات ذکر کرتے ہیں۔

زیارت بیت اللہ کی نیت سے سفر

حدیث میں ہے جب انسان زیارت بیت اللہ کی نیت سے گھر سے چلتا ہے تو اس کے اور اس کی سواری کے ہر قدم اٹھانے اور رکھنے کے بدلے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ مٹایا جاتا ہے (طبرانی کبیر)۔ دوسری روایت میں ہے، تو یا تیری سواری جو قدم رکھے یا اٹھائے اس کے عوض ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے (طبرانی اوسط)

طواف بیت اللہ

بیت اللہ شریف کے گرد سات چکر لگانے کا نام طواف ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں ہے جو طواف بیت اللہ کرے اس کے لئے ہر قدم کے اٹھانے اور رکھنے میں خدائے تعالیٰ ایک نیکی لکھتا ہے ایک گناہ معاف کرتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے۔ (ابن خزیمہ) دوسری حدیث میں ہے کہ بیت اللہ کے گرد ستر چکر لگانا غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ خدائے تعالیٰ ہر قدم کے بدلے ستر ہزار نیکی لکھتا ہے۔ ستر ہزار گناہ معاف کرتا ہے اور ستر ہزار درجے بلند کرتا ہے اور اس کے اہل سے ستر شخصوں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کرتا ہے (ابو القاسم اصبہانی)

حجر اسود اور رکن یمانی بیت اللہ کے چار گوشے ہیں۔ مشرقی گوشے کا نام رکن حجر اسود ہے۔ کیونکہ اس میں حجر اسود ہے۔ اس کے مقابل یمنی طرف کے گوشے کو رکن یمانی کہتے ہیں کیونکہ وہ یمن کی طرف واقع ہے۔ تیسرے کا نام شامی ہے کیونکہ وہ شام کی طرف واقع ہے چوتھے کا نام عراقی ہے کیونکہ وہ عراق کی طرف ہے۔ بیت اللہ کا طواف کرنے کے وقت حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں اور ہاتھ لگاتے ہیں رکن یمانی کو صرف ہاتھ لگاتے ہیں رکن شامی اور رکن عراقی کو نہ بوسہ دیتے ہیں نہ چھوتے ہیں حدیث میں ہے حجر اسود اور رکن یمانی کو چھونا گناہ کی معافی ہے (ابن خزیمہ)۔ دوسری حدیث میں ہے جو اچھی طرح وضو کر کے حجر اسود کو ہاتھ لگانے کے لئے آتا ہے وہ رحمت میں چلتا ہے جب ہاتھ لگا کر مندرجہ ذیل کلمات پڑھتا ہے تو اس کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

طواف کی دو رکعت طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم پہ آتے ہیں جو بیت اللہ کے دروازے کے سامنے ہے وہاں دو رکعت نفل پڑھتے ہیں جس کو طواف کی نماز کہتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے طواف کے بعد دو رکعت پڑھنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے غلام آزاد کرنے کے برابر ہے (طبرانی کبیر) دوسری حدیث میں ہے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے مقام ابراہیم پہ دو رکعت پڑھنے والے کے لئے خدا اولاد اسمٰعیلؑ سے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھتا ہے۔ اور وہ ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تھا (ابو القاسم اصبہانی)

صفا و مروہ کا طواف بیت اللہ شریف کے قریب صفا و مروہ دو پہاڑیاں ہیں۔ مقام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم پر دو رکعت پڑھ کر ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سات چکر لگائیں۔ حدیث شریف میں ہے صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا ستر غلام آزاد کرنے کے برابر ہے (طبرانی کبیر)

عرفات میں قیام مکہ شریف سے نو کوس کے فاصلہ پر ایک میدان ہے جس کو عرفات کہتے ہیں نویں تاریخ ذی الحجہ کو ظہر سے مغرب تک حاجی لوگ وہاں ٹھہرتے ہیں۔ ذکر الٰہی اور دعا میں مشغول رہتے ہیں۔ حدیث میں ہے خدا تعالیٰ اس روز آسمان دنیا پر نزول فرماتا۔ اور فرشتوں پر فخر فرماتا ہے کہ میرے بندے پراگندہ بالوں والے دور دراز سے میری رحمت کی امید سے میرے پاس آئے ہیں (اے بندو) اگر تمہارے گناہ ریت کے ذروں یا بارش کے قطروں یا سمندر کے جھاگ کے برابر ہوتے ہیں تمہیں ضرور بخش دیتا۔ لوٹ جاؤ تم بھی بخشے ہوئے ہو اور جس کو تم سفارش کرو وہ بھی بخشا ہوا ہے (طبرانی کبیر)۔ دوسری حدیث میں ہے خدا فرشتوں کو کہتا ہے میرے بندوں کو کیا چیز یہاں لائی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں تیری رضا اور جنت کی تلاش میں آئے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں اپنی ذات اور مخلوق کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ خواہ ان کے گناہ زمانے کے دنوں کی گنتی اور پُر کرنے والی ریت کے ذروں کے برابر ہوں۔ (طبرانی اوسط)

جمرے مارنا مکہ شریف سے تین کوس کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے جہاں عید کے دن حاجی قربانیاں کرتے ہیں۔ وہاں تین بڑے بڑے پتھر ہیں جن کو جمرے کہتے ہیں ابراہیم علیہ السلام جب اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو قربانی کرنے لگے تو شیطان ان جمرں کے پاس انہیں دکھائی دیا۔ تاکہ انہیں قربانی سے روکے ابراہیم علیہ السلام نے اس کو ہر جمرے کے پاس سات سات کنکر مارے۔ اس واقعہ کی یاد تازہ رکھنے اور شیطان کو ذلیل کرنے کے لئے حاجی بھی ان جمروں کو عید کے دن سات سات کنکر مارتا ہے حدیث میں ہے۔ ہر کنکر کے بدلے ایک مہلک کبیرہ گناہ معاف ہو جاتا ہے (طبرانی کبیر) دوسری حدیث میں ہے جمرے مارنے کے عوض جو کچھ خدا نے بندے کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک سے پوشیدہ رکھا ہے اُسے کوئی جانتا ہی نہیں (طبرانی کبیر)۔ ایک حدیث میں ہے کہ یہ ذخیرہ ہے جو اس وقت تیرے کام آئے گا۔ جبکہ تو بہت محتاج ہو گا۔

(ابوالقاسم اصبہانی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قربانی[1] حدیث میں ہے تیری قربانی بھی خدا کے پاس ذخیرہ ہے۔ جو عین محتاجی کے وقت یعنی قیامت کے دن تیرے کام آئے گا۔ (طبرانی)

حجامت کرنا حج اور عمرہ سے فارغ ہو کر حاجی حجامت کراتے ہیں۔ حدیث میں ہے ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے اور گناہ مٹا دیا جاتا ہے (طبرانی کبیر) دوسری حدیث میں ہے تیرا ہر بال قیامت کے دن نور ہو گا۔ (طبرانی کبیر)

طواف وداع حج سے فارغ ہو کر وطن کو آتے ہوئے بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں جس کو طواف وداع کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے۔ تمام کاموں سے فارغ ہو کر جب حاجی طواف وداع کرتا ہے تو فرشتہ آتا ہے جو اس کے کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہتا ہے تیرے پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔ اب آئندہ نئے سرے سے عمل کر (طبرانی کبیر) دوسری حدیث میں ہے۔ جب تو طواف وداع کرتا ہے تو ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا ماں کے شکم سے پیدا ہونے کے دن تھا۔

سفر کا مسنون طریق (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کو سفر کرنا دوست رکھتے تھے (مشکوٰۃ)۔ جمعرات کے علاوہ اور دن بھی سفر کر سکتے ہیں چنانچہ آپ نے حجۃ الوداع کا سفر ہفتہ کے دن کیا مگر حدیث مشکوٰۃ کے الفاظ "دوست رکھتے" سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جمعرات بہتر ہے (۲) جماعتی صورت میں سفر کرنا بہتر ہے اور باعث عزت و وقار ہے۔ خرچ کی کفایت ہے ایک دوسرے کے ہم و غم میں شریک رہتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جب تین ہوں تو ایک کو امیر بنا لیں (مشکوٰۃ) اور جماعت بھی اسی صورت میں بنتی ہے کہ سب ایک کے تحت ہوں پس اس مبارک سفر کو ہر طرح سے مسنون طریق پر پورا کرنا چاہیے۔

گھر سے نکلنے کا عمل پہلے دو رکعت نفل پڑھے۔ حدیث میں ہے انسان نے اپنے اہل کے پاس دو رکعتوں سے بہتر کوئی چیز نہیں چھوڑی (ایضاح للنووی) ایک اور حدیث میں ہے اگر تو اپنے رفیقوں

---

[1] قربانی کے مفصل احکام اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیے۔ (محمد داؤد راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے صورت حال اور مال میں بہتر ہونا چاہتا ہے تو قل یا ایہا الکافرون سے والناس تک تبت کو چھوڑ کر پانچ سورتیں پڑھے، ہر سورہ کو بسم اللہ سے شروع کرا ور اپنی قرأت کو بسم اللہ پر ختم کر یعنی پانچویں کو ختم کر کے پھر بسم اللہ پڑھے۔

گھر سے نکلنے کی دعا بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ (ابوداؤد)۔ ترجمہ۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ میں نے اللہ کے نام پر توکل کیا۔ گناہ سے پھرنا اور نیکی کی توفیق صرف اللہ ہی سے ہے"

رخصت کرنے کی دعا أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ وَأَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيْمَ أَعْمَالِكُمْ (ابوداؤد) تمہارا دین وامانت اور اعمالوں کا خاتمہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔

سفر کے وقت وصیت عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالتَّكْبِيْرِ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ (ترمذی) تقویٰ الٰہی اور ہر بلندی پر چڑھنے کے وقت تکبیر کو لازم پکڑ ا اور نیچے اترتے وقت سبحان اللہ کہنا چاہیے۔ جیسے دوسری حدیث میں ہے)

جنگل کی سواری کی دعا سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ. اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوَى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ لَنَا بُعْدَهُ. اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْأَهْلِ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ (مسلم) (ترجمہ) وہ پاک ذات ہے جس نے اس کو ہمارے تابع کر دیا اور ہم اس کو قابو کرنے والے نہ تھے اور ہم اپنے رب کی طرف جانے والے ہیں۔ یا اللہ ہم تجھ سے اپنے سفر کی نیکی اور پرہیزگاری اور تیری رضامندی کے کام مانگتے ہیں۔ یا اللہ ہمارے اس سفر کو آسان کر اور اس سفر کی دوری کو لپیٹ دے۔ یا اللہ! تو ہی سفر میں ساتھی ہے اور گھر والوں میں خلیفہ ہے۔ یا اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں سفر کی تکلیف سے اور دیکھنے کے غم سے اور برے رجوع سے اہل اور مال میں"

دریا کی سواری کی دعا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا إِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَدِیرٌ (ابن سنی) ۔ ترجمہ ۔ اللہ کے نام سے اس کا جاری ہونا اور ٹھیرنا ہے ۔ بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے ۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا کما حقہ قدر نہیں کیا ۔

کسی بستی میں داخلہ کی دعا

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَحَبِّبْنَا اِلٰى اَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِيْ اَهْلِهَا اِلَيْنَا (حصن حصین)

(ترجمہ) یا اللہ ہم کو اس کا پھل دے اور ہم کو اس کے رہنے والوں کی محبت دے اور ہم کو اس کے نیک لوگوں کی محبت دے ۔

کسی مقام پر اترنے کی دعا

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (مسلم) (ترجمہ) میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں اس شے کی شر سے جو اس نے پیدا کی ۔

رات کی دعا

يَا اَرْضُ رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ وَشَرِّ مَا يَدُبُّ عَلَيْكِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اَسَدٍ وَاَسْوَدَ مِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ (ابوداؤد) ۔ ترجمہ اے زمین میرا اور تیرا رب اللہ ہے ۔ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں تیرے شر سے اور اس چیز کے شر سے جو تجھ میں ہے اور جو تجھ میں پیدا کی گئی ہے اور جو تجھ پر چلتی ہے ۔ میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں زہریلی چیز سانپ بچھو سے اور شہر کے رہنے والوں کے شر سے ۔ جننے والے اور جو کچھ اس نے جنا کی شر سے ۔

سحری کے وقت کی دعا

سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَحُسْنِ بَلَائِهِ عَلَيْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَاَفْضِلْ عَلَيْنَا عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ (مسلم) (ترجمہ) سننے والے نے سن لیا ہے ۔ اللہ کی تعریف انعام اچھے کے ساتھ جو ہم پر کئے ہیں ۔ یا اللہ ہماری رفاقت کر اور ہم پر فضل کر ہم آگ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ پکڑنے والے ہیں ۔

صبح اور شام کی دعا

اَصْبَحْنَا وَاَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرِ مَا فِيهَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَسُوءِ الْكِبَرِ وَفِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔ (مسلم) اللہ کے سئے ہم نے اور تمام ملک نے شام کی تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ بادشاہی اور حمد اسی کے لیے ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے یا اللہ اس رات کی بھلائی اور جو اس رات میں ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں۔ اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس کی شر سے اور جو چیز اس میں ہے اس کی شر سے۔ یا اللہ میں پناہ پکڑتا ہوں سستی اور زیادہ بڑھاپے اور برائی بڑھاپے سے اور دنیا کی آزمائش اور عذاب قبر سے"۔

www.KitaboSunnat.com

نوٹ:۔ صبح کی دعا بھی یہی ہے صرف أَمْسَيْنَا اور أَمْسَى الْمُلْكُ کی جگہ أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ پڑھنا چاہیے۔

حج۔ عمرہ۔ میقات

حج کو عموماً لوگ جانتے ہیں کہ زیارت بیت اللہ کی خاص صورت ہے جس میں کئی کام کرنے پڑتے ہیں۔ عمرہ کو اکثر لوگ نہیں جانتے عمرہ بھی زیارت بیت اللہ کی خاص صورت ہے جس میں کئی کام کرنے پڑتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ حج میں کچھ زیادہ کام کرنے پڑتے ہیں اور عمرہ مختصر ہے حج کے مہینے مقرر ہیں۔ شوال۔ ذی قعدہ ذی الحجہ اور عمرہ بارہ ماہ درست ہے۔ حج عمرہ کی ابتدا میقات سے ہوتی ہے۔ میقات اس جگہ کو کہتے ہیں جس جگہ سے زیارت بیت اللہ کی نیت سے جانے والے کے لیے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں۔ اور وہ ہر جگہ ہر ملک کے لیے الگ ہے۔ اہل یمن کے لئے یلملم اہل نجد کے لئے قرن المنازل اہل عراق کے لئے ذات عرق اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ اور اہل شام کے لئے جحفہ۔ پہلے تین مقام مکہ مکرمہ سے قریباً چالیس پینتالیس کوس ہیں۔ اور جحفہ قریباً ستر کوس ہے۔ ذوالحلیفہ مدینہ سے چھ کوس اور مکہ مکرمہ[1] سے قریباً تین سو کوس ہے۔

---

[1] یہ غالباً سہو کاتب ہے دراصل یہ جگہ مکہ شریف سے تقریباً ڈیڑھ سو کوس کے فاصلہ پر ہے۔ (محمد داؤد راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں ہے۔ یہ مقامات ان لوگوں کے لیے ہیں جن کے لیے مقرر کیے گئے ہیں اور دیگر لوگوں کے لئے بھی ہیں جو ان مقامات سے گذریں (چنانچہ اہل ہند عموماً یمن کی طرف سے جاتے ہیں وہ یلملم سے احرام باندھتے ہیں) جو لوگ ان مقامات کے اندر (مکہ مدینہ کی طرف ہیں وہ اپنی رہائش کی جگہ سے احرام باندھیں۔ یہاں تک کہ اہل مکہ مکہ سے۔

احرام اوراس کے باندھنے کا طریق احرام حج یا عمرہ کی نیت باندھنے کو کہتے ہیں اور اس کے باندھنے کا طریق یہ ہے کہ جب میقات پر پہنچے تو پہلے کپڑے اتار دے۔ پھر نہا دھو کر دو چادریں پہن لے۔ ایک کو تہ بند بنائے ایک کو اوڑھ لے۔ یہ چادریں ان سلی ہوں تو بہتر ہیں۔ عورت اپنے کپڑے بدستور رکھے صرف برقعہ اتار دے اور اس کی جگہ بڑی چادر لے لے اور منہ ننگا رکھے جب کوئی بیگانہ سامنے ہو تو منہ ڈھانپ لے۔ چادریں پہننے کے بعد دو رکعت نفل پڑھ کر حج یا عمرہ دونوں کی نیت کر کے لبیک پکارنا شروع کر دیں۔ لبیک پکارنے کو تلبیہ کہتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ (ترجمہ) میں حاضر ہوں یا اللہ! میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں۔ نہیں شریک ہے واسطے تیرے۔ میں حاضر ہوں۔ بیشک سب تعریف النعمت اور سلطنت تیرے ہی لئے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

نوٹ: تلبیہ کے الفاظ اور بھی ہیں۔ اگر یاد ہوں تو وہ بھی پڑھ سکتے ہیں سارے سفر میں بیت اللہ شریف پہنچنے تک تلبیہ جاری رہنا چاہیے اگر اور کوئی ذکر کرنا یا قرآن مجید پڑھنا ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔ تلبیہ بلند آواز سے پڑھیں۔ جب بند کریں تو یہ دعا پڑھیں اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَسْئَلُكَ الْعَفْوَ بِرَحْمَتِكَ مِنَ النَّارِ۔ (ترجمہ) اے اللہ میں تیری رضا کا اور جنت کا سوال کرتا ہوں اور تیری رحمت کے طفیل آگ سے عافیت مانگتا ہوں۔

ممنوعات احرام احرام میں عورت کا بوسہ لینا۔ شہوت سے چھونا۔ بنظر شہوت دیکھنا۔ منگنی کرنا نکاح کرنا کرانا۔ خوشبو استعمال کرنا۔ جوئیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مارنا۔ کنگھی کرنا۔ جنگلی شکار کرنا۔ حاجی کی کوئی گری ہوئی شے اٹھانا جس کا ایک سال تک اعلان نہ ہو سکے۔ اس قسم کے کام ممنوع ہیں۔ ہاں موذی اشیا حرم میں قتل کرنا جائز ہیں جن کا ذکر حرم مکہ میں آگے آتا ہے۔

حرم مکہ مکرمہ اور اس کی دعا

مکہ کے گرد و نواح کئی میلوں تک کی جگہ کو حرم مکہ کہتے ہیں۔ بڑے بڑے نشانات قائم کر کے حدود متعین کر دیئے گئے ہیں۔ جدہ سے چل کر جب مکہ مکرمہ دس میل رہ جاتا ہے تو آمنے سامنے کئی گز لمبی چوڑی اونچی دو دیواریں آتی ہیں۔ اس طرف سے یہی حد حرم ہیں حرم کا گھاس یا درخت کاٹنا یا شاخ توڑنا۔ اس میں شکار کھیلنا بلکہ شکاری جانور کو اپنی جگہ سے عمداً اہلانا حرام ہے۔ ہاں موذی اشیاء سانپ بچھو چھپکلی۔ کوا۔ شیر۔ چیتا۔ بھیڑیا وغیرہ کو مارنا جائز ہے۔ اسی طرح سے گھاس کی قسموں سے اذخر گھاس کاٹ سکتے ہیں (مشکوٰۃ)

نوٹ: حد حرم کی زمین سے گھاس یا درخت کاٹنا یا شاخ توڑنا اس شخص کو منع ہے جو مالک نہ ہو مالک اپنی ملک میں ہر طرح تصرف کر سکتا ہے کیونکہ ملک سے مقصود یہی تصرف ہے۔

حرم میں داخل ہونے کی دعا نہ حدیث میں آئی ہے نہ صحابہؓ سے منقول ہے البتہ ابن جماعۃ نے امام احمد سے قریباً یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُكَ وَ اَمْنُكَ فَحَرِّمْنِيْ عَلَى النَّارِ وَاٰمِنِّيْ مِنْ عَذَابِكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ اَوْلِيَآئِكَ وَاَهْلِ طَاعَتِكَ۔ (الیضاح للنووی مع حاشیہ ابن حجر هیثمی) (ترجمہ) اے اللہ! یہ تیرا حرم ہے اور تیرے امن کی جگہ ہے پس مجھے آگ پر حرام کر دے اور جس روز تو اپنے بندوں کو قبروں سے اٹھائے مجھے اپنے عذاب سے رہائی دے۔ اور مجھے اپنے دوستوں اور فرمانبرداروں سے کر دے۔"

مکہ مکرمہ میں کس جانب سے داخل ہو اور مسجد حرام میں کس دروازہ سے داخل ہو

اس بات پر اتفاق ہے کہ مکہ مکرمہ کی جس جانب سے داخل ہو جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ ذی طویٰ کی جانب سے داخل ہو۔ یہ ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کنواں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو اس مقام پر غسل فرمایا اور پھر جانب معلی کی طرف سے داخل ہوئے۔ بیرطوی سے جب بیت اللہ شریف کو روانہ ہوتے ہیں تو تھوڑی دور پہنچ کر دو راستے ہو جاتے ہیں۔ ان سے بائیں راستہ چل کر باہر جنت معلی سے ہوتے ہوئے سیدھے باب السلام پر پہنچیں۔ باب السلام مسجد حرام کے دروازوں سے ایک دروازہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرف سے مسجد حرام میں داخل ہوئے۔

داخلہ مکہ مکرمہ کی دعا مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی دعا کسی صحیح حدیث میں نہیں اس لئے وہی دعا پڑھیں جو عموماً ہر بستی میں داخل ہونے کے وقت آئی ہے چنانچہ اوپر گذر چکی ہے۔

مسجد حرام میں داخل ہونے کی دعا اس کے لئے بھی کوئی خاص دعا نہیں آئی۔ پس وہی دعا پڑھیں جو عام طور پر مسجدوں میں داخل ہونے کے وقت پڑھی جاتی ہے یعنی اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ" یا اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

مسجد حرام میں داخل ہونے کی کیفیت مسجد حرام میں داخل ہونے کی کیفیت وہی ہے جو عام مسجدوں کی ہے یعنی دایاں پاؤں پہلے رکھتے ہیں اور بایاں پیچھے نکلنے کے وقت اس کا الٹ کرتے ہیں اور جوتا پہننے اور اتارنے کے وقت بھی ایسا ہی کرے یعنی پہلے دایاں پاؤں پہنے پھر بایاں اور اتارنے کے وقت اس کا الٹ کرے۔ اور جوتے پہننے اور اتارنے کی یہ کیفیت مسجد حرام یا عام مسجد کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مسجد غیر مسجد سب جگہ اسی طرح کرے۔ احادیث میں عام آیا ہے۔

رویت بیت اللہ اور اس کی دعا باب السلام سے داخل ہو کر جب بیت اللہ شریف پر نظر پڑے تو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھیں چنانچہ ابن جریج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَيْتَ تَشْرِيْفًا وَّتَعْظِيْمًا وَّتَكْرِيْمًا وَّمَهَابَةً وَّبِرًّا وَّزِدْ مَنْ شَرَّفَهُ وَكَرَّمَهُ مِمَّنْ حَجَّهُ أَوِ اعْتَمَرَهُ تَشْرِيْفًا وَّتَعْظِيْمًا (مناسک ابن تیمیہ)۔ (ترجمہ) اے اللہ! اس گھر کو شرافت، بزرگی، عزت، ہیبت اور نیکی میں زیادہ کر اور حج یا عمرہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے والوں سے جس نے اس گھر کی شرافت اور تعظیم کی اس کو بھی شرافت اور بزرگی میں زیادہ کر۔

اصل مسجد حرام اور باب بنو شیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد صرف مطاف (طواف کی جگہ) تھی جس کا فرش اب سنگ مرمر کا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اور پھر حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں کچھ اضافہ کیا گیا۔ ان کے بعد دیگر بادشاہوں نے اس کو بہت وسیع کر دیا۔ بیر زمزم کے قریب مقام ابراہیم کے سامنے اصل دیواروں کے بغیر کمانی دار دروازہ بنا ہوا ہے۔ اصل مسجد حرام کا دروازہ یہی ہے۔ اس کو باب بنو شیبہ کہتے ہیں۔ باب السلام سے سیدھے اس دروازہ کو آئیں اس سے داخل ہو کر حجر اسود کا رخ کریں۔ اگر چاہیں تو اس دروازے میں داخل ہوتے وقت وہی دعا پڑھیں جو مسجد میں داخل ہوتے وقت پڑھی جاتی ہے کیونکہ اصل مسجد حرام یہی ہے۔ اس کی دیواریں ہٹا دی گئی ہیں۔ دروازہ قائم ہے۔

حجر اسود کا بوسہ اور اس کی دعا حجر اسود بیت اللہ کے مشرقی کونہ میں چاندی کے خول کے اندر ہے باب بنو شیبہ سے داخل ہو کر حجر اسود کی طرف آئیں۔ اس کو چھوئیں اور بوسہ دیں اور وہ دعا پڑھیں جو پہلے گذر چکی ہے اگر چھونا یا بوسہ دینا ہجوم کی وجہ سے مشکل ہو تو ہاتھ کا اشارہ کر کے ہاتھ کو چوم لینا کافی ہے۔

طواف بیت اللہ اور اس کی دعا حجر اسود کو چھونے اور بوسہ دینے کے بعد اپنے دائیں ہاتھ کی جانب بیت اللہ کے گرد چکر لگانا شروع کریں۔ سات چکر پورے کریں۔ اسی کو طواف بیت اللہ کہتے ہیں۔ ہر چکر میں حجر اسود کے سامنے آئیں تو بدستور اس کو چھوئیں اور بوسہ دیں اور دعا مذکور پڑھیں اور جب رکن یمانی کے برابر آئیں تو یہ دعا پڑھیں۔ اَللّٰھُمَّ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ رکن یمانی اور حجر اسود کے علاوہ چکر کے باقی حصے میں یہ کلمات کہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۝

نوٹ۔ حجر اسود اور رکن یمانی کے برابر آنے کے وقت اور چکر کے باقی حصہ میں ان دعاؤں کے علاوہ اور دعائیں بھی آئی ہیں اگر یاد ہوں تو پڑھ سکتے ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام شافعیؒ نے قرآن مجید پڑھنے کی بھی اجازت دی ہے۔

رمل اور اضطباع طواف کرتے وقت پہلے تین چکر میں رمل کریں یعنی کندھے ہلاتے ہوئے تیز چلیں جیسے پہلوان چلتا ہے اور باقی چار چکر میں آہستہ چلیں۔ حدیث میں ایسا ہی آیا ہے نیز احرام کی اوپر کی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے کر کے اس کی دونوں طرف بائیں کندھے پر ڈال لیں۔ طواف کے وقت ایسا کرنا مسنون ہے۔ اس کو اضطباع کہتے ہیں۔

مقام ابراہیم اور اس پر طواف کی دو رکعت اور دعا طواف بیت اللہ سے فارغ ہو کر وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى پڑھتے ہوئے مقام ابراہیم کی طرف آئیں۔ مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام کعبہ کی تعمیر کرتے تھے جو بیت اللہ کے دروازے کے سامنے ایک کوٹھڑی میں مقفل ہے۔ اس کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کر کے دو رکعت نماز پڑھیں۔ اسی کو طواف کی نماز کہتے ہیں۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ اور دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھیں پھر یہ دعا مانگیں۔

مقام ابراہیم کی دعا اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِيْ وَاِنَّكَ تَعْلَمُ حَاجَتِيْ فَاَعْطِنِيْ سُؤْلِيْ وَتَعْلَمُ مَا عِنْدِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا يُّبَاشِرُ قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَنْ يُّصِيْبَنِيْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ وَارْضِنِيْ بِمَا قَضَيْتَهٗ عَلَيَّ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۔ (حاشیہ ایضاح للھیثمی بحوالہ ابن الجوزی فانرتی) ترجمہ۔ یا اللہ! تو میرا ظاہر اور باطن جانتا ہے پس میرے عذر کو قبول کر اور میری حاجت کو تو جانتا ہے پس میری مانگی چیز مجھ کو دے۔ میرے دل میں جو ہے اس کو تو جانتا ہے پس میرے گناہ بخش دے۔ یا اللہ میں تجھ سے ایسے ایمان کا سوال کرتا ہوں جو دل میں رچ جائے اور سچا یقین یہاں تک کہ سمجھ لوں کہ مجھ کو وہی پہنچے گا جو تو نے میری قسمت میں لکھا ہے اس پر راضی رہنے کے ساتھ سوال کرتا ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طواف یعنی سعی صفا مروہ اور اس کی دعا

مقام ابراہیم سے فارغ ہو کر حجر اسود کو بوسہ دیں اور مسجد حرام کے باب الصفا سے باہر نکلیں۔ صفا پہاڑی پر پہنچیں وہ باب الصفا سے چند قدم کے فاصلے پر ہے۔ صفا پہاڑی کے قریب پہنچ کر یہ پڑھیں۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ۔ ترجمہ۔ بیشک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے نشانات سے ہیں میں بھی اس شے کے ساتھ شروع کرتا ہوں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے۔" پھر صفا مروہ پر چڑھ کر یہ کلمات کہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ (مشکوٰۃ)۔ ترجمہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہی اور تمام تعریف اسی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ واحد کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے (محمد صلعم) کی مدد کی اور سب جماعتوں (کافروں) کو شکست دی۔" اس کے بعد یہ دعا پڑھیں جو موطا میں ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَاِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ وَاِنِّيْ اَسْئَلُكَ كَمَا هَدَيْتَنِيْ لِلْاِسْلَامِ اَنْ لَّا تَنْزِعَهٗ مِنِّيْ وَاَنْ تَتَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا (اصباح مع حاشیۃ ہیثمی) ترجمہ۔ اے اللہ تو نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ تیری بات سچی ہے اور تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جس طرح تو نے مجھے اسلام کے لئے ہدایت کی ہے اس کو مجھ سے نہ چھین یہاں تک کہ تو مجھے اسلام کی حالت پر فوت کرے۔

اس کے بعد پہاڑی مروہ کی طرف چلیں۔ صفا مروہ کے درمیان۔ مروہ کو جاتے ہوئے بائیں جانب دو دو سبز نشان ہیں جن کو مِيْلَيْنِ اَخْضَرَيْنِ کہتے ہیں۔ جب ان سے پہلے کے قریب پہنچیں۔ چھ سات ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے تو دوڑنا شروع کریں۔ جب دوسرے نشان کے قریب پہنچیں تو دوڑنا ترک کر دیں پھر بدستور چلیں یہاں تک کہ مروہ پہاڑی پر پہنچیں اور مروہ پر بھی وہی کلمات اور دعا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھیں جو صفا پر پڑھی تھی۔ اور صفا مروہ کے درمیان دوڑنے کے وقت یہ دعا پڑھیں۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ فَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ (ایضاح مع حاشیہ ہیثمی بحوالہ طبرانی۔ بیہقی۔ ابن ابی شیبہ) ترجمہ "اے رب میرے بخش اور رحم کر پس تو ہی بہت عزت والا اور بزرگ ہے" اور آہستہ آہستہ چلنے کے وقت بھی یہ دعا پڑھ سکتے ہیں۔ پھر مروہ سے لوٹ کر صفا پر آویں۔ دوڑنے کی جگہ دوڑیں اور چلنے کی جگہ چلیں اور بدستور دعائیں پڑھیں۔ صفا پر پہنچ کر دو پھیرے ہوئے اسی طرح سے سات پھیرے پورے کریں۔ جن کی ابتدا صفا سے ہے اور انتہا مروہ پر ہے۔ اگر آپ نے صرف عمرے کا احرام باندھا ہے تو احرام کھول دیں یعنی حجامت کرالیں۔ خوشبو لگالیں کپڑے وغیرہ بدل لیں اور اگر حج یا حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا ہے تو بدستور احرام کی حالت میں رہیں۔ اپنا کوئی نیک شغل جاری رکھیں۔ ذکر کریں نماز پڑھیں۔ طواف کریں۔ ہر طرح مختار ہیں۔ اگر احرام کھول چکے ہیں تو بھی یہ کام کر سکتے ہیں آٹھویں تاریخ تک۔

مقام منیٰ کو جانے کی تیاری

جب ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ آئے تو اگر آپ احرام کھول چکے ہیں تو حج کے لئے نیا احرام باندھ کر اور اگر پہلا احرام قائم ہے تو اسی کے ساتھ صبح ہی منیٰ کو (جو مکہ سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے) جانے کی تیاری کریں بعض لوگ ساتویں ذی الحجہ کو منیٰ جانے کی تیاری کر لیتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔ منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھیں۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب، عشاء اور نویں ذی الحجہ کی فجر۔

میدان عرفات جانے کی تیاری

نویں ذی الحجہ کو منیٰ میں فجر کی نماز پڑھ کر عرفات جانے کی تیاری کریں جو مکہ سے ۹ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ ظہر کی نماز مسجد نمرہ میں پڑھیں جو عرفات کے میدان کے کنارے پر واقع ہے۔ عرفات کو جاتے ہوئے رستہ میں مزدلفہ آتا ہے وہاں پہنچ کر عرفات کی طرف دو رستہ ہو جاتے ہیں۔ ایک کا نام ہے دائیں جانب سے "طریق ضب" ہے اور دوسرے کا نام "مازمین" ہے لوگ عموماً مازمین کے راستے جاتے ہیں۔ آپ کوشش کریں کہ ضب کے رستے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی راستے گئے تھے۔ مسجد نمرہ میں امام کے ساتھ ظہر عصر دونوں نمازیں ظہر کے وقت پڑھنی چاہئیں۔ یہ متفقہ مسئلہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ مکہ کے لوگ دوگانہ پڑھیں یا پوری پڑھیں مگر ترجیح دوگانہ ہی کو ہے۔ خواہ مکہ کے حاجی ہوں یا دوسرے ملک کے۔

وقوف عرفات وقوف کے معنے ٹھیرنے کے ہیں ظہر و عصر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد میدان عرفات میں داخل ہو کر اللہ کی یاد میں مشغول ہوں۔ قرآن پڑھیں ذکر و اذکار کریں۔ دعا کریں اگر ہو سکے تو جبل الرحمۃ پر پہنچیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ وقوف فرمایا تھا۔ سورج غروب ہونے تک یہی مشغلہ رہے۔ عرفات میں وقوف بہت بڑا رکن ہے۔ یہ وقت بڑی عاجزی اور انکساری میں گذارنا چاہیے

عرفات کی دعا میدان عرفات میں ہر قسم کی دعا کر سکتے ہیں۔ خواہ قرآن میں ہو یا حدیث میں ہو مندرجہ ذیل دعا خصوصیت سے آئی ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَالَّذِیْ تَقُوْلُ۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ وَاِلَیْکَ مَآبِیْ وَلَکَ رَبِّ تُرَاثِیْ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَوَسْوَاسِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا تَجِیْءُ بِہِ الرِّیْحُ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِیْءُ بِہِ الرِّیْحُ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ وَسَاوِسِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ وَفِتْنَۃِ الْقَبْرِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا یَلِجُ فِی اللَّیْلِ وَشَرِّ مَا یَلِجُ فِی النَّھَارِ وَشَرِّ مَا تَھُبُّ بِہِ الرِّیْحُ وَشَرِّ بَوَائِقِ الدَّھْرِ لَبَّیْکَ اِنَّمَا الْخَیْرُ خَیْرُ الْاٰخِرَۃِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا۔

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ بادشاہی اور حمد اسی کے لئے ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یا اللہ تعریف تیرے لئے ہے جس طرح تو فرماتا ہے اور اس سے بہتر جو ہم کہتے ہیں یا اللہ میری نماز میری قربانی میری زندگی اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میری موت تیرے ہی لئے ہے۔ میرا رجوع تیری طرف ہے تو ہی میرا وارث ہے یا اللہ قبر کے عذاب سینے کے وسوسوں اور کام کی پریشانی سے پناہ مانگتا ہوں۔ یا اللہ جس چیز کو ہوا لاتی ہے۔ اس کی بھلائی مانگتا ہوں۔ اللہ جس کو ہوا لاتی ہے اس کی شر سے پناہ مانگتا ہوں اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ بادشاہی اور حمد اسی کے لیئے ہے وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ یا اللہ میرے کان میں اور آنکھ میں اور دل میں نور بھر دے یا اللہ میرے سینے کو فراخ کردے اور میرے کام کو آسان کر دے سینے کے وسوسوں اور کام کی پریشانی اور عذاب قبر سے پناہ چاہتا ہوں یا اللہ جو چیز رات اور دن میں داخل ہوتی ہے اس کی شر اور جس کو ہوا اڑاتی ہے اور زمانہ کے حوادث کی شر سے پناہ مانگتا ہوں حاضر ہوں یا اللہ حاضر ہوں۔ آخرت کی بھلائی تمام بھلائیوں سے بہتر ہے۔ اللہ بڑا ہے اور اللہ کے لئے حمد ہے۔ اللہ بڑا ہے اور اللہ کے لئے حمد ہے اللہ بڑا ہے اور اللہ کے لئے حمد ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ بادشاہی اور حمد اللہ کے لئے ہے یا اللہ اس حج کو حج خالص کر اور گناہوں کو بخشے ہوئے کر۔

افاضہ از عرفات افاضہ کے معنے لوٹنے کے ہیں۔ عرفات سے سورج غروب ہونے کے بعد مزدلفہ کی طرف لوٹیں۔ مزدلفہ عرفات کے درمیان قریباً ۴ کوس کا فاصلہ ہے مگر مغرب کی نماز عرفات میں نہ پڑھیں بلکہ واپس مزدلفہ میں پہنچ کر مغرب کو عشاء کے ساتھ جمع کر کے امام کی اقتدا میں ادا کریں۔ اگر جماعت نہ ملے تو اکیلے پڑھیں پھر رات کو یہیں آرام کریں دسویں تاریخ ذی الحجہ کو صبح کی نماز اول وقت اٹھ کر امام کی اقتداء میں اندھیرے میں پڑھیں اور نماز پڑھتے ہی دعا میں مشغول ہو جائیں۔ دعا کوئی معین نہیں جو چاہیں مانگیں۔ بہتر یہ ہے کہ وہاں کی مسجد سے جنوب کی جانب مشعر الحرام ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہے اس پر جا کر دعا کریں۔ وہاں ایک چھوٹا سا چبوترہ بنا ہوا ہے وہ مشعر الحرام کا حصہ ہے۔

مزدلفہ سے منیٰ کو واپسی فجر کی نماز اور دعا کے بعد جب اچھی طرح روشنی ہو جائے لیکن ابھی سورج نہ نکلا ہو تو وہاں سے منیٰ کی طرف لوٹیں۔ منیٰ وہاں سے قریباً دو کوس ہے جب وادی محسر میں پہنچیں جو مزدلفہ کی طرف منیٰ کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کنارہ ہے اس میں ذرا تیز چلیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تیز گذرے تھے کیونکہ وہاں اصحاب الفیل ہلاک ہوئے تھے۔ اسی وادی سے جمروں کے مارنے کے لیئے ۷۰ یا ۴۹ کنکر اٹھائے بعض لوگ یہ کنکر مزدلفہ سے اٹھا لیتے ہیں مگر یہ خلاف سنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی محسر سے اٹھائے تھے۔ اس وادی سے گذر کر دائیں ہاتھ کو پہاڑ کے ساتھ ساتھ ایک راستہ آتا ہے اس راستہ سے ہوتے ہوئے جمرۃ العقبہ پر پہنچیں۔ یہ گڑا ہوا پتھر ہے۔ اس کے سامنے ذرا ہٹ کے نیچی جگہ میں اس طرح کھڑے ہوں کہ بایاں ہاتھ قبلہ کی جانب ہو۔ اس کو ایک ایک کر کے سات کنکر ماریں اور ہر ایک کنکر کے ساتھ اللہ اکبر کہیں۔ پھر قربانی کریں۔ مگر یہ قربانی منیٰ کی حدود کے اندر ہو خواہ کسی جگہ ہو اس کے بعد احرام کھول دیں۔ حجامت وغیرہ کرائیں سر منڈانا۔ کتروانے سے بہتر ہے جو اشیاء احرام میں ممنوع تھیں احرام کھولنے کے بعد جائز ہیں۔ مگر بیوی کے پاس جانا جائز نہیں۔

طواف افاضہ

طواف بیت اللہ کی تین قسمیں ہیں جو عرفات جانے سے پہلے مکہ میں آتے ہی کرتے ہیں وہ طواف قدوم ہے جو عرفات سے واپس آکر کرتے ہیں اس کو طواف افاضہ اور طواف زیارت کہتے ہیں اور جو اپنے وطن کو واپس آنے کے وقت کرتے ہیں اس کو طواف وداع کہتے ہیں۔

طواف افاضہ وقوف عرفات کی طرح حج کا رکن ہے باقی دو طواف رکن نہیں اور وقت کی تنگی کی وجہ سے کوئی شخص مکہ نہ پہنچ سکے اور سیدھا عرفات کو آجائے تو اس کا حج ہو جائے گا۔ منیٰ میں کپڑے بدلنے کے بعد مکہ شریف جلدی پہنچ کر بدستور سابق طواف افاضہ کریں مگر اس میں اضطباع تو ہوتا نہیں اور رمل کی بھی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر طواف قدوم میں رمل نہ کیا ہو تو طواف افاضہ میں رمل کریں۔ اس کے بعد مقام ابراہیم میں بدستور سابق دو رکعت پڑھیں۔ پھر زمزم کا پانی پئیں پانی پینے کے وقت جس قسم کی آپ نیت کریں خدا پوری کرے گا۔ کسی بیماری سے شفاء کی یا علم وغیرہ کی، اس کے بعد صفا مروہ کے درمیان بدستور سابق طواف کریں۔ مگر اس طواف کی ضرورت دو صورتوں میں ہے۔ ایک یہ کہ میقات پر پہنچ کر صرف حج کا احرام باندھا ہو اور مکہ میں آکر طواف بیت اللہ اور طواف صفا مروہ کر کے حلال ہو گئے ہوں۔ اور آٹھویں ذی الحجہ کو حج کے لیے نئے سرے سے احرام باندھا ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ طواف قدوم کے بعد صفا مروہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا طواف نہ کیا ہو۔

جمرے مارنا طواف افاضہ سے فارغ ہو کر اسی روز منیٰ کو لوٹ جائیں اور وہاں تین دن گذاریں تینوں روز آفتاب ڈھلے تینوں جمروں کو سات سات کنکر ماریں اور ہر کنکر کے ساتھ اللہ اکبر کہیں پہلے جمرہ اولیٰ کو جو مسجد خیف کے قریب ہے اس کی جانب جنوب یا جانب مشرق میں کھڑے ہو کر ماریں پھر جانب شمال سے ہو کر قبلہ کی طرف جمرے سے ذرا سا آگے بڑھیں اور قبلہ رخ ہو کر دعا کریں دعا کی معین نہیں جو چاہیں کریں۔ پھر جمرہ وسطیٰ کو ماریں جو جمرۂ اولیٰ کے قریب ہے۔ مارنے کے وقت اس کے جانب جنوب مغرب میں کھڑے ہوں پھر قبلہ کی طرف آگے بڑھ کر قبلہ رخ ہو کر دعا کریں۔ پھر جمرہ عقبہ کو ماریں جیسے عید کے دن مارا تھا اور اس کے پاس دعا نہ کریں۔ تین روز گیارہویں، بارہویں، تیرہویں اسی طرح ماریں اگر بارہویں کو مار کر واپس آنا چاہیں تو بھی اجازت ہے اگر ہو سکے تو مکہ کو واپس آتے وقت مقام محصب میں رات گذاریں جو منیٰ سے مکہ جاتے ہوئے مکہ کے قریب پہنچ کر بائیں طرف پڑتا ہے۔ اس کے گرد چھوٹی چھوٹی دیوار ہے اور برلب سڑک ایک عالیشان عمارت ہے اور وہاں دو کنوئیں ہیں ایک دیوار کے اندر جو آباد ہے دوسرا باہر جو آباد ہے اس کے ساتھ آخورد (کھرلی) کی شکل کا چھوٹا سا حوض اونٹوں کو پانی پلانے کے لئے بنا ہوا ہے اس پر ان دنوں میں پانی نکالنے کی خاطر بادشاہ کی طرف سے مشین لگ جاتی ہے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کو رخصت ہونے کے وقت ٹھہرتے تھے۔ بس اب حاجی کا حج پورا ہو گیا۔ اب صرف وطن جانے کے وقت طواف وداع کرنا باقی ہے۔

تمتع۔ قران۔ افراد میقات پر پہنچ کر اگر صرف عمرہ کا احرام باندھیں۔ اور مکہ میں پہنچ کر بیت اللہ اور صفا مروہ کے طواف کے بعد احرام کھول دیں اور آٹھویں تاریخ کو نئے سرے سے حج کا احرام باندھیں تو اس کو حج تمتع کہتے ہیں۔ اور اگر میقات پر پہنچ کر صرف حج کا احرام باندھیں اور عید کے دن کھولیں تو اس کو حج قران کہتے ہیں حج قران میں اور تمتع میں قربانی ضروری ہے۔ افراد میں ضروری نہیں۔

اس میں اختلاف ہے کہ ان تینوں سے کونسا بہتر ہے۔ شافعیہ کے نزدیک افراد بہتر ہے بشرطیکہ حج سے فارغ ہو کر ذی الحجہ میں عمرہ کرے۔ حنفیہ کے نزدیک قران افضل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ بعض اہلحدیث تمتع کو افضل کہتے ہیں۔ ہماری تحقیق اس میں یہ ہے کہ قران اور تمتع افراد سے افضل ہے۔ اور اگر قربانی احرام باندھ کر ساتھ لائے تو قران تمتع سے افضل ہے اور اگر قربانی ساتھ نہ لائے تو پھر قران اور تمتع میں کچھ ایسا فرق نہیں ہے ہاں کسی قدر ہمارا میلان قران کی طرف ہے۔

عُمرہ عمرہ صرف دو کاموں کا نام ہے یعنی طواف بیت اللہ اور طواف صفا مروہ۔ طواف بیت اللہ کے ساتھ مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز بھی ہے۔ تمتع والے کا عمرہ تو الگ ادا ہو گیا اور قران والے کا حج کے ساتھ ادا ہو گیا۔ افراد والا اگر عمرہ کرنا چاہے تو حج سے فارغ ہو کر کر سکتا ہے۔ اگر حج کے مہینوں سے پہلے اس سال میں یا گزشتہ سالوں میں حج کے ساتھ یا حج سے الگ اس نے عمرہ نہیں کیا تو اس سال حج سے فارغ ہو کر عمرہ ضرور کرے کیونکہ یہ بھی ایک ضروری شے ہے اگرچہ حج سے اس کا درجہ کم ہے لیکن بہت سے علماء اس کے وجوب کی طرف گئے ہیں اس لئے اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔

زیارتِ مدینہ منوّرہ مدینہ منورہ کو زیارتِ مسجد نبوی کی نیت سے جانا چاہئے۔ مسجد نبوی میں ایک نماز ۵۰ ہزار نماز کا ثواب رکھتی ہے۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ جو مسجد نبوی میں ۴۰ نمازیں پڑھے وہ آگ۔ عذاب۔ نفاق سے بری ہو جاتا ہے۔

پہلے مسجد نبوی میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد دو رکعت پڑھیں پھر روضہ شریف کے پاس آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین پر درود وسلام پڑھیں اور قبرستان مدینہ جس کا نام بقیع ہے اور شہداء اُحد وغیرہ کی زیارت کریں ان کے حق میں وہی دعا کریں جو قبروں کی زیارت کے لئے آئی ہے اور مدینہ میں کئی ایک اور مسجدیں مشہور ہیں مگر ان میں نماز کا ذکر نہیں آیا صرف مسجد قبا کی بابت حدیث میں آیا ہے کہ اس میں دو رکعت پڑھنا عمرہ کا ثواب رکھتا ہے جو مدینہ سے دو اڑھائی میل کے فاصلہ پر ہے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جایا کرتے تھے۔

قبولیتِ دُعا کے خاص مقامات مکہ کرمہ میں مندرجہ ذیل مقامات میں خصوصیت سے دعا قبول ہوتی ہے۔

(۱) طواف بیت اللہ میں (۲) ملتزم کے پاس (کعبہ کی دیوار کا وہ حصہ ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو رکن حجر اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان ہے (۳) بیت اللہ کے پرنالے کے نیچے (۴) بیت اللہ کے اندر (۵) زمزم کے پاس (پانی پینے کے وقت) (۶) صفا پر جب سعی کرنے لگیں۔ (۷) مروہ پر جب سعی کرنے لگیں (۸) طواف صفا مروہ میں (۹) مقام ابراہیم پر طواف بیت اللہ کی دو رکعت پڑھنے کے وقت (۱۰) عرفات میں (۱۱) مزدلفہ میں (۱۲) منیٰ میں (۱۳) جمروں کے پاس بجز جمرہ عقبہ)۔ (ایضاح للنووی بحوالہ رسالہ حسن بصری)

واپسی کی دعا اپنے شہر یا گاؤں میں واپس آنے کے وقت یہ دعا پڑھیں:۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لیے حمد ہے وہ ہر شے پر قادر ہے۔ ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے توبہ کرنے والے ہیں۔ اسی کے لیے عبادت اور سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کو سچا کر دیا۔ اور اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اس اکیلے لشکروں کو شکست دی۔

مسئلہ۔ اپنے شہر یا گاؤں میں پہنچ کر مکان میں جانے سے پہلے قریب کی مسجد میں دو رکعت نفل پڑھیں۔

نوٹ:۔ حاجی چونکہ اللہ کی طرف سے مغفور ہوتا ہے اس لئے اس کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ اس سے ملاقات کریں اور دعا کرائیں۔ خدا تعالیٰ ہر مسلمان کو توفیق بخشے کہ وہ زیارت حرمین الشریفین سے مشرف ہو کر اپنے گناہوں اور خطاؤں کو بخشوائیں۔ واللہ الموفق للصواب والیہ المرجع والمآب۔

تنبیہ۔ حج کے تمام مناسک واحکام عرض کر دیے گئے ہیں۔ حجاج کرام کو چاہیے کہ ان کے مطابق فریضہ حج ادا کریں۔ کیونکہ یہ مبارک سفر بار بار میسر نہیں آتا۔ اس لئے موافق سنت ادا کرنا چاہیے۔ نیز حاجی کو چاہیے کہ وہ یہ سمجھے کہ میں مکہ مکرمہ میں تجدید توبہ کر چکا ہوں اس کو کبھی نہ توڑوں گا۔ صبح وشام استقامت واطاعت وخاتمہ بالایمان کی دعا مانگتے رہیں۔ صغائر وکبائر تمام گناہوں سے کلی پرہیز کریں۔ بدعادات اور بری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خصلت کو چھوڑ دیں۔ والتوفیق بید اللہ۔ عبداللہ امرتسری
(تنظیم اہلحدیث روپڑ ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء)

سوال: ہمارے ایک صاحب حج کی نیت رکھتے تھے اب وہ انتقال کر گئے ہیں۔ مرحوم کی طرف سے ان کے بھائی حج بدل کرانا چاہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ حج بدل کے لئے کیا یہ لازم ہے کہ ایسا ہی شخص ہو جس نے پہلے اپنے مصارف سے حج کیا ہو یا نہ۔

جواب: بعض علماء کا خیال حدیث نبوی کے خلاف ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج بدل والے کو فرمایا تھا حج عن نفسك ثم حج عن شبرمة رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ وصححہ ابن حبان والراجح عند احمد وقفه (بلوغ المرام) اوّل تو ابوداؤد وابن ماجہ میں مرفوع بھی ہے دوسرا اگر بالفرض موقوف بھی ہو تو قول صحابی بعض علماء کے خیال سے راجح ہے پس مقدم حج نائب راجح ہے۔ ابوسعید شرف الدین دہلوی

حج کی ایک قسم حج بدل بھی ہے جو کسی معذور یا متوفی کی طرف سے نیابۃً کیا جاتا ہے اس کی نیت کرتے وقت لبیک کے ساتھ جس کی طرف سے حج کے لئے آیا ہے اس کا نام لینا چاہیے مثلاً ایک شخص زید کی طرف سے حج کے لئے گیا تو وہ یوں پکارے لبیک عن زید نیابۃً کسی معذور زندے کی طرف سے حج کرنا جائز ہے۔ اسی طرح کسی مرے ہوئے کی طرف سے بھی حج بدل کرایا جا سکتا ہے۔ ایک صحابی نے نبی صلعم سے عرض کیا تھا کہ میرا باپ بہت ہی بوڑھا ہو گیا ہے وہ سواری پر بھی چلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ اجازت دیں تو میں اس کی طرف سے حج ادا کرلوں۔ آپ نے فرمایا ہاں کرلو (ابن ماجہ) مگر اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ جس شخص سے حج بدل کرایا جائے وہ پہلے خود اپنا حج فرض ادا کر چکا ہو جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہے۔ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع رجلا یقول لبیك عن شبرمة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شبرمة قال قریب لی قال هل حججت قط قال لا قال فاجعل هذه عن نفسك ثم حج عن شبرمة (رواہ ابن ماجہ) یعنی ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ وہ لبیک پکارتے وقت کسی شخص شبرمہ نامی کی طرف سے لبیک پکار رہا ہے آپ نے دریافت کیا کہ بھئی یہ شبرمہ کون ہے اس نے کہا شبرمہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرا ایک قریبی ہے۔ آپ نے پوچھا تو نے اپنا حج ادا کیا ہے اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اپنے نفس کی طرف سے حج ادا کر پھر شبرمہ کی طرف سے کرنا" اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حج بدل وہی کر سکتا ہے جو پہلے اپنا حج کر چکا ہو۔ بہت سے ائمہ اور امام شافعی و امام احمد کا یہی مذہب ہے۔ لمعات میں ملا علی قاری مرحوم لکھتے ہیں الامر یدل بظاهره على ان النيابة انما يجوز بعد اداء فرض الحج واليه ذهب جماعة من الائمة والشافعي واحمد۔ یعنی امر نبوی بظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نیابت اسی کے لئے جائز ہے جو اپنا فرض حج ادا کر چکا ہو۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایۂ ناز کتاب نیل الاوطار میں یہ باب منعقد کیا ہے بَابُ مَنْ حَجَّ عَنْ غَيْرِهِ وَلَمْ يَكُنْ حَجَّ عَنْ نَفْسِهِ یعنی جس شخص نے اپنا حج نہیں کیا وہ غیر کا حج بدل کر سکتا ہے یا نہیں۔ اس پر آپ حدیث بالا شبرمہ والی لائے ہیں اور اس پر یہ فیصلہ دیا ہے وَلَيْسَ فِي هٰذَا الْبَابِ اَصَحُّ مِنْهُ یعنی حدیث شبرمہ سے زیادہ اس باب میں اور کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی ہے۔ پھر فرماتے ہیں وظاهر الحديث انه لا يجوز لمن يحج عن نفسه ان يحج عن غيره وسواء كان مستطيعا او غير مستطيع لان النبي صلى الله عليه وسلم لم يستفصل هذا الرجل الَّذِىْ سَمِعَهُ يُلَبِّيْ عَنْ شبرمة وهو ينزل منزلة العموم والى ذلك ذهب الشافعي والناصر (جزء رابع نيل الاوطار ص۱۷۳) یعنی اس حدیث سے ظاہر ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کی طرف سے پہلے حج نہ کیا ہو وہ حج بدل کسی دوسرے کی طرف سے نہیں کر سکتا خواہ وہ اپنا حج کرنے کی طاقت رکھنے والا ہو یا طاقت نہ رکھنے والا اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو شبرمہ کی طرف سے لبیک پکارتے ہوئے سنا تھا اس سے آپ نے یہ تفصیل نہیں دریافت کی۔ پس یہ بمنزلہ عموم ہے اور امام شافعی و ناصر کا یہی مذہب ہے۔

پس حج بدل کرنے اور کرانے والوں کو سوچ سمجھ لینا چاہیے۔ امر ضروری یہی ہے کہ حج بدل کے لئے ایسے آدمی کو تلاش کیا جائے جو اپنا حج ادا کر چکا ہو تاکہ بلاشک وشبہ ادائیگی فریضۂ حج ہو سکے۔ اگر کسی بغیر حج کئے ہوئے کو بھیج دیا تو حدیث بالا کے خلاف ہوگا نیز حج کی قبولیت اور ادائیگی میں پورا پورا تردد بھی باقی رہے گا۔ عقلمند ایسا کام کیوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے جس میں کافی روپیہ خرچ ہو اور قیمت میں تردد ذہاب وشبہ ہاتھ آوے ع

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی حنفی اپنی کتاب زیارۃ الحرمین میں صفحہ ۱۶۸ پر تحریر فرماتے ہیں "بہتر یہ ہے کہ حج بدل اس شخص سے کرائے جو دیندار اور مسائل سے واقف ہو کہ عوام پر مسائل سے ناواقفیت کے سبب تاوان واجب ہو جاتا ہے اور حج بدل ادا نہیں ہوتا۔ اور پہلے اپنا حج کر چکا ہو کہ جس نے اپنا حج نہیں کیا اگرچہ صحیح روایت (شاید روایات فقہی مراد ہے) کے موافق وہ حج بدل کر سکتا ہے (یہ مولانا نے اپنے مسلک کے مطابق تحریر فرمایا ہے) اور اس پر اس سفر سے اپنا حج بھی فرض نہ ہوگا مگر اختلاف سے بچنا افضل ہے"، پس ایک مسلّمہ حنفی عالم کے فتوے کے مطابق بھی حج بدل اسی شخص سے کرانا بہتر ہے جو پہلے اپنا حج ادا کر چکا ہو واللہ اعلم بالصواب۔

محررہ محمد داؤد راز۔ (حج بیت اللہ شریف ص ۳۴۱)

سوال: جو مسلمان مالدار صاحب نصاب اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے اور طاقت کے باوجود حج بیت اللہ کو نہ جاوے تو کیا وہ مرے دم یہودی یا نصرانی ہو کر مرے گا؟

(عبدالرؤف)

جواب: حدیث شریف میں یوں آیا ہے جو شخص باوجود فرض ہونے وسعت رکھنے اور مانع نہ ہونے کے حج نہ کرے وہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا عیسائی۔ یہ خبر نہیں کہ وہ یہودی یا عیسائی ہو کر مرے گا۔ بلکہ ایک قسم کی ناراضگی ہے۔ زکوٰۃ نہ دینے کا گناہ علاوہ ہے جس کی بابت قرآن مجید فیصلہ کر رہا ہے یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ الآیۃ یعنی جو لوگ مال جمع کرتے ہیں اور زکوٰۃ نہیں دیتے، ان کا مال تپا کر ان کو داغ دیا جاوے گا۔ (اہلحدیث ۱۹ شوال ۱۳۲۷ھ)

سوال: غریب لڑکے کا اپنا باپ سے روپیہ لے کر حج کو جانا جائز ہے یا نہیں اور حج کا ثواب کس کو ملے گا باپ کو یا بیٹے کو؟

جواب: باپ بیٹے دونوں کو ثواب ملے گا۔ باپ کو روپیہ دینے کا۔ بیٹے کو حج کرنے کا۔ (۱۴ رجب ۱۳۳۱ھ)

سوال: اگر ایک شخص پر حج فرض تھا اس نے ادا نہ کیا اور مر گیا تو اس کے لئے حج بدل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرانا ضروری ہے؟۔

جواب: حدیث میں آیا ہے ایک سائل کے سوال کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو قرض کے ساتھ تشبیہ دے کر مردے کی طرف سے ادا کرنے کا حکم فرمایا تھا۔
(۳ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ)

سوال: عورتوں پر حج فرض کس حالت میں ہے؟

جواب: جس حالت میں مردوں پر فرض ہے۔ مزید یہ ہے کہ عورت کے ساتھ کوئی محرم بھی ہونا چاہیئے۔ (۳ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ)

سوال: اکثر لکھا ہوا دیکھا ہے کہ فلاں کام کرنے سے سو حج یا سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے تو اس کام کے کرنے سے آدمی حج سے بچ سکتا ہے اور ۹۹ حج کا ثواب دوسروں کو بخش سکتا ہے۔

جواب: اس قسم کی روایات جو صحیح ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ ثواب اتنا ملے گا۔ یہ مطلب نہیں کہ فریضہ حج اس سے ساقط ہو جائے گا جیسے ایک روایت میں ہے سورۃ قل ہو اللہ ثلث قرآن پڑھنے کے برابر ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ تلاوت قرآن کی ضرورت نہیں قائم مقامی اور چیز ہے اور اصل چیز اور۔ (۳ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ)

سوال: زید عرصہ سے کامل استطاعت رکھتے ہوئے بغیر کسی عذر شرعی کے محض طلب دنیا کے پیچھے لگ کر فرض حج سے محروم رہ کر انتقال کر گیا اس کے ورثاء اگر حج بدل کرائیں تو زید کے ذمہ حج کا فرض ساقط ہو گا یا نہیں؟

جواب: حج بدل حدیثوں میں آیا ہے ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ میرا باپ بہت بوڑھا ہے سواری پہ بیٹھ نہیں سکتا کیا میں اس کی طرف سے حج کروں آنحضرت نے اُسے اجازت دی۔ (۲۵ محرم ۱۳۴۲ھ)

سوال: حج کی کامل استطاعت رکھتے ہوئے حج نہ کرنے والے کے لیے جو وعید احادیث شریف میں وارد ہوئی ہیں اس کی کیا صورت ہے؟

جواب: احادیث میں یوں آیا ہے کہ جو کوئی حج کی طاقت رکھے اور نہ کرے اس کے حق میں برابر ہے کہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی مگر اس مضمون کی حدیث صحیح نہیں۔
(مشکوٰۃ باب المناسک ۲۵ محرم ۱۳۴۲ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح: لیکن اس اثر سے قوت ہوتی ہے بعن عمرؓ عند سعید بن منصور و البیھقی فی سننھما باسناد صحیح قال لقد ھممت ان ابعث رجالاً الی ھذہ الامصار فینظروا کل من کان لہ جدۃ ولم یحج فیضربوا علیھم الجزیۃ ما ھم بمسلمین انتھٰی۔ (تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث مشکوٰۃ ص ۱۱۵ ج ۲)

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ہندوستان کے فوت شدہ وطنی کی طرف سے حج بدل مقیم مکہ سے کرا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: حج بدل میں وطنی ہونے کی شرط نہیں ہندی کی طرف سے عربی حج بدل کر سکتا ہے بشرطیکہ حج بدل کرنیوالا اپنا حج کر چکا ہو (مشکوٰۃ باب المناسک فصل دوم حدیث ابن عباس متعلقہ شبرمہ (۲۵ محرم ۱۳۴۳ھ)

سوال: حج بدل کے لیے احسن طریقہ کیا ہے؟

جواب: طریقہ یہی ہے کہ بدل کرنے والا اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکا ہو اور احرام کے بعد لبیک عن فلان کہے یعنی اس شخص کا نام لے جس کی طرف سے گیا ہے وغیرہ۔

(۲۵ محرم ۱۳۴۳ھ)

سوال: متعہ بالحج کیا ہے؟

جواب: متعہ بالحج اس کو کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں داخل ہو کر عمرہ کر کے احرام ختم کر دے پھر آٹھویں تاریخ ذی الحجہ کو حج کے لیے احرام باندھے۔ (۵ جمادی الاول ۱۳۴۲ھ)

سوال: زید اپنے کم عمر لڑکے کو برائے حج اپنے ہمراہ لے گیا تھا۔ ہنوز وہ لڑکا نابالغ تھا۔ اس کا حج فرض ادا ہوا یا نہیں اب وہ لڑکا جوان ہو گیا مالدار بھی ہے دوبارہ حج فرض ادا کرے یا نہیں؟

جواب: نابالغ پر حج فرض نہیں قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حج مستطیع (صاحب طاقت) پر فرض ہے مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ اس لئے نابالغ کے حج سے مفروضہ حج ادا نہیں ہو گا۔ اللہ اعلم۔ (۲۲ رجون ۱۹۳۳ء)

تعاقب بر فتویٰ ۲۲ جون ۱۹۳۳ء

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت ایک لڑکے کے متعلق دریافت کرتی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هل لهذا حج قال نعم ولك اجر۔ اگر بقول آپ کے اور آیت شریفہ کے اس حج سے مفروضہ حج نہیں تھا تو پھر نفل کیسی؟ (محمد یحییٰ موضع کا بیکا پور رنگپوری)

جواب: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حج کا ثواب ہوگا جیسے نفل نماز کا اس سے ہمیں بھی انکار نہیں انکار اس سے ہے کہ بعد حج بالغ متمول ہو جائے تو حج اس پر فرض رہے گا وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا۔ (۴ اگست ۳۳ء)

سوال: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اگر کوئی لڑکا دس برس کی عمر میں نماز نہ پڑھے تو اس کو مارنے کا حکم ہے ایسا ہی اگر کوئی لڑکا دس برس کی عمر کا (جو صاحب مال ہے) عمداً حج کو ترک کرے تو اس کو کیا کریں۔ (محمد یحییٰ مذکور)

جواب: نماز نہ پڑھنے پر مارنے کا حکم آیا ہے۔ حج کے متعلق یہ نہیں آیا اس لیے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ دس سال کے بچے کو حج نہ کرنے پر مارنا چاہیے۔ بجائیکہ حج نہ کرنے پر بڑے کو بھی مارنے کا حکم نہیں ہے۔ اللہ اعلم (۴ اگست ۱۹۳۳ء)

سوال: پچاس سالہ بڑھیا اپنے باون سالہ بوڑھے دیور کے ساتھ حج کو جا سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: پچاس برس کی بڑھیا اپنے باون سالہ بوڑھے دیور کے ساتھ حج کے واسطے نہیں جا سکتی ہے۔ (۱۲ مئی ۱۹۳۳ء)

تعاقب: اس پر عرض یہ ہے کہ سورۂ نور میں اَوِ التَّابِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ کو خاص کر دیا ہے کہ بوڑھے مردوں سے پردہ نہیں ہے علیٰ ہذا القیاس بوڑھے مرد و عورت جن کی قوت جماع ختم ہو چکی ہے آپس میں حج کو چلے جائیں تو کیا عذر ہے۔ فی زمانہ پچاس برس کی عورتیں بالکل کمزور اور بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ بوڑھے مرد کے ساتھ غیر محرم عورتیں بے پردہ نہیں جا سکتیں۔ اللہ تعالیٰ کی کلام تو اجازت دیتی ہے کہ بوڑھے سے کوئی پردہ نہیں ہے مگر آپ پردہ کی قید فرماتے ہیں اور مستفتی نے تصریح کر دی ہے کہ بوڑھا مرد جا سکتا ہے یا نہیں؟ آیت کی رو سے بوڑھے مرد کو اجازت ہے۔

(خاکسار عبد الرحمٰن فرید کوٹی از سکندر آباد دکن)

جواب: قرآن مجید میں لفظ "غیر اولی الاربۃ" آیا ہے جو کسی خاص عمر سے تعلق نہیں رکھتا نہ عمر کا فیصلہ ہم کر سکتے ہیں بعض دفعہ ساٹھ ستر برس بلکہ اسی سالہ بوڑھوں کو شادی کے بعد صاحب اولاد ہوتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ اس لئے فتویٰ صحیح ہے اور تعاقب غلط۔ (۲۲ جون ۱۹۳۳ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: ایک شخص کو روزانہ بلاناغہ احتلام ہوتا ہے وہ حج کر سکتا ہے یا نہیں۔ حالت احرام میں اسے شرعاً کیا کرنا چاہیئے۔

جواب: کثرت احتلام کا عارضہ حیض کے حکم میں ہے اس لئے حضرت عائشہؓ کی حدیث کے مطابق حاجی عمل کر سکتا ہے۔ حرم میں جانے کے وقت نہا لے۔ (۵ نومبر ۳۷ء)

سوال: حاجی کو رخصت کرتے وقت انبوہ در انبوہ اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے جاتے ہیں اور یہی حالت استقبال کے وقت ہوتی ہے کیا یہ نمائش شرعاً جائز ہے۔

جواب: حدیث میں آیا ہے کہ بعض دفعہ خوشی کے موقع پر صحابہؓ تکبیر پڑھا کرتے تھے۔ حج کو جانا۔ واپس آنا مقام مسرت ہے اس لئے تکبیر پڑھنا جائز ہے۔ واللہ اعلم

(۵ نومبر ۱۹۳۷ء)

سوال: زید حج بدل پر جا رہا ہے اس خیال سے کہ میرے بھائی کا حج ادا ہو جاوے گا اور مجھ کو بھی حج کا ثواب ہوگا۔ عمر کہتا ہے کہ زید کو صرف اپنے بھائی سے ہمدردی کا ثواب ہوگا حج کا نہیں مدلل جواب دیں۔

جواب: زید کو حج کی ترغیب دینے اور ہمدردی کا ثواب ملے گا وسعت ہونے پر حج فرض ہوگا۔ حج اسی کا ہے جس نے حج بدل کرایا ہے۔ اللہ اعلم۔ (۲۸ جنوری ۳۸ء)

سوال: میرا ایک لڑکا حج کو جانا چاہتا ہے جس پر شرعاً حج فرض ہو چکا ہے اسے ذیابطیس کی بیماری ہے اور صحت کی حالت اچھی نہیں میں چاہتا ہوں کہ اس کی جگہ کسی دوسرے شخص کو اس سال حج بدل کے لئے بھیجدوں۔ یہ حج بدل میرے لڑکے کے لئے کامل ثواب کا باعث ہوگا یا نہیں؟ (خدا بخش از چنیوٹ)

جواب: معذور اپنی طرف سے حج بدل کسی اور کو کرا سکتا ہے مگر حج بدل کو جانے والا اپنا حج فریضہ ادا کر چکا ہو۔ واللہ اعلم۔ (۹ دسمبر ۳۶ء)

تشریح۔ ذیابطیس حج سے مانع نہیں جیسے نماز سے مانع نہیں۔ لہٰذا خود ہی حج کرے جیسے نماز خود پڑھتا ہے وہ مثل استحاضہ کے معذور ہے۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: دو یا تین شخص حج کرنے کی نیت رکھتے ہیں لیکن اتنا سرمایہ نہیں کہ وہ حج کو جا سکیں حج جانے کی صورت کا یہ مشورہ کیا ہے کہ ہر شخص کسی امانت دار یا کسی محفوظ جگہ پر ہر ماہ برابر کا روپیہ جمع کرتے جائیں جب ایک شخص کے حج کے خرچ کا روپیہ جمع ہو جائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو قرعہ ڈال کر جس کا نام نکلے وہ سب کا روپیہ جمع کیا ہوا لے کر حج کو چلا جائے۔ پھر اسی طرح سب روپیہ جمع کرتے چلے جائیں۔ اس طرح جائز ہو گا یا نہ؟ (محمد حسین شاہ جہاں پور)

جواب: یہ صورت جائز ہے بشرطیکہ اس عرصہ میں مر جانے والا اپنی واجبی شرکت کے لیے وصیت کر جائے یا مال اتنا چھوڑ جائے جو بموجب قرض ادا کیا جائے اور اگر آپس میں ایک دوسرے کو معافی کا وعدہ ہے تو وہ وعدہ معتبر رہے گا۔ اللہ اعلم۔ (۱۰ فروری ۳۹ء)

سوال: مذہبی فلم مثلاً حج مکہ شریف جب تیار ہوئی تو کیا اس میں کوئی بات باعث توہین مذہب ہوتی ہو گی اگر مسلمان یہ فلم دیکھیں یا اس میں اعانت کریں تو کیا حکم ہے؟

جواب: فلم حج[1] مذہب کے خلاف ہے کیونکہ تصویروں کا رواج دینا خلاف شرع ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصوروں کو بہت برا کہا ہے ہر مسلمان کو ایسی لغویات سے محترز رہنا چاہیے قال اللہ تعالیٰ۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (۲۱ جون ۳۹ء)

سوال: حجر اسود کا بوسہ بعض حنفی شرک وبنا جائز کہتے ہیں جب کہ ان لوگوں کو پیر کے مزار پر جانے کے لئے منع کیا جاتا ہے۔ حضورؐ نے کس خیال سے بوسہ دیا تھا اور امت کس خیال سے دیتی ہے۔ (سائل مذکور)

جواب: حجر اسود ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بوسہ دیا مگر نفع و نقصان کے خیال سے نہیں۔ حضرت عمرؓ نے بوسہ دیتے وقت صاف الفاظ میں کہا تھا اِنَّكَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ تو ایک پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ پیر کے مزار کو بوسہ دینا شریعت میں ثابت نہیں علاوہ اس کے بوسہ دینے والے نفع نقصان کا خیال بھی رکھتے ہیں لہٰذا یہ شرک ہے

(اہلحدیث جلد ۴۴ نمبر ۱۹)

تشریح: حجر اسود ایک تاریخی پتھر ہے جس کو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمعیل کے مبارک اجسام سے مس ہونے کا شرف حاصل ہے یہ پتھر کعبہ مقدس کے ایک کونہ میں نصیب ہے اسی جگہ سے طواف شروع کیا جاتا ہے اور یہاں پر ہی آکر ایک چکر پورا ہوتا ہے۔ اس

---

[1] حج کا فلم بنانا بنوانا دیکھنا دکھلانا مسلمانوں کے لئے حرام ہے (ملخص) المعلن سعید احمد لکھنوی مفتی تکمیل العلوم سہارنپور (نور توحید لکھنو ج ۱ ص ۲ تا ۱۰ صفر ۵)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقع پر اس کو چوما یا ہاتھ لگایا جاتا ہے۔ تاکہ طوافوں کے گننے میں آسانی ہو اور تاریخی پتھر کی عظمت کا احترام بھی ہو سکے عہد ابراہیمی میں عہد و پیمان عام لینے کے لیے ایک پتھر رکھ دیا جاتا تھا جس پر لوگ آ آ کر ہاتھ رکھتے۔ اس کے یہ معنے ہوئے کہ جس عہد کے لیے وہ پتھر رکھا گیا ہے۔ اس کو امتوں نے تسلیم کر لیا۔ اسی دستور کے مطابق حضرت خلیلؑ نے اپنی مقتدی قوم کے لیے یہ پتھر نصب کیا۔ جو کوئی اس گھر میں جس کی بنیاد خدائے واحد کی عبادت کے لیے رکھی گئی ہے داخل ہو اس پتھر پر ہاتھ رکھے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے توحید کا عہد مضبوط کر لیا وہ موحد ہو کر رہے گا اگر جان بھی دینی پڑے اس سے منحرف نہ ہوگا۔ الی آخرہ۔

(از حضرت مولانا عبد السلام محدث بستوی صدر مدرس ریاض العلوم دہلی)

یہ ایک پتھر ہے اور یادگاری پتھر خود اس میں نہ طاقت ہے اور نہ معجزہ مگر ایک مشتاق زیارت اس تخیل کیساتھ کہ مکہ کا ہر ذرہ بدل گیا کعبہ کی ایک ایک اینٹ بدل گئی مگر یہ پتھر جس پر حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ تک کے مقدس لب یا مبارک ہاتھ یقیناً لگ چکے ہیں اور آج ہمارے ناپاک لب اور ہاتھ بھی اس کو مس کر رہے ہیں۔ یہ وہ تخیل ہے جس سے ہر طواف کرنیوالے کی روح مضطرب ہو جاتی ہے سینہ جذبات محبت سے سرشار ہو جاتا ہے یہ بوسہ تعظیم کا بوسہ نہیں ہے بلکہ اس محبت کا نتیجہ ہے جو اس یادگار کے ساتھ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کی روحانی اولاد کو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی بوسہ نہ دے تو یا اشارہ نہ کرے تو حج میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ (از حضرت مولانا نورالدین بہاری اہلحدیث سوہدرہ ۵ شعبان ۱۳ھ)

سوال: غیر مسلم کہتے ہیں کہ مسلمان بھی غیر مسلموں کی طرح بت پرستی کرتے ہیں مثلاً بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے عبادت کرنی۔ یا حجر اسود کو بوسہ دینا۔

"ہم لوگوں نے ان کو جواب دیا لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ یا وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا" یا حجر اسود کو ہم نفع اور نقصان کا مالک نہیں سمجھتے صرف اپنے نبی کی پیروی کرتے ہیں اس پر وہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم بھی اپنے بزرگوں کی پیروی کرتے ہیں گو یا ہم بھی ان کو نفع نقصان کا مالک نہیں سمجھتے۔ (اللہ دتا خریدار نمبر ۱۹۸۱)

جواب: مسئلے کی تحقیق کے لیے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ مسلمان کعبہ اور حجر اسود کی طرف منہ کر کے کیا کہتے اور کیا پڑھتے ہیں۔ بت پرست اپنی حاجات اور پرارتھنا ان بتوں سے کرتے ہیں۔ اور مسلمان کہتے ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ خدا کے نام

www.KitaboSunnat.com

کی پاکی بیان کرتے ہیں پس ان دونوں میں فرق نمایاں ہے اگر مسلمان بھی کعبہ اور حجر اسود کی عبادت کرتے تو ساری نماز میں کوئی لفظ تو کعبہ کو مخاطب کر کے کہتے۔ اے کعبے تو ہماری مدد کر، حالانکہ بت پرست بتوں سے پرارتھنا اور عجز و نیاز کرتے ہیں

(یکم شعبان ۱۳۴۵ھ)

سوال: زید نے حج کے ارادے سے سرمایہ جمع کیا۔ حج نہ کرنے پایا کہ مرض الموت میں مبتلا ہو کر حج بدل کی وصیت کی۔ زید کا ایک قریبی رشتہ دار زید کی طرف سے حج بدل کرنا چاہتا ہے اور ایک شخص متقی پرہیزگار زید کا ہم عقیدہ اس کے لئے۔ تیار ہے۔ زید نے کسی کا نام لے کر حج بدل کرنے کی وصیت نہیں کی بلکہ اپنے ایک دوست کو مال کیفیت سپرد کر کے حج بدل کی وصیت کی ہے تو حج بدل کے لئے کس کو ترجیح دی جائے یا جس کے حق میں وصیت کی ہے اس کو اختیار ہے کہ جس کو مناسب سمجھے اس کو حج بدل کا زاد راہ دے کر روانہ کر دیوے اور کیا اس کی ضرورت ہے کہ حج بدل کرنیوالا پہلے اپنا فرض حج ادا کر چکا ہو۔ (سائل حاجی محمد سردار خان محمد خان از منڈلسی پل)

جواب: انتخاب کرنا تو بیشک موصیٰ الیہ کا حق ہے مگر موصیٰ الیہ کو چاہیئے کہ نیک بخت آدمی کو منتخب کرے۔ کیونکہ متقی کا عمل قبول ہونے کا وعدہ ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۔ حج بدل کرنے والے پر اگر اپنی حیثیت میں حج فرض ہو چکا ہے تو پہلے اُسے اپنا ادا کر لینا چاہیئے۔ (۱۹ ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ)

سوال: ایک شخص نے اپنی منکوحہ عورت جوان کو غیر محرم مرد مجرد جوان کے ساتھ حج کرنے کو بھیجا ہے اس عورت اور اس کے خاوند اور اس غیر محرم مرد تینوں کو کہا گیا تھا کہ غیر محرم عورت کا غیر محرم مرد کے ساتھ حج کرنے کو سفر کرنا ناجائز ہے اور علمائے دین کا فتویٰ ہے کہ محرم کے ساتھ ہونے کو سوا عورت حج کو نہ جائے۔ ان تینوں نے انکار کر دیا کہ ہم علمائے دین کا حکم نہیں مانتے اپنی مرضی کریں گے اور کر لی اب آپ فرمائیں کہ ان دونوں کا حج جائز ہوگا یا ناجائز اور اس کے خاوند کو کیا ثواب ہوگا کہ جس نے عیدین کی نمازوں کے سوا فرض نمازیں اور روزے کبھی ادا نہیں کئے۔ اور جس نے غیر محرم مرد کے ساتھ عورت حج کرنے کو بھیج دی۔ حالانکہ یہ خاوند اس کا اور وہ عورت دونوں مسکین ہیں۔ اس عورت پر حج فرض ہی نہ تھا جو ساتھ لے گیا ہے اس نے اس عورت کا خرچ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ اپنی گرہ سے خرچ کرنا ہے اور سنا گیا ہے کہ راستے میں اور دربار خداوندی میں محرم ہی جھوٹ بول کر بتائیں گے (۱) اور آپ یہ بھی فرمائیں کہ جب وہ حج کر کے آویں تو ان کی تعلیم و تکریم حاجی سمجھ کر بجالانی ضروری ہے یا نہیں؟ (۲) غیر محرم مرد جو اپنی گرہ سے حج کو لے گیا ہے اس کو حج کرانے کا اجر ملے گا یا نہیں اور اپنا بھی اس کا حج جائز ہے یا ناجائز (۳) غیر محرم مرد کے ساتھ جو عورت حج کو گئی ہے اس کا حج جائز ہوگا یا نہیں؟ (۴) اس عورت کے خاوند کو کیا اجر ملے گا جو کہتا ہے کہ میں نے حج کی اجازت عورت کو دی ہے۔ نماز روزہ تو ادا نہیں کرتا۔ (سائل ایک مسلمان)

جواب: تمام سوالات کا مجملاً جواب یہ ہے کہ عورت کو نامحرم کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں۔ بحکم حدیث۔ باقی رہا حج کا قبول ہونا یا نہ ہونا...... اس کا علم خدا کو ہے جو نیات سے پورا واقف ہے۔ مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ جس عورت کے ساتھ جانے والا محرم نہ ملے اور خاوند نہ جا سکے تو اس کا حج ملتوی ہے۔ اللہ اعلم۔ (۱۳ جنوری ۱۹۳۶ء)

سوال: میں مسماۃ فاطمہ بنت...... سکنہ چنیوٹ بعمر تیس سال حج کا شوق رکھتی ہوں اور بڑی مشکلوں سے میں نے حج کے شوق میں روپیہ جمع کیا ہے۔ اب میرا کوئی محرم ایسا نہیں جو مستطیع ہو اور مجھے اپنے ساتھ حج کرائے اب اگر میں برادری کے کسی غیر محرم کے ساتھ حج کر لوں تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے اس سفر حج میں اور بھی مرد عورتیں شامل ہوں گی لیکن ان سب کے ساتھ اپنے محرم ہوں گے صرف میرا ہی کوئی محرم نہ ہوگا۔ بینوا توجروا۔

جواب: ایسی عورت پر حج فرض نہیں ہے جس کے ساتھ سفر میں جانیوالا خاوند یا ذی محرم نہ ہو۔ استطاعت حج میں عورت کے لئے یہ بھی ایک شرط ہے حدیث شریف میں آیا ہے۔ لا تسافر امرأۃ الا مع ذی محرم فقام رجل فقال یا رسول اللہ ان امرأتی خرجت حاجۃ۔ فقال فانطلق۔ فحج مع امرأتک۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ کوئی عورت ذی محرم (جس کے ساتھ نکاح حرام ہو) کے بغیر سفر نہ کرے (یہ سن کر) ایک شخص نے کہا کہ میری عورت سفر حج کے لئے گئی ہے آپ نے اس شخص کو غزوہ سے روک کر فرمایا تم اپنی عورت کے ساتھ جاؤ اور حج کرو (مسلم) (۲۳ ستمبر ۳۸ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح: اپنی ذات برادری کا قافلہ مرد و عورت کا ہو تو اس کے ساتھ جا سکتی ہے ممانعت کی جو علت غائی خلوت اجنبیہ کی فرمائی ہے وہ قافلہ برادری میں مفقود ہے۔ لہٰذا میری رائے اس بارے میں تامل ہے۔ واللہ اعلم۔ (از مولانا عبد اللطیف جوناگڑھی)

سوال[1]: قربانی یا عقیقہ کا گوشت سوائے مسلمان کے سب یعنی غیر اسلام ماننے والے یعنی کافر کو کھلا سکتا ہے یا نہیں۔ یا کچا دے سکتا ہے یا نہیں۔ اس کا جواب قرآن مجید سے یا حدیث شریف سے دیجئے۔ (عبد اللطیف فاضل محمد)

جواب: سب کو کھلا سکتا ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ یعنی مانگنے اور نہ مانگنے والے سب کو کھلاؤ۔ اس میں کوئی قید مومن غیر مومن کی نہیں ہے۔ (۲۹ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ)

سوال: قربانی جو میت کی طرف سے کی جائے اس کا گوشت اغنیاء و فقراء دونوں کھا سکتے ہیں یا صرف مساکین ہی کو دیا جائے۔ (نیاز مند عبد المجید خلف ہدایت علی)

جواب: قربانی جو میت کی طرف سے ہو اسی طرح ہے جیسی زندہ کی طرف سے جس طرح اس کو سب کھا سکتے ہیں۔ اس کو بھی کھا سکتے ھم سواء بسواء۔

(اہلحدیث ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

تشریح: میرے نزدیک میت کی طرف سے جو قربانی کی جائے اس کا گوشت صاحب نصاب کو اور قربانی کرنے والے کو کھانا درست ہے۔ نادرست ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ صحیح مسلم وغیرہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے اور اپنی آل کی طرف سے اور اپنی امت کی طرف سے قربانی کرتے تھے۔ اور آپ کی امت میں بعض لوگ مر بھی گئے تھے۔ لیکن یہ ہرگز ثابت نہیں کہ یہ گوشت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہیں کھایا اور کل گوشت یا بقدر حصہ اموات کے صدقہ کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک قربانی کرتے تھے لیکن حضرت علیؓ کا اس قربانی کے گوشت

---

[1] ارشاد نبوی بہت سی مصلحتوں اور دور اندیشی کی بنا پر بہر حال قانونی حیثیت رکھتا ہے (مرتب)
[2] مسائل قربانی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو خود نہ کھانا اور کل گوشت کو صدقہ کر دینا ہرگز ثابت نہیں رہا۔ فتویٰ عبداللہ بن مبارک کا سو یہ ان کی رائے ہے۔ اور ان کی اس رائے پر کوئی دلیل صحیح قائم نہیں ہے عون المعبود شرح سنن ابی داؤد جلد ثالث صفحہ ۵۰ میں اس کی بحث تفصیل کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ من شاء الاطلاع علیہ فلیراجع الیہ و اللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ۔

سید محمد نذیر حسین	فتاوی نذیریہ جلد ۲۔ صفحہ ۴۹۴

سوال: زید نے کہا قربانی حاجی پر فرض ہے۔ غیر حاجی مرضی کا مالک ہے کسی اور طریق سے خیرات کر سکتا ہے اول عشرہ ذالحجہ میں نماز سے پہلے حجامت بھی بنوا سکتا ہے مگر ساتھ مسائل قربانی میں سنا جاتا ہے کہ اگر غیر مستطیع بعد نماز حجامت بنوائے تو ہر بال کے بدلے ایک ایک قربانی کا ثواب ہے۔ مسئلہ فہم سے بالاتر ہے کیا یہ صحیح ہے۔

(قاسم علی اوورسیر پنشنر لدھیانوی)

جواب: غیر حاجی کے حق میں بھی قربانی سنت ہے۔ یہ مضمون احادیث میں ہے (جو قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے) وغیرہ اور خود آنحضرت نے حالت حضر میں قربانی کی۔ باقی حجامت والا مسئلہ کتابی نہیں خیالی ہوگا۔ اللہ اعلم۔

(اہل حدیث۔ ۲۶۔ اگست ۱۹۳۲ء)

تعاقب: اہلحدیث مجریہ ۲۶۔ اگست ۱۹۳۲ء میں قربانی غیر مستطیع کے متعلق فرمایا ہے "حجامت والا مسئلہ کتابی نہیں خیالی ہوگا" غالباً سائل کی نظر اس حدیث پر ہے خیالی نہیں۔ عن عبداللہ بن عمرو قال رجل یا رسول اللہ ارایت ان لم اجد الا منیحۃ انثی افاضحی بھا قال لا ولکن خذ من شعرک و اظفارک و تقص شاربک و تحلق عانتک فذلک تمام اضحیتک عند اللہ رواہ ابوداؤد والنسائی۔ یعنی عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میرے پاس سوائے اس بکری کے جو بٹائی کی میرے پاس ایک شخص کی ہے کچھ نہ ہو تو اسی کو قربانی کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں (کیونکہ وہ چیز غیر کی ہے تم اس کے مالک نہیں) ہاں اپنے سر کے بال کترو الو (حجامت کرالو) ناخن ترشوالو مونچھیں ترشوالو۔ زیر ناف مونڈلو۔ پس یہی تمہارے لئے پوری قربانی کا ثواب اللہ کے نزدیک ہے۔

(اہل حدیث ۱۸۔ نومبر ۱۹۳۲ء) (حکیم عبدالرزاق از رنگون)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: سوال کے الفاظ یہ ہیں "بعد نماز حجامت بنوائے تو ہر بال کے بدلے ایک ایک قربانی کا ثواب ہے" ہر بال والے مسئلہ کو خیالی بتلایا ہے نہ کہ اس روایت کو جو آپ نے نقل کی ہے۔ جزاک اللہ۔ (۱۸ نومبر ۱۹۳۲ء)

سوال: زید کہتا ہے کہ قربانی عیدالاضحیٰ غیر حاجی پر نہ تو فرض واجب ہے اور نہ ترک میں گناہ۔ اور کرنا ثواب ہے۔ اگر چاہے تو بجائے ذبح جانور مناسب نقدی فقراء کو دے سکتے ہیں۔ بکر زید کے اس امر میں مخالف ہے۔ صحت پر کون ہے۔ (شیخ قاسم علی از بہاولپور)

جواب: قربانی کے عوض نقدی دینا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔ العلم عنداللہ (اہلحدیث ۸ مئی ۱۹۳۱ء)

سوال: احکام قربانی کے کیا کیا ہیں۔ تفصیلاً بیان فرماویں۔

جواب: اضحیۃ یعنی قربانی میں اختلاف ہے کہ واجب ہے یا سنت مؤکدہ مگر مذہب صحیح و محقق یہی ہے کہ سنت مؤکدہ ہے۔ اور یہی مذہب ہے جمہور کا۔ اور بخاری نے ایک باب سنیت کا اس کی منعقد کیا ہے اور یہی دلائل اس کی سنیت پر ہیں۔ بخوف تطویل اختصار کیا۔ واجب نہیں ہے کیونکہ وجوب پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور نہ کسی صحابہ سے وجوب منقول ہے اور حدیث جو ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص باوجود قدرت کے قربانی نہ کرے وہ ہمارے مصلے میں نہ حاضر ہو۔ عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا رواه ابن ماجة اول تو اس کے مرفوع ہونے میں اختلاف ہے۔ اصوب یہی ہے کہ موقوف ہے۔ دوسرے اس سے وجوب نہیں نکلتا۔ بلکہ تاکید نکلتی ہے جیسا کہ کچے پیاز وغیرہ کے کھانے میں فرمایا کہ مسجد میں کھا کر نہ آوے حالانکہ بالاتفاق اس سے حرمت نہیں نکلتی اسی واسطے حضرت سے حلت ثابت ہے۔ کما لایخفی علی من له فهم سليم۔ اور سنیت دلائل سے ثابت ہے جن کی تفصیل یہاں اختصاراً نہیں کی گئی۔ قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری وكانه ترجم بالسنة اشارة الى مخالفة من قال بوجوبها قال ابن حزم لا يصح عن احد من الصحابة انها واجبة وصح انها غير واجبة عن الجمهور وعن محمد بن الحسن هي سنة غير مرخصة

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی ترکھا وقال الطحاوی وبہ ناخذ ولیس فی الآثار ما یدل علی وجوبھا انتھی واقرب ما یتمسک بہ للوجوب حدیث ابی ہریرۃؓ رفعہ من وجد سعۃ فلم یضح فلا یقربن مصلانا، خرجہ ابن ماجۃ واحمد ورجالہ ثقات لکن اختلف فی رفعہ ووقفہ والموقوف اشبہ بالصواب قالہ الطحاوی وغیرہ ومع ذلک فلیس صریحا فی الایجاب انتھی ملخصاً۔ اور اس کے لیے صاحب نصاب زکوٰۃ ہونا بھی شرط نہیں بلکہ صرف استطاعت یعنی قدرت ہونی چاہیے جیسا کہ حدیث ابوہریرۃؓ مذکور میں ہے کما لایخفیٰ اور اقامت یعنی مسافر نہ ہونا بھی شرط نہیں ہے کیونکہ اس پر بھی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ دلیل سے اس کا خلاف ثابت ہے کہ بخاری نے مسافر کی قربانی کرنے کا ایک باب منعقد کیا ہے اور اس میں حدیث لایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر مکہ میں قربانی کی۔ باب الاضحیۃ للمسافر والنساء، فیہ اشارۃ الی خلاف من قال ان المسافر لا اضحیۃ علیہ انتھی ما فی فتح الباری۔ اس سے صراحۃً مستفاد ہوتا ہے کہ اقامت شرط نہیں ہے کما لایخفیٰ۔ اور مذہب حنفی میں واجب ہے صاحب نصاب وزکوٰۃ پر جیسا کہ صدقہ فطر میں بشرط اس کے کہ مسافر نہ ہو۔ الاضحیۃ واجبۃ علی کل مسلم مقیم موسر فی یوم الاضحیٰ علی نفسہ وعن ولدہ الصغار والنساء لما رویناہ من اشتراط السعۃ ومقدارہ ما یجب بہ صدقۃ الفطر انتھی ما فی الہدایۃ ملخصا بقدر الحاجۃ۔ اور جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھے اس کو چاہیے کہ جب سے ذی الحجہ کا چاند دیکھے تب سے قربانی تک سر وریش کا بال وناخن وغیرہ نہ لے۔ عن ام سلمۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رأیتم ھلال ذی الحجۃ واراد احدکم ان یضحی فلیمسک عن شعرہ واظفارہ رواہ الجماعۃ الا البخاری کذا فی منتقی الاخبار۔ اور وقت اس کا بعد نماز کے ہے قبل نماز کے جائز نہیں اور اگر کوئی قبل نماز کے کریگا تو صحیح نہ ہوگا۔ دوسرا کرنا ہوگا کیونکہ بخاری میں روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ پہلے نماز پڑھے پھر قربانی کرے اور جس نے پہلے نماز کے قربانی کی اس کی قربانی مدخل صحیح نہیں ہوئی وہ اس کے کھانے کا گوشت ہے دوسری قربانی کرے۔ عن البراء قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اول ما نبدأ فی یومنا ھذا ان نصلی ثم نرجع فننحر من فعلہ فقد اصاب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنتنا ومن ذبح قبل فانما هو لحم قدمه لاهله ليس من النسك في شيء الحديث رواه البخاري۔ اور حنفی مذہب میں بھی یہی وقت ہے مگر دیہاتی[1] لوگوں کے لیے وقت الاضحية يدخل بطلوع الفجر من يوم النحر الا انه لا يجوز لاهل الامصار الذبح حتى يصلي الامام العيد فاما اهل السواد فيذبحون بعد الفجر كذا في الهداية اور سن بکری کا ایک سال یعنی ایک سال پورا، اور دوسرا شروع اور گائے اور بھینس کا دو سال یعنی دو سال پورے اور تیسرا شروع اور اونٹ کا پانچ سال اور چھٹا شروع ہونا چاہیے۔ اور بھیڑ ایک سال سے کم کا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ خوب موٹا اور تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے کہ سال سے کم کی قربانی نہ کرو اور ضرورت کے وقت بھیڑ کا جذعہ کر لو۔ عن جابر رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يجوز الا مسنة الا ان يعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضان رواه الجماعة الا البخاري كذا في منتقى الاخبار۔ مسنہ ہر جانور میں سے ثنی کو کہتے ہیں اور ثنی کہتے ہیں بکری میں سے جو ایک سال کا ہو اور دوسرا شروع اور گاؤ بھینس میں جو دو سال کا ہو اور تیسرا شروع اور اونٹ کا جو پانچ سال کا ہو چھٹا شروع ہو۔ قوله الا مسنة قال العلماء المسنة هي الثنية من كل شيء من الابل والبقر والغنم انتهى. ما في نيل الاوطار والثني من الشاة ما دخل في السنة الثانية كذا في مفردات القرآن للامام الراغب القاسم الحسين وهو المقدم على الغزالي والقاضي ناصر الدين البيضاوي ۔ منتهى الارب میں ہے ثنی یعنی شتر در سال ششم درآمده انتهى والثني منها ومن المعز ابن سنة ومن البقر ابن سنتين ومن الابل ابن خمس سنين ويدخل في البقر الجاموس لانه من جنسه انتهى ما في الهداية - اور جذعہ بھیڑ میں سے اس کو کہتے ہیں جو سال سے کم ہو۔ الجذع من الضان ما تمت له ستة اشهر في مذهب الفقهاء وذكر الزعفراني رحمة الله عليه انه ابن سبعة اشهر انتهى ما في الهداية مگر بشرط مذکور قالوا هذا

[1] دیہاتیوں کے استثناء کے لیے کوئی صحیح مرفوع حدیث بطور دلیل ہمیں نہیں ملی۔ (محمد داؤد راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اذا کانت عظیمہ بحیث لوخلط بالثنایا یشتبہ علی الناظر من بعید انتھی ما
فی الھدایۃ اور شرط یہ ہے کہ جانور قربانی کا لتنے عیوب سے خالی ہو۔ اوّل یہ کہ سینگ
اس کا آدھا یا آدھے سے زیادہ نہ کٹا ہوا ہو۔ دوسرے اسی طرح کان نہ کٹا ہو۔ تیسرے
کانا یا اندھا نہ ہو۔ چوتھے یہ کہ ظاہرا لنگڑا نہ ہو۔ پانچویں یہ کہ بہت بیمار نہ ہو۔ چھٹے یہ کہ اتنا
بوڑھا نہ ہو کہ اس کی ہڈی کا گودا نہ باقی رہا ہو۔ ساتویں یہ کہ اس کا کان نہ پھٹا ہو۔ عن
علی علیہ السلام قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یضحی
باعضب القرن والاذن قال قتادۃ فذکرت لسعید بن المسیب فقال العضب
النصف فاکثر من ذلک رواہ الخمسۃ وصححہ الترمذی ولکن ابن ماجۃ لم
یذکر قول قتادۃ الی اخرہ وعن البراء بن عازب قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اربع لا یجوز فی الاضاحی العوراء البین عورھا والمریضۃ البین
مرضھا والعرجاء البین ضلعھا والکسیر التی لا تنقی رواہ الخمسۃ وصححہ
الترمذی کذا فی منتقی الاخبار وعن علی رضی اللہ عنہ قال امرنا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان نستشرف العین والاذن وان لا نضحی بمقابلۃ
ولا مدابرۃ ولا شرقاء ولا خرقاء رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی
والدارمی وابن ماجۃ وانتھت روایۃ الی قولہ والاذن کذا فی المشکوٰۃ
اور حنفی مذہب میں بھی ان سب عیوب سے خالی ہونا چاہیے اور سوا ان کے دُم بھی
اس کی نصف سے زیادہ نہ کٹی ہو مگر یہ کہ سینگ کٹے ہوئے ہوں یا کان پھٹا یہ حنفی مذہب
میں عیب نہیں۔ اور کان آدھے سے زیادہ کٹا ہو تب عیب ہے ورنہ نہیں۔ ولا یضحی
بالعمیاء والعوراء والعرجاء التی لا تمشی الی المنسک ولا العجفاء ولا
تجزی مقطوعۃ الاذن والذنب ولا التی ذھب اکثر اذنھا وذنبھا وان
بقی اکثر الاذن والذنب جاز ویجوز ان یضحی الجماء انتھی ما فی
الھدایۃ اور یہ عیب جب معتبر ہیں کہ وقت خرید نے کے موجود ہوں اور جب
وقت خریدنے کے جمیع عیوب مذکورہ سے مبرا تھا اور بہ نیت قربانی کے جمیع عیوب
سے سالم خرید لیا تب کوئی نیا عیب حادث ہوا تو اس کی قربانی صحیح ہے جیسا کہ حدیث
میں آیا ہے وعن ابی سعید قال اشتریت کبشا اضحی بہ فعدی الذئب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاخذ الالیة قال فسألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ضح به رواه احمد
وهو دلیل علی ان العیب الحادث بعد التعین لا یضر انتهی کذا فی المنتقی
اور حنفی مذہب میں امیر تو دوسری بدل لے اور غریب کے لیے وہی صحیح اور کافی ہے۔
وهذا الذی ذکرنا اذا کانت هذه العیوب قائمة وقت الشراء ولو اشتراها
سلیمة ثم تعیب بعیب مانع ان کان غنیا علیه غیره وان کان فقیرا تجزیه
هذه لان الوجوب علی الغنی بالشرع ابتداء لا بالشراء فلم تتعین به وعلی
الفقیر بشرائه بنیة الاضحیة فتعینت انتهی ما فی الهدایة اور خصّی کی قربانی
جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصّی کی قربانی کی ہے۔ وعن عائشة
قالت ضحّی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکبشین سمینین عظیمین املحین
اقرنین موجوئین رواه احمد انتهی ما فی منتقی الاخبار اور بہت سی حدیثیں
اس مضمون کی آئی ہیں بخوف تطویل ایک ہی پر اکتفا کیا حنفی مذہب میں بھی ہے ویجوز
ان یضحی بالجماء والخصی لان لحمها اطیب وقد صح عن النبی صلی
اللہ علیہ وسلم انه ضحّی بکبشین املحین موجوئین انتهی ما فی الهدایة
ملخصاً بقدر الحاجة اور قربانی میں سے از روئے قرآن و حدیث کے خود کھائے اور
فقیروں محتاجوں کو کھلائے کوئی تقیید نہیں کہ کس قدر کھائے اور کس قدر فقیروں کو دے
فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ (ترجمہ) کھاؤ اس میں
سے اور کھلاؤ بے سوال فقیر اور سوال کرنیوالوں کو اور حنفی مذہب میں مستحب ہے کہ
تہائی فقیروں محتاجوں کو دے۔ یاکل من لحم الاضحیة ویطعم الاغنیاء و
الفقراء ویدخر ویستحب ان لا ینقص الصدقة عن الثلث انتهی ما فی
الهدایة ملخصاً اور قصاب کی اجرت قربانی میں نہ دے اپنے پاس سے علیحدہ
دے۔ عن علی رض قال بعثنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقمت علی البدن
فامرنی فقسمت لحومها ثم امرنی فقسمت جلالها وجلودها وقال
سفیان حدثنی عبد الکریم عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن علی رض قال امرنی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اقوم علی البدن ولا اعطی منها
شیئا فی جزارتها رواه البخاری۔

www.Kitab...

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ حضرت علی رضی سے روایت ہے کہ فرمایا آپ نے بھیجا مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پس کھڑا ہوا میں قربانیوں پر پس حکم کیا مجھ کو۔ پس تقسیم کیا میں نے گوشت ان کا۔ پھر حکم کیا مجھ کو پس تقسیم کی میں نے جھولیں ان کی اور چمڑے ان کے اور کہا سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث سنائی مجھ کو عبدالکریم نے مجاہد سے اور اس نے عبدالرحمن بن ابی لیلی سے اور انہوں نے حضرت علی رضی سے فرمایا حضرت علی رضی نے حکم کیا مجھ کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ کھڑا ہوں میں قربانیوں پر اور نہ دوں ان سے قصائی کی اجرت میں کچھ اور قربانی کے چمڑوں کو یا تو صدقہ کر دے جیسا کہ حدیث مذکورہ بالا سے ظاہر ہے یا اس سے کوئی چیز استعمال کی مثل مشک ڈول وغیرہ کے بنا لے بیچے نہیں جیسا کہ حدیث مذکورہ بالا سے ظاہر ہے اور حنفی مذہب میں بھی یہی ہے ویتصدق بجلدھا لانہ جزء منھا او یعمل منہ الۃ تستعمل فی البیت کالنطع والجراب والغربال وغیرھا انتہی ما فی الھدایۃ واللہ اعلم بالصواب۔

محمد عبید اللہ مصنف تحفۃ الہند۔ حررہ العاجز المھین محمد یٰسین الرحیم آبادی ثم العظیم آبادی[1]۔ محمد عبدالحمید غفرلہ۔

(مہر) سید محمد نذیر حسین　　فتاوٰی نذیریہ ص۴۵۶

سوال: ہدی اور اضحیہ میں کیا فرق ہے۔ ایک جانور میں کتنے آدمی شریک ہو سکتے ہیں؟

جواب: ہدی اس قربانی کو کہتے ہیں جو کعبہ شریف میں پہنچائی جائے جیسا کہ قرآن شریف میں ارشاد ہے ھَدْیًا بَالِغَ الْکَعْبَۃِ۔ اضحیہ قربانی کو کہتے ہیں چاہے کہیں کی جائے۔ بھیڑ بکری میں ایک گائے میں سات۔ اور اونٹ میں دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں

(۲۳ جنوری ۱۹۳۱ء)

تشریح: گائے میں سات آدمی اور اونٹ میں ۱۰ آدمی کے شریک ہونے کا حکم خاص ہدی میں ثابت ہے یا قربانی میں بھی ثابت ہے؟

الجواب: قربانی میں بھی ثابت ہے سبل السلام جلد ۲ صفحہ ۱۷۶ میں ہے بیندب

---

[1] مع مواہیر دیگر علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لبس احسن الثیاب والتطیب باجود الاطیاب فی یوم العید ویزید فی الاضحیٰ اضحیۃ باسمن ما یجد لما اخرجہ الحاکم من حدیث الحسن السبط قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العیدین ان نلبس اجود ما نجد وان نتطیب باجود ما نجد وان نضحی باسمن ما نجد البقرۃ عن سبعۃ والجزور عن عشرۃ وان نظھر التکبیر والسکینۃ والوقار قال الحاکم بعد اخراجہ من طریق اسحاق بن برزخ لولا جہالۃ اسحق ھذا لحکمت للحدیث بالصحۃ قلت ولیس بمجہول فقد ضعفہ الازدی ووثقہ ابن حبان ذکرہ فی التلخیص انتہٰی واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری۔ (سید محمد نذیر حسین (فتاوی نذیریہ ج۲ ص۴۲۱)

سوال: قربانی کا جانور کتنے برس کا ہونا چاہیے۔ گھر کی پالی ہوئی بکری ایک برس کی ہے اس کی قربانی جائز ہے؟

جواب: بکری ایک برس سے زیادہ کی ہو تو جائز ہے۔ دونوں دانت نکلے ہو تو بہتر ہے۔ (۲۸ جمادی الاخر ۱۳۶۵ھ)

شرفیہ۔ صرف بہتر ہی نہیں بلکہ لازم و واجب ہے فقط ثنی سے لازم ثابت نہ کہ بہتر۔ یہ سخت غلطی ہے۔ دو دانت عموماً دو سال میں ہوتے ہیں اس سے کم میں بھی ممکن ہے مگر دو دانت ہونا بکری کے لئے واجب ہے جب بھیڑ کے لئے نہیں مگر وہ بھی بوقت عسر ہے نہ کہ بوقت یسر۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

سوال: ایک بکری یا خصی گیارہ مہینے یا کم و بیش کا ہے مگر فربہ اور تازہ ہے یہ قربانی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: احادیث میں مُسِنّہ کا لفظ آیا ہے جس کے دو دانت نکلے ہوں بس اس شرط کو دیکھ لیا جائے عمر میں چند روز کی کمی ہو یا بیشی اس کی پروا نہیں۔ (۸ ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ)

سوال: بھینس کی حلت کی قرآن و حدیث سے کیا دلیل ہے اور اس کی قربانی بھی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ قربانی جائز ہو تو استدلال کیا ہے؟ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اجازت فرمائی یا عمل صحابہؓ ہے۔ (محمود علی خریدار اہلحدیث)

جواب: جہاں حرام چیزوں کی فہرست دی ہے وہاں یہ الفاظ مرقوم ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دما مسفوحا ۔

ان چیزوں کے سوا جس چیز کی حرمت ثابت نہ ہو وہ حلال ہے ۔ بھینس ان ملکوں اس کے علاوہ عرب لوگ بھینس کو بقرہ د گائے میں داخل سمجھتے ہیں ۔ (۱۱ مئی ۱۹۳۲ء)

تشریح : حجاز میں بھینس کا وجود ہی نہ تھا پس اس کی قربانی نہ سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتی ہے نہ تعامل صحابہؓ سے ہاں اگر اس کو جنس بقر سے مانا جائے جیسا حنفیہ کا قیاس ہے (کما فی الہدایہ) یا عموم بہیمۃ الانعام پر نظر ڈالی جائے تو حکم جواز قربانی کے لئے یہ علت کافی ہے (ملخص) واللہ اعلم ۔ ازمولانا ابوالعلا نظر احمد صاحب سہسوانی

(اخبار اہلحدیث ص۱۱ دہلی یکم اکتوبر ۱۵ ستمبر ۱۹۵۲ء)

بحمد اللہ حج و قربانی کے مسائل ختم ہوئے والحمد للہ اولاً و اخراً (محمد داؤد راز ۵ رمضان المبارک

بحمد اللہ جلد اول ختم شد

المكتبة الر[illegible]ية
۹۹- بے ماڈل ٹاؤن ۔ لاہور
0 15
نمبر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر ثنائی

شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری

کامل مجلد در سہ جلد ... ... قیمت -/۷۵

تفسیر واضح البیان یعنی سورۂ فاتحہ } مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

قیمت -/۱۶.۵۰

ادارہ "ترجمان السنہ"

لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ